قال اللہ تعالیٰ وقولوا للناس حسناً۔ الآیہ

جلد ۱

ملفوظات

حکیم الامۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی

حضرات ناظرین کی خدمت میں ضروری عرض

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب
بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس خاص اور مجالس وعظ میں جن حضرات کو حاضری نصیب ہوئی ہے۔ ملفوظات اور مواعظ کا اصل لطف تو ان ہی حضرات کو حاصل ہوا ہے اور آج تک آنکھ اور کان اس منظر اور اس آواز کو ترستے ہیں لیکن اب جب کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ دوسرے عالم میں تشریف فرما ہیں۔ بحمد اللہ ان کا فیض آج بھی جاری ہے۔ تو اب ان سے فیض حاصل کرنے کا طریقہ صرف یہی رہ گیا ہے کہ ان کی تالیفات اور ملفوظات اور مواعظ کے مطالعہ سے فیضیاب ہوا جائے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے جب دریافت کیا گیا کہ اصلاح نفس کے لئے عام طور پر مفید کونسی چیز ہے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ملفوظات کو زیادہ مفید فرمایا اس لئے میں نے سب سے پہلے ملفوظات ہی کی اشاعت شروع کی ہے۔

ملفوظات کا مطالعہ فرمانے والوں میں مختلف مذاق اور مزاج کے حضرات ہیں۔ پھر ان میں بھی بعض تو وہ ہیں جو خود مطالعہ فرماتے ہیں اور چونکہ بعض حضرات نے ایسا انتظام بھی کیا ہے کہ ایک وقت خاص میں کچھ حضرات جمع ہوتے ہیں اور ملفوظات و مواعظ وغیرہ پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ ان پڑھنے والوں اور سننے والوں میں سے اکثر حضرات کو دیکھا ہے کہ بعض تو ان کو ایک دلچسپ حکایات کے طور پر پڑھتے اور سنتے ہیں اور پھر دوسروں کو سناتے ہیں اور بعض حضرات ان کو حضرتؒ کے خاص مزاج کا مظہر سمجھ کر یہ خیال قائم کرلیتے ہیں کہ حضرتؒ کے مزاج میں سختی تھی اس لئے اس قدر سخت گرفت فرماتے تھے۔ نتیجہ ان دونوں باتوں کا یہ ہوتا ہے کہ جہاں تک ان پر عمل کا تعلق ہے اس سے اکثر حضرات محروم

بقیہ مضمون ٹائیٹل کے صفحہ ۳ پر ملاحظہ ہو

حصہ اول

قال اللہ تعالیٰ وقولوا للناس حسنا الآیہ

چوں نص مزبور مخبر ست از مطلوبیت کلمات حسنہ تکلماً بالمطابقہ

واستماعاً واشاعۃً بالالتزام وکرامۃً

الافاضات الیومیہ

من

الافادات القومیہ

کہ حصہ ایست از ملفوظات حکیم الامۃ مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب قدس سرہ

مصداقے بود از ہمچنیں کلمات حسنہ بنا علیہ احقر محمد شبیر علی تھانوی ناظم

ادارہ اشرفیہ پاکستان جمشید کوارٹر مرزا قلیچ بیگ روڈ کراچی باہتمام اشاعت نمود

(جاوید پریس کراچی)

مژدہ اے دل کہ مسیحا نفسے می آید
کہ ز انفاس خوشش بوئے کسے می آید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[illegible]

تمہید ملفوظات ملقب بہ

الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ

مژدۂ جانفزائے فیض جدید یعنی در شہر صوم عود العید،
الا یا ایہا الطلاب طوبیٰ فعود العید مستطاب

(جزوے از حسن العزیز)

حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ قطب الارشاد سلطان المشائخ اشرف العلماء مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب متعنا اللہ تعالیٰ بطول حیاتہ وافاض علینا من شآبیب برکاتہ کے یومیہ افاضات و کلمات طیبات یعنی ملفوضات پیشتر باوجود کسی مستقل انتظام نہ ہونے کے وقتاً فوقتاً کوئی نہ کوئی ضبط کرتا رہتا تھا اور وہ بہ عنوان حسن العزیز شائع ہوتے رہتے تھے لیکن ایک عرصہ سے یہ سلسلہ اتفاقاً بوجہ نہ ہونے کسی ضابط کے بند تھا. جسکا سخت قلق تھا. بالخصوص جبکہ حضرت اقدس نے کچھ عرصہ سے بوجہ بعض عذرات وعظ فرمانا بھی تقریباً موقوف ہی فرما دیا ہے الا نادرًا اور اسکے بجائے صرف ملفوضات ہی پر اکتفا فرماتے ہیں جو حسب ارشاد ممدوح بوجہ انطباق[عہ] علی الحالات الجزئیہ انفع واوقع فی النفس ہوتے ہیں۔ ادہر تصنیفات کا سلسلہ بھی بوجہ کثرت خطوط و نظر اصلاحی مواعظ وغیرہ و ہجوم طالبین وضعف قویٰ برائے نام ہی رہگیا ہے نظر بہ حالات موجودہ اسکی سخت ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ ضبط ملفوظات کا کوئی مستقل انتظام کیا جائے۔ کہ اب یہ ہی ایک صورت افاضۂ عام کی باقی رہ گئی ہے۔ چنانچہ حسن اتفاق سے ایک موقع خاص پر چند احباب خاص کا خانقاہ شریف میں اجتماع ہوا اور اس ضرورت شدیدہ کا تذکرہ ہو کر

عہ بوجہ شخصی اور جزئی حالات کے مطابق ہونے کے زیادہ نافع اور قابل فہم ہوتے ہیں ۱۲

آ پہنچیں ماہوار چندہ ہوا اور ایک صاحب کو جو ثقہ اور باسلیقہ ہیں ملفوظات کے لئے مقرر کردیا گیا جنھوں نے محض از راہِ خلوص اپنی شان کے خلاف فی الحال بہت قلیل معاوضہ پر قناعت فرماکر اس خدمت کو رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ سے اپنے ذمہ لے لیا۔ فجزاہم اللہ خیر الجزاء ٥

ازعنایات قاضی حاجات بازشد انتظام ملفوظات
کرد حق بحر فیض باز رواں اے خوشا عودِ عید در رمضان

چونکہ مخلص افراد کے ماہوار چندہ سے ان افاضات یومیہ کے ضبط کا انتظام ہوا ہے۔ اس رعایت سے اس مجموعہ کا نام ۔ الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ تجویز کیا گیا۔ جسکے اجزاء انشاء اللہ تعالیٰ مثل دیگر مسودات ضبط شدہ بعد نظر اصلاحی حضرت اقدس وقتاً فوقتاً حسب موقع شائع ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا مزید احسان یہ ہے کہ ساتھ کے ساتھ ان افاضاتِ روزانہ کی اشاعت ماہانہ کا بھی انتظام رسالہ النور میں شروع ہوگیا ہے جسکے ذریعہ سے تازہ بتازہ ملفوضات ہدیہ مشتاقین ہوتے رہیں گے جن سے انشاء اللہ تعالیٰ غائبین کو حضوری کا حاضرین مجلس کو جو بالمشافہ بھی سن چکے ہیں. قندِ مکرر کا لطف حاصل ہوگا۔ اگر خصوصیت کسی مضمون کی مقتضی ہوئی تو کچھ ملفوظات صاحب موصوف کے پاس سابق کے لکھے ہوئے بھی موجود ہیں وہ بھی اسی سلسلہ میں شائع کردیے جائیں گے اور بغرض امتیاز ان کے آخر میں لفظ قدیم بین القوسین بڑھا دیا جائے گا۔ اب آخر میں دعا ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ وعم نوالہٗ اس سلسلہ خیر کو مدت مدید تک جاری اور اسکے منافع و برکات کو قلوب طالبین میں ساری رکھے آمین ❊

المفتقر الیٰ رحمۃ اللہ الصمد الاحقر (حافظ) جلیل احمد (رئیس علیگڈہ) خازن چندہ ملفوضات۔
مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر۔ نصف شوال ۱۳۵۰ھ

نوٹ ۱: پہلے افاضات یومیہ کے سات حصے چھپے تھے جو کسی مصلحت کی بنا پر نہ ہوئے تھے بلکہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے ہو گئے تھے اس لئے اون کی ضخامت میں بہت فرق تھا۔ چونکہ ان حصوں کی تقسیم حضرتؒ کی تجویز کردہ نہ تھی میری ہی کی ہوئی تھی اسلئے اب میں نے اس کل مجموعے کے دس حصے کرکے سب کی یکساں ضخامت کردی ہے تاکہ ناظرین کو مطالعہ میں سہولت ہو۔ ۱۲ شبیر علی

نوٹ ۲: اس مرتبہ فارسی اشعار اور عربی عبارات کا جو ترجمہ کیا گیا ہے وہ لفظی ترجمہ نہیں ہے بلکہ حاصل ترجمہ ہے اور آیات قرآنی کا ترجمہ تفسیر بیان القرآن سے نقل کیا گیا ہے۔ ۱۲

۲۷ شعبان المعظم سنہ ۱۳۵۰ ہجری ؁

مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

(۱) فرمایا کہ صبح کو مجلس عام کی وجہ سے بے حد تعب ہوتا ہے جسکی برداشت نہیں (اسکے قبل صبح کو بھی مجلس عام ہوتی تھی) اسلئے آج یہ سوچا ہے کہ بجائے مجلس عام کے صبح کو مجلس خاص کر دی جائے اور صورت اسکی یہ ذہن میں آئی ہے کہ جو لوگ خاص خاص ہیں جن میں اکثر اہل علم ہیں وہ اگر آبیٹھا کریں تو اس سے مجھپر کوئی تعب نہ ہوگا اسکی دو وجہ ہیں ایک تو یہ کہ مجمع کم ہوگا جب جی چاہیگا مجلس کو ختم کر دیا جائیگا۔ مجمع زائد نہ ہونیکی وجہ سے ختم کر دینے میں کوئی گرانی بھی نہ ہوگی۔ دوسرے یہ کہ جب مجلس عام نہ ہوگی تو جس روز طبیعت صاف نہ ہوگی یا جی نہ چاہیگا بالکل ہی موقوف رکھی جائیگی اور اس کی اطلاع اس روز کر دیجایا کریگی۔ اور کبھی کبھی عام بھی کر دیجایا کریگی جبکہ طبیعت اچھی ہو آجکل طبیعت بھی صاف نہیں کھانسی کی وجہ سے تکلیف ہے اب ضرورت اسکی ہے کہ اسکا کوئی معیار یا اصطلاح ہونی چاہیئے جس سے یہ معلوم ہو کہ اسوقت مجلس عام ہے یا مجلس خاص اسکی صورت یہ سمجھ میں آئی ہے (احقر صغیر احمد کی طرف حضرت والا نے مخاطب ہو کر فرمایا) کہ اُن حضرات کے نام کی ایک فہرست بنالی جائے جو مجلس خاص میں شرکت کیا کرینگے۔ اُن کے نام میں بتادونگا جب میں کہوں اُنکو اطلاع کر دیجاوے اور مجلس عام کی اطلاع حافظ اعجاز کے ذریعہ سے ہوا کریگی جسکی صورت یہ ہوگی کہ وہ لوگ حافظ اعجاز سے معلوم کر لیا کریں کہ تمکو اطلاع دی گئی ہے یا نہیں اگر وہ کہیں کہ دی گئی ہے تب تو آجائیں اگر وہ کہیں نہیں دی گئی نہ آئیں یہ انتظام اسوجہ سے ہے کہ کبھی بعض حضرات قیاس مع الفارق پر عمل فرمائیں دوسروں کو بیٹھے دیکھکر آکر بیٹھنا شروع کر دیں۔ میں سچ عرض کرتا

عـہ ضبط کا التزام تو رمضان سے ہوا تھا اُسکے قبل کی تاریخوں میں اتفاقاً بلا التزام لکھ لیا گیا ۱۲۔

ہوں مجھکو اس کا بھی خیال ہے کہ لوگ محبت کی وجہ سے آتے ہیں سب کے ساتھ برتاؤ میں مساوات رہے
مگر جو بات قوت سے باہر ہے اُسکا کسطرح تحمل کروں۔ اگر کوئی اس عدم مساوات پر بُرا مانے مانا
کرے۔ مجھکو اسکی پرواہ نہیں۔ مولوی محمد حسن صاحب امرتسری نے عرض کیا کہ ہملوگوں کو تو
بہت وقت مجالست کیلئے دیا جاتا ہے جو حضرت والا کی شفقت اور محبت پر مبنی ہے اگر
یہ حکم دیا جائے کہ سال بھر تک دروازہ پر کھڑے رہو ایک سال کے بعد ملاقات کی اجازت
ہوگی اسپر بھی ہملوگوں کی خوش قسمتی ہے اور حضرت والا کا احسان ہے۔ فرمایا یہ آپکی محبت
کی بات ہے میں تو خود ہی اس قسم کی رعایت اور اُسکے دقائق پیش نظر رکھتا ہوں ہاں
اسکو ضرور جی چاہتا ہے کہ خدمت بھی ہوتی رہے اور کچھ وقت آرام کا بھی ملے اور مجلس عام
کی صورت میں آرام نہیں ملسکتا وجہ یہ ہے کہ اگر کسی وقت اُٹھ جانے کو جی چاہے مجمع کی
رعایت سے نہیں اُٹھ سکتا نیز بعض مرتبہ مجمع کثیر ہونیکی وجہ سے تقریر میں آواز بلند ہوجاتی
ہے اور یہ امر طبعی ہے جی چاہتا ہے کہ سب سُنیں جسکا اثر دیر تک دماغ پر رہتا ہے یہ بھی ایک
تکلیف ہے باقی محکوم بنکر رہے کو تو جی گوارا نہیں کرتا ظہر کے بعد کا وقت عصر تک بھی مجلس کے
لئے کچھ کم نہیں کافی وقت ہے۔ فرمایا کہ مولوی ...... صاحب یہاں پر شروع میں جس وقت
آئے تھے اُس وقت سے یہ صبح کی مجلس کی رسم قائم ہوگئی اُنکی رعایت دو وجہ سے
تھی ایک تو یہ کہ اُن کا تعلق مولوی ...... صاحب سے ہے یہ خیال ہوا کہ مولوی صاحب
کہیں یہ خیال نہ کریں کہ ہمارے آدمی کے ساتھ بے التفاتی کا برتاؤ کیا دوسرے انکو خود
بھی مجھ سے محبت اور تعلق ہے اور مجھے تو بحمداللہ سب ہی کا خیال ہے مگر اب ضعف کی سبب
تحمل نہیں اسکا میرے پاس کیا علاج ہے۔ فرمایا پیشتر رمضان المبارک میں یہ معمول تھا کہ
حالات کا پرچہ بکس میں جو کہ مدرسہ میں لگا ہے ڈالنے کی عام اجازت تھی مگر اب تجربہ سے
معلوم ہوا کہ جنکو قلت مناسبت ہوتی ہے انکے پرچوں سے بھی اذیت پہونچتی ہے اس لئے
اس مرتبہ یہ سمجھ میں آیا جسپر کچھ روز سے عملدرآمد بھی ہے کہ ایسے لوگ پرچہ بھی نہ ڈالا کریں۔
مخاطبت مکاتبت دونوں بند رہیں بلکہ چندروز خاموش مجلس میں بیٹھے رہیں اور جسوقت
مناسبت پیدا ہوجائے اسوقت اس قسم کا سلسلہ زبانی یا تحریری اختیار کریں تو مضائقہ

نہیں مگر پیشتر مناسبت پیدا کرلیں جس پر نفع کا انحصار ہے اس صورت میں کام بھی ہوجائیگا۔
اور کلفت بھی طرفین میں سے کسی کو نہ ہوگی۔ ایک حکمت یہ بھی ہے کہ کام بھی کم ہوجائے گا۔
اب زیادہ کام کی برداشت بھی نہیں ضرورت کے لحاظ سے اور بہت سے تجربوں کے
بعد یہاں پر قواعد مرتب ہوتے ہیں ان قواعد سے طرفین کی راحت رسانی مقصود ہوتی ہے۔
خدانخواستہ حکومت تھوڑا ہی مقصود ہے۔ اور جیسا مجھے دوسروں کی اصلاح کا اہتمام ہے اللہ
کا لاکھ لاکھ شکر ہے اپنی اصلاح کا بھی خاص اہتمام ہے۔ اور صاحب کون بے فکر ہوسکتا
ہے کسکو خبر ہے کہ آخرت میں میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔

(۲) احقر جامع سے حضرت والا نے فرمایا ان حضرات کے نام جو مجلس خاص میں شریک کئے
جائیں گے درج فہرست کرلئے جائیں پھر ان حضرات کے نام فرمائے جو حضرات اسوقت خانقاہ
میں موجود تھے ان کے نام لکھوادینے کے بعد فرمایا کہ بعض حضرات فلاں فلاں آنے والے
ہیں ان کے آجانے پر ان کے نام بھی درج فہرست کرلئے جائیں اور روزانہ نو ساڑھے نو بجے
صبح کو جب میں کہوں ان حضرات کو اطلاع کردی جایا کرے اسمیں یہ سہولت ہوگی کہ سبکے
روزانہ نام الگ الگ لیکر نہ کہنا پڑے گا ورنہ یہ خود ایک مستقل کام ہوجائیگا۔

(۳) صبح کی دس بجے والی گاڑی سے چند حضرات تشریف لائے منجملہ اور حضرات کے حافظ
عبدالطیف صاحب ناظم مظاہر علوم بھی تھے۔ حافظ صاحب سے بابو ولی محمد صاحب کا ذکر آیا۔
حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ بابو صاحب کہاں پر ہیں عرض کیا کہ رنگون گئے ہوئے ہیں
فرمایا کہ اس سے بڑا ہی خوش ہوا کہ انکا تعلق مدرسہ ہی سے رہا۔ ہیں بھی کام کے آدمی اس
عمر میں علم دین کا حاصل کرنا ہمت کی بات ہے میں چاہتا ہوں کہ اب انکو بابو نہ کہوں مولوی
کہوں مگر اور پتہ صحیح سمجھ میں نہ آنے کے خیال سے کہنا ہی پڑتا ہے بطور مزاح فرمایا کہ علم دین
حاصل کرکے بھی بابو ہی رہے مدرسے سے انکا تعلق رہنا یہ بھی خدا کی بڑی رحمت ہے۔ اس لئے
کہ جماعت سے جدا ہوکر وہ حالت ہی نہیں رہتی یہ سب ملے جلے رہنے کی برکت ہوتی ہے کہ
آدمی اپنے کام میں لگا رہتا ہے اور اسی میں عافیت ہے بڑوں کیلئے بھی اور چھوٹوں کے لئے
بھی یعنی جیسے چھوٹوں کو ضرورت ہے کہ بڑوں کی صحبت ہو اسی طرح بڑوں کو ضرورت ہے کہ چھوٹوں کی

صحبت ہو۔ اسپر (کہ اپنی جماعت سے جُدا ہو کر وہ حالت نہیں رہتی) یاد آیا کہ ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی ہماری مثال روڑکی گودام کے کاریگروں جیسی ہے جب تک گودام کے اندر ہیں سب کچھ ہیں اور جہاں گودام سے باہر ہوئے نہ مستری ہیں اور نہ کاریگر کاریگر ہیں اسلئے کہ وہاں کام تو مشینیں کرتی ہیں۔ اور وہ محض چلانے والے ہیں اسلئے جب اس احاطہ سے باہر ہوئے کچھ بھی نہ رہے سب کاریگری ختم اسیطرح جب تک ہم اپنی جگہ پر ہیں سب کچھ ہیں کام بھی سب ہو رہے ہیں درس و تدریس بھی ہے تہجد بھی ہے ذکر و شغل بھی ہے غرضکہ سب ہی کچھ ہے باہر نکل کر کچھ بھی نہیں رہتا یہ منتہا ہے ہمارے کمالات کا واقعی حضرت مولانا بہت ہی وسیع النظر تھے بڑے ہی محقق تھے کیسی کام کی بات فرمائی ہیں تو اسکو بہت ہی بڑا فضل خداوندی سمجھتا ہوں کہ جسکو اپنوں کی معیت نصیب ہو جائے ورنہ یہ زمانہ بہت ہی پُرفتن ہے دوسری جگہ جا کر وہ حالت رہتی ہی نہیں اکثر تجربہ ہو رہا ہے۔

(۴) ایک صاحب نے کوئی مسئلہ پیش کر کے عرض کیا کہ فلاں صاحب نے یہ دریافت کیا ہے انکی حالت کے مناسب فرمایا کہ خود آپکو جو ضرورت ہو اسکو معلوم کیجئے دوسروں کے معاملات میں نہیں پڑنا چاہئے بڑی ضرورت اسکی ہے کہ ہر شخص اپنی فکر میں لگے اور اپنے اعمال کی اصلاح کرے آجکل یہ مرض عام ہو گیا ہے عوام میں بھی اور خواص میں بھی کہ دوسروں کی تو اصلاح کی فکر ہے اپنی خبر نہیں۔ میرے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت کی بدولت کہیں اپنی گٹھڑی نہ اُٹھوا دینا۔ واقعی بڑے کام کی بات فرمائی۔

(۵) فرمایا کہ اب تو یہ حالت ہے اور اسی کی فکر ہے کہ میدان میں آنا چاہئے میدان میں آنیکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حجرہ بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ اور میدان بھی ہاتھ نہیں آتا پھر ان لوگوں کے نزدیک میدان میں آنیکے نہ کچھ شرائط ہیں نہ حدود ہیں دیوانوں کی سی ایک بڑ ہے کہ میدان میں نکلنا چاہئے آنا چاہئے۔ یہاں تک نوبت آگئی کہ زبانوں پر یہ آتا ہے کہ مسائل کا وقت نہیں کام کا وقت ہے کام کرنا چاہئے جو لوگ ایسے ہیں وہ خود تو کسی کام کے رہے ہی نہیں اُسپر غضب یہ ہے کہ خود تو مبتلا ہوئے ہی تھے بیچارے طالب علموں کو جو پڑھنے پڑھانے میں مشغول تھے اُنکو بھی اس بلا میں مبتلا

کر دیا اور میدان میں لا کھڑا کیا یہ ایسا چٹیل میدان ہے کہ دانہ ہے نہ پانی نہ دنیا رہے نہ دین اس بد نظمی اور بے ڈھنگے پن کی کوئی حد ہے۔ میری یہ رائے ہے کہ کسی تحریک میں بھی طالب علموں کو شرکت کی اجازت نہ ہونی چاہئے اسمیں سخت مضرت ہے آئندہ کیلئے۔ جو کہ اسوقت محسوس نہیں ہوتی۔ آخر میں پوچھتا ہوں کہ پڑھنے پڑھانے میں جب کوئی مشغول نہ رہیگا تو پھر یہ جماعت علماء کی آئندہ کام کرنے والی کہاں سے پیدا ہوگی۔ تم تو سب کچھ ہو علماء ہو مقتدا ہو پیشوا ہو تم ہی کرو جو کرنا ہے مگر طلباء کو تو اپنے کام میں لگا رہنے دو تاکہ آئندہ دین کے احکام بتلانے والی جماعت کا سلسلہ جاری رہے۔ کیا یہ خیال ہے کہ آئندہ دین کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ جیسا کہ کہتے ہیں کہ اب مسائل کا وقت نہیں کام کا وقت ہے کوئی ان حضرات سے پوچھے کہ آپ جو مقتدا اور پیشوا کہلائے بلانے وہ لکھنے پڑھنے ہی کی بدولت تو بنے اور اب اسی کی جڑ کاٹ رہے ہو۔ خود تو مزے میں رہے سب کچھ بن گئے دوسروں کی جڑ کاٹی جا رہی ہے۔ میں نے انبالہ کے ایک وعظ میں کہا تھا کہ سب کو ملکر کام کرنے کے یہ معنی نہیں کہ سب ایک ہی کام میں لگ جائیں یا ایک کا کام دوسرا کرنے لگے اسپر ایک مثال بیان کی تھی کہ جیسے ایک مکان تیار کیا جا رہا ہے اسکی تیاری کیلئے معمار کی بھی ضرورت بڑھئی کی بھی ضرورت مزدور کی بھی ضرورت اب یہ بتلاؤ کہ سب ملکر جو تعمیر کا کام کر رہے ہیں اسکا کیا طریقہ ہے یہ ہی کہو گے کہ معمار اینٹ لگائے بڑھئی آرہ چلائے مزدور گارا پہونچائے اینٹ پہونچائے جب یہ سمجھ میں آگیا اب میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہ سب ملکر اینٹ ہی لگانے لگیں یا سب کے سب آرہ ہی چلانے لگیں یا سب کے سب گارا اینٹ ہی پکڑانے لگیں کیا مکان تیار ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے نہیں۔ تو اسی طرح یہاں خیال کر لو کہ سب کو ملکر کام کرنیکے معنی صرف یہ ہیں کہ تجربہ کا کام تو لیڈر کریں اور اس طرح کریں کہ وہ کسی کام کرنیسے قبل علماء سے جائز ناجائز معلوم کر لیا کریں اور احکام بتلانے کا کام علماء کریں۔ بس اس طرح ہر ہر شخص اپنے فرض منصبی کو انجام دے اس صورت میں امید کامیابی کی نکل سکتی ہے کہ ہم اپنا کام کریں وہ اپنا کام کریں سب کے ملکر کام کرنیکے یہ معنی نہیں کہ سب ایک ہی کام میں لگجاؤ یہ علاوہ دین کے عقل کے بھی تو خلاف ہے۔ خدا معلوم یہاں ان لوگوں کی عقل کیوں کام نہیں دیتی موٹی بات ہے جو

میں کہہ رہا ہوں ایک اور مثال سے سمجھ لیجئے کہ اگر مرد کھانا بھی کرے اور پکایا بھی کرے۔ جھاڑو بھی دیا کرے پچونکا بھی منہ بھی دُھلایا کرے یعنی یہ سب اسی کے ذمہ ہو یا اسیطرح عورت امور خانہ داری کی بھی ذمہ دار ہو اور باہر سے کما کر بھی لایا کرے اس گڑبڑ میں کچھ بھی نہ ہوگا نہ کمائی ہوگی نہ امور خانہ داری کا انتظام ہوگا سب نظام گڑبڑ ہو جاویگا یہ کیسے ہو سکتا ہے ہر شخص کو اپنا اپنا کام انجام دینا چاہئے یہ ہی کامیابی کا راستہ ہے ورنہ گڑبڑ کرنے سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ علماء کا کام مسائل بتانا ہے جواز عدم جواز ہم سے پوچھ لو۔

احقر جامع نے عرض کیا کہ حضرت انکو پوچھنے کی ضرورت ہی کیا ہے جسطرح جہلا صوفیا نے شریعت اور طریقت کو دو چیز بتلا کر احکام سے جان بچالی اور ایک مستقل فرقہ بن گیا اب وہ شریعت کی ضرورت نہیں سمجھتے اسی طرح اس گروہ نے شریعت اور سیاست کو جُدا جُدا بتلا کر احکام سے جان بچالی یہ بھی ایک مستقل فرقہ بنگیا۔ فرمایا بالکل صحیح ہے ان لوگوں کو شبہ یہ ہوگیا ہے کہ مولوی تو ہر چیز کو حرام ہی کہیں گے اس بدگمانی کا کیا علاج ہے اسلئے ان سے پوچھنا ہی بیکار ہے۔ ان لوگوں کی تو یہ حالت ہوگئی ہے کہ یہاں پر پچھلے دنوں کچھ لوگ نماز کی تبلیغ کے لئے باہر سے آئے تھے مجھ سے بھی آکر ملے تھے تحقیق سے معلوم ہوا کہ خود نماز بھی نہ پڑھتے تھے ہاں نظمیں خوب پڑھتے تھے ان کے مضمون خلاف شرع بھی تھے مجھ سے بڑی کوشش کی کہ وہ نظمیں خانقاہ میں سُنائیں۔ میں نے دلشکنی نہیں کی نہایت لطیف عذر کے ساتھ ٹالدیا دین شکنی بھی نہیں کی یعنی خانقاہ میں پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ عین نماز کے وقت ایک مسجد کے قریب نظمیں پڑھ رہے تھے مگر وہاں جب نماز نہیں پڑھی تو خیال ہوا کہ شاید دوسری مسجد میں پڑھی ہوگی معلوم ہوا کہ یہاں پر بھی نہیں پڑھی تو خیال ہوا کہ شاید تیسری مسجد میں پڑھی ہو معلوم ہوا کہ کہیں بھی نہیں پڑھی خود تو نماز سے بھاگیں اور دوسرں کو تبلیغ کریں یہ حالت ہے ان تحریکات میں شرکت کرنے والوں کی کہ خود اپنی حالت پر نظر نہیں دوسروں پر نکتہ چینی کی جاتی ہے بعض علماء کی بھی یہی حالت ہے مگر اُن کے پھسلنے کا بعید تعلق ہے۔

---

۲۷ شعبان المعظم سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(۶) ایک گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ کالے دھولے پر ایک حکایت یاد آئی۔ ایک گاؤں کا آدمی یہاں پر آیا اور مجھ سے دریافت کیا کہ مولوی اشرف کونسا ہے میں نے کہا کہ بھائی میں ہی ہوں کہا تو نہیں میں نے دریافت کیا اسکی کوئی خاص پہچان ہے کہا کہ ہاں ہے میں نے دریافت کیا کہ کیا پہچان ہے کہا وہ دھولا دھولا گورا گورا ہے میں نے پوچھا کب دیکھا تھا معلوم ہوا بہت عرصہ ہوا جب دیکھا تھا میں نے کہا کہ بھائی وہ جوانی کا زمانہ تھا جب تم نے دیکھا تھا جوانی کا رنگ و روغن اور ہوتا ہے اب بڈھے ہوگئے۔ کہا کہ کیوں جھوٹ بولے مولوی حبیب احمد صاحب سامنے بیٹھے تھے میں نے کہا کہ دیکھ یہ ہونگے یہ ہیں دھولے کہا کہ یہ بھی نہیں یہ ڈھیر دھولا ہے تب میں نے اس سے کہا کہ دیکھ وہ معمار مزدور کام کر رہے ہیں اُن سے پوچھلے دوڑا ہوا گیا اُن سے جاکر پوچھا پھر آیا کہنے لگا ہاں تو ہی ہے میری کھطا (خطا) معاف کردے۔ فرمایا کہ الفاظ تو اسکے پاس نہ تھے مگر خلوص تھا جی چاہتا تھا کہ اسی بے تہذیبی کے ساتھ سلسلہ گفتگو جاری رہے بیحد لطف آرہا تھا۔ ایک ایسی ہی حکایت قاری عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی کی مولوی حبیب احمد صاحب نے روایت کی کہ قاری صاحب ریل میں سفر کر رہے تھے ایک گنوار کو معلوم ہوا کہ یہ قاری ہیں اور وہ اتنا جانتا تھا کہ قاری خوش آواز اور لہجے سے قرآن شریف پڑھنے والے کو کہتے ہیں اس پر اسکو خیال ہوا کہ قاری صاحب سے قرآن شریف سُننا چاہیے غرضکہ قاری صاحب سے درخواست کی قاری صاحب نے درخواست منظور فرما کر سُنانا شروع فرمادیا یہ گنوار سنکر کچھ خوش نہ ہوا اسلئے کہ وہاں اتار چڑھاؤ اور رنگینی نہ تھی۔ قاری صاحب سے کہا کہ اب میرا بھی سُن لے مطلب یہ تھا کہ میں بھی اچھا پڑھنے والا ہوں قاری صاحب نے اجازت فرمادی اس نے بھی پڑھکر سُنایا اس طرف سے بھی کوئی داد نہ ملی تو کیا کہتا ہے قاری صاحب

ع سیاہ و سفید ۱۲　ع زیادہ گورا ۱۲

سے کہ جیسا تو پڑھے ویسا ہی میں پڑھوں فرق (فرق) یہ ہے کہ تو جنانی (زنانی) بولی میں پڑھے اور میں مردانی بولی میں۔ مطلب یہ تھا کہ تیری باریک بولی ہے اور میری موٹی زنانی سے مراد باریک اور مردانی سے مراد موٹی۔

(۷) ایک صاحب[عہ] نے دریافت کیا کہ حضرت کشمیر کے مسلمانوں پر جو واقعات پیش ہیں اور انپر سختی ہو رہی ہے ایسے وقت میں اگر قنوت نازلہ پڑھی جائے کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ مولوی ظفر احمد صاحب نے اسکے احکام اور مواقع وطریق وشرائط کے متعلق لکھا ہے میں نے بھی اُنسے کہدیا تھا کہ اس بحث کو اچھی طرح لکھدیا غالباً یہ بحث[عہ] اعلاء السنن میں ہے اس میں دیکھ لیا جائے یہ صحیح یاد نہیں کہ چھپے ہوئے نسخہ میں ہے یا مسودہ میں یہ مولوی شبیر علی سے معلوم ہو جائے گا۔

(۸) ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت کشمیر کے متعلق اکثر لوگوں کو مالی و جانی امداد کرنے میں اشکال ہیں اسکے متعلق شرعی حکم کیا ہے چونکہ اس سائل کا قصد خود عمل کا نہ تھا۔ ویسے ہی مشغلہ کے طور پر پوچھتا تھا اسلئے فرمایا کہ جس شخص کا ارادہ امداد کرنے کا ہو اس کو خود سوال کرنا چاہئے اس کو جواب دیا جاویگا اگر آپکا ہی ارادہ ہے تو آپ ظاہر کریں کہ کونسی امداد کرنا چاہتے ہیں تاکہ اسکا حکم ظاہر کروں۔ عرض کیا کہ بعض لوگ دریافت کرنے لگتے ہیں فرمایا جو میں کہہ رہا ہوں آپ سمجھے نہیں پھر سُن لیجئے کہ جس شخص کا ارادہ ان دونوں صورتوں سے امداد کا ہو وہ خود آکر سوال کرے اسکو جواب دیا جاویگا اگر آپکا ہی ارادہ ہے تو آپ ہی فرمائیں کہ کونسی امداد کرنا چاہتے ہیں سیدھی بات کو اُلجھاتے کیوں ہو۔ سوال اسی شخص کو کرنا چاہئے جسکا کچھ کرنیکا ارادہ ہو باقی دوسروں کو جواب دینے کی آپکو کیا فکر۔ کوئی پوچھے کہدیجئے ہمکو معلوم نہیں۔ دوسرے جواب تو جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ سوال کی صورت متعین ہو وہاں کے واقعات کی تنقیح جب تک نہ کیجئے جواب کس بات کا ہو۔ فرمایا کہ اسکے متعلق یہاں پر بہت سوال آتے ہیں میں جواب میں لکھدیتا ہوں کہ زبانی

عہ یہ سوالات وجوابات اوس وقت کے ہیں جب انگریزی عہد میں کشمیر میں مسلمانوں کی راجہ سے جنگ جاری تھی ۱۲

عہ قنوت نازلہ کے متعلق مفصل بحث اعلاء السنن حصہ ششم میں ہے ۱۲ شبیر علی

سمجھنے کی بات ہے زبانی اگر سمجھ لو۔ یہ اسی واسطے کہ سائل سے واقعات کی تنقیح تو کر لی جاوے۔ فرمایا کہ کشمیر پر جو جتھے جا رہے ہیں انکے متعلق ایک صاحب مجھسے فرمانے لگے کہ ان جتھوں کے جانے کا جائز ناجائز ہونا تو الگ بات ہے مگر نافع بہت ہے میں نے کہا جی ہاں خمر بھی نافع ہے میسرعہ بھی نافع ہے بلکہ انکا نافع ہونا تو نص سے ثابت ہے آپ تو اپنی ہی رائے کا اظہار فرمارہے ہیں اگر نافع ہونے پر مدار ہے تو ان چیزوں میں بھی کوئی جرم نہ ہونا چاہیئے۔

(۹) ایک سوال کے سلسلہ میں فرمایا کہ قنوت نازلہ کے احکام اصل مذہب میں منقح نہیں اسلئے میں نماز پنجگانہ کے بعد دعا کرنیکو بہتر سمجھتا ہوں اور میں نے تو اس موقع خاص کے لئے بعض دعائیں قرآن وحدیث سے منتخب کرلی ہیں ہر نماز کے بعد یا جسوقت جی چاہا پڑھ لیتا ہوں۔ ایک بات یہ بھی قابل نظر ہے کہ قنوت نازلہ کا اختیار کرنا دوسروں کو یاد دلانا ہے۔ کہ ہمیں فکر ہے اندیشہ ہے۔ میرے نزدیک بجائے قنوت نازلہ کے یہ ہی بہتر ہے کہ ہر نماز پنجگانہ کے بعد دعا کیا کریں یہ عجیب غریب طریق ہے۔ میں نے بھی پہلے قنوت نازلہ پڑھی ہے مگر زیادہ تر رجحان اسی طرف تھا کہ جبکہ ایک طریق اسلم واسہل ہے اور اسمیں اخفاء بھی ہے۔ اسکو ہی کیوں نہ اختیار کیا جاوے دوسرے طریق میں اظہار ہے اور اخفاء کی صورت بہتر ہے اظہار سے اور حضرت جو اصلی تدبیر ہے اسکی طرف اسوقت تک بھی کسی کو خیال نہیں وہ یہ ہے کہ اپنے اعمال کی اصلاح میں لگ جائیں اگر ایسا کریں تو چند روز میں انشاء اللہ تعالیٰ اسکی برکت سے دشمن خائف ہو جائیں۔ اور مخترع طریقوں کے متعلق فرمایا کہ ایسے وقت میں شریعت میں دو ہی صورتیں ہیں قوت کے وقت مقابلہ۔ اور عجز کے وقت صبر۔ خدا معلوم یہ تیسری صورت بخوشی گرفتار ہو جانے کی کہاں سے نکالی ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ گاندھی کی تعلیم ہے فرمایا گاندھی کہاں سے لایا اس نے بھی یورپ ہی سے سبق حاصل کیا ہے مگر گاندھی کے کہنے سے اسکو قرآن وحدیث پر منطبق کیا جاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عہ یہ تدبیر آج بھی اصل تدبیر ہے۔ مگر افسوس کہ اس سے ہم بالکل غافل ہیں ۱۲ شبیر علی عہ خمر شراب۔ میسر جوا۔ ۱۲

(۱۰) فرمایا کہ اکبر الہ آبادی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ لیڈروں کے یہاں قرآن وحدیث میں تو فال دیکھی جاتی ہے باقی عمل رزولیوشن پر ہوتا ہے واقعی سچی بات ہے۔ فرمایا اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے بعض لوگ طبیعت خوش کرنے کی غرض سے مثنوی شریف یا دیوانِ حافظ سے فال لیا کرتے ہیں ارادہ تو اس کام کا پہلے سے ہوتا ہے محض تائید کا نام کرنے کو ان میں بھی دیکھ لیا کہ وہ بھی یہی فرما رہے ہیں یہی معاملہ قرآن وحدیث کے ساتھ کیا جا رہا ہے کہ رزولیوشن پاس کر لیا اور پھر اسکو قرآن وحدیث پر منطبق کر دیا اور وہ منطبق کرنا ایسا ہوتا ہے جیسا کہ ایک صاحب نے آیۃ لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ الخ سے گاؤکشی کی حرمت پر استدلال کیا تھا کہ گائے اُن کا معبود ہے اور ذبح کرنے میں اُنکے معبود کی اہانت اور بے ادبی ہے اور اسکو اس آیت میں منع فرمایا گیا ہے یہ استدلالات ہیں زمانہ شورش کے لا حول ولا قوۃ الا باللہ اسیطرح صلح حدیبیہ کے واقعہ سے استدلال کیا گیا تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھوانا چاہا تو مشرکین نے اسکے لکھے جانے سے انکار کیا آپنے اُنکی اس درخواست کو منظور فرما کر بسمک اللّٰہم لکھوایا پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے محمد رسول اللہ لکھوانا چاہا تو اُنھوں نے محمد رسول اللہ کے لکھے جانے سے بھی انکار کیا تو آپنے محمد بن عبد اللہ اسکی جگہ لکھوایا معلوم ہوا کہ صلح کیلئے شعائر اسلام کو بھی چھوڑنا جائز ہے۔ میں اس کے متعلق ایک موٹی سی بات عرض کرنا چاہتا ہوں اسلئے کہ باریک بات تو علماء جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ دنیا جانتی ہے اور ہر شخص کو یہ بات معلوم ہے کہ جب دو قوموں میں صلح ہوتی ہے اور صلحنامہ لکھا جاتا ہے تو وہ صلحنامہ فریقین کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اس صلحنامہ میں وہی مضمون لکھا جاتا ہے جو دونوں فریق کے مسلمات سے ہو۔ اسمیں کوئی ایسی بات نہیں لکھی جاتی جو فریقین کو تسلیم نہ ہو جب یہ حقیقت ہے تو اب سنئے کہ جس صلحنامہ پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور محمد رسول اللہ لکھوانا چاہا تھا اسکے ساتھ صرف مسلمانوں ہی کا تعلق نہ تھا بلکہ مشرکین مکہ بھی اس سے تعلق رکھتے تھے یعنی وہ دونوں کی طرف منسوب تھا اور دونوں ہی کے اُسپر دستخط ہوتے ہیں اور جیسا کہ اسمیں یہ بات قابل لحاظ تھی کہ اسمیں کوئی بات

عہ دوسروں کے معبودوں کو بُرا مت کہو ۱۲

مسلمانوں کے خیالات کے خلاف نہو اسی طرح یہ بات بھی قابل رعایت تھی کہ اس صلحنامہ کا مضمون خصم[ع] کو بھی تسلیم ہو اسی وجہ سے جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور محمد رسول اللہ لکھوانا چاہا تو مشرکین اور کفار مکہ نے صلحنامہ میں اسکا لکھا جانا منظور نہ کیا اور اُنکا اس انکار سے مطلب یہ تھا کہ صلحنامہ جسطرح مسلمانوں کی طرف منسوب ہوگا۔ اسی طرح ہماری طرف منسوب کیا جاویگا اور جسطرح مسلمانوں کے دستخط اسپر ہونگے اسی طرح ہمکو بھی دستخط کرنے ہونگے اسلئے صلحنامہ میں ایسے الفاظ نہ ہونے چاہئیں جسکے قبول کرنیسے ہمکو انکار ہے کیونکہ ایسے الفاظ ہوتے ہوئے ہمارے اسپر دستخط کیسے ہونگے۔ کفار مکہ کو فریق ہونیکی حیثیت سے صلحنامہ کے مضمون میں دخل دینے کا حق حاصل تھا اور بسمک اللّٰھم اور محمد بن عبد اللہ کا لکھا جانا مسلمانوں کے کسی خیال کے خلاف نہ تھا اسوجہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے انکی اس درخواست کو منظور فرما لیا اور وہی الفاظ اور مضمون صلحنامہ میں درج کرائے جو ہر دو فریق کے متفق علیہ تھے اور جن الفاظ پر فریقین کو دستخط کر دینے آسان تھے اب اسکی حقیقت سمجھ لینے کے بعد بتلایئے کہ کیا اس سے یہ استدلال صحیح ہوسکتا ہے کہ صلح کیلئے اصول مذہب کے ترک کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب کیا گیا ہے۔ نعوذ باللہ۔ استغفر اللہ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اسی کے سلسلہ میں فرمایا کہ مولوی حبیب احمد صاحب نے ایک خوش مزاج عالم سے نقل کیا کہ تبحر کی دو قسمیں ہیں ایک کدو تبحر اور ایک مچھلی تبحر کدو تبحر وہ کہ کدو کی طرح تمام دریا پر تیرتا پھرتا ہے مگر اوپر ہی اوپر اور اندر رسائی نہیں اور ایک مچھلی تبحر کہ عمق[ع] میں پہونچتی ہے واقعی مثال بے نظیر ہے ہمارے بزرگوں کے مضامین میں طول وعرض تو ہوتا نہیں مگر مثل مچھلی کے عمق اور گہرائی پر پہونچتے ہیں اور حقیقت کا انکشاف فرما دیتے ہیں بخلاف سطحی نظر والوں کے کہ کدو تبحر ہیں اوپر اوپر پھرتے ہیں حقیقت سے بالکل بے خبر اور ناآشنا ہوتے ہیں ۔

(۱۱) ایک خط کے سلسلہ میں فرمایا کہ میں نے ایک خط کے جواب میں لکھا ہے جسمیں مطلوب مبہم تھا کہ پہلے مطلوب کا متعین ہوجانا ضروری ہے مطلوب سمجھ لینے کے بعد اس طریق میں بڑی سہولت اور آسانی ہوجاتی ہے۔ لوگ اسکو الٹا سمجھتے ہیں یہ انکے قلت فہم کی دلیل ہے اور سخت غلطی

ع مخالف ۱۲ ع دریا کی تہ ۱۲

ہے یہ ضرور ہے کہ دو چار مرتبہ خط و کتابت میں وقت اور دام دونوں خرچ ہوتے ہیں مگر ہمیشہ کے لئے راحت میسر ہو جاتی ہے اور آدمی راہ پر پڑ جاتا ہے۔ میں نے ایک مرتبہ خواجہ صاحب سے کہا تھا کہ میں ایک ہی جلسہ میں طالب کو خدا تک پہونچا دیتا ہوں اسکی مثال سمجھ لیجئے کہ یہاں سے چار میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔ شب کا وقت ہے اس گاؤں میں چراغ جل رہا ہے جو دور سے نظر آتا ہے اور ایک شخص اس گاؤں میں جانا چاہتا ہے اور وہ اس گاؤں اور اسکے راستہ دونوں سے بے خبر ہے ایک شخص اسکو بتاتا ہے کہ تیرا مقصود اور مطلوب جہاں تو جانا چاہتا ہے وہ ہے جہاں چراغ جل رہا ہے گو یہ تبلانے والا اس شخص کیساتھ نہیں گیا اور نہ یہ ابھی تک اس گاؤں میں جو اسکا مقصود اور مطلوب ہے پہونچا مگر ایک معنی کر کہا جا سکتا ہے کہ تبلانے والے نے گاؤں تک پہونچا دیا اسلئے کہ بڑی چیز تو راہ ہی ہے جو اسپر مطلع ہو گیا آگے بجز چلنے کے اور رہ ہی کیا گیا ہے جو سالک کا فعل ہے باقی رہبر نے تو اپنا کام پورا کر دیا اور ایک معنی کر پہونچا ہی دیا اور میں عرض کرتا ہوں سُنئے ایک شخص دہلی جانا چاہتا ہے نہ اس شخص کو راستہ معلوم نہ کبھی دہلی دیکھی نہ اسکا نقشہ معلوم اوّل تو اسکا پہونچنا ہی مشکل بفرض محال پہونچ بھی گیا مگر نقشہ نہ معلوم ہونیکی وجہ سے پہچانیگا نہیں اسلئے غالب یہ ہے کہ آگے بڑھ جائیگا غرضکہ مطلوب ہاتھ نہ آئیگا اِدھر رہیگا یا اُدھر بڑھیگا کسی صورت سے اطمینان میسر نہ ہو گا۔ اس بے راہی کی حقیقت سے وہی خوب واقف ہو سکتا ہے جو کبھی راستہ نہ معلوم ہونے پر سفر کر چکا ہو۔ کہ اسوقت کیا حالت ہوتی ہے جسکا مشاہدہ مجھکو ایک سفر میں ہوا میں اسٹیشن سہارنپور سے لکھنؤ جانیکے لئے سوار ہوا دیکھا کہ میرے ہموطن ایک جنٹلمین صاحب بھی اس ہی ڈبہ میں بیٹھے ہوئے ہیں میں ان سے پہلے سے واقف تھا یہ جنٹلمین صاحب میرٹھ جانیوالے تھے سردی کا زمانہ لحاف بچھونا ساتھ نہ تھا یہ بھی جنٹلمین کے خواص میں سے ہے کہ ایسی چیزیں ساتھ نہ ہوں کورے چلتے ہیں بیک بینی دو گوش کے مصداق سردی سے بغلوں میں ہاتھ۔ جب گاڑی چھوٹ گئی تو آپس میں باتیں ہونے لگیں میں نے دریافت کیا کہ کیا آپ بھی لکھنؤ تشریف لیجا رہے ہیں کہنے لگے کہ نہیں میں تو میرٹھ جا رہا ہوں معلوم ہوا کہ غلطی سے بجائے میرٹھ کی گاڑی کے اس میں بیٹھ گئے میں نے اُن ہی کے محاورہ میں کہا کہ ممکن ہے کہ آپ

میرٹھ جارہے ہوں مگر افسوس ہے کہ گاڑی لکھنؤ جارہی ہے یہ سنکر جو انکو پریشانی ہوئی ہے
وہ احاطۂ بیان سے باہر ہے اسکی دو وجہ تھیں ایک تو یہ کہ اسباب پاس نہ تھا اور سردی کا
زمانہ دوسرے منزل مقصود کی وہ راہ نہ تھی جسکو وہ طے کر رہے تھے میں نے تسلی کی کہ جناب
گھبرائیں نہیں پریشان نہ ہوں اب تو جو ہونا تھا ہو چکا خواہ پریشان ہوجئے خواہ افسوس
کیجئے مگر ظاہراً یہ گاڑی روڑکی سے اسطرف تو ٹھہر نہیں سکتی مگر انکو کسی طرح اطمینان نہ ہوتا تھا۔
کبھی لاحول پڑھتے ہیں اور کبھی انا للہ کبھی کھڑے ہوتے تھے اور کبھی بیٹھتے تھے میں نے کہا
پریشانی بیفائدہ ہے اطمینان سے باتیں کیجئے میرا انکو ٹوں ٹیں لگانا چاہتا تھا لیکن وہ اس
سے جھنجھلاتے تھے کہ واہ صاحب تمکو ہنسی کی سوجھی ہے اور مجھکو اُلجھن لگی ہوئی ہے
اس حکایت سے میرا مقصود یہ ہے کہ میں نے اُسوقت اپنی اور انکی حالت کا موازنہ کیا تھا
میں اپنے آپ کو ایسا مطمئن پاتا تھا گویا کہ بادشاہ ہوں اسلئے کہ مجھکو اس خیال سے راحت
تھی کہ میں راہ پر ہوں اور وہ ایسے پریشان تھے کہ جیسے کوئی مجرم قید کردیا جائے انکو اس
خیال سے پریشانی تھی کہ میں بے راہی پر ہوں اگر وہ روڑکی ہی پہونچ گئے تو یہ ظاہر ہے میرٹھ
پھر بھی اتنی دور نہ تھا کہ جسپر انکو اسقدر پریشانی لاحق تھی ،صاحب مقصود انکا قریب تھا۔
میرٹھ اور میرا بعید لکھنؤ مگر بے راہی کی وجہ سے وہ پریشان تھے اور میں مطمئن سبب اس کا یہ تھا
کہ وہ گمراہی پر تھے اور میں راہ پر تھا حق سبحانہ تعالیٰ اسی کو کلام پاک میں فرماتے ہیں۔ اولٰئک[عہ]
علی ھدًی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون ہدی کو فلاح سے بھی پہلے فرمایا۔ اصل
چیز تو راہ ہی ہے جسکو صراط[عہ] مستقیم کہتے ہیں دنیا میں مسلمان کیلئے بعض اصلی جزا کا
وعدہ ہے وہ یہی ہے کہ وہ ہدایت پر ہے اور سیدھے راستہ پر چل رہا ہے اور جو اس راہ
پر چلنا شروع کردیتا ہے اسکے لئے مفلحون[عہ] فرمایا گیا ہے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایسے بزرگوں
کی جوتیوں میں پہونچا دیا کہ اُنھوں نے سیدھے راستہ پر ڈالدیا خلاصہ یہ ہے کہ بڑی چیز راہ
پر آگاہ کردینا اور پتہ و نشان تبلا دینا ہے یہی تو ہے جسکو میں نے کہا تھا کہ ایک ہی جلسہ

عہ بس یہ لوگ ہیں ٹھیک راہ پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ملی ہے اور یہ لوگ ہیں پورے کامیاب ۱۲
عہ سیدھا راستہ ۱۲ عہ پورے کامیاب ۱۲

ہیں میں طالب کو خدا تک پہونچا دیتا ہوں حضرت طریق نہ معلوم ہونا بڑا ہی بھاری خسارہ ہے ا
پھر طریق معلوم ہونیکے دو درجے ہیں ایک تقلید ایک تحقیق مبتدی کو تقلید ہی کی ضرورت ہے اگر کسیکو خود رستہ
نظر نہ آوے مگر محقق کہتا ہے کہ یہ رستہ ہے تو اپنی نظر پر اعتماد نہ کرے اسکی خبر پر اعتماد کر کے چلنا شروع کر دے جوں
جوں بڑھتا جائیگا ساتھ ساتھ راستہ نظر آتا رہیگا۔ گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید۔ اسکی ایک مثال عرض کرتا
ہوں پشاور سے کلکتہ تک سڑک گئی ہے ایک شخص پشاور سے کلکتہ پہونچنا چاہتا ہے۔
مگر وہ جب نظر کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ سڑک درختوں اور آسمانوں سے بند ہے یہ دیکھکر
مایوس ہوجاتا ہے کہ راستہ بند ہے میں منزل کو طے نہیں کر سکتا مگر جاننے والا کہتا ہے کہ چل
تو سہی اپنے موٹر کو گرم کر ہمت سے کام لے چلنا شروع کر جسوقت موٹر چلنا شروع ہوجائیگا
راستہ خود بخود کھلتا جائیگا۔ جسقدر آگے بڑھتا جائیگا راستہ اسیقدر کھلا ہوا نظر آئے گا۔
مولانا اسی کو فرماتے ہیں

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید خیرہ یوسف وار می باید دوید[عہ]

اسلئے ضرورت ہے ایسے رہبر کی جسکے محقق اور شفیق ہونے پر اعتماد ہو۔ آجکل میں کھانسی کی
دوا کھا رہا ہوں یہ اجزاء کتابوں میں ہیں مگر بغیر اہل فن کے بتلائے ہوئے اور تجویز کئے ہوئے
اطمینان نہیں ہو سکتا۔ اب جو اہل فن سے تجویز کرا کر استعمال کر رہا ہوں اطمینان ہے اسلئے کہ
اسکے نقصان اور مضرت کا وہ ذمہ دار ہے اور محقق ہونے کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ
اسکی بات سے اطمینان اور قلب کو قرار ہوجاوے اور جو شخص غیر محقق اور غیر مبصر ہوتا ہے
اسکی بات سے اطمینان نہیں ہوتا اگرچہ بڑی بڑی باتیں ہی کیوں نہ کرے ہو اسی کو فرماتے ہیں۔

وعدہ ہا باشد حقیقی دلپذیر وعدہ ہا باشد مجازی تاسگیر[عہ]

پھر فرمایا کہ شیخ کا کام صرف یہ ہے کہ وہ راستہ بتلا دے راہ پر ڈالدے۔ شیخ کا ولی
ہونا ضروری نہیں مقبول ہونا ضروری نہیں ہاں فن کا جاننا اور اسمیں مہارت ہونا ضروری ہے
اگر فن سے واقف ہے اور جانتا ہے بس کافی ہے جیسے طبیب کہ اسکا پرہیزگار ہونا ضروری

عہ اگرچہ دنیا میں طریق حق کے راستے بند معلوم ہوتے ہیں لیکن طالب کو یوسف علیہ السلام کی طرح بغیر اسباب ظاہری پر نظر کئے دوڑنا چاہئے

عہ حقیقت پر مبنی باتیں دل کو لگتی ہیں اور بناوٹی باتوں سے جی اکتاتا ہے ۱۲

نہیں حق سے ماہر ہونا اور اسکا جاننا ضروری ہے اسی طرح شیخ کی مثال سمجھ لیجئے. مزاح کے طور پر فرمایا کہ چاہے شیخ خود خراب ہو مگر شیخ کا دماغ خراب نہ ہو جب شیخ اور ولی میں فرق معلوم ہو گیا تو سمجھ لیجئے کہ کسی کو شیخ کہنا تو جائز ہے لیکن ولی کہنا جائز نہیں اور یہ بات کہ کسی کو جزم عہ کے ساتھ ولی کہنا جائز نہیں مسئلہ ہے جو حدیث لا یزکی علی اللہ سے ثابت ہے اور اگر اعمال صالحہ ہوں تقویٰ ہو ولایت حاصل ہو جائیگی خواہ شیخ نہ ہو۔

(۱۲) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے رنگون سے لکھا ہے کہ کچھ چیزیں لانا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو اور جس چیز کو فرمائیں۔ میں نے جواب لکھا ہے کہ کس لاگت کی چیز لانا چاہتے ہو اور وہاں پر کیا کیا چیزیں ملتی ہیں معلوم ہونے پر تعین کرونگا۔ فرمایا کہ اس صورت میں ایک تو انتخاب کا بار انہیں پر رہا۔ انتخاب ان کا رہیگا پھر انکے انتخاب شدہ میں سے تجویز میں کرونگا دوسرے یہ مصلحت ہے کہ نہ معلوم کیا چیز لے آتے جو میرے کار آمد ہی نہ ہوتی اور یہ جو پوچھا ہے کہ کتنے کی چیز لاؤ گے اسمیں یہ حکمت ہے کہ مناسب قیمت کی چیزونکو لکھونگا بہر حال اسمیں راحت ہے انکو بھی مجھکو بھی۔

(۱۳) ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ میرے تکدر کی عمر بہت کم ہوتی ہے کچھ وقت گذر جانے پر ضعیف ہو جاتا ہے اور تھوڑی سی معذرت کے بعد بالکل ہی فنا ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ اسی خط میں لکھا ہے کہ مجھکو بڑا رنج ہے بڑا حزن ہے۔ میں نے جواب میں لکھا ہے۔ کہ حزن ہی تو کام بناتا ہے حزن سے جسقدر جلد سلوک کے مراتب طے ہوتے ہیں مجاہدہ سے اسقدر جلد طے نہیں ہوتے یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔

(۱۴) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ بے ٹکٹ ریل کے سفر کرنے میں ابتلاء عام ہے اسمیں کوئی گنجائش نکالنی چاہئے (جواب) کیا ایسے ابتلاء عام سے کوئی چیز جائز ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ عوام کے نزدیک علماء صرف اس کام کیلئے رہ گئے ہیں کہ جس معصیت میں انکو ابتلاء ہو جایا کرے اس کو معصیت کی فہرست سے نکالدیا کریں انا للہ وانا الیہ راجعون

(۱۵) ایک مولوی...... صاحب نے عرض کیا کہ فلاں صاحب مرید ہونیکو کہتے ہیں اور

عہ یقین ۱۲

یہ کہتے تھے کہ ارادہ تو بہت دنوں سے ہے مگر حضرت مولانا کے جلال کی وجہ سے پورا نہیں ہوا تھا اب یہ ارادہ کر لیا ہے کہ چاہے مریں یا جیئیں اب تو ضرور ہی ہوگا۔ فرمایا کہ خدا معلوم لوگ کیا سمجھتے ہیں میں بلا وجہ تھوڑا ہی کچھ کہتا ہوں تبسم فرما کر بطور مزاح فرمایا کہ لوگ تو مجھکو حلال (ذبح) کرتے ہیں میں جلال بھی نہ کروں میرے جلال کو دیکھتے ہیں اپنے جال کو نہیں دیکھتے معلوم نہیں یہاں کونسا سامان جلال و ہیبت کا ہے بعض لوگ قلیل الکلام ہوتے ہیں اس سے بھی رعب ہوتا ہے اور میں اسقدر بکتی ہوں کہ ہر وقت بولتا ہی رہتا ہوں مگر پھر بھی نہ معلوم لوگ کیوں اسقدر مجھکو ہوا بنائے ہوئے ہیں۔

۲۸ شعبان سنہ ۱۳۵۰ھ بروز جمعہ
مجلس خاص بوقت صبح

(۱۶) ایک خط کے سلسلہ میں فرمایا کہ بعض آدمیوں میں فہم کا قحط ہوتا ہے اُن کی تقریر اور تحریر سے دوسرونکو کلفت ہوتی ہے اگرچہ وہ اپنے نزدیک ادب ہی کا قصد کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ آجکل ادب نام رکھیا ہے تعظیم کا حالانکہ اصل ادب ہے راحت کا اہتمام اور جس چیز سے دوسرے کو تکلیف پہونچے اسکا نام ادب نہیں یہ سب رسموں کی خرابیاں ہیں ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سختی کے ساتھ منع فرمایا کرتے تھے کہ اپنی جگہ سے بیٹھے ہوئے میری تعظیم کیلئے لست اٹھا کرو۔ اس حالت میں یہ ہی ادب تھا کہ نہ اٹھا جائے پھر اسی سلسلہ میں مہمانی کے آداب کا تذکرہ ہونے لگا اُسکے ذیل میں فرمایا کہ ایکمرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عام دسترخوان پر ایک بدوی بھی بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا دیہاتیوں کی طرح بڑے بڑے لقمے بنا کر کھا رہا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بوجہ خیرخواہی کے فرمایا کہ اے شخص اپنی جان پر رحم کر اور چھوٹا لقمہ بنا کر کھا کہیں گلے میں نہ اٹک جائے یہ کہنا تھا کہ فوراً دسترخوان سے وہ بدوی اُٹھ گیا اور چلدیا۔ حضرت معاویہ نے اُسکو روکا اُس نے کہا کہ زیبا نہیں کہ کوئی شریف آدمی آپکے دسترخوان پر کھانا کھائے آپ مہمانونکے لقمے تکتے ہیں کہ کون بڑا لیتا ہے اور کون چھوٹا۔ آپکو اس سے کیا تعلق کہ کوئی کس طرح

کھاتا ہے آپ کو دسترخوان پر مہمانوں کو بٹھلا کر اس طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا چاہئے۔ البتہ کھانے کی کفایت کی نگرانی ضروری ہے یہ کہکر چلتا ہوا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بعد اسکی کوشش کی کہ کھانا کھا کر جائے مگر وہ نہیں مانا۔ فرمایا کہ آداب میزبانی کے خلاف ہے مہمان کو کھاتے ہوئے تکنا اس سے اسپر شرم دامنگیر ہوتی ہے اور پیٹ بھر کر کھانا کھا نہیں سکتا۔ کیا ٹھکانہ ہے اُسوقت کے بدوی ایسے ہوتے تھے آجکل یہ باتیں مدعیان تمدن میں بھی نہیں معمولی لوگ بیچارے تو کس شمار میں ہیں۔

(۱۷) فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ پر یاد آیا ایک شخص نے ایک کم علم مگر ذہین مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں جو جنگ ہوئی اسمیں حضرت معاویہؓ کا یہ فعل کس درجہ کا ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ بھائی حضرت معاویہؓ کی اجتہادی خطاء ہے اور اسلئے وہ امر خفیف ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہ ہی ہمارے بزرگوں کا عقیدہ ہے۔ یہ سُنکر وہ شخص کہتا ہے کہ جس درجہ کا شخص ہوتا ہے اُسی درجہ کی اُسکی خطاء ہوگی اسلئے اس خطاء پر بھی شدید سزا ہونی چاہئے مولوی صاحب نے فرمایا کہ ارے یہ کیا تھوڑی سزا ہے کہ ایک صحابی پر ہم نالائق یہ حکم کریں کہ انھوں نے خطاء کی ورنہ ہمارا کیا منہ تھا ہم گندے ناپاک اور وہ صحابی فرمایا واقعی عجیب وغریب جواب ہے۔ ان ہی مولوی صاحب کا دوسرا واقعہ جس سے انکی حالت حب رسول کا پتہ چلتا ہے جیسا پہلا واقعہ حب صحابہ پر دال ہے یہ ہے کہ اول انھوں نے یہ قصہ لکھا ہے کہ باوجود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی کوشش کے ابوطالب ایمان نہیں لائے اسکے بعد لکھا ہے کہ اگر بجائے ابوطالب کے مجھکو حق تعالیٰ دوزخ میں بھیجدیں اور ابوطالب کو جنت میں تو میں راضی ہوں کیونکہ میرے نبی کی تو آنکھیں ٹھنڈی ہوجاویں یہ ان کی حالت ہے جنکا شمار بڑے لوگوں میں نہیں مگر محبت کا اثر ہے بزرگونکی۔ یہ لوگ خشک ہیں۔ اہنیں کو وہابی کہتے ہیں۔

(۱۸) ایک مولوی...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج سہارنپور سے سوار ہونے کے وقت اسٹیشن پر ساتھیوں کی وجہ سے اسباب زائد ہونیکا شبہ ہوا کیونکہ انکا بھی اسباب

تھا اسپر میں نے بابو سے وزن کرنیکو کہا بابو انکار کرتا تھا اور میں اصرار کرتا تھا اس واقعہ کو
ایک اور ہندو دیکھ رہا تھا جب گاڑی چھوٹ گئی تو اس نے ریل میں مجھ سے سوال کیا کہ
آپ جو اسباب کے بارہ میں اسقدر احتیاط اور بابو سے اصرار کر رہے تھے آپکا تعلق مولانا
اشرف علی صاحب سے معلوم ہوتا ہے حضرت والا نے سنکر فرمایا کہ بعض بات میں آدمی
بدنام ہوجاتا ہے۔ اسپر ایک دوسرے مولوی...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت تقوی کا
حاصل تو یہ ہی ہے تبسم آمیز لہجہ میں فرمایا اسکا دوسرا لقب آپنے سنا ہوگا تو ہم۔ فرمایا کہ میرے
ایک دوست ہیں مدارس کے انسپکٹر ہیں ایکمرتبہ دورہ میں ایک مدرسہ میں ٹھیرنے کا اتفاق ہوا
اہل مدرسہ نے مغرب کے بعد اس کمرہ میں روشنی کا انتظام کیا جسمیں انکا قیام تھا انھوں نے
کہا کہ اگر یہ روشنی مدرسہ کی ہے تو مجکو ضرورت نہیں اتفاق سے وہانپر امیر شاہ خانصاحب
ٹھیرے ہوئے تھے انھوں نے جب یہ بات سُنی سنتے ہی فرمایا کہ یہ فلاں شخص سے (مراد
میں تھا) تعلق رکھنے والے معلوم ہوتے ہیں اور پھر بہت محبت سے ملے۔ فرمایا کہ ایک اور
واقعہ سنئے ایک بزرگ اپنی ہی جماعت کے ہیں ان کا قیام مدرسہ جونپور میں تھا وہانپر
مسجد میں ایک طالب علم مسجد کی روشنی میں کتاب دیکھ رہے تھے اور خاص وقت ہوجانیے
فوراً وہ چراغ گل کردیا اور اپنا روشن کرلیا وہ طالب علم کچھ دنوں یہانپر رہگئے تھے وہ بزرگ
بیساختہ فرماتے ہیں یہ طالب علم وہاں سے تعلق رکھنے والا معلوم ہوتا ہے میرا نام لیا۔
یہ بدنام ہی ہونیکی بات ہے ایک واقعہ عجیب فرمایا کہ ایکمرتبہ میں بارہ اکبر پور ضلع کانپور
گیا تھا وہانپر وعظ بھی ہوا تھا وعظ کے بعد واپسی کے لئے تیاری ہوئی اسٹیشن وہاں سے
تقریباً چھ سات کوس کے فاصلہ پر تھا اور کچھ ایسا زمانہ تھا کہ کبھی کبھی بارش بھی ہوجاتی
تھی اسی لئے میں احتیاطاً ظہر کے وقت روانہ ہوگیا گو ریل رات کو نو بجے جاتی تھی اتفاق سے
اُس وقت بھی تھوڑی تھوڑی بارش ہو رہی تھی۔ وہاں کے لوگوں نے تانگہ پر اچھی طرح
سائبان کا انتظام کردیا تھا میں مع ہمراہیوں کے سوار ہوکر چلدیا اکبر پور میں ایک صاحب
منصف تھے وہ میرے شناسا تھے انکو معلوم ہوگیا کہ وہ اسوقت اسٹیشن پر آرہا ہے
اُنھوں نے اسٹیشن ماسٹر کو ایک رقعہ لکھا کہ فلاں شخص اسٹیشن آرہا ہے جسکی گاڑی سے

سوار ہوگا اسکو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو کوئی خاص کمرہ آرام کے لئے تجویز کردیا جاوے وجہ اسکی یہ تھی کہ وہ اسٹیشن جنگل میں تھا اور بہت مختصر جیسا یہ تھانہ بھون کا اسٹیشن ہے کوئی جگہ اسپر ایسی نہ تھی کہ مسافر آرام کرسکے یہاں پر تو بحمد اللہ مسافر خانہ بھی تیار ہوگیا ہے اور منصف صاحب نے مجھکو اسکی اطلاع نہیں کی کہ میں اسٹیشن ماسٹر کو لکھ چکا ہوں اب جسوقت اسٹیشن پر پہونچے ادہر تو بارش ہو رہی ادہر کوئی جگہ ایسی نہ تھی کہ کپڑے ہی بچا سکیں ادہر نماز کا وقت قریب تھا عجب کشمکش تھی کہ وہ بابو آیا اس نے مجھسے میرا نام دریافت کیا نام سُنکر اس نے ایک کمرہ میں ہمکو ٹھیرا دیا اور کہا کہ اسمیں آرام فرمایئے. منصف صاحب کا میرے نام پرچہ آیا ہے کہ فلاں شخص اسٹیشن پر آرہا ہے اس کو کوئی تکلیف نہ ہو وہ کمرہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسباب وغیرہ کے رکھنے کا تھا وہاں پر آرام سے نمازیں ادا کیں جب مغرب کے وقت اندہیرا ہوگیا تو اُس بابو نے ریلوے ملازم کو حکم دیا کہ دیکھو اس کمرہ میں روشنی کا انتظام کرو یہ سُنکر مجھکو بڑی فکر ہوئی اور زیادہ اسوجہ سے کہ بابو ہندو تھا وہ فکر یہ ہوئی کہ یہ مسافر خانہ تو ہے نہیں اگر مسافر خانہ ہوتا تو یہ خیال ہوتا کہ اسمیں ریلوے قانون سے روشنی جائز تھی یہ تو اسباب کا کمرہ ہے صرف ہماری رعایت سے روشنی کیجاتی ہے تو اس صورت میں ریلوے کے تیل سے انتفاع جائز نہیں ہوسکتا اسلئے بڑی کشمکش ہوئی. اگر بابو سے منع کیا جاتا ہے تو یہ ہندو ہے بیوقوف بناویگا اور ہنسے گا بات کو سمجھے گا نہیں..... اب کیا کیا جاوے اسوقت یہ ہی سوجھی کہ دعاء کرنا چاہئے لہذا میں نے دعاء کی کہ اے اللہ بچنے کی صورت گو اختیاری ہے مگر یہ ضعف ہے کہ اظہار پر شرم دامنگیر ہے اسلئے آپ ہی حفاظت فرمانے والے ہیں آپ ہی حفاظت فرمائیں یہ خیال دل میں آنا تھا کہ فوراً اسٹیشن ماسٹر نے اُس نوکر کو آواز دیکر کہا کہ دیکھو ریلوے کی لالٹین وہاں پر روشن نہ کرنا بلکہ ہمارے گھر کی لالٹین روشن کردینا یہ سُنکر حق تعالیٰ کے انعام کا مشاہدہ ہوکر اسقدر جوش ہوا کہ میں بیان نہیں کرسکتا اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا اب اس سے یعنی ہندو بابو سے کوئی پوچھتا کہ اسکو یہ خیال کیوں پیدا ہوا خبر نہیں کیا جواب دیتا. یہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اپنے بندوں کی حفاظت فرماتے

ہیں ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجًا۔

(ملفوظ ۱۹) فرمایا کہ آج کل کا طرز معاشرت دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اکتا گئے ہیں بزرگوں کے طریق سے مگر یہ جدت بھی ایک آفت ہے۔

(ملفوظ ۲۰) ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک ہندو میرے پاس آتا ہے اسکو تصوف کی باتوں سے بیحد دلچسپی ہے اس سے اس قسم کی باتیں ہوتی ہیں تو وہ سنکر بیحد خوش ہوتا ہے اب یہانتک نوبت آگئی ہے کہ اس نے مجھسے کہا کہ کچھ پڑھنے کو بتلاؤ میں نے اس خیال سے کہ اچھا ہے اسکو اسلام سے اور قرب ومحبت ہوگی ذکر کی تعلیم کی اب وہ بیحد معتقد ہوگیا ہے اور کہتا ہے کہ مجھکو جو تمنے پڑھنے کو بتلایا اس سے بڑا ہی جی خوش ہوتا ہے آجتک کسی اپنی مذہبی چیز کے پڑھنے سے یہ بات نہیں پیدا ہوئی اتنی اب اسلام کی بہت تعریف کرتا ہے حضرت والا نے انکی یہ تمام گفتگو سنکر فرمایا یہ طریق مضر ہے۔ صوفی ہونے کی اوّل اور اعظم شرط اسلام ہے جب تک یہ نہ ہو سب بیکار ہے اور اس طریق سے اسکو اسلام کے ساتھ قرب نہ ہوگا بلکہ بُعد ہوگا اور یہ باریک بات ہے جسکے سمجھ لینے کی ضرورت ہے لوسنو ایک شخص ہندو جو ایک بزرگ سے بیعت تھا انکی وفات کے بعد وہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت مولانا کے ایک معتقد مولوی صاحب کا سفارشی پرچہ لیکر بغرض تجدید بیعت حاضر ہوا اور حضرت مولانا سے درخواست کی کہ مجھکو بیعت فرمالیں مولانا نے جواب میں صاف فرمادیا کہ پہلے اسلام لے آؤ۔ وہ مسلمان نہیں ہوا اور واپس چلا گیا۔ اسپر بعض حاضرین نے حضرت مولانا سے عرض کیا کہ اگر حضرت بیعت فرمالیتے تو اسلام سے اس شخص کو کچھ قرب ہی ہو جاتا۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ نہیں تم اسکو نہیں سمجھ سکتے اس کو اسلام سے زیادہ بُعد ہو جاتا وجہ یہ کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ذکر وشغل میں جو یکسوئی ہوتی ہے اُس سے بعض اوقات کشف وغیرہ ہونے لگتا ہے جو کہ کوئی کمال مقصود نہیں مگر اس سے وہ ذاکر غلطی سے یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وصول الی اللہ کے لئے اسلام بھی شرط نہیں حالانکہ وصول سے ان چیزوں کو کوئی تعلق نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس سے دوسرے لوگوں کے عقائد

ع۵ جو شخص تقویٰ اختیار کرنا چاہتا ہے حق تعالیٰ اوسکے لئے بچنے کی راہ نکال دیتے ہیں ۱۲ ؎

خراب ہونیکا اندیشہ ہے بعض لوگ یہ خیال کرتے کہ تصوف میں اسلام بھی شرط نہیں۔
اب رہا یہ سوال کہ ان بزرگ نے اس ہندو کو کیوں مرید کر لیا تھا بات یہ ہے جن بزرگ سے
وہ مرید ہوا تھا وہ مجذوب تھے ان لوگوں کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے اگر نظر ہو گئی تو چھوٹی
چھوٹی اور معمولی معمولی بات تو پیر ہو جاتی ہے اور نہ ہو تو بڑی سے بڑی بات پر نہیں ہوتی۔
اسلئے کہ جذب کی وجہ سے استغراقی کیفیت ان حضرات پر غالب رہتی ہے اسلئے انکا فعل
حجت نہیں۔ فرمایا کہ کیسی عجیب و غریب حضرت مولانا نے تحقیق بیان فرمائی واقعی یہ حضرات
حکیم ہوتے ہیں یہ ہے محققانہ شان انکی نظر حقیقت پر پہونچتی ہے۔

(ملفوظ ۲۱) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے پوچھتے ہیں کہ تصویر کا رکھنا گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ۔
جواب۔ میں نے لکھا ہے کہ کپڑوں کے بکس میں کبھی آگ رکھتے ہوئے بھی یہ تحقیق کی ہے
کہ یہ چھوٹی چنگاری ہے یا بڑا انگارہ۔

(ملفوظ ۲۲) ایک صاحب نے سوال کیا کہ نماز فجر کے بعد بروز جمعہ اگر کسی شخص کا انتقال ہو جائے
تو قبل از نماز جمعہ اسکو دفن کیا جاوے یا بعد از نماز جمعہ فرمایا کہ جلد سے جلد دفن کر دینا چاہئے
جمعہ کے بعد کا انتظار نہ کیا جاوے۔ عرض کیا اسوجہ سے دیر کرتے ہیں کہ نماز جمعہ کے بعد نمازی
زیادہ ہونگے فرمایا مسئلہ نہ معلوم ہونیکی وجہ سے ایسا کرتے ہیں بیچاروں کو خبر نہیں دیر کرنے پر
سخت وعید آئی ہے۔ عرض کیا کہ یہ بھی سنا ہے کہ جمعہ کے روز جو مرجاتا ہے اسکا حساب
قیامت تک فرشتے نہیں لیتے فرمایا اس حدیث کا صحیح محل یہی ہے مگر یہ بھی یاد رکھنے کی
بات ہے کہ یہ یوم جمعہ کی فضیلت ہے نماز جمعہ سے قبل یا بعد کو کوئی دخل نہیں۔

(ملفوظ ۲۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک مقام پر مسجد کے متعلق ہندو مسلمانوں
میں جھگڑا ہو رہا ہے ایک مسلمان جسکا نام جمال الدین ہے وہ ہندوؤں کی طرف سے مسجد کے
معاملہ میں رخنہ اندازی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں گھر میں نماز پڑھ لیا کرونگا اور ہندوؤں سے کہتا ہے
کہ مسجد مت بننے دو میری بات تو جبھی رہے گی فرمایا جمال الدین نہیں وہ تو زوال الدین ہے
عرض کیا کہ ایک بہت بڑے بزرگ سے مرید ہے فرمایا کہ اس رسمی پیری مریدی کا کیا اثر
ہو سکتا ہے لوگ بزرگوں کو بھی بدنام کرتے ہیں اور مسلمانوں کو جب ضعف ہوتا ہے مسلمانوں

ہی کی بدولت ہوتا ہے۔ فرمایا کہ کسقدر دلیری اور گستاخی کی بات ہے کہ مسجد کے
معاملہ میں مسلمان ہوکر مخالفت۔ ایسی بات سُنکر بھی دل ڈرتا ہے حق سبحانہٗ تعالےٰ
کے قہر سے ڈرنا چاہیے۔ جمال الدین پر داؤ۔ ریاست بھوپال میں منشی جمال الدین صاحب
وزیر ریاست تھے اسوقت تو وزارت کا منصب برائے نام ہی رہگیا ہے اُس زمانہ میں
وزیر ہی سلطنت کا مالک ہوتا تھا اور ان سے رئیسہ نے نکاح بھی کر لیا تھا اسکی وجہ سے
اعزاز اور بھی بڑھ گیا تھا۔ منشی جمال الدین کے نام سے مشہور تھے مگر عالم تھے اور یہ منشی کا
لقب بھی اُسوقت معمولی نہ تھا غرضکہ انکا بہت بڑا اثر اور اعزاز تھا۔ ایکمرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ
مسجد میں لوگوں نے انکو نماز پڑھانے کیلئے مصلے پر کھڑا کر دیا باوجود دنیا کی حیثیت سے بڑا ہونے
کے ان میں حق پرستی بہت ہی بڑھی ہوئی تھی اور جن رئیسہ سے نکاح ہوا تھا وہ بوجہ اپنی
ریاست کے انتظام کے پردہ نہ کرتی تھیں یہ جسوقت مصلے پر پہونچ چلے اتفاق سے ایک مسافر
ولایتی مولوی صاحب بھی وہاں پر موجود تھے انھوں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے پر سے کھینچ لیا کہ
تمہاری بی بی پردہ میں نہیں رہتی تمکو حق نماز پڑھانے کا نہیں کوئی اور نماز پڑھائیگا اب وزیر
صاحب کی وجہ سے مصلے پر جائے کون کسکی ہمت تھی بالخصوص ایسے گڑبڑ کے وقت جبکہ
وزیر صاحب کی ناگواری کا اندیشہ تھا جب کوئی آگے نہ بڑھا تو وہ مولوی صاحب ولایتی خود مصلے
پر پہونچے اور اللہ اکبر کہکر نماز کی نیت باندھلی۔ وزیر صاحب بیچارے کچھ نہیں بولے اور
باجماعت نماز پڑھ اور سیدھے مسجد سے اس رئیسہ کے پاس پہونچے اسوقت وہ رئیسہ
اجلاس میں تھی برسرِ اجلاس سب کے سامنے اس رئیسہ کو مخاطب کیکے وزیر صاحب نے کہا کہ بی
تمہارے پردہ نہ کرنیکی وجہ سے یہ واقعہ ہوا یا تو تم اسوقت وعدہ کرو کہ اب پردہ میں بیٹھونگی اگر
وعدہ نہیں کرتی ہو تو تین طلاق۔ حق پرستی کا کیا ٹھکانہ تھا اللہ اکبر کہ برسرِ اجلاس صاف
کہدیا اور ذرا جھجک نہ ہوئی بات یہ ہے کہ گو رئیسہ تھی مگر تھی قدردان اور پھر آخر بیوی ہی
تھی۔ انہیں کا ایک دوسرا واقعہ ہے تعظیم دین کا ایکمرتبہ انکے یہاں کوئی تقریب تھی اسمیں
بڑے بڑے لوگ مدعو تھے اہل محفل کو کھانا کھلا رہے تھا کہ ایک بھنگی آیا آکر عرض کیا کہ
میں اسلام میاں میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ وزیر صاحب نے سب کام چھوڑ چھاڑ اسے

مسلمان کیا۔ اور خدمتگار کو حکم دیا کہ اسکو حمام میں لیجا کر غسل کراؤ اور ہمارے جوڑوں میں سے
ایک جوڑہ پہنا کر لاؤ تمام حاضرین کو حیرت خدمتگار نے غسل دلا کر جوڑہ پہنا کر حاضر کر دیا۔
حکم دیا کہ دسترخوان پر بٹھلاؤ۔ دسترخوان پر بڑے بڑے لوگ تھے یہ دیکھکر لوگوں کے
تیور بدلنے لگے منشی صاحب نے فرمایا کہ آپ صاحب پریشان نہ ہوں آپکے ساتھ اسکو نہ
کھلاؤنگا اسکے ساتھ میں کھاؤنگا یہ اسقدر پاک صاف ہے کہ اسوقت تمام مجلس میں بھی
کوئی ایسا پاک صاف نہیں یہ ابھی مسلمان ہوا ہے اسکے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں۔
اسکے ساتھ کھانیکی دولت میں نے اپنے لئے تجویز کی ہے آپ حضرات کی قسمت ایسی
کہاں کہ ایسے شخص کے ساتھ کھا کر برکت اور شرف حاصل کرو تم گھبراؤ مت میں اسکے ساتھ
کھاؤنگا غرضکہ اس نومسلم کے ساتھ اسی وقت بیٹھکر کھانا کھالیا۔ کسقدر بے نفسی اور حق
پرستی کی بات ہے۔ فرمایا کہ ایکمرتبہ ساری عمر میں مجھکو ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا میں کالپی
گیا تھا ایک شخص نہایت صاف ستھرا لباس پہنے ہوئے جامع مسجد میں نماز پڑھنے آیا
بعض لوگوں نے مجھسے کہا کہ یہ نومسلم ہے پہلے بھنگی تھا اب مسلمان ہو گیا ہے یہاں کے
چودھری ساتھ کھلانا تو بڑی بات ہے اسکی چھوئی ہوئی ہاتھ کی چیز کو بھی قبول نہیں کرتے
میرا وہاں پر جانا ایک جلسہ کی وجہ سے ہوا تھا اس جلسہ میں بڑے بڑے لوگ جمع تھے اور
وہ نومسلم بھی تھا بعض لوگوں نے مجھسے کہا کہ اس موقع پر ان لوگوں کو سمجھا دو کہ ایسا بچاؤ
اور پرہیز مسلمان ہو جانیکے بعد نہیں کرنا چاہئے اسمیں اسکی دلشکنی ہے میں نے دل میں
خیال کیا کہ دلشکنی ہی نہیں اسمیں تو دین شکنی کا بھی اندیشہ ہے مگر نرے سمجھانے اور زبان سے
کہدینے سے کیا کام چلیگا یہ لوگ پورانی وضع کے ہیں کیا اثر قبول کریں گے میں نے کہا کہ بہت
اچھا میں سمجھاتا ہوں ایک لوٹے میں پانی منگاؤ غرضکہ پانی آیا میں نے اس نومسلم سے کہا کہ
اسکی ٹونٹی سے منہ لگا کر پانی پیو۔ اس نے پیا۔ اسکے ہاتھ سے لوٹا لیکر اور اسی طرح منہ لگا کر اسکا
بچا ہوا پانی جھوٹا میں نے پیا۔ پھر میں نے اس مجمع کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم بھی پیو۔ اسوقت
سوائے مان لینے اور پینے کے کسی کو کوئی عذر نہ ملا سب نے طوعاً و کرہاً پیا۔ اسکے بعد میں نے
ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو اب اس نومسلم سے پرہیز نہ کرنا کہنے لگے کہ جی اب پرہیز کرنیکا ہمارا

منہ ہی کیا رہا تھے تدبیر ہی ایسی اختیار کی کہ ہمارا سارا دھرم ہی لیلیا اب اطمینان رکھو اسکو تو ہم ساتھ کھلا پلا بھی لیا کریں گے فرمایا کہ مجھے یاد ہے کہ میں پی تو گیا مگر اندر سے جی رکتا تھا اللہ معاف کرے اور کچھ یہ بات اسی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کسی کا جھوٹا پانی یا کھانا مجھسے نہیں کھایا جاتا۔ کچھ اندر سے رکاوٹ ہوتی ہے اگر سبب اسکا کبر ہے تو حق تعالیٰ معاف فرمائیں اور اگر سبب اسکا ضعف طبیعت ہے تو معذوری ہے، اگر زیادہ تاویل کوئی معتقد کرے تو یہ کہ لطافت ہے۔ نفس بھی عجیب چیز ہے خود ہی ایک خوبصورت عنوان تراش کر تبلا دیا میں نے تو کبھی بزرگوں کا جھوٹا پانی یا کھانا بھی نہیں کھایا پیا الا نادراً مگر پھر بھی اللہ کا فضل واحسان ہے کہ اُنکی کسی برکت سے محروم نہیں رکھا۔ اپنے بزرگوں کے یہاں اصلی ہی چیزیں اسقدر تھیں کہ انکی ہی برکت کافی ہو گئی۔ ان زائد چیزوں کی حاجت ہی نہیں ہوئی۔ اور یہ نکتہ شاعرانہ تھا۔ دل خوش کرنیکو بیان کر دیا ورنہ کوئی چیز بھی اُن حضرات کے یہاں زائد نہ تھی سب اصلی ہی تھیں لیکن ایک اصلی دوسری اصلی کا بدل تھا۔ غرض یہ حکایت ہے جو مجھکو تمام عمر میں ایک مرتبہ پیش آئی اسپر میں حق سبحانہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ گو طبعاً کراہت ہوئی مگر الحمدللہ عقلاً اسکو نہایت خوشی کے ساتھ دل نے قبول کر لیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اُسی حق تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے اسکی وہ قدرت ہے کہ کافر کو چاہیں مؤمن کر دیں اور مومن کو چاہیں تو نعوذ باللہ کافر کر دیں۔ خوب کسی نے کہا ہے ؎

کعبہ میں پیدا کرے زندیق کو لاوے بتخانہ سے وہ صدیق کو

یہ گلزار ابراہیم کا شعر ہے یہاں صدیق سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جیسا کلام اللہ میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں انہ کان صدیقاً نبیا۔ وہ بتخانہ سے کعبہ میں آئے اور زندیق سے مراد ابو جہل ہے۔ حضرت خدا سے ڈرنا چاہیئے اپنے ایمان پر کبھی انسان نازاں نہ ہو اور کسیکو حقیر نہ سمجھنا چاہئے۔ حتیٰ کہ کسی کافر کو بھی حقیر و ذلیل نہ سمجھنا چاہیے کہ شاید مسلمان ہو جائے نہ کہ مسلمان ہونیکے بعد بھی ذلیل سمجھا جائے یہ تو نعوذ باللہ خدا کا مقابلہ ہے۔ خدا جانے آئندہ کیا ہونے والا اور ہمارے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے۔

(ملفوظ ۲۴) فرمایا کہ ایکمرتبہ میں ریل میں سفر کر رہا تھا میرے ایک دوست ڈپٹی صاحب میرے

ہمراہ تھے وہ محاسن الاسلام وعظ دیکھ رہے تھے ایک ہندو آریہ اسی ڈبہ میں ہمارے قریب بیٹھا ایک دوسرے شخص سے گفتگو کر رہا تھا انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ اپنے مذہب کا جاننے والا ہے اور بولنے والا ہے وہ شخص جس سے وہ ہم کلام تھا ایک اسٹیشن پر اتر گیا اب اس طرف متوجہ ہوا اور ڈپٹی صاحب سے کہا کہ یہ کیا کتاب ہے یہ کہکر اس نے وہ وعظ بغرض دیکھنے کے ہاتھ سے لیلیا اور دیکھنا شروع کیا کچھ دیر دیکھنے کے بعد دفعۃً اسکی زبان سے بیساختہ سبحان اللہ نکلا نہ معلوم کون مضمون پر اسکی یہ حالت ہوئی اسلئے کہ وعظ تو اسکے ہی ہاتھ میں تھا فرمایا سیدھی اور سچی بات کا قلب پر اثر ہوتا ہی ہے اگرچہ کافر ہی ہو یہ وعظ محاسن الاسلام زمانہ فتنہ ارتداد میں ایک موضع ہے ایکوپی ضلع میرٹھ میں وہ نپر ہوا تھا بیحد مفید ثابت ہوا اُس قرب وجوار کے بعض دیہاتی ارتداد کی طرف مائل ہو گئے تھے اسی ضرورت سے یہ وعظ ہوا تھا بفضلہ تعالےٰ اس وعظ کو سُن لینے کے بعد ان میں سے ایک شخص بھی ارتداد کی طرف مائل نہیں رہا معترضین کے تمام اعتراضوں کے جوابات اسمیں دے گئے ہیں واعظین اور مبلغین کیلئے بیحد مفید چیز ہے۔

۲۸ شعبان المعظم ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۲۵) فرمایا کہ ایک صاحب سے خط وکتابت ہو رہی ہے کچھ ذکر وشغل کرنا چاہتے ہیں میں نے لکھا تھا کہ قصد السبیل دیکھا کرو۔ لکھا کہ دیکھی تھی سمجھ میں نہیں آئی میں نے لکھا کہ کسی سمجھدار سے سمجھ لو۔ آج لکھتے ہیں کہ میں اپنے ہادی اور آقا کے سوا کسی کو سمجھدار ہی نہیں سمجھتا فرمایا ان لوگوں کی اصلاح کس طرح کروں اس بدفہمی اور کور مغزی کا میرے پاس کیا علاج ہے

(ملفوظ ۲۶) فرمایا کہ ایک بی بی کا خط آیا ہے اسمیں لکھا ہے کہ میں بیعت ہونا چاہتی ہوں اور اپنے خاوند کا پرچہ دستخطی ہمراہ ہے فرمایا کیسے سلیقے کی بات ہے اب کیا عذر کر سکتا ہوں سیدھی سیدھی بات لکھی ہے اسلئے مرید کرنا ہی پڑ گیا جواب میں حضرت والا نے لکھا کہ بہشتی زیور کے مسائل پر اور قصد السبیل کے وظائف وہدایات پر اور میرے مواعظ کے نصائح پر عمل کرو تو اس شرط پر بیعت کرتا ہوں۔

(ملفوظ ۲۴) فرمایا جیسے حکومت کرنا مشکل ہے ایسے ہی پیری کرنا بھی مشکل ہے کوئی راضی ہے کوئی شاکی ہے کوئی حاکی ہے کہاں تک ہر شخص کو خوش رکھا جا سکتا ہے۔

(ملفوظ ۲۵) فرمایا کہ ایک پیر کے نام کا مریدین وظیفہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کا نام ہے یا وارث میں نے کہا کہ ہاں ایک ہی تو نام ہے خدا کا یا وارث اور تم اس ہی نیت سے تو پڑھتے ہو۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حیدرآباد وست ایک پیر آئے تھے فلاں مقام پر جب حلقہ کرتے تھے تو اسمیں یا بھیکٹ بھیک کے نعرے لگاتے تھے تبسم فرما کر بطور مزاح حضرت والا نے فرمایا کہ لا بھیک الا بھیک ہی کے نعرے کیوں نہ لگائے مقصود بھی حاصل ہوتا اور جائز بھی ہو جاتا یعنی کچھ مل بھی جاتا۔ فرمایا ان ہی ترکیبات میں مبتلا ہیں اسکا سبب جہل ہے۔

(ملفوظ ۲۶) فرمایا کہ یہ دیکھنے کی بات ہے کہ شجاع آدمی ہمیشہ رحم دل ہوتا ہے اور بزدل ہمیشہ بے رحم ہوتا ہے تجربہ ہے ہندوستان ہی میں دیکھ لیجئے ماشاء اللہ مسلمان شجاع ہیں انکا اگر کبھی قابو پڑ جاتا ہے تو بیحد رحم دلی کا برتاؤ کرتے ہیں اور دوسری قومیں اسکے برعکس صدہا نظائر اسکے موجود ہیں دیکھئے ترک سب سے زیادہ شجاع قوم ہے بیحد رحم دل ہے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ خودکشی کرنا بھی بزدلی پر دال ہے خودکشی وہی کرتا ہے جو بودا ہوتا ہے مصیبت کا تحمل نہیں کر سکتا چنانچہ عورتیں زیادہ خودکشی کرتی ہیں کیا انکو کوئی شجاع کہتا ہے اسپر فرمایا کہ یہاں پر ایک شخص آئے تھے انھوں نے خودکشی کی عجیب بات یہ ہے کہ نہ تڑپے نہ آواز نکلی بڑے ہی استقلال سے اس شخص نے جان دی مگر سبب اسکا وہی بزدلی کہ حادثات کا مقابلہ نہ کر سکے یہ کونسی بہادری کی بات ہے اور عجیب بات ہے کہ ضرب کے بعد آدمی اضطرارا تڑپتا تو ہے مگر کچھ نہیں کوئی نشان تڑپنے کا تھا ہی نہیں حیرت ہو گئی مجھکو تو بڑا رنج بڑا صدمہ بڑا قلق ہوا کہ جا بندہ خدا دل کی کچھ کہہ تو لیتا انشاء اللہ تعالیٰ کیسی ہی بات ہوتی تسلی تشفی کر دیتا مجھے اس واقعہ میں صرف اسی بات کا رنج ہے کہ اسنے اپنے دل کی کہی ہی نہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ خودکشی کی عند اللہ مواخذہ اپنے ذمہ لیا فرمایا جی ہاں شاید عند اللہ معذور ہو کسی کو کیا خبر اس شخص پر کیا گذر رہی تھی جسکو وہ برداشت نہ کر سکا اللہ ہی علیم ہے۔

(ملفوظ ۲۷) فرمایا کہ زمانہ تحریک خلافت میں ہر قسم کے الزامات اور بہتان میرے سر تھوپے

گئے میں نے کہا کہ بھائی جو تمہارا جی چاہے اللہ سے معاملہ ہے وہ تو دیکھ رہے ہیں۔ تمہارے بُرا بھلا کہنے سے ہوتا کیا ہے اور میرا ضرر ہی کیا ہے بلکہ اس صورت میں نفع کی تو توقع ہے کہ کچھ نیکیاں ملجائیں الحمد للہ مجھے ان قصوں میں کسی سے بغض نہیں ہوا البتہ شکایت ضرور ہوئی وہ بھی دوستوں سے غیروں سے وہ بھی نہیں۔ میں نے سبکو دل سے سب معاف کر دیا تھا جو کچھ کہہ چکے وہ بھی اور جو آئندہ کہو وہ بھی میری وجہ سے اگر کسی مسلمان کو عذاب ہوا تو میرا کیا بھلا ہوگا اور معافی میں تو مجھے امید ہے کہ حق تعالیٰ میرے اوپر رحم فرماویں۔ یہانتک نوبت آگئی تھی کہ چاروں طرف سے دھمکی کے خطوط آتے تھے ایک مقام سے خط آیا کہ آپکی خاموشی عنقریب آپ کے چراغ زندگی کو خاموش کردے گی۔ میں نے ردی میں ڈالدیا اور ہود علیہ السلام کا یہ قول یاد آیا فکیدونی[ع] جمیعًا ثم لا تنظرون انی توکلت علی اللہ ربی وربکم الخ مجھے بحمد اللہ ان واقعات سے بہت نفع ہوا ایک حالت تو یہ ہوئی کہ پہلے دنیا سے طبعی نفرت نہ تھی ان واقعات سے طبعی نفرت ہوگئی مخلوق سے نظر بالکل اٹھ گئی اور ایک حق تعالیٰ کیلئے نعمت ہے کہ اب میں یہ سمجھتا ہوں کہ حق تعالیٰ کے دو ملک ہیں ایک دنیا ایک آخرت مالک کو اختیار ہے کہ اپنی رعیت کو جہاں چاہے بسا دے چنانچہ ایک وقت تک دنیا میں بساتے ہیں دوسرے وقت آخرت میں بسا دیں گے۔

(ملفوظ ۳۱) فرمایا کہ میں نے اُس زمانہ تحریک ہی میں کہا تھا کہ اگر بجائے مبہم عنوانات کے عنوان کی تعیین کر کے سوالات کریں تو میں جواب دوں چاہے کسی کے بھی خلاف ہو ایک صاحب کا اسی زمانہ میں ایک سوال کا خط آیا میں نے لکھا کہ ترک موالات کا عنوان حذف کر کے متعین واقعہ پوچھو۔ میں جواب دونگا۔ نہیں پر اس زمانہ میں ایک علیگڈھ کا طالب علم آیا جو عصر کے وقت آیا مگر نماز نہیں پڑھی اُس نے مجھ سے ترک موالات ہی کے متعلق کچھ پوچھنا چاہا تھا میں نے کہا کہ پہلے اپنی تو خبر لو انگریزوں سے تو ترک موالات اسلئے کیا تھا کہ ترکوں سے لڑے مگر نماز جو نہیں پڑھی تو خدا سے ترک موالات کیوں کیا شاید اسلئے کہ اُس نے انگریزونکو

[ع] سو تم سب مل کر میرے ساتھ داؤگھات کر لو۔ پھر مجکو ذرا مہلت نہ دو۔ میں نے اللہ پر توکل کر لیا ہے جو میرا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے ۱۲

غلبہ کیوں دیا۔

(ملفوظ) فرمایا کہ ہمارے بھائیوں میں اتباع کا مادہ نہیں اگر دین بھی کامل نہ ہو تو یہ مادہ تو ہو کہ کسی کا اتباع کریں یہی وجہ ہے کہ یہ برباد ہیں اور ایک سبب یہ ہے کہ ان میں نظم اور اصول کی پابندی نہیں ہے اگر یہ کام کریں اور انتظامی مادہ بھی ان میں ہو تو ادھر تو انتظام ادھر دین پھر تو کھلی نصرت ہے صحابہ کے زمانہ میں قیصر اور کسریٰ کے مقابلہ میں مسلمانوں کی کیا جمعیت تھی مگر اہل دین تھے اور منظم تھے اگر دین کی ساتھ انتظام صحیح ہو تو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔ باقی غیر منظم صورت میں اپنے کو پھنسانا ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ جان خدا کی امانت ہے اگر ہماری ہوتی تو لا عـ تقتلوا انفسکم کا حکم نہ ہوتا مال جو کہ مکتسب ہے وہ بھی ہمارا نہیں جان ہماری کیوں ہوتی۔ خدا کیلئے جان کیا چیز ہے مگر یہ تو اطمینان ہو کہ یہ یقیناً خدا کے واسطے صرف ہوئی تذبذب کی حالت میں جان دینا تو کیونکر جائز ہوگا ہمکو تو حکم ہے کہ تذبذب کی حالت میں جبکہ ان کی اباحت دم میں تردد ہو کفار کی جان بھی نہ لیں۔ ہمکو تو فخر ہے جو قوم اسلام کی دشمن ہے اسکے بھی حقوق بتلائے ہیں آیت ولا عـ یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا۔ حدیث قال عـ صلے اللہ علیہ وسلم احبب حبیبك ھونا ما عسٰے ان یکون بغیضك یوما ما وابغض بغیضك ھونا ما عسٰے ان یکون حبیبك یوما ما کفار بغیض ہیں مگر ان سے بغض رکھنے میں بھی اعتدال مطلوب ہے اسی طرح بغض و محبت میں اعتدال لازم ہے بے موقع ذکر اللہ تک کو فقہا نے منع کیا ہے بلکہ بعض مقامات پر کفر کہا ہے جیسے حرام طعام پر بسم اللہ کہنا غرض ہر چیز کے حقوق اور حدود ہیں۔

(ملفوظ ۳۳) فرمایا کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ کفر سے سلطنت کو زوال نہیں ہوتا ظلم سے زوال ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۳۴) فرمایا کہ شورش کے زمانہ میں یہانتک نوبت آگئی تھی کہ ایک بہت بڑے علامہ نے

عـ اپنے نفسوں کو قتل مت کرو ۱۲ عـ اور ایسا نہ ہو کہ تم کو کسی قوم سے جو اس سبب سے بغض ہو کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام سے روک دیا تھا۔ وہ تمہارے لئے اسکا باعث ہو جائے کہ تم حد سے نکل جاؤ ۱۲ عـ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دوست سے دوستی اعتدال کی ساتھ کرو ممکن ہے کہ وہ کسی وقت تمہارا دشمن ہو جائے اور دشمن سے دشمنی اعتدال سے کرو ممکن ہے کہ وہ کسی وقت تمہارا

اسی زمانہ میں مجھ سے بیان کیا تھا فرماتے تھے کہ ہمارے یہاں ایک فتویٰ آیا کہ ولایتی کپڑا پہننا جائز ہے یا نہیں اب اگر یہ لکھا جاتا ہے کہ جائز ہے تب تو اپنے مقاصد میں خلل آتا ہے اور ناجائز کیسے کہیں کیونکہ واقع میں تو جائز ہی ہے اسلئے اُسکے خلاف بھی نہیں کر سکتے تو اب کیا کریں فرماتے تھے کہ یہ جواب دیا گیا کہ ولایتی کپڑا پہننا قابل مواخذہ ہے اور کہنے لگے کہ اس لکھنے میں حکمت یہ تھی کہ وہ تو یہ سمجھیں کہ خدا کے یہاں کا مواخذہ ہوگا اور ہم یہ سمجھیں کہ اپنے دوستوں کا مواخذہ ہوگا۔ میں نے کہا کہ مولانا توبہ کیجئے یہ تو شریعت مقدسہ میں تحریف ہے اور مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے فرمایا کہ ایسی ایسی باتیں سُنکر دل کانپ جاتا تھا کہ لے اللہ دین کا ان لوگوں کے دلوں سے احترام ہی جاتا رہا حضرت عوام کی کیا شکایت کیجائے وہ تو بوجہ جہل کے ایک درجہ میں معذور بھی سمجھے جا سکتے ہیں مگر ان لکھے پڑھے جنوں کو کوئی کیا سمجھاوے اللھم احفظنا۔

(ملفوظ ۳۵) فرمایا کہ آجکل جمہوریت کو شخصیت پر ترجیح دی جا رہی ہے اور کہتے ہیں کہ جسطرف کثرت ہو وہ سواد اعظم ہے اُسی زمانہ میں میرے ایک دوست نے اسکے متعلق عجیب اور لطیف بات بیان کی تھی کہ اگر سواد اعظم کے معنی یہ بھی مان لئے جاویں کہ جسطرف زیادہ ہوں تو ہر زمانہ کا سواد اعظم مراد نہیں بلکہ خیر القرون کا زمانہ مراد ہے جو غلبۂ خیر کا وقت تھا اُن لوگوں میں سے جسطرف مجمع کثیر ہو وہ مراد ہے نہ کہ ثم یفشو الکذب[ع] کا زمانہ کہ یہ جملہ ہی بتا رہا ہے کہ بعد خیر القرون کے کثرت شر میں ہوگی مجھے تو یہ بات بہت ہی پسند آئی واقعی کام کی بات ہے اگر یہ اشکال ہو کہ امام ابو حنیفہ نے بعض مسائل میں سواد اعظم کا اختلاف خیر القرون میں کیا ہے جواب یہ ہے کہ اسوقت خیر القرون والے امام صاحب کی بات کو یقیناً باطل نہ کہتے تھے بلکہ اسپر متفق تھے کہ شاید امام صاحب ہی حق پر ہوں۔ تو احتمال حقانیت پر سواد اعظم متفق تھا۔

(ملفوظ ۳۶) ایک مولوی ...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت سُنا ہے کہ یہ امور تکوینیہ مجذوبین کے متعلق ہوتے ہیں بدون عقل کے وہ کام کیسے کرتے ہونگے۔ فرمایا اُنکے متعلق ہونا صحیح ہے اور گو ان میں عقل نہیں ہوتی لیکن جو کام ان کے سپرد کیا جاتا ہے اُسمیں عقل کی ضرورت نہیں

[ع] پھر جھوٹ پھیل جاویگا ۱۲

اسلئے اسکو بخوبی انجام دیتے ہیں کیونکہ انجام دینا عقل پر موقوف نہیں بلکہ سلامت حواس بھی کافی ہے جیسے بچہ کہ اُسکو عقل تو ہوتی نہیں مگر حواس ہوتے ہیں بھوک پیاس میں کھانے پینے کو مانگتا ہے خوشی کی بات سے خوش ہوتا ہے رنج کی بات سے اگر ڈرایا جاوے یا ہنسایا جاوے ڈرتا ہے ہنستا ہے ان چیزوں میں عقل کی ضرورت نہیں یہ فطری چیزیں ہیں خلاصہ یہ ہے کہ عقل اور چیز ہے حواس اور چیز ہیں ان مجذوبین کی حالت مشابہ بچوں کے ہے یہ ہی وجہ ہے کہ سالکین مراتب میں مجذوبین سے افضل ہیں اور بعض اوقات سلامت حواس بھی شرط نہیں ہوتی :-

۲۹ شعبان المعظم ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ ،

(ملفوظ ۳۴) فرمایا کہ آج رمضان المبارک کی برکت محسوس ہوئی کوئی خاص اہتمام نہیں کیا مگر جی میں نشاط سا معلوم ہوتا ہے امید ہے انشاء اللہ تعالیٰ اور شکایات بھی مثلاً کھانسی وغیرہ اس ماہ مبارک کی برکت سے جاتی رہیں گی دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ ماہ مبارک کے حقوق کے ایفاء کیلئے قوت و ہمت عطاء فرمائیں ہم ضعیف ہیں ہر وقت اُنکی رحمت اور توفیق کی ضرورت ہے ۔

(ملفوظ ۳۵) فرمایا کہ یہ مہینہ بڑی ہی برکت اور رحمت کا ہے اگر حق تعالیٰ اپنے بندوں کو اتنی قوت اور توفیق عطاء فرمادیں کہ حقوق واجبہ ادا ہوتے رہیں اور معاصی سے اجتناب رہے یہ ہی بڑی دولت ہے اس سے آگے کی تمنا کرنا بڑے لوگوں کا کام ہے ہم جیسے بزدلوں کیلئے تو یہ ہی سب کچھ ہے اُن کی ذات سے تو سب کچھ امید ہے بڑے رحیم ہیں وہ تو ناقصین کو بھی محروم نہیں رکھتے طلب شرط ہے بندوں کو بھی چاہئے کہ جیسے کچھ ہیں بُرے بھلے دربار میں پیش ہو جایا کریں اور اپنی وسعت اور قوت سے کام لیں پھر تو وہ خود اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ ارادہ اور ہمت بڑی چیز ہے اسکی برکت سے بڑا سخت سے سخت کام سہل اور آسان نظر آنے لگتا ہے ۔ جہاد کیسی سخت چیز ہے کہ جان کے لالے پڑجاتے ہیں مگر ہمت اور ارادہ اسکو

بھی سہل کر دیتا ہے خصوص معاصی سے اجتناب بہت ضروری ہے مگر دیکھا یہ گیا ہے کہ اور زمانہ میں تو لوگوں کو اسکا خیال بھی نہیں ہوتا اور جہاں رمضان شریف شروع ہوئے گنجفہ شطرنج کثرت سے شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی بہلانے اور دن گذارنے کیلئے کرتے ہیں بندہ خدا قرآن کی تلاوت کی ہوتی ذکر اللہ میں مشغول ہوا ہوتا کسی نیک مجلس نیک صحبت میں ..... میٹھا ہوتا مگر کچھ بھی نہیں کرتے آزادی کا زمانہ ہے کسی کا ادب نہیں خوف نہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

(ملفوظ ۳۹) فرمایا کہ اس ماہ مبارک میں جملہ معاصی کو ترک کرنا چاہئے خواہ معاصی ہاتھ کے ہوں پیر کے ہوں آنکھ کے ہوں کان کے ہوں زبان کے ہوں قلب کے ہوں اور یوں تو ترک معاصی اس ہی ماہ کیلئے خاص نہیں وہ ہر وقت ہی بچنے کی چیز ہے مگر اس ماہ میں اتنا اور ہے کہ جیسے اعمال صالحہ پر اجر اور ثواب زیادہ ہے گناہ پر سزا بھی زیادہ ہے۔

(ملفوظ ۴۰) فرمایا کہ ہمت سے اگر انسان کام لے کوئی کام بھی مشکل نہیں اور یہ ہمت پیدا ہوتی ہے کسی کامل کی صحبت میں رہنے سے اور رہنے سے یہ مراد نہیں کہ بال بچوں کو چھوڑ کر ملازمت کو استعفا دیکر زراعت بند کر کے اسکے پاس جا پڑو بلکہ اگر وقت ملے تو اسکے پاس گاہ گاہ جانا بھی چاہئے اور خط و کتابت سے ہمیشہ اپنے حالات کی اطلاع کرتا رہے جو کچھ وہ تعلیم کرے اسپر کاربند رہے پھر انشاء اللہ تعالیٰ ہمت پیدا ہو جائیگی بدون صحبت کامل اور بغیر اس سے تعلق پیدا کئے کام بننا مشکل ہے گو غیر ممکن نہیں مگر شاذ و نادر ضرور ہے مولانا فرماتے ہیں

قال را بگذار مرد حال شو   پیش مرد کاملے پامال شو ؏

بغیر جوتیاں سیدھی کئے ہوئے کامیابی آسان نہیں آخر طبیب کے پاس جا کر علاج کیوں کراتے ہیں سمجھتے ہیں کہ مرض سے نجات اور تندرستی بغیر طبیب کے پاس جائے نہیں حاصل ہو سکتی تو وہ امراض جسمانی کا معالج ہے اور یہ امراض روحانی کا معالج مگر ایک کی ضرورت میں تو کسی کو بھی کلام نہیں اور دوسرے کی ضرورت میں کلام کیا جاتا ہے وجہ فرق کیا ہے۔

(ملفوظ ۴۱) ایک مولوی ..... صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ نفس کو بھی لطائف

؏ یعنی ظاہر اور باطن دونوں کی درستی میں لگو۔ اور کسی مرد کامل کی خدمت میں اپنے کو سپرد کر دو ۱۲

میں سے شمار کیا گیا ہے گو داعی الی الشر ہے اور مطمئنہ ہونا اسکا عارضی ہے ریاضت سے مجاہدہ سے دبا رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ بعض سالکین کو دھوکا ہو جاتا ہے بعد مجاہدہ کے اگر اپنے اندر امور طبعیہ مذمومہ کا اثر پاتے ہیں اس سے مجاہدہ کے بیکار ہونیکا گمان کر بیٹھتے ہیں اور اکثر اسکا نتیجہ مایوسی اور مایوسی سے تعطل ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اخلاق ذمیمہ زائل ہو جاویں یا بالکل ہی فنا ہو جاویں تو پھر درجات اور ثواب کس چیز پر مرتب ہوں۔ ہاں اگر اسقدر مغلوب ہو جاویں کہ اُن کے اقتضاء پر عمل کرنیکو بآسانی ترک کرنے کی قوت راسخ ہو جائے تو مقصود حاصل ہے گو کبھی کبھی نفس منازعت بھی کرے تو اُسپر غلبہ کی سعی میں لگا رہنا چاہئے پس طالب کی تو یہ حالت ہونی چاہئے ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش[عہ] تادم آخر دمے فارغ مباش،

(ملفوظ[۵۷]) فرمایا کہ لوگ معصیت پر بہت دلیر ہوتے جاتے ہیں اسکی نحوست سے تمام امراض روحانی پیدا ہوتے ہیں نورانیت قلب سے جاتی رہتی ہے اور ظلمت بڑھ جاتی ہے تو معاصی میں بڑی ہی ظلمت اور تاریکی ہے اپنی ذات کے اعتبار سے بھی اور آثار کے اعتبار سے بھی حدیثوں میں اسکی تائید موجود ہے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کوئی گناہ کرتا ہے اُسکے قلب پر ایک سیاہ دھبہ پیدا ہو جاتا ہے اگر بندہ خلوص سے توبہ کر لیتا ہے تو حق تعالیٰ اُس دھبہ کو قلب سے صاف فرما دیتے ہیں۔ اگر توبہ نہیں کرتا اور اُس گناہ کو پھر کرتا ہے اور اُسپر اصرار کرتا ہے تو وہ دھبہ پھیلنا شروع ہوتا ہے یہانتک کہ سارے قلب کو محیط ہو جاتا ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کلا[عہ] بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

ہر گنہ[سہ] زنگے ست بر مرآت دل دل شود زیں زنگ خوار و خجل
چوں زیادت گشت دل را تیرگی نفس دون را بیش گردد خیر گی

عہ یعنی راہ سلوک میں تراش و خراش بہت ہے۔ لہذا مرتے دم تک ایک منٹ کیلئے بھی بے فکر مت ہو ۱۲

عہ ہرگز ایسا نہیں بلکہ اون کے دلوں پر اون کے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے ۱۲

سہ ہر گناہ دل کے آئینہ پر ایک زنگ کا داغ ہے۔ جسکی وجہ سے دل ذلیل و شرمندہ ہو جاتا ہے اور جب دل کی تیرگی زنگ کی زیادتی کی وجہ سے بڑھ جاتی ہے۔ تو کمینے نفس کی حیرانی بڑھ جاتی ہے ۱۲

(ملفوظ ۵۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کسی فن کا مدون کرنا تھوڑا ہی مقصود ہے مقصود تو اُسکے اصول پر کام کرنا ہے اور کام ہی کیلئے مدون کیا جاتا ہے مگر آجکل خود تحقیقات کو مقصود بالذات بنا رکھا ہے ان ہی تحقیقات کی تکمیل کیلئے احکام کی علتیں تلاش کیجاتی ہیں بعض کی تو ساری عمر ان ہی زوائد میں ختم ہو جاتی ہے عمل کرنیکی ایک حکم پر بھی نوبت نہیں آتی حالانکہ اصل مقصود کام ہے یعنی نفس کی اصلاح اور اعمال کی خبر گیری مگر مقصود کو چھوڑ کر غیر مقصود کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں محققین کا مذہب تو یہ ہے کہ آم کھانے سے غرض نہ کہ پیڑ گننے سے اسکی ایسی مثال ہے دیکھئے سکہ ہمارے کام کا ہے مگر یہ بات کہ اسکا مادہ کیا ہے اور کس کارخانہ میں بنتا ہے اگر نہ بھی معلوم ہو تب بھی وہی کام اس سے نکلیں گے جو معلوم ہونے پر نکل سکتے تھے پس عمل کا اہتمام نکرنا بڑی کوتاہی ہے اور عمل کو مہتم بالشان سمجھنے کے بعد ایک کوتاہی اور ہے جسمیں عوام تو کیا خواص بھی مبتلا ہیں کہ اعمال واجبہ کی وہ عظمت اور وقعت قلوب میں نہیں جو غیر واجبہ کی ہے مثلاً (حقوق العباد وغیرہ کی فکر نہیں اور) نوافل وظائف وغیرہ کی کثرت کو زیادہ موجب قرب حق سمجھتے ہیں اور جو اصل مقصود تھا اُسی کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ کتنا بڑا ظلم عظیم ہے اور اعمال واجبہ کے حقیر سمجھنے کا سبب اُن اعمال کا عموم ہے کہ اسکو تو سب ہی کرتے ہیں۔ اسمیں خصوصیت ہی کیا ہوئی لیکن اگر یہ وجہ حقارت کی ہے تو گنی اور روپیہ بھی تو سب ہی کے پاس ہے تو عموم کی وجہ سے ان کو بھی حقیر سمجھنا چاہئے۔ اور جیب سے نکالکر پھینکدینا چاہئے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اس عموم کے سبب اوروں سے زیادہ انکو جمع کیا جاتا ہے۔ اور ہوا سب سے زیادہ عام ہے عام اور سستا ہونا اگر اسکی دلیل ہے کہ وہ چیز حقیر اور ذلیل ہوتی ہے تو اسکو بھی حقیر اور ذلیل سمجھئے ناک اور منہ بند کر لیجئے حقیقت معلوم ہو جائیگی اور کیا نعوذ باللہ انبیاء علیہم السلام ایسے کاموں کے اہتمام کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے جنکو تم حقیر اور فضول سمجھتے ہو توبہ کرنا چاہئے ان فاسد عقائد سے پس اصل چیز اور اصل مقصود اعمال واجبہ ہی ہیں اور عموم ہونا ہی دلیل ہے افضلیت کی جیسے میں نے مثال عرض کی سکہ کی اور ہوا کی۔ کہ انکا عموم مستلزم نہیں حقیر اور فضول ہونیکو بلکہ زیادہ نافعیت کی دلیل ہے۔

(ملفوظ ۸۶) فرمایا کہ آجکل بزرگ اُسکو سمجھتے ہیں کہ اُسکے کپڑے گیروی ہوں۔ لیٹن ٹخنے تک ہوں۔ چوغہ گھٹنوں تک ہو۔ بڑے بڑے دانوں کی تسبیح ہاتھ میں ہو۔ بس درویش ہیں شاہ صاحب ہیں ولی کامل ہیں کیا خرافات ہے۔ غالباً ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آجکل درویشی دو پیسہ میں ملتی ہے ایک پیسہ کا گیرو خرید لیا کپڑے رنگ لئے ایک پیسہ کی تسبیح خرید لی درویش ہو گئے۔ ہمارے بزرگوں کے طریق کو تو ظاہر بین مولویت سمجھتے ہیں کہتے ہیں کہ اسے درویشی سے کیا تعلق ایسے لوگوں میں تو جسقدر خلاف شریعت ہو وہ زیادہ کامل سمجھا جاتا ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

کار شیطان میکند نامست ولی عہ — گر ولی این ست لعنت بر ولی

(ملفوظ) فرمایا کہ اس طریق میں دشواری اسی وقت تک ہے جب تک اسکی حقیقت سے بے خبری ہے حقیقت معلوم ہو جانے کے بعد پھر اس سے زیادہ سہل اور آسان کوئی چیز نظر نہیں آتی لوگوں نے فن نہ معلوم ہونیکی وجہ سے اسکو ہوا بنا رکھا ہے اور ایسی بُری طرح تصوف کو پیش کیا ہے کہ بجائے رغبت کے لوگونکو وحشت ہو گئی حالانکہ تصوف صرف ایک مسئلہ پر ختم ہے۔ عمل ایک اختیاری ہے ایک غیر اختیاری۔ اختیاری کو لے لو غیر اختیاری کے درپے نہو۔ بس یہ ایک چھوٹی اور مختصر سی بات ہے۔ ایک لطیفہ یاد آیا چھوٹے اور مختصر ہونے پر۔ ایک پیر صاحب تھے انکا مقولہ ایک صاحب نے مجھسے بیان کیا انھوں نے میرا نام لیکر کہا کہ فی الحقیقت تصوف کو جسقدر سہل کر کے اُس نے دکھلایا ہے آجتک اسکی نظیر نہیں مگر بات یہ ہے کہ تعبیر کرنا بھی سہل حقیقت سمجھنا بھی سہل مگر عملاً مشکل ہے۔ میں جواب میں کہا کرتا ہوں کہ تم جو یہ عذر حق تعالیٰ کے احکام میں کرتے ہو یہی عذر تمہارا نوکر یا غلام تمہارے کاموں میں کرے تب بتاؤ کہ کیا اُسکو معذور سمجھو گے اگر یہی مواخذہ حق تعالیٰ نے فرمایا اور بازپرس کی تو جواب کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔

(ملفوظ ۸۸) فرمایا کہ کسطرح دل میں ڈالدوں جی چاہتا ہے کہ سب اس طرح راہ پر آجائیں کہ انکی ہر ادا سے اسلام کی شان ظاہر ہو جیسے حضرات صحابہ کرام کو لوگ دیکھکر اسلام قبول کرتے

عہ شیطان کا کام کرتے ہو اور تمہارا نام ولی ہے۔ اگر ولی یہی ہے تو ولی پر لعنت ۲

سکتے یہ ان کا نمونہ بنچا ہیں۔ دنیا و دین کی بہبود اسی میں مضمر ہے یہ امر واقعی ہے کہ اگر مسلمان اپنی اصلاح کرلیں اور دین ان میں راسخ ہو جائے تو دین تو وہ ہے ہی لیکن دنیوی مصائب کا بھی جو کچھ آجکل ان پر ہجوم ہے انشاء اللہ چند روز میں کایا پلٹ ہو جائے اور گو اسپر دلائل بھی ہیں مگر اسکا جو حصہ ذوقی ہے چاہتا ہوں کہ اسکو ظاہر کروں مگر اُن کے اظہار پر قدرت نہیں ۔

جیسے ایک مادر زاد اندھے حافظ کی حکایت ہے کسی لڑکے نے کہا کہ حافظ جی آج ہمارے یہاں تمہاری دعوت ہے پوچھا کیا کھلاؤ گے کہا کہ کھیر دریافت کیا کہ کھیر کیسی ہوتی ہے کہا کہ سفید پوچھا سفید کسے کہتے ہیں کہا جیسا بگلہ پوچھا کہ بگلہ کیسا ہوتا ہے اُس لڑکے نے کہنی سے ہاتھ کھڑا کر کے اور پہونچے سے موڑ کر کہا کہ ایسا ہوتا ہے حافظ جی نے ہاتھ پھیر کر دیکھا دیکھکر کہنے لگے نہ بھائی یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے حلق سے کس طرح اُترے گی دیکھئے یہاں حقیقت سمجھ میں نہ آنیکی وجہ سے کھیر کو ٹیڑھی سمجھ بیٹھے ایسے ہی اس طریق میں بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ وہ بیان میں نہیں آسکتیں تو جیسے وہاں اسکی ضرورت تھی کہ حافظ جی کے سامنے کھیر کا طباق بھر کر رکھدیتے کہ یہ کھیر ہے کھا کر دیکھ لو کیسی ہوتی ہے ایسے ہی یہاں بھی حقیقت معلوم کرنے کی صرف ایک ہی صورت ہے وہ یہ ہے کہ کام کرنا شروع کرو خود بخود سب معلوم ہو جائیگا مگر اس طریق میں اول ہی قدم میں اسکی ضرورت ہے کہ اسکا مصداق بنجائے ؎

دررہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی

ایک اور مثال سمجھ لیجئے کہ ایک شخص ہے ولایتی اُس نے کبھی آم نہیں کھایا اسکو آم کی حقیقت بتلانا سخت دشوار ہے جس چیز سے بھی اُسکے ذائقہ کو تشبیہ دیجیئگا وہ ہرگز نہیں سمجھیگا اسکی صرف یہی ایک صورت ہے کہ آم ہاتھ میں دیکر کھا جائے کہ جو اسکا ذائقہ ہے خود کھا کر دیکھ لو اسی طرح اس طریق میں سمجھ لیجئیگا کہ تقریروں سے یا قیل و قال سے کچھ سمجھ میں نہیں آسکتا یہ تو کام کرنے سے معلوم ہوتا ہے اسمیں عقل کی بھی رسائی نہیں عقل کی رسائی نہ ہونیکو ایک مثال سے سمجھ لیجئے ایک شخص کھڑے پہاڑ پر جانا چاہتا ہے۔ گھوڑے پر سوار ہو کر چلا گھوڑے

عہ لیلیٰ کی طلب میں جان کو بہت سے خطرات ہیں۔ مگر راہ طلب میں پہلے قدم کی شرط مجنوں ہونا ہے ۱۲

کا کام دامن کوہ تک پہونچا دینے کا ہے آگے وہ نہیں جا سکتا۔ آگے دامن کوہ میں ایک کمند ہے اُس سے وہ راستہ طے ہوگا عقل گھوڑا ہے اُسکی ایک حد ہے اسکو آگے دخل نہیں اور جیسے گھوڑے پر سوار ہو کر ایسے پہاڑ پر جانا بے عقلی ہے اسی طرح یہاں عقل سے کام لینا بے عقلی ہوگا ایسی ہی عقل کو مولانا فرماتے ہیں ؎

آزمودم عقل دور اندیش را عہ بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

تو پھر تو اُسکی یہ حالت ہوگی ؎

او ست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد عہ مرعسس را دید و در خانہ نہ شد

صاحبو اس عقل سے جو کام لینے کا ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ پر اعتماد و انقیاد کا اپنے کو مکلف سمجھ لے آگے طرق جزئیہ انقیاد کے اسمیں عقل کا کام ہے کہ وحی کا اتباع کرے۔

(**ملفوظ**[۷۴]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھسے فرمایا تھا کہ جب نئی شادی ہوتی ہے تو سُسرال سے تعلق بڑھ جاتا ہے اور اندیشہ ہوتا ہے گھر والوں کے حقوق پامال ہونیکا تو اسکا خیال رکھنا ایسا نہ ہونا چاہئے۔

(**ملفوظ**[۷۵]) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت تھانہ بھون تہہ خانہ ہے دریافت فرمایا کیا مطلب ہے میں سمجھا نہیں۔ عرض کیا کہ آجکل دنیا میں جو مختلف چیزیں چل رہی ہیں اور آگ لگ رہی ہے (مراد تحریکات ہیں) یہاں آکر معلوم ہوتا ہے کہ کہیں بھی کچھ نہیں دریافت فرمایا اتنا اور فرما دیجئے کہ اس سے مراد آپ کی قصبہ تھانہ بھون ہے یا خانقاہ عرض کیا کہ یہ احاطہ خانقاہ مراد ہے فرمایا کہ جی ہاں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے یہ سب اپنے بزرگوں کی جوتیوں کا طفیل ہے ایک کونہ دبائے بیٹھے ہیں میں تو یہ شعر پڑھا کرتا ہوں ؎

ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست عہ جز بخلوت گاہ حق آرام نیست،

مگر اسپر بھی عنایت فرماؤں کی عنایات ہوتی رہتی ہیں۔

عہ میں نے عقل دور اندیش کو آزما کر دیکھ لیا (مگر راہ عشق میں بے کار ثابت ہوئی) اس آزمائش کے بعد اپنے کو میں نے دیوانہ بنالیا ہے ۱۲ عہ (بقول مجذوب کے) وہی دیوانہ ہے جو آپکا دیوانہ نہیں ۱۲۔

عہ دنیا کا کوئی کونہ بے درندوں اور (مختلف قسم کے) جالوں کے نہیں ہے۔ بجز خلوت گاہ حق کے کہیں راحت نہیں ۱۲

(ملفوظ ۵۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ کبائر میں مبتلا ہیں گناہوں کو اختیار کرتے ہیں انکو خوف اور خشیت کا استحضار نہیں بڑی ہی خطرناک بات ہے بعض اکابر کا قول ہے کہ قیامت میں ہر عمل کی ہیئت مشاہد ہوگی مثلاً کسی شخص نے کسی اجنبیہ عورت سے زنا کیا تھا ویسے ہی زنا کرتا ہوا قیامت میں نظر آئیگا اعمال سے ایک خاص ہیئت پیدا ہوجاتی ہے کبھی کبھی دنیا میں بھی بعض اہل اللہ اور خاصان حق پر وہ ہیئت منکشف ہوجاتی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا آپ نے اس شخص کو سنانے کیلئے فرمایا کہ بعض لوگ ہماری مجلس میں آتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر ایک بزرگ ہیں حضرت سید احمد کبیر رفاعی یہ بہت بڑے اولیاء کبار میں سے ہیں مگر حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی برابر مشہور نہیں ہوئے۔ بزرگوں کی باتیں بھی عجیب و غریب ہوتی ہیں۔ یہ بھی مختلف الاحوال ہوتے ہیں اسمیں ان حضرات کی شان مشابہ انبیاء علیہم السلام کے ہوتی ہے۔ ایکمرتبہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص مرید ہونے آیا فرمایا کہ بھائی تیری پیشانی سے شقاوت نمایاں ہے تجکو کیا مرید کروں وہ بیچارہ مایوس ہو کر لوٹ گیا۔ حضرت کا صورت دیکھکر فرمادینا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت پر ہیئت اعمال منکشف ہوئی ہوگی یہ شخص حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا صورت دیکھکر فرمایا کہ آؤ بھائی میں خود بھی ایسا ہی ہوں انکے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ انپر دونوں ہیئت منکشف ہوئیں شقاوت کی بھی اور اس سے آگے سعادت کی بھی۔ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کی تسلی و تشفی کی اور طریق میں داخل کر لیا چند روز میں اس شخص کو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی ہدایت فرمائی یہ شخص حضرت غوث الاعظم رح کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھکر فرمایا کہ آؤ بھائی میرے بھائی احمد کبیر کو اللہ نے ایسا تصرف دیا ہے۔ اس ہیئت کے منکشف ہونے پر ایک اور حکایت یاد آئی۔ ایک بزرگ ایک بستی پر سے گذرے اس بستی میں بھی ایک بزرگ تھے ان مقامی بزرگ نے ان بزرگ سے ملاقات کا عزم کیا اور ان کے پیچھے دوڑے ملاقات تو نہ ہوسکی مگر یہ معلوم ہوا کہ فلاں جگہ ان بزرگ نے نماز پڑھی ہے ان بزرگ کو خیال ہوا

کہ لاؤ نماز کی جگہ ہی کو دیکھیں دیکھا تو سجدہ میں ہاتھ کانوں سے پیچھے ہٹے ہوئے نظر آئے فرمایا کہ اس شخص کی نماز کی ہیئت خلاف سنت ہے یہ شخص بزرگ نہیں ہو سکتا۔ یہاں جیسے بصر سے ہیئت عمل کی نظر آگئی اسی طرح کبھی بصیرت سے نظر آجاتی ہے اسی سلسلہ میں ایک حکایت غالباً حضرت مولینا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے سنی ہوئی فرمائی کہ ایک بزرگ کو معلوم ہوا کہ فلاں بزرگ اس بستی میں آئے ہیں انھوں نے ارادہ کیا کہ آنے والے بزرگ سے ملاقات کروں وارد ہوا کہ مت ملو ان بزرگ نے خیال کیا کہ نہ ملنے کی کوئی وجہ نہیں یہ حدیث النفس ہے ملنا چاہئے اللہ کے بندہ ہیں مقبول ہیں انکی زیارت باعث سعادت ہے غرضکہ وارد کی خلاف کی اور ملنے کا پھر ارادہ کیا وارد میں پھر منع کیا گیا انھوں نے پھر ارادہ ملاقات کا کیا اور بالآخر ملاقات کیلئے چل دیئے چلتے میں ٹھوکر لگی گرے چلنے سے معذور ہو گئے بعد میں وجہ معلوم ہوئی کہ وارد میں جو منع کیا گیا تھا اسکا سبب یہ تھا کہ وہ بدعتی بزرگ تھے جنسے ملنے کو منع کیا گیا تھا اسپر فرمایا کہ واردات کی مخالفت معصیت تو نہیں مگر دنیاوی ضرر ضرور ہو جاتا ہے اور یہ ضرر اضطراراً تو نہیں مگر اختیاراً کبھی مفضی ہو جاتا ہے ضرر دینی کی طرف اور وہ ضرر دینی اسطرح پر ہوتا ہے کہ کسی معصیت کا وسوسہ ہوا اور اُس سے بچنے کیلئے کہ ہمت سے اُسکی مقاومت ہو سکتی تھی مگر طبعاً کسل ہو گیا اور اُس سے غباوت ہو گئی اسلئے اعمال میں کمی ہو گئی۔ اب اسمیں دو ہی صورتیں ہیں کہ پھر وہ عمل اگر واجب تھا تو خسران ہوا اور اگر واجب نہ تھا تو حرمان ہوا۔ ہے بڑا نازک راستہ بڑے ہی سنبھلکر چلنے کی ضرورت ہے

ملفوظ فرمایا کہ ایک کام کی بات یاد آئی یہ جو مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے فلاں بزرگ کی نسبت سلب کرلی۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب نے فرمایا ہے کہ نسبت قرب الٰہی کا نام ہے اسکو کوئی سلب نہیں کر سکتا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک چیز حق تعالےٰ بندہ کو عطا فرمائیں دوسرا کون ہے کہ جو اُس سے سلب کرلے حقیقت اسکی صرف یہ ہے کہ کسی تصرف سے کسی کیفیت نفسانیہ کو مضمحل کردے جس سے مشاغل کی جگہ غباوت مضرتیں مگر وہ اُسکا مقابلہ کر سکتا ہے لیکن اگر مقاومت نہ کی پھر اخلال عمل کے سبب اُسکا اثر نسبت تک بھی پہونچ جاتا ہے۔

(ملفوظ ۱۵) فرمایا کہ آجکل لوگ کیفیات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جو کہ غیر مقصود ہیں گو یہ کیفیات غیر مقصودہ لذیذ ہوتے ہیں ۔ جیسے مرچ ہے کہ تغذیہ میں غیر مقصود ہے مگر لذیذ ہے اور اب لوگ ان کیفیات کو مقصود سمجھکر گویا نری مرچوں ہی کا سالن کھاتے ہیں کیا حاصل ہوتا ہوگا نری آگ ہی آگ ہے ایسے ہی علوم غیر مقصودہ میں جیسے چکنے چپڑے مضامین ہوتے ہیں وہ علوم مقصودہ میں نہیں ہوتے اسکی بالکل ایسی مثال ہے دیکھئے اگر روپیہ کا سکہ خوبصورت نہ ہو تو پھر بھی چونسٹھ ہی پیسے چلیں گے اور یہ شیشہ کا ٹکڑا یا رانگہ کا ٹکڑا گو بہت چمکدار اور خوبصورت معلوم ہوتا ہے مگر بازار میں نہ چلیگا اسی طرح بازار آخرت میں کیفیات بالذات جو حقیقت کے اعتبار سے گویا شیشہ یا رانگہ کا ٹکڑا ہے نہیں چلیں گے ۔
اور اعمال جنکی حقیقت سکہ ہے یہ چلیں گے ایک اور مثال سے سمجھ لیجئے ایک شخص ہے اُس نے چمن لگایا اُسمیں قسم قسم کے پھول لگائے اُنہیں سینچا ایک بڑا خوبصورت اور گلزار چمن بن گیا اور ایک شخص ہے اُس نے دو بیگہ زمین لیکر اُسمیں گیہوں بوئے اب دیکھنے میں چمن بہت خوشنما ہے گلزار ہے اور گیہوں کا کھیت اُسکے سامنے خوشنمائی میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا مگر جسوقت ثمرہ کا وقت آئیگا یا کاٹنے کا تو اس چمن کی حقیقت گیہوں کے سامنے اس سے زیادہ نہ ہوگی جیسے ایک منہیار چوڑیوں کی گٹھڑی لگائے جارہا تھا ایک گنوار نے اُسمیں لاٹھی کا سرا مار کر پوچھا کہ ابے اسمیں کیا ہے اُس بیچارے نے کہا کہ چودھری ایک دفعہ اور مار دو پھر کچھ بھی نہیں ۔ اسی طرح اُس گیہوں کے کھیت کے سامنے یہ چمن کچھ بھی نہ ہوگا اُسوقت معلوم ہوگا کہ اُسکے سامنے یہ پھول خار ہیں اور یہ چمن اُجاڑ ہے غرضکہ اس چمن کی کچھ بھی حقیقت نہ ہوگی وجہ وہی ہے جو میں نے عرض کی مقصود اور غیر مقصود ہونے کا تفاوت تو انسان کو مقصود کام میں لگنا چاہئے اور غیر مقصود کے درپے نہ ہونا چاہئے اسی طرح اختیاری اور غیر اختیاری کے مسئلہ کو سمجھ لیا جاوے کہ اختیاری کاموں کو کرے اور غیر اختیاری کے درپے نہ ہو پھر دیکھنا اس طریق میں کیسی سہولت معلوم ہونے لگتی ہے کام کی باتوں میں عمر کا حصہ صرف کرو کیوں فضول اور بیکار باتوں میں اپنی عمر کے حصہ کو خراب اور برباد کرتے ہو ۔

(ملفوظ ۵۲) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بدعتی بھی بہت محنت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ خاک محنت کرتے ہیں اور اگر کرتے بھی ہوں تو مقصود زیادہ محنت پر تھوڑا ہی موقوف ہے اول تو اُن کے یہاں محنت ہے ہی نہیں محض حکایات ہی حکایات ہیں اسمیں کچھ کرنا نہیں پڑتا اور طریق صحیح میں کرنا پڑتا ہے اور اگر کچھ محنت کرتے بھی ہیں تو انکی اس محنت کا ثمرہ آخرت میں تو تصلیٰ نارًا حامیۃ[عہ] ہے اور دنیا میں عاملۃ ناصبۃ[عہ]۔

(ملفوظ ۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عارفین نے تو عبادت کی لذت کے قصد سے بھی پناہ مانگی ہے۔ اگر ساری عمر گذر جائے اور کوئی لذت ان کو نہ آئے وہ اسپر بھی راضی ہوتے ہیں ایک بزرگ پہاڑ میں رہتے تھے ایک اور بزرگ ان سے ملنے گئے دیکھا کہ دعا میں مشغول ہیں اسوقت نہیں ملے اس خیال سے کہ مشغول مع اللہ تھے یہ یاد رکھنے کی بات ہے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مشغول مع اللہ کو بلا ضرورت اپنی طرف مشغول کرنے سے حق تعالیٰ کی ناخوشی کا اندیشہ ہے بلا ضرورت کی قید سے میں نے اس میں توسیع کر دی ہے اگر ضرورت ہو وہ مستثنیٰ ہے خیر وہ بزرگ یہ دعا مانگ رہے تھے کہ الٰہی تفویض کی لذت سے بھی پناہ مانگتا ہوں بعض لوگ تفویض اسلئے اختیار کرتے ہیں کہ اُسمیں راحت ہے جو ایسا کرتے ہیں انھوں نے تفویض کا حق ادا نہیں کیا۔ تفویض اس نیت سے ہونا چاہئے کہ یہ حق تعالیٰ کا حق ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر تفویض شکر کی نیت سے کیجائے فرمایا کہ یہ باتیں (اپنے عمل اکرنے سے سمجھ میں آتی ہیں بتلانے سے سمجھ میں نہیں آتیں۔

(ملفوظ ۵۴) ایک خط کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ منجملہ میری اور بے مروتیوں کے ایک بے مروتی یہ بھی ہے کہ میں جواب میں سائل کی خواہش کی رعایت نہیں کرتا صرف خود اسی سائل کی مصلحت کی رعایت کرتا ہوں میں نے لکھدیا ہے اور بتلا دیا ہے کہ ابھی اسکی تحقیق کا وقت نہیں جب کچھ کام کرلوگے تب جواب میں لطف آئیگا اور اب تو مجھکو سوال ہی میں مزہ نہیں آیا تمکو جواب میں کیا مزہ آویگا یہی وجہ ہے کہ میں بغرض تربیت آنے والوں کیلئے قید لگا دیتا ہوں کہ بولا مت کرو اسلئے کہ بدون ذوق کے بولنا مناظرہ کی سی صورت اختیار کر لیتا ہے اور یہ

عہ اور آتش سوزاں میں داخل ہونگے ۱۲ عہ (بوجہ مصیبت جھیلنے کے بہت تھکے) خستہ ہوں گے ۱۲۔

اس طریق میں بیحد سخت مضر ہے یہ وہ اصول ہیں کہ طالب علمی مباحثے قیامت تک حل نہیں ہو سکتے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عام پیروں کے یہاں تو یہ معاملات اور اصول ہیں نہیں صرف آپکے یہاں ہیں اسلئے کہا جاتا ہے کہ حضرت کے مزاج میں درشتی ہے تبسم فرما کر مزاحًا فرمایا کہ تین نقطہ الگ کر دئے جائیں یعنی درستی ہے فرمایا کہ آجکل کے اکثر پیروں کی تو یہ کیفیت ہے مثال تو فحش ہے مگر ہے منطبق وہ یہ ہے کہ میری اور دوسروں کی بالکل ایسی مثال ہے کہ جیسے رنڈی اور گھرستن کی طالبوں کے جمع کرنے کی جتنی تدابیر رنڈی کرتی ہے اور قسم قسم کے روپ بدلتی ہے پھنسانے کیلئے اور نائکہ سے کہتی ہے اسکو لاؤ اسکو لاؤ۔ گھرستن نہیں کرسکتی اور اسمیں ایک استغنا کی شان ہوتی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

زیر بار ند درختاں کہ ثمرہا دارند ؎ اے خوشا سرو کہ از بندغم آزاد آمد

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند ؎ دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد

(**ملفوظ ۵۵**) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ جاہدوا سے مراد غور فکر دعا و التجا سعی و کوشش حق تعالیٰ کے سامنے الحاح وزاری تواضع و خاکساری یہ چیزیں پیدا کرو رونا اور چلانا شروع کرو نخوت اور تکبر کو دماغ سے نکالکر پھینکدو اسکے بعد وصول میں دیر نہیں لگتی ذرا بطور امتحان ہی کے کر کے دیکھ لو مولانا فرماتے ہیں ؎

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ ؎ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

اور محض علمی تحقیقات مسکت ہیں مسقط نہیں اس سے شبہات ساقط نہیں ہوتے مخاطب ساکت ہو جاتا ہے اسکا طریقہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ پھر یہ حالت ہو گی ؎

ہر کجا پستی ست آب آنجا رود ؎ ہر کجا مشکل جواب آنجا رود

عہ زیر بار ہیں وہ درخت جو پھل دار ہیں، مبارک ہو سرو کو کہ قید غم سے آزاد ہے ۱۲۔ عہ تمام محبوب محتاج زیور کے ہیں اور ہمارے محبوب کا حسن حسن خداداد ہے ۱۲۔ عہ جو لوگ ہماری طلب میں کوشش کرتے ہیں ہم اون کو اپنی راہ کی ہدایت کر دیتے ہیں ۱۲۔ عہ بہت بڑا محقق اور عالم فاضل بننا۔ طریق وصل میں کام آمد نہیں بادشاہ (حق تعالیٰ) کا فضل شکستہ دل ہی کی دستگیری کرتا ہے ۱۲۔ عہ پانی نشیب ہی کی طرف جاتا ہے مشکل جیسی آئے بری ہی اوس کا حل معلوم ہوتا ہے۔ جہاں درد ہوتا ہے دوا وہیں پہونچتی ہے۔ جہاں مرض ہوتا ہے شفا وہیں ہوتی ہے

۱۲ ۔ ÷ ۔

ہر کجا دردے دوا آنجا رود　ہر کجا رنجے شفا آنجا رود

بغیر اس حالت کے پیدا ہوئے کامیابی مشکل ہے۔ مولینا فرماتے ہیں ؎

تانہ گرید طفل کے جوشد لبن　تانہ گرید ابر کے خندد چمن (ع)

ذرا تم خاکساری پیدا کر کے دیکھو اعتقاد سے نہیں امتحان ہی کے لئے سہی۔ مولینا فرماتے ہیں

؎ سالہا تو سنگ بودی دلخراش　آزموں را یک زمانے خاک باش (عہ)

در بہاران کے شود سرسبز سنگ　خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

۲۹ شعبان المعظم ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۵۶) فرمایا کہ منجملہ اور معمولات کے میرا ایک یہ بھی معمول ہے کہ قرض کی یادداشت کیلئے ایک کاپی الگ بنا رکھی ہے جسکو قرض دیتا ہوں اس میں لکھ لیتا ہوں اور جو پرچہ کے ذریعہ سے لیتا ہے وہ پرچہ بھی محفوظ رکھتا ہوں اور وصول ہونے پر پرچہ واپس کر دیتا ہوں اور اس رقم کو باقساط ادا کرنے والیکے سامنے اسمیں وصول لکھ لیتا ہوں اور اسکو دکھا دیتا ہوں کہ دیکھیے یہ وصول لکھ لیا ہے اسمیں بڑی مصلحت ہے ہر دو طرف اطمینان ہو جاتا ہے جو کام اصول کے ماتحت ہوگا اسمیں کبھی الجھن یا پریشانی نہ ہوگی آجکل بد انتظامی کا نام بزرگی رکھ رکھا ہے۔

(ملفوظ ۵۷) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ مدرسہ ...... میں ممبران کی کمیٹی قائم ہے اور کثرت رائے سے فیصلہ ہوتا ہے اور انکو سواد اعظم سے تعبیر کرتے ہیں اس کمیٹی کو بہ جمہوریت قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا سواد اعظم سے مراد تو بہ حق اعظم ہے یعنی نورِ شریعت جس جماعت میں ہو (اگرچہ وہ قلیل ہی ہو) مگر لوگوں کو ایسی ہی باتوں میں سواد (مزہ) آتا ہے۔

(ملفوظ ۵۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مدرسہ ...... کے ممبران کی نسبت (جنہوں نے ایک فضول تحریر سے رنج دیا تھا) میں نے نیت کر لی ہے کہ جس جس کا خط آئیگا جتلاؤنگا ضرور

عہ جب تک بچہ روتا نہیں (پستان مادر میں) دودھ جوش نہیں کھاتا۔ جب تک ابر رو (برستا) نہیں چمن میں شادابی کہاں ہوتی ہے ۱۲۔ عہ برسوں تو سخت تھا کا پتھر بنا ہوا بطور امتحان کے چند روز کے لئے خاک بن جا۔ موسم بہار میں پتھر تو سرسبز نہیں ہوتا خاک ہو جاتا کہ رنگ رنگ کے پھول (تیرے اندر) کھلیں۔

کہ مجھکو رنج ہے اور خدانخواستہ مجھکو بغض نہیں کینہ نہیں عداوت نہیں ہاں رنج ضرور ہے اسکو ظاہر کرونگا فرمایا بعض اوقات کسی سے اتنا انتقام لے لینا اچھا ہے اس سے دل صاف ہو جاتا ہے مگر زیادہ پیچھے پڑنا نہ چاہیئے۔

(ملفوظ ۵۹) فرمایا ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ پیر کو سب باتوں کا علم ہونیکا جسکا عقیدہ ہو وہ شخص کافر ہوا یا کیا. بہت سے لوگ اُسکی اقتدا سے باز رہتے ہیں (جواب) ایسے مضمون کے جواب کیلئے کارڈ کافی نہیں. پھر اس ہی سلسلہ میں فرمایا کہ کسی امام کے متعلق سوال معلوم ہوتا ہے اماموں کے پیچھے لوگ ہاتھ دھو کر پڑے رہتے ہیں. اگر لفافہ جواب کیلئے بھیجیں گے تب کان کھولونگا کارڈ پر ایسے سوالات کا جواب میں نہیں دیتا ہوں اسلئے کہ اسمیں میرا مضمون تو ہوگا اُن کا نہیں ہوگا اُسکی تعیین اُن کے زبان پر ہوگی. اور لفافہ میں میرا اُن کا دونوں کا مضمون ہوگا کسی کو دکھلائیں گے تو وہ سمجھ تو لیگا کہ ایسے سوال پر جواب ہے لوگ بڑی بڑی ترکیبوں اور چالاکیوں سے کام لیتے ہیں. اور اصل تو یہ ہے کہ اوروں کی فکر میں کیوں پڑے آدمی اپنا ایمان سنبھالے۔

(ملفوظ ۶۰) فرمایا ایک صاحب کا خط آیا ہے اسمیں آنیکی اجازت چاہی ہے. دو مہینہ قیام کو لکھا ہے اس قیام میں اصلاح نفس چاہتے ہیں. کوئی ان سے پوچھے کہ کتابیں کتنے دنوں میں پڑھی ہیں کچھ تو نسبت ہونی چاہیئے. اور اب تو میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ ایک مدت تک خاموش رہنے کی شرط پر یہاں رہ سکتے ہو اسمیں مجھکو بھی راحت ہے ان کو بھی ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہاں پر خاموش رہنے میں بڑا نفع ہے فرمایا بیشک بہت نفع ہے مگر اسکی قدر تو اہل فہم ہی کر سکتے ہیں کج مغز اور بدفہم تو اسکو الٹا سمجھیں گے خیر سمجھا کریں. جو چیز مفید ہے اور طرفین کی راحت بھی اُس ہی میں ہے کیوں اُسکو چھوڑا جائے۔

(ملفوظ ۶۱) فرمایا ایک خط آیا ہے لکھتے ہیں کہ پانچسو مرتبہ ذکر کی اجازت ملی تھی فرصت نہ ملنے کی وجہ سے نہیں کر سکا اور کوئی وظیفہ بتلا دیں اس سلسلہ میں فرمایا کہ اس بے حسی کو دیکھئے دوسرے شخص کی طبیعت پر کیونکر اثر نہ ہو کیونکر تغیر نہ ہو اول تو اب بھی اوراد ہی کی خواہش کی میرا جو خیال ہے کہ لوگ اوراد میں زیادہ مبتلا ہیں بمقابلہ اعمال کے وہ صحیح ہے کچھ نہیں فہم

کا خبط ہے چاہتے ہیں کہ جو ہماری چاہے مصلح اسکا اتباع کرے مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا اور پیر بہت ہیں جو مرضی کے موافق اوراد اور عملیات بتلا ئیں اُن سے تعلق پیدا کر و یہ تو اچھی خاصی غلامی ہے یہ قدر کی تعلیم کی لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یہ لوگ تعلق رکھنے کے قابل نہیں بالکل بد فہم بد عقل ہیں جب آدمی کو طلب ہو کیوں تو خود پریشان ہو اور کیوں دوسرے کو پریشانی میں مبتلا کرے کوئی بلانے گیا تھا۔ دوسرے اس سے قطع نظر جب پہلے ہی وعدہ کیا نہیں نباہ سکے تو اس ہی کی کیا امید ہے کہ اب جو بتلایا جائیگا اسکے لئے فرصت ملجائیگی۔ بدون کسی خرچ کے تعلیم ہو گئی ہے اسلئے قدر نہیں ہوئی۔ اسی لئے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی کتاب مفت مت دو دو چار پیسہ ضرور لے لیا کرو قدر تو ہوگی کتاب کی اور اس وجہ سے دیکھ بھی لیں گے کہ صرف ہوا ہے وصول کرنا چاہئے واقعی بڑے کام کی بات فرمائی مفت کی چیز کی قدر نہیں ہوتی۔

(**ملفوظ ۶۲**) ایک مولوی صاحب نے بوقت رخصت مصافحہ کیا حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اسقدر جلد واپسی عرض کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب پھر حاضر خدمت ہونگا فرمایا اسکی ضرورت نہیں جو مناسب اور مصلحت ہو اسپر عمل کیا جائے یہ تو میں کبھی طبعاً عرض کر دیتا ہوں باقی اصل مسلک عقلاً یہی ہے کہ جسمیں مصلحت اور راحت ہو وہ کرو فرمایا کہ اس پر یاد آیا بعض لوگ راحت کی پروا نہیں کرتے یہ غضب کرتے ہیں کہ کھانے پر اصرار کرتے ہیں کہ اور کھالو سفر میں مجھکو اکثر اتفاق ہوا کہ مجھ سے کھانے کیلئے اصرار کیا گیا میں نے کہا کہ اگر مجھکو کوئی تکلیف ہوگئی تو بھگتنی تو مجھکو ہی پڑیگی آپکا کیا بگڑیگا کیا آپ تکلیف کو بٹا لیں گے اور بٹا ہی کیا سکتے ہیں زیادہ سے زیادہ آپ نمک سلیمانی یا کوئی چورن لا دینگے پھر کوئی کچھ نہ بولتا تھا۔

(**ملفوظ ۶۳**) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شریفہ بھی میوہ جات میں اچھی چیز ہے۔ اور ممکن ہے کہ حضرت کی کھانسی کیلئے مفید ہو وہ لانا چاہتے تھے۔ مزاحاً فرمایا کہ اگر آپ لائیں تو کسی شریف کو لائیے شریفہ کو نہ لائیے دو ہی (منکوحہ) بہت ہیں کوئی فوج تھوڑا ہی جمع کرنا ہے۔ اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ میں نے تو اسکو بھی اپنے وقف نامہ میں لکھدیا

ہے کہ اگر میں تیسرا نکاح کروں تو اسکے متعلق یہ وصایا ہیں ایک صاحب نے عرض کیا کہ کیا تیسرا نکاح بھی ہونے والا ہے فرمایا کہ تقدیر کا حال کسکو معلوم ہے احتیاط کی بناء پر لکھدیا ہے بعض چیزوں کا احتمال بھی نہیں ہوتا مگر جب قدر غالب ہوتی ہے وہی ہوجاتا ہے حضرت کسکو خبر ہے کیا ہونیوالا ہے۔

(ملفوظ ۶۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے میرے متعلق یہ رائے ظاہر کی کہ اس شخص میں یہ بات کھٹکتی ہے کہ مزاح بہت ہے ایک شخص نے ان صاحب سے سوال کیا کہ کیا مزاح معصیت ہے کہا کہ نہیں مگر مجھکو اچھا نہیں معلوم ہوتا ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر یہ معترض صاحب عالم ہیں تو حدیث میں کیا کرینگے فرمایا کہ یہ فرق کیا ہوگا کہ وہاں کثرت نہ تھی یہاں کثرت ہے فرق تو ہوسکتا ہے۔

(ملفوظ ۶۳) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے تین سال کے بعد لکھا ہے کہ آپ خواب میں آئے اسوقت سے قلب بے چین ہے اسوجہ سے یہ خط لکھ رہا ہوں۔ فرمایا کہ ماشاء اللہ یہ داعی ہے خط بھیجنے کا استغفر اللہ لوگ طریق کی حقیقت سے بالکل بے خبر ہیں اب میں خشک جواب دونگا تو یہ ہی بدنامی کا سبب ہوجائیگا کہیں گے سخت مزاج ہے انکی نرم مزاجی کو کوئی نہیں دیکھتا۔

(ملفوظ ۶۴) ایک بہت طویل خط آیا اسمیں حضرت والا کے فیوض و برکات کا ذکر تھا۔ جواب میں تحریر فرمایا کہ سب ٹھیک ہے جبکہ دوسری جگہ نہ دیکھی ہو۔ اسی خط میں لکھا تھا کہ میں حج کو جارہا ہوں دعاء فرمائیے کہ حجر اسود کے بوسے کے وقت حالت دگرگوں نہو (جواب) اگر ایسی دگرگوں ہو کہ جگر خون ہو یہ تو مطلوب ہے۔

(ملفوظ ۶۵) فرمایا کہ آجکل احکام میں حکمتیں اور اسرار ڈھونڈنے کے بہت لوگ دلدادہ ہیں یہ سب جدید تعلیم کا اثر ہے اور اسی کی خرابی ہے۔ اسی طرح شیخ کی تعلیم کے راز اور اسرار کے درپے ہوتے ہیں ایسے لوگ کچھ حاصل نہیں کرسکتے ہمیشہ محروم رہیں گے دیکھئے اگر کسی سے محبت ہوجاوے تو اسکے احکام میں اسکی تجویزات میں ذرہ برابر بھی مصلحت نہیں ڈھونڈی جاتی تو کیا خدا تعالیٰ کا اتنا بھی حق نہیں۔

(ملفوظ ۶۸) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے بہت ہی لمبا چوڑا مگر حاصل کچھ نہیں اپنی بیماری کے حالات لکھے ہیں اور جو وظائف پڑھتے ہیں اُنکی تفصیل لکھی ہے اور یہ لکھا ہے کہ میں نے حکیم صاحب سے عرض کیا تھا انہوں نے غسل کو منع کر دیا ہے کہ پانی استعمال مت کرو اس سب کے بعد لکھتے ہیں اب حضور بھی کچھ عنایت فرمائیں (جواب) کچھ سے کیا مطلب۔ پھر لکھتے ہیں کہ ایک شجرہ بھی عنایت فرما دیں (جواب) اگر اُسکا ثمرہ ہو۔

(ملفوظ ۶۹) فرمایا کہ لوگ سنتے تو بہت ہیں مگر میرے ان اصولوں کی وجہ سے مجھ سے خفا بھی ہیں برا بھلا بھی کہتے ہیں۔ ہم بھی اُسکے جواب میں کچھ کہہ دیتے ہیں سامنے ہوتے ہیں ڈانٹ ڈپٹ کر لیتے ہیں اس پر بھی اگر کسی نے گڑبڑ کی تعلق چھوڑ دیتے ہیں غرض ہم لوگ تو ہر طرح آزاد رہ سکتے ہیں مگر حضرات انبیاء علیہم السلام کا یہ درجہ تھا کہ سب کچھ سنتے تھے اور سب کچھ سہتے تھے اور پھر تبلیغ فرماتے تھے کیا ٹھکانا ہے اس ظرف کا اس سے معلوم ہوتی ہے ان حضرات کی شان۔

(ملفوظ ۷۰) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے اسمیں لکھا ہے کہ آپ تو مرشد داسلام ہیں اس پر بطور مزاح حضرت والا نے فرمایا کہ ارے یار کہیں پڑوا مت دینا اس قسم کے الفاظ لکھنا بھی ایک رسم ہے۔

(ملفوظ ۷۱) فرمایا جب کوئی کام اچھا ہو جاتا ہے بحمد اللہ کبھی میرے قلب میں وسوسہ تک نہیں آتا کہ یہ میں نے کیا بلکہ اُسوقت اپنے بزرگ یاد آتے ہیں اور یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ سب اُنہیں حضرات کی جوتیوں کا صدقہ ہے اور یہ شعر پڑھا کرتا ہوں ؎

عہ این ہمہ مستی و مدہوشی نہ حد بادہ بود — با حریفاں آنچہ کرد آں نرگس مستانہ کرد

بات یہ ہے کہ مجھکو دعائیں بہت ملی ہیں اور ہر قسم کے بزرگوں کی دعائیں ملی ہیں یہ سب اُنکے ثمرات ہیں اُن میں بعضے وہ بھی تھے جو بدعتی کہلاتے تھے مگر تھے اللہ اللہ کرنے والے اُنکی بھی دعائیں لی ہیں وہ بدعتی بزرگ بھی ایسے نہ تھے جیسے اب ہیں اُنمیں تدین تھا البتہ فسق و فجور میں مبتلا ہیں۔

عہ ایسی مستی اور مدہوشی شراب کا اثر نہیں تھی مستوں پر جو اثر کیا ہے ساقی کی اُس چشم مست نے کیا ہے۔

یکم رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ،

(ملفوظ ۹۲) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجھکو بچپن کی بات یاد ہے کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ پورا سفر شرعی چھتیس میل کا ہوتا ہے اب جو میں نے اسکو بعض احباب سے نقل کیا تو انہوں نے یہ کہا کہ تمکو غلط یاد ہے چھتیس کوس کا سفر شرعی ہوتا ہے غالباً حضرت کو سنا ہوا یاد ہوگا فرمایا یہی ٹھیک ہے ہمارے اکابر یہی فرمایا کرتے تھے کہ چھتیس کوس یعنی اڑتالیس میل انگریزی کا سفر شرعی ہوتا ہے اور یہی اپنا عمل ہے معلوم نہیں چھتیس میل آپکو کیوں یاد رہا۔

(ملفوظ ۹۳) ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ فقہا بھی اپنی تحقیقات پر ضابطہ کے دلائل بیان کرتے ہیں مگر مثال ان دلائل کی ایسی ہے جیسے آنکھوں والا عصا لیکر چلے تو اس کا چلنا عصا پر موقوف نہیں فقہا کو حق تعالیٰ نے آنکھیں عطا فرمائیں تھیں جسکو ذوق اجتہادی کہتے ہیں ان کو ضرورت ان عصاؤں کی نہ تھی مگر ہمکو ضرورت ہے ہماری مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا ہے اُسکا مدار ہی عصا پر ہے اگر وہ عصا لیکر نہ چلے تو وہ خندق ہی میں گرے وہ ہم ہیں۔

(ملفوظ ۹۴) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا تھا اسمیں دریافت کیا تھا کہ فلاں بی بی میری عزیزہ جو عمر رسیدہ ہیں میرے ساتھ حج کو جانا چاہتی ہیں میں انکو اپنے ہمراہ لیجا سکتا ہوں میں نے لکھدیا ہے کہ جب تک کوئی محرم ہمراہ نہ ہو جائز نہیں۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ سفر میں عورت کو تنہا جانے سے جو منع کیا گیا ہے اسکی وجہ خلوت معلوم ہوتی ہے فرمایا نہیں بلکہ یہ وجہ ہے کہ سفر میں موقع بہت ملتا ہے فساد کا دور دور تک کوئی امداد کرنیوالا نہیں ہوتا۔ محرم کے ساتھ ہونے سے خود عورت کے قلب میں بھی ایک قسم کی قوت ہوتی ہے کہ اگر کوئی بات پیش آئی تو آواز دینے پر موجود ہو سکتا ہے اور خبر لے سکتا ہے اور حضرت یہ حکمتیں اور علل تو ہم گھڑ رہے ہیں اصل چیز تو شریعت کا حکم ہے اگرچہ کوئی بھی حکمت ہماری

سمجھ میں نہ آئے میں سچ عرض کرتا ہوں کہ ایسے حکم اور اسرار اور نکتے بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے ان عقل اور حکم کی عادت سے یہاں تک نوبت پہونچ جاتی ہے کہ مہمل باتوں سے بھی دلچسپی ہونے لگتی ہے جیسے ایک ہندو نے مظفر نگر میں اپنے لیکچر میں بیان کیا تھا کہ جب تک ہم میں اتفاق نہ ہوگا کامیابی نہیں ہو سکتی پھر کہا کہ معلوم بھی ہے ہم کے کیا معنی ہیں ہم کے معنی ہیں ہندو اور مسلمان ہا سے مراد ہندو اور میم سے مسلمان پھر بیان کیا کہ ہمارے ہندو بھائی ناخوش نہ ہوں کہ ہا تو چھوٹی سی ہے اور میم لمبا ہے تو تم نے مسلمانوں کو بڑا بنا دیا بات یہ ہے کہ ہندو تو ہندوستان ہی کے اندر اندر ہیں یہ کہیں باہر سے نہیں آئے اور مسلمان عرب وغیرہ سے آئے ہیں انکی مسافت بہت لمبی ہے تو میم کا بڑا ہونا انکی مسافت کا بڑا ہونا ہے مگر اُس نے یہ نہ سوچا کہ اگر مسلمان یہ شبہ کرنے لگیں کہ لفظ ہم میں ہا کو میم کے سر پر سوار کیا گیا ہے تو ہندوؤں کو فوقیت دیدی تو اسکا کیا جواب دونگا البتہ اگر میم کو ہا سے الگ لکھا ہوتا تو یہ فوقیت کا سوال نہ ہوتا مگر یہ سوال ہو کہ ایسا کیوں نہیں کیا گیا۔ شاید اُسکا یہ جواب دیا جاتا کہ اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کیلئے باہم خلط کی ضرورت ہوئی اسوجہ سے ایسا کیا گیا یہ اسرار ہیں رموز ہیں نکات ہیں خرافات واہیات جنکے نہ سر نہ پاؤں لیکن لوگ ہیں کہ ایسی بیہودہ باتوں پر لٹو ہیں اور یہ سُنکر اور حیرت ہوئی کہ مسلمان بھی اس بیان کے مداح تھے استغفر اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ۔

ملفوظ: ایک مولوی صاحب کا طویل خط آیا جسکے اکثر مضامین مقصود سے زائد تھے حضرت والا نے اُسکے جواب میں تحریر فرمایا کہ علوم غیر مقصودہ کی جب آپ نے اتنی قدر کی ہے تو علوم مقصودہ کی تو اور بھی زیادہ قدر کرینگے اسپر فرمایا کہ انھوں نے ایک صاحب کہ وہ مجھ سے روایت کرتے تھے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ان علوم کا غیر مقصود ہونا بھی ثابت کر دیا پھر ایسے لطیف عنوان سے۔ اسکے بعد فرمایا میرا بھی بڑا ہی جی خوش ہوا کہ وہ سمجھ گئے اور میرے جواب کی قدر کی اگر آدمی میں سلامتی طبع ہو اور طلب بھی ہو تو سمجھ آجانا مشکل کیا ہے اگر آدمی میں فہم سلیم ہو اور خلوص کے ساتھ طلب ہو بڑے سے بڑے مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں اور راہ نکل آتی ہے ۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ موت کے وقت تو بہت سے خطرات قلب میں آسکتے ہیں مگر مضر صرف وہی خطرات ہیں کہ جو اپنے قصد سے اختیار کئے ہوں اور جو بلا قصد اور بلا اختیار ہوں وہ مضر نہیں یہ خطرات میں تفصیل ہے۔ باقی سب سے زیادہ سخت جو چیز اس وقت خطرناک ہے حب دنیا ہے۔ اور وجہ اسکی یہ ہے کہ دنیا میں جیسا انہماک ہوتا ہے اور اسکی محبت ہوتی ہے تو اسکے چھوٹنے کے وقت جو کہ موت کا وقت ہوتا ہے زیادہ اندیشہ ہے کہ چھوڑانے والے سے عداوت نہ پیدا ہو جائے جو کفر ہے۔ اسکا بہترین علاج یہ ہے کہ اسکو مغلوب کرتا رہے اسکے خلاف کا استحضار کرتا رہے پھر انشاء اللہ تعالیٰ کوئی مضرت یا اندیشہ نہ ہوگا۔ ویسے مسلمان اعتقاداً تو دنیا کو برا سمجھتا ہی ہے مگر اس اعتقاد کو استحضار کے درجہ تک پہونچا دینا چاہئے اور یہ بہت کم ہوتا ہے کہ موت کے وقت ایمان سلب ہوتا ہو جنکا سلب ہوتا ہے وہ پہلے ہی سے ہو چکتا ہے اسوقت ظہور ہو جاتا ہے ہر مسلمان کو اسوقت کی فکر ہونا چاہئے بالخصوص اپنے قلب کو محبت دنیا سے بالکل خالی رکھنا چاہئے۔

یکم رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ) فرمایا کہ ایک صاحب چینی یہاں پر مہمان ہیں بیچارے حاجتمند ہیں مجھسے کہتے تھے کہ خطاب عام کی صورت میں کچھ لکھدیا جاوے میں نے کہا کہ مجھے انکار نہیں مسودہ لکھکر آپ مجھے دیدیں میں آپکو اپنی عبارت میں نقل کر کے دیدونگا اس سے پہلے ایک خاص شخص سے ایک سفارش کرنے کو کہتے تھے۔ اس سے میں نے صاف انکار کر دیا اور کہدیا کہ یہ میرے معمول اور مسلک کے خلاف ہے آجکل خط خاص کی صورت میں سفارش کرنیکو میں پسند نہیں کرتا اس سے دوسرے پر بار ہوتا ہے میں اسکو گوارا نہیں کرتا بعض مرتبہ لوگ ان باتوں کی وجہ سے خفا ہو جاتے ہیں خفا ہوتے ہیں ہوا کریں میں اپنے تجربات اور مسلک کو ان کی وجہ سے کس طرح چھوڑ دوں۔

(ملفوظ) فرمایا کہ ایک صاحب نے مبہم خط لکھا تھا میں اسکا حاصل نہ سمجھ سکا میں نے اس پر

لکھا تھا کہ گول بات لکھی ہے میں سمجھ نہیں کہ مطلب تمہارا اس سے ہے کیا صاف لکھو۔ آج جواب میں لکھتے ہیں کہ میں خود گول ہوں اسلئے میری بات بھی گول ہے صاف نہیں۔ فرمایا کہ ایسے کوڑ مغزوں سے پالا پڑتا ہے اسمیں میری کیا مصلحت تھی اُن کی ہی مصلحت تھی جس بات کو میں سمجھا ہی نہیں اس کا جواب کیا دوں اسلئے لکھا تھا کہ صاف لکھیں گے میں سمجھکر اُسکا جواب دونگا اب فرمایئے مجھکو سخت کہتے ہیں آخر میں نے اسمیں کونسی سختی کی تھی جب ایک بات کو میں سمجھ ہی نہیں تو اُسکا جواب کیا دیتا بد فہمی بھی بُری چیز ہے اللہ بچائے ایسی بد فہمی اور کم عقلی کے متعلق فرمایا کہ میری عادت ہے کہ جو خط آتا ہے اُسی مضمون پر خط کھینچکر جواب لکھدیتا ہوں اسپر ایک شخص نے لکھا تھا کہ میرے ہی خط پر آپنے لکھدیا میری بڑی اہانت کی فرمایا کہ بندۂ خدا میں نے تو اعانت کی اہانت نہیں کی ایسے ایسے خوش فہم دنیا میں آباد ہیں۔

(ملفوظ ۷۹) فرمایا کہ نفس بھی عجیب چیز ہے اتباع ہوی کو کبھی کبھی اتباع سنت کے رنگ میں دکھاتا ہے اسکا ایسا لطیف کید ہوتا ہے کہ اتباع ہوی کو یہ سمجھتا ہے کہ میں اتباع سنت میں مشغول ہوں صاحبو یہ تو آسان ہے کہ انسان یہ کہے کہ میں مؤمن ہوں مگر سنت کا دعوی بڑا مشکل ہے اُسوقت ان دونوں میں فرق کرنا محقق اور عارف ہی کا کام ہے اس ہی لئے ضرورت ہے کہ اپنے حالات کی اطلاع اپنے مربی کو کرتا رہے وہ اپنے تجربات و بصیرت کی بنا پر اسکی رہبری کریگا اور اسکو تمام سخت سے سخت گھاٹیوں سے لیکر گذر جائیگا۔

(ملفوظ ۸۰) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کو اپنے متعلقین سے بیحد محبت ہے امید ہے کہ حضرت آخرت میں اسی طرح یاد رکھیں گے اور پہچان لیں گے۔ فرمایا کہ محبت کا دعوی تو بہت بڑی چیز ہے یوں کہئے تو آپ پوچھ سکتے ہیں کہ اپنے دوستوں کیلئے دعا بھی کرتا ہے۔ مجھکو اپنے دوستوں کی حالت کی معرفت ہی نہیں اور محبت فرع ہے معرفت کی اور معرفت اس لئے نہیں کہ اپنی حالت خود ہی کو خوب معلوم ہوتی ہے اسلئے میں محبت کا دعوی نہیں کرتا یہ بڑی چیز ہے ہاں خیر خواہی کا دعوی کرتا ہوں کہ اپنے دوستوں کا خیر خواہ ضرور ہوں۔

(ملفوظ ۸۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل لوگوں کی عجیب حالت ہے ذرا کوئی نیک

کام کیا الہام اور وحی کے منتظر ہو جاتے ہیں کہ شاید کوئی آواز آسمان سے آئے گی۔ یا اپنی کسی حاجت دنیاوی کے واسطے دعاء کرتے ہیں اب منتظر ہیں کہ کوئی بشارت قبولیت کی آئیگی کیا خبط ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کیلئے بددعاء کی تھی اور اسپر اجیبت دعوتکما[۱] بھی فرمادیا گیا تھا مگر موسیٰ علیہ السلام کی دعاء کی اس قبولیت کا ظہور چالیس برس بعد ہوا تھا۔ بڑی ہی دلیری کی بات ہے کہ ادھر دعاء کی اور ادھر مستعجلانہ انتظار۔ یہ بات تو انبیاء علیہم السلام کیلئے بھی نہیں ہوئی جنکی شان یہ تھی کہ مستجاب الدعوات تھے، اس دلیری پر یاد آیا ایکمرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آئے اور عرض کیا کہ ایسا وظیفہ بتلا دیجئیگا کہ خواب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے حضرت نے فرمایا کہ آپکا بڑا حوصلہ ہے ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ روضۂ مبارک کے گنبد شریف ہی کی زیارت نصیب ہو جائے اللہ اکبر کسقدر شکستگی و تواضع کا غلبہ تھا اسپر حضرت والا نے فرمایا یہ سنکر ہماری آنکھیں کھل گئیں حضرت کی عجیب شان تھی اس فن کے امام تھے ہر بات میں شان محققیت و حکمت ٹپکتی تھی یہ ہی وجہ ہے کہ حضرت کے خادموں میں سے کوئی محروم نہیں رہا ہر شخص کی اصلاح و تربیت اسکی حالت کے مطابق فرماتے تھے اسی تواضع کو مولانا فرماتے ہیں ؎

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ[۲] — جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ
ہر کجا پستی است آب آنجا رود — ہر کجا دردے شفا آنجا رود

وہاں تو مٹ جانے اور فنا ہو جانے کا سبق ملتا تھا حضرت کی خود یہ حالت تھی کہ اپنے ہر خادم کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آنے والوں کے قدموں کی زیارت کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں حضرت پر شان عبدیت کا غلبہ رہتا تھا۔ وہ عبدیت ہی اس ارشاد کا منشاء تھا مطلب یہ تھا کہ اپنی اہلیت کا اعتقاد نہ رکھے باقی تمنا کی ممانعت نہیں۔

(ملفوظ ۸۲) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عبدیت کیلئے دعاء کرنا کیسا ہے فرمایا

---

[۱] تم دونوں (حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام) کی دعاء قبول کی گئی ۱۲ [۲] بہت بڑا محقق بننا طریق (عشق) میں کارآمد نہیں بادشاہ (حق تعالیٰ) کا فضل شکستہ حال ہی کی دستگیری کرتا ہے ۲ پانی نشیب ہی کی طرف جاتا ہے جہاں درد ہوتا ہے شفا وہیں جاتی ہے ۱۲ ۔

عین مقصود ہے۔ عرض کیا کہ کہیں یہ دہ تو نہ ہوگی کہ اتنے بڑے مقام کی تمنا ہے فرمایا یہ
تو عدم جاہ ہے عرض کیا کہ حضرت پر بھی تو شان عبدیت کا غلبہ ہے فرمایا میں تو رات دن
لوگوں سے لڑتا بھڑتا رہتا ہوں کیا عبد ایسا ہی ہوتا ہے عرض کیا کہ حضرت کا یہ طرز
اصلاح و تربیت کی وجہ سے ہے اس سے تو مقصود حضرت کا دوسروں کو بھی عبد بنانا ہے
فرمایا کہ یہ آپکا حسن ظن ہے اور اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میں تو اکثر کہا کرتا ہوں کہ میری بداخلاقی
کا منشاء خوش اخلاقی ہے خیر میں تو جیسا کچھ ہوں وہ تو مجھکو ہی معلوم ہے مگر مجھ سے
تعلق رکھنے والوں کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے پہلوان اپنے شاگردوں کو سر سے
اونچا اٹھا کر پٹکتے ہیں پھینکتے ہیں کسی کا ہاتھ ٹوٹا کسی کا سر پھوٹا مگر وہ شاگرد بڑے پہلوانوں
میں شمار ہوتے ہیں اور کہیں مار نہیں کھاتے تو حضرت ایک جگہ آدمی اپنی اصلاح واخلاق
کی درستی کرالے پھر انشاء اللہ تعالیٰ اسکو کہیں کچھ خطرہ نہ ہوگا۔

(ملفوظ ۸۳) ایک شخص نے تعویذ مانگا مگر یہ نہیں کہا کہ کس چیز کا حضرت والا نے فرمایا کہ یہ
کام بھی میرا ہی ہے کہ یہ دریافت کیا کروں کہ کس مرض یا کس ضرورت کے لئے تعویذ
چاہئے بھائی جہاں جسکام کو جایا کرتے ہیں پوری بات کہا کرتے ہیں اب بتلاؤ کس چیز کا
تعویذ چاہتے ہو عرض کیا کہ بچے زندہ نہیں رہتے فرمایا کہ بندہ خدا پہلے ہی یہ بات کیوں
نہیں کہی تھی زبان سے کہنا ایسی کونسی مشکل بات تھی۔ بھائی مجھے ایسا تعویذ نہیں آتا جس سے
بچے زندہ رہا کریں اور حضرت عزرائیل علیہ السلام پر بھی پہرہ ہو جائے کسی مرض کیلئے ضرورت
ہو کسی حاکم کے سامنے جانا ہو ان کیلئے تو تعویذ ہوا کرتے ہیں موت کے روکنے کے لئے بھی
کہیں تعویذ سنا ہے۔

(ملفوظ ۸۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل بعض شیوخ طالبوں سے اسلئے گھبراتے
ہیں کہ انکی ظلمت سے انکا نور مکدر ہو جاتا ہے۔ الحمد للہ ہمارے حضرات ایک ایسی آگ لئے
پھرتے ہیں کہ انکے سامنے کتنے ہی بڑے لکڑ آجائیں وہ نہیں بجھتی بلکہ وہی سب اس سے
جل جاتے ہیں الحمد للہ ہمارے حضرات کسی سے متاثر نہیں ہوتے اور حضرت وہ نور ہی کیا
جو ظلمتوں سے مغلوب ہو جائے۔ میں سچ عرض کرتا ہوں نور تو وہ چیز ہے کہ ظلمت کو صرف

مغلوب ہی نہیں بلکہ مسلوب کر دیتا ہے۔

(ملفوظ ۸۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر کوئی شخص منہ پر تعریف کرتا ہے تو نفس اسقدر خوش ہوتا ہے کہ پھولا نہیں سماتا اسکا کیا علاج ہے۔ فرمایا کہ اسوقت اپنے معائب کو مستحضر کر کے اس خوشی کو دباوے یہ ایک قسم کا مجاہدہ ہے چند روز تعب ہوگا مگر پھر انشاء اللہ تعالیٰ سہل ہو جائیگا۔ متقدمین کے علاج ان رذائل کے باب میں بہت سخت ہیں بڑے بڑے مجاہدے ہیں اب تو اللہ کا شکر ہے کہ آسان آسان نسخوں سے علاج ہو جاتا ہے۔ تھوڑی سی ہمت ضرور کرنا پڑتی ہے باقی اگر کوئی کچھ کرنا ہی نہ چاہے تو اسکا کوئی علاج نہیں۔

(ملفوظ ۸۴) فرمایا کہ طریق میں مقصود حاصل کرنیکی دو صورتیں ہیں ایک مشکل اور ایک سہل۔ تو سہل کو کیوں نہ اختیار کیا جاوے ایک صاحب نے عرض کیا کہ کچھ مجاہدہ بھی درکار ہے۔ فرمایا مجاہدہ سے مراد یہ تھوڑا ہی ہے کہ مشقت یا سختی میں پڑو مثال سے سمجھ لیجئے ایک کنواں یہاں مدرسہ میں ہے اور ایک جلال آباد میں ہے جو یہاں سے تقریباً دو ڈھائی میل کے فاصلے پر ہے تو کیا آپ اسکو افضل سمجھیں گے کہ وہاں سے آپ وضو کیلئے پانی لایا کریں حالانکہ بقول آپکے اسمیں مجاہدہ ہے سہل کو چھوڑ کر شاق کے پیچھے پڑنا کونسی عقلمندی ہے یہ مجاہدات و ریاضات مقصود بالذات تھوڑا ہی ہیں ہاں مقصود کے معین ہیں اصل چیز تو مقصود تک پہونچ جانا ہے ایک اور مثال یاد آئی پہلے زمانہ میں ریل موٹر ہوائی جہاز نہ تھے تو لوگ چھکڑوں اور بہلیوں سے سفر کرتے تھے کس قدر دشواریاں ہوتی تھیں۔ وقت صرف ہوتا تھا راستہ میں خطرات کا سامنا ہوتا تھا بڑا سفر مہینوں میں طے ہوتا تھا۔ اب ریل موٹر ہوائی جہاز کی بدولت ہر طرح پر سفر میں سہولتیں پیدا ہو گئیں اب ایک شخص ہے کہ وہ اس سہولت کو چھوڑ کر دشواری ہی کو پسند کرے تو کیا اسکو محمود کہیں گے اگر کوئی تحکم کی راہ سے اسکو ہی محمود کہے تو اسکا تو کسی کے پاس علاج نہیں۔

(ملفوظ ۸۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ میرے متعلق چاہتے ہیں کہ خوش اخلاقی اختیار کرے اور خوش اخلاقی بھی وہ جو آجکل مروج ہے مجھسے یہ خوش اخلاقی نہیں ہوتی اسی ہی

وجہ سے لوگ مجھ سے خفا ہیں مگر میرا ہی کیا نقصان ہے ہاں نفع تو ہے کہ بدفہموں سے نجات ملی اگر میرا طرز پسند نہیں تو میں جائے تو نہیں جنہ مت آؤ بہت پیر دنیا میں خوش اخلاق ہیں وہاں جاؤ وہاں آؤ بھگت ہوگی عزاز واحترام ہوگا بدتمیزی بدتہذیبی پر روک ٹوک نہ ہوگی اصول شرعیہ پر محاسبہ نہ ہوگا اور یہاں پر تو یہ ہی ہے اگر سود غصہ خوشی ہو آؤ ورنہ مت آؤ خوب کہا ہے ؎

ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی جسکو ہو جان و دل عزیز اُسکی گلی میں جائے کیوں

فرمایا کہ یہاں جو تعلق رکھتے ہیں وہ اول اول تو وحشت ہوتی ہے پھر مارے نہیں نکلتے بھگائے نہیں بھاگتے واقعی محبت الٰہی ہی چیز ہے اسمیں ایسی ہی ترقی ہو جاتی ہے ؎

یارب چہ چشمۂ ایست محبت کہ من ازاں یک قطرہ آب خوردم و دریا گریستم

(ملفوظ ۹۸) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو لوگ سمجھدار نہیں اُنکا اسمیں کیا قصور ہے فرمایا کہ میں اسپر مواخذہ نہیں کرتا ہاں کم سمجھوں اور بدفہموں سے میں تعلق رکھنا نہیں چاہتا اس لئے کہ مناسبت پیدا نہ ہوگی جو کہ شرط نفع ہے اور یہ جو میں عرض کر رہا ہوں یہ کوئی نئی بات نہیں دیکھئے موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام میں جو جدائی ہوئی اُسکا سبب عدم مناسبت ہی تھی ورنہ موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر ہیں جن پر کسی قسم کا بھی شبہ نہیں ہو سکتا مگر حضرت خضر علیہ السلام نے صاف فرما دیا کہ آپکا اور میرا ایک ساتھ رہکر نباہ نہیں ہو سکتا پس عدم مناسبت ہی سبب ہوئی جدائی کی ؎

چوں گزیدی پیر ہین تسلیم شو ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو
صبر کن در کار خضر اے بے نفاق تا نگوید خضر رو ہذا فراق

(ملفوظ ۹۹) فرمایا کہ ایک مرید صاحب نے مجھے لکھا تھا آجتک کسی نے ایسا نہیں لکھا کہ نہ تم میرے پیر نہ میں تمہارا مرید خواہ مخواہ دق کر رکھا ہے کچھ ہی دن گذرے تھے ان ہی حضرت کے متعلق معلوم ہوا ایک قصبہ ہے یہاں سے دس بارہ کوس کے فاصلے پر وہاں پیر

۱ے اے اللہ محبت کیسا چشمہ ہے کہ میں نے ایک قطرہ پیا اور آنکھوں سے دریا بہا دیئے ۱۲ ۲ے جب پیر منتخب کریں تو اپنے کو اوسکے سپرد کردو۔ موسیٰ علیہ السلام کی طرح حضرت خضر علیہ السلام کے حکم کے تابع ہوکر چلو۔ اے مخلص خضر (مرشد) کے کاموں (تعلیمات) میں صبر سے کام لو تاکہ خضر (مرشد) کی طرح شیخ بھی یہ نہ کہدیں کہ جاؤ میرا تمہارا نباہ نہ ہوگا)

خودکشی کرنیکو تیار ہوگئے لوگوں نے روکا اور سبب دریافت کیا تو کہتے ہیں کہ ایسی زندگی سے مرجانا ہی بہتر ہے جبکہ میرے پیر ہی مجھسے ناراض ہیں اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ تعلق رکھے بغیر بھی نہیں بنتا اور تعلق کی بنا پر (تربیت کیلئے) میں جو روک ٹوک کرتا ہوں اُسکی بھی برداشت نہیں آخر پھر کام کس طرح چلے۔

(ملفوظ ۹) ایک نووارد صاحب آئے حضرت والا نے سوال کیا کہ کہاں سے آئے اور کس غرض سے اسپر انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا فرمایا بھائی کہہ لو جو کچھ کہنا ہے اور کم از کم پہلے اپنا تعارف کرادو تاکہ یہ تو معلوم ہو کہ اتنا لمبا سفر کیا روپیہ اور وقت صرف کیا اس سے تمہاری کیا غرض ہے بغیر بولے اور بتلائے ہوئے دوسرے کو کیسے خبر ہو کوئی عالم غیب تو ہی ہی نہیں جس غرض کیلئے گھر سے سفر کیا آخر کوئی تو غرض اور وجہ دل میں ہوگی اُسکو صاف صاف کہدو اور اُسکا ظاہر کرنا کونسی بڑی مشکل بات ہے اسپر بھی وہ کچھ نہیں بولے حضرت والا نے فرمایا کہ ان آنے والوں کی حرکتیں کوئی نہیں دیکھتا کہ یہ آکر کیا کرتے ہیں میرے کہنے سُننے پر شکایت کرتے ہیں اسکی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص چپکے سے کسی کے سوئی چبھودے اور وہ کہے ہائے مرگیا۔ ارے ظالم یہ کیا کیا تو اسکے غل مچانے کو تو سب نے سُن لیا اور اُسکی حرکت کسی نے نہ دیکھی کہ چپکے سے اس نے کیا کیا حضرت اگر یہ ہی برتاؤ دوسرے کے ساتھ ہو تب حقیقت معلوم ہو برداشت نہیں کرسکتے اسکو بھی غریب بڈھا مسکین ہی تحمل کرسکتا ہے اصلاح کا نام لوگوں نے سُن لیا ہے اصلاح کی حقیقت سے بے خبر ہیں بڑی مشکل سے آدمی بنتا ہے۔

(ملفوظ ۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے کہا تھا کہ منکر نکیر کو قبر میں جواب دینا آسان ہوگا مگر اس شخص کی (میں مراد ہوں) جرح قدح کا جواب مشکل ہے میں نے سُنکر کہا کہ بالکل ٹھیک ہے وہاں تو سچ بولوگے سیدھا اور سچا جواب دوگے تو وہ سوال کریں گے من ربك مؤمن کہیگا ربی اللہ کافر کہیگا لا ادری دونوں سچ اور یہاں آکر اینچ پینچ کرتے ہو جھوٹ بولتے ہو سیدھی اور صاف بات نہیں کرتے وہ چلتی نہیں اسلئے یہاں کا جواب مشکل ہے سیدھی اور سچی بات کے مقابلہ میں جھوٹ کیسے چلسکتا ہے۔

(ملفوظ ۹۲) فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں قرضدار ہوں کوئی مؤثر وظیفہ بتلا دیجئے۔ میں نے جواب میں لکھدیا ہے کہ دعا سے زیادہ کوئی وظیفہ مؤثر نہیں اسی سلسلہ میں فرمایا کہ لوگوں نے خدا سے مانگنا ہی چھوڑ دیا۔ بندوں کا تعلق حق جل وعلی شانہ سے بہت ہی ضعیف ہوگیا اس باب میں لوگوں کے عقائد نہایت ہی خراب ہیں۔ اور اسمیں ایک اور بہت بڑی خرابی ہے وہ یہ ہے کہ اگر وظیفہ سے کام نہ ہوا تو پھر آیات الٰہیہ سے بدگمانی بدعقیدگی ہوتی ہے یہ سب جاہل عاملوں کی بدولت ہو رہا ہے ان کے یہاں ہر کام کیلئے وظائف ہی کی تعلیم ہوتی ہے اہل نا اہل بھی نہیں دیکھا جاتا اسکے علاوہ بتلانے کے وقت ایسے طرز سے کہتے ہیں اور ایسا اطمینان دلاتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام اسی طرح ہوجائیگا اسمیں کوئی شک وشبہ ہی نہیں اور اگر تقدیر سے اسکے خلاف ہوا تو اس پڑھنے والے کے ایمان کے لالے پڑجاتے ہیں یہ سمجھنے لگتا ہے کہ آیات الٰہیہ میں بھی کوئی اثر نہیں پھر ایسی بدگمانی کا مقتضا تو یہ تھا کہ دعا ہرگز قبول نہ ہوتی دیکھئے موٹی سی بات ہے اگر ہم کسی کو دو روپیہ مہینہ دیتے ہوں اور اسکی نسبت ہمکو اسکے اقرار سے یہ معلوم ہوجائے کہ اسکو ہماری نسبت یہ بدگمانی ہے کہ اب نہ دینگے پھر قیامت تک بھی اسکی طرف التفات نہ کرینگے مگر حق تعالیٰ ہیں کہ سب کچھ سنتے ہیں دیکھتے ہیں پھر بھی رزق بند نہیں فرماتے بڑے ہی رحیم کریم ہیں۔

(ملفوظ ۹۳) فرمایا کہ ایک صاحب مجھسے کہنے لگے کہ ذکر میں مزا نہیں آتا میں نے کہا کہ مزا تو مٹھائی میں ہے یہاں کہاں مزا ڈھونڈتے پھرتے ہو فرمایا کہ کوئی مزے کا طالب ہے کوئی کیفیات کا طالب ہے اگر خدا کے ساتھ تعلق ہو تو اس بے مزگی میں بھی ایک خوش مزگی ہوتی ہے جن کیفیتوں کے لوگ طالب ہیں وہ نفسانی کیفیات ہیں اور مطلوب روحانی کیفیات ہیں ان روحانی اور نفسانی کیفیات میں فرق بڑا ہی مشکل ہے نفسانیت کے درپے ہونیکی ضرورت نہیں یہ کیفیات اور جوش وخروش کچھ عمر نہیں رکھتے ان کے فرو ہونیکے بعد پھر روحانی کیفیت بڑھتی ہے وہ البتہ دائمی ہوتی ہے ان میں ضعف نہیں ہوتا وہ بالکل ایسی ہوتی ہے جیسے مولانا فرماتے ہیں ؎

عنہ خود قوی تر می شود خمر کہن — خاصہ آں خمر کہ باشد من لدن

دوسرے بزرگ فرماتے ہیں ؎

عہ ہر چند پیر و خستہ و بس ناتواں شدم — ہر گہ نظر بروئے تو کردم جواں شدم

کام میں لگنا چاہئے یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں کہ کیفیات بھی ہیں یا نہیں حظوظ اور لذائذ بھی ہیں یا نہیں اور نہ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کچھ ہوا یا نہیں اسکو ایک مثال سے سمجھ لیجئے گا. جیسے رات کو پنہاری آٹا پیستی ہے مگر اُس پیسنے والی کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آٹا چکی سے گر رہا ہے یا نہیں اور نہ خبر ہوتی ہے کہ کسقدر جمع ہو گیا پیسنے ہی کی دھن میں لگی رہتی ہے صبح کو جب دیکھتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ تمام چکی کے گرد آٹا جمع ہے اگر رات بھر یہ کرتی کہ ایک چکر چکی کا گھمالیا اور ٹٹولکر دیکھ لیا تو بس پس چکا آٹا اسی میں رہے گی پاؤ بھر بھی آٹا نہیں پیس سکتی. میں کہتا ہوں کہ اپنے کو جسکے سپرد کیا ہے ...... اُسپر بغیر اعتماد اور انقیاد و اعتقاد کئے کام نہیں چلسکتا جب جاننے والا یہ کہہ رہا ہے کہ کام ہو رہا ہے بس اطمینان کرنا چاہیئے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

عہ گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید — خیرہ یوسفؑ وار مے باید دوید

۹۲ (ملفوظ) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی روک ٹوک کی برکت سے طالب کو بیحد نفع ہوتا ہے یہاں سے جو لوگ ناکارہ اور نااہل سمجھکر عدم مناسبت کی بناء پر نکالدیئے جاتے ہیں وہ دوسری جگہ کے اچھوں سے بھی اچھے ہوتے ہیں. حضرت والا نے فرمایا کہ آپنے تو اس روک ٹوک اور محاسبہ کی قدر فرمائی اور ایک شخص نے اس روک ٹوک ہی کی بناء پر وطن پہنچکر لکھا تھا کہ تم نے میری بڑی اہانت کی میں نے علم کا ادب کیا ورنہ انتقام لیتا پھر کچھ دنوں کے بعد اس ہی شخص کا خط آیا کہ مجھسے بڑی گستاخی ہوئی میں نے اس قسم کا مضمون لکھا تھا جسوقت سے وہ مضمون حضرت والا کو لکھا ہے اُسوقت سے برابر میری

عہ پرانی شراب (نشہ لانے میں) زیادہ قوی ہوتی ہے. خاصکر وہ شراب جو (معرفت) حق کی شراب ہو. عہ اگرچہ میں بوڑھا خستہ و ناتوان ہو گیا ہوں (مگر اے محبوب حقیقی) جب تیرے چہرہ کو دیکھتا ہوں (یعنی آپکی طرف توجہ خاص ہوتی ہے) تو جوان ہو جاتا ہوں ۱۲ عہ اگر بظاہر عالم میں کوئی راستہ ظاہر نہیں ہے. مگر بحالت حیرانی یوسف علیہ السلام کی طرح بھاگنا چاہیئے (تو راستہ خود بخود کھلتا اور ملتا چلا جاوے گا،

بینائی میں کمی ہو، چار ہی بات ذرا ب قریب اندھا ہونیکے ہو گیا ہوں اور میں اس کو اسی تحریر کا وبال سمجھتا ہوں میں نے جواب میں لکھا کہ یہ تمکو وہم ہو گیا ہے مگر تمہارے خیال کی بناء پر میں دل سے معاف کرتا ہوں اللہ تعالیٰ بھی معاف فرمائیں حضرت کسی کو بلاوجہ ستانا یا دل دکھانا نہایت خطرناک بات ہے فرماتے ہیں ؎

ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد　　تا دل صاحب دلے نامد بدرد
چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　میلش اندر طعنہ پاکاں برد

۲ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس طریق سے میں اصلاح کرنا چاہتا ہوں وہی نافع ہے شرعاً بھی عقلاً بھی لوگ اس سے گھبراتے ہیں اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ ناسور ہوا اور اوپر سے ٹانکے لگا کر مرہم لگا دیا جائے تو کیا مادہ رک جائیگا ہرگز نہیں کسی اور طرف کو نکلنا شروع ہو جائیگا اصلاح تو اصلاح ہی کے طریق سے ہوتی ہے مگر اب چاہتے یہ ہیں کہ جو ہم چاہیں وہ ہو دوسرے کا چاہا نہ ہو اور یہ ناشی ہے خودرائی اور خودبینی سے اب بتلایئے اصلاح ایسے لوگوں کی کسطرح ہو سکتی ہے ہر کام اصول سے ہو سکتا ہے بے اصول طریق سے کچھ نہیں ہو سکتا۔

(ملفوظ ۹۶) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ذکر قلبی افضل ہے یا ذکر لسانی۔ فرمایا ذکر کے متعلق مختلف احکام ہیں بعض احکام تو لفظ کے ساتھ متعلق ہیں اُن میں ذکر لسانی افضل ہے اور باقی جو ذکر زبان سے نہ کیا جاوے اجر اسپر بھی ملتا ہے یہ ذکر قلبی ہے جس سے ہر وقت قلب میں یاد رہے مگر اس طریق میں قوی اندیشہ رہتا ہے قلب سے ذہول ہو جانیکا اور ذکر لسانی میں یہ اندیشہ نہیں اس اعتبار سے ذکر قلبی سے ذکر لسانی افضل ہے دوسری بات یہ ہے کہ اگر صرف قلب سے ذکر کریگا تو زبان خالی رہے گی اور اگر زبان سے ذکر کریگا تو اُسکے

؎ کسی قوم کو خدا نے اس وقت تک رسوا نہیں کیا جب تک کسی صاحب دل کا دل نہیں دکھا۔ جب حق تعالیٰ کسی کی پردہ دری فرماتے ہیں تو اُسکا میلان پاک لوگوں کو طعن و تشنیع کرنے کی طرف ہو جاتا ہے ۱۲

ساتھ قلب بھی ادنیٰ توجہ سے متوجہ رہیگا۔ ہاں جسوقت نیند کا غلبہ ہو اسوقت زبان سے ذکر نہ کرے کیونکہ احتمال ہے کچھ کا کچھ نکلنے لگے۔ حدیث شریف میں اسکو استعجام لسانی سے تعبیر فرمایا ہے۔

(ملفوظ ۹۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ذکر کے وقت حق جل وعلیٰ شانہ کا تصور کرنا اس کی کیا صورت ہے کس طرح تصور کرے۔ فرمایا کبھی تصور ہوتا ہے صفات کا اور کبھی تصور ہوتا ہے ذات کا مگر بہتر یہ ہے کہ کچھ الفاظ ثنا یا دعا کے تجویز کر کے انکا خیال سے ورد رکھے اسکے ضمن میں جو توجہ ہوگی وہ کافی ہے۔

(ملفوظ ۹۸) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آجکل فلاں شہر سے بدعت مٹ رہی ہے کایا پلٹ ہوگئی اور پہلے یہ حالت تھی کہ فلاں صاحب کے ایک مقرب خاص نے وعظ ہی میں بیان کیا بڑے فخر کے ساتھ کہ ندوہ پر ہمنے کفر کا فتویٰ دیا دیوبندیوں پر ہمنے کفر کا فتویٰ دیا خلافت والوں پر ہمنے کفر کا فتویٰ دیا حضرت والا نے سُنکر فرمایا کہ جو چیز کسی کے پاس ہوتی ہے وہی تقسیم کیا کرتا ہے اُن کے پاس اسکے سوا اور ہے ہی کیا۔ بس کفر ہی تقسیم ہوتا ہے کفر کا ہائی کورٹ ہے کفر کے فتوے دینے کی وجہ سے ہائی کورٹ کفر کا کہا گیا۔ فرمایا کہ میں کفر کا حکم لگانے میں بڑا ضعیف ہوں ہمت نہیں ہوتی ایکمرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اہل باطل کی تکفیر کا ذکر تھا اس روز نہایت جوش میں شان رحیمی کا ظہور ہو رہا تھا یہانتک فرمایا کیا کافر کافر لئے پھرتے ہو قیامت میں دیکھوگے ایسوں کی مغفرت ہوگی جنہیں تم دنیا میں کافر قطعی کہتے ہو اور واقع میں وہ کافر نہ ہونگے مگر نہایت ہی ضعیف الایمان ہونگے۔ پھر فرمایا لیکن اگر ڈرانے دھمکانے کیلئے شرعی انتظام کے لئے کسیوقت کافر کہدیا جاوے اسکا مضائقہ نہیں اسمیں انتظامی شان کا ظہور ہو گیا۔

(ملفوظ ۹۹) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جسطرح ایمان جاتا رہتا ہے اور آدمی کافر ہو جاتا ہے کیا اسی طرح نسبت بھی جاتی رہتی ہے فرمایا جسطرح ایمان ظاہری جاتا رہتا ہے ایسے ہی نسبت ظاہری بھی جاتی رہتی ہے اور جس طرح ایمان فی علم اللہ نہیں جاتا اسی طرح

نسبت فی علم اللہ نہیں جاتی پھر اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اس طریق میں سب سے زیادہ جو مضر چیز ہے وہ معلم پر اعتراض ہے اسکا ہمیشہ خیال رکھنا ضروری ہے مگر یہ شرط ہے کہ پیر ہو پیر نہ ہو یہ میں اسوجہ سے متنبہ کر رہا ہوں کہ بعض بات ایسی ہوتی ہے معلم کی کہ وہ سمجھ میں نہیں آتی اور طالب اسمیں اعتراض کر بیٹھتا ہے سو اسکی تفصیل یہ ہے کہ اگر ظاہرا اُس سے کوئی امر شریعت کے خلاف صادر ہو جاوے تو ایک آدھ بات میں تو مناسب تاویل کر لیجائیگی اگر تاویل سمجھ میں نہ آوے تو یہ سمجھ لیا جاوے کہ ممکن ہے کہ اسکی حقیقت ہماری سمجھ میں نہ آئی ہو اور اگر کثرت کیساتھ ایسے امور صادر ہونے لگیں تو پھر یہ نہیں کہ ہر بات میں تاویل کیجائیگی۔ یہ ایسا ہے جیسے حسین آدمی کے چہرہ پر ایک تل ہو جسکو خال سے تعبیر کرتے ہیں زائد سے زائد دو ہوں تو عجب نہیں مگر یہ بھی نہیں کہ تمام چہرہ تلوں ہی سے بھر جائے اگر ایسا ہے تو پھر تو سارا حسن خاک میں ملجائیگا۔

(ملفوظ ۱۰۰) فرمایا کہ ایکمرتبہ مولانا شہید صاحبؒ میں اور حضرت سید صاحبؒ میں ایک مسئلہ پر طویل گفتگو ہو گئی بالآخر مولانا شہید صاحبؒ نے معافی چاہی اور عرض کیا کہ مجھکو آپکی بات بلا چون وچرا مان لینا چاہیے تھا اسپر سید صاحبؒ نے فرمایا کہ تو بہ کرو یہ تو نبی کا مرتبہ ہے کہ اسکی بات کو بلا چون وچرا مانا جائے اور یہ بھی شرک فی النبوت ہے مولانا شہید فرماتے ہیں کہ اس ارشاد سے مجھے شرک فی النبوۃ کے متعلق ایک باب عظیم علم کا مفتوح ہوا۔

(ملفوظ ۱۰۱) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مولانا شہید صاحب کے عنوانات ہی پر بدعتی اُن کی تکفیر کرتے ہیں فرمایا یہ بات ہے مگر خود وہ عنوان بے ادبی کے نہیں سمجھ نہیں سکے اسوجہ سے اعتراض کرتے ہیں دیکھئے اُن عنوانات میں بڑا محل اعتراض عنوان یہ ہے کہ اگر خدا چاہے تو محمد جیسے سینکڑوں بنا ڈالے جسمیں ظاہراً تحقیر کا موہم ہے لفظ بنا ڈالے اسی عنوان کو ایک صاحب نے حضرت مولٰنا احمد علی صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش کر کے اعتراض کیا تھا کہ حضرت اسمیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تحقیر ہے فرمایا ہاں مگر فعل کی تحقیر ہے مفعول کی نہیں۔ اس پر وہ بولے کہ خصوص بات بنانی بھی تو ہے۔ یہ حضرات

بڑے عالی ظرف ہوتے ہیں یہ سُنکر خاموش ہو گئے۔ ایک روز اتفاق سے یہی صاحب حضرت مولینا احمد علی صاحبؒ سے کہنے لگے کہ حضرت اب تو بیضاوی شریف بھی چھپوا ڈالئے اسوقت حضرت نے فرمایا کہ یہ وہی ڈالنا ہے سو یہ بیضاوی کی تحقیر ہے اور قرآن اُس کا جزو ہے کل کی تحقیر جزو کی تحقیر ہے اور قرآن کی تحقیر کفر ہے جب تو آنکھیں کھلیں۔ کہنے لگے واقعی آپکی تحقیق صحیح ہے۔ واقعی میری مراد اسوقت بیضاوی کی تحقیر نہ تھی بلکہ چھاپنے کی سہولت بتلانا تھا۔ اسیطرح مولانا شہید کی مراد حضور کی تحقیر نہیں بنانے کی سہولت بتلانا ہو سکتا ہے۔ اب انکی سمجھ میں آیا یہ ہیں علوم۔ یہ حضرات تھے صاحب کمال۔ خیر جی ہم ایسے نہ ہوئے تو کیا ہے الحمدللہ اللہ نے ہمکو ایسے بزرگ تو دیئے ہمتو اسکا ہی شکر ادا کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ایسے بزرگوں کا تعلق نصیب فرمایا۔

(**ملفوظ** [۱۰۲]) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک صاحب کے مشورہ لینے پر زمین وقف کرنے سے منع فرمایا تھا بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک نیک کام سے روک دیا مگر بڑی ہی حکیمانہ بات فرمائی کہ وقف کر کے کورے رہجاؤ گے اور اس کے بعد جو پریشانی ہو گی نہ معلوم اُسکو برداشت کر سکو گے یا نہیں۔ واقعی ہم ضعفاء ہیں۔ بظاہر ہمکو اسباب کی بھی ضرورت ہے کہ کچھ ہمارے پاس ہو ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ انہوں نے دُعا کی تھی کہ اے اللہ نفس پریشان رکھتا ہے کہ کل کو کہاں سے کھائیگا۔ اسلیئے اگر سب رزق اکٹھا ملجائے تو کوٹھڑی میں بند کر کے رکھدوں اور جب نفس کہے کہ کہاں سے کھائیگا تو اُس سے کہدوں کہ کوٹھڑی میں سے یہ خاص قسم کا ضعف اور قوت منافی نہیں کمال کے یہ ضعف طبعی بات ہے فرمایا اس طبعی بات پر یاد آیا ایک بادشاہ اور ایک بزرگ میں کسی مسئلہ پر گفتگو ہوئی دوران گفتگو میں تیزی آگئی بادشاہ برہم ہوا اور آواز دی کہ کوئی ہے ادھر ان بزرگ نے آواز دی کہ کوئی ہے تو مکان کے ایک گوشہ سے نہایت زبردست شیر ببر برآمد ہوا اور لپکا چونکہ بادشاہ اور بزرگ دونوں ایک ہی سمت میں بیٹھے تھے بادشاہ سے پہلے یہ بزرگ بھاگے حالانکہ وہ اُن ہی کی کرامت کا ظہور تھا تو یہ باتیں طبعی ہوتی ہیں یہ منافی کمال کے نہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کیسے توی القلب تھے مگر قرآن

پاک میں قصہ موجود ہے دلی مدبرا۔ ولم یعقب یموسیٰ لاتخف انی لایخاف لدی المرسلون۔ یعنی جس وقت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کے حکم سے عصا کو زمین پر ڈالا اور وہ اژدہا بنگیا تو خود موسیٰ علیہ السلام اُس سے ڈر کر بھاگے۔ یہ طبعی خوف تھا۔

۲ ر رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۱۰۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ لکھا ہے عارفین نے کہ کرامت کا درجہ اس ذکر لسانی سے بھی جو کہ بلاحضور قلب ہو کم ہے اور پھر اُس سے بھی کم درجہ ہے تصرف کا حضرت اصل چیز تو تشرف ہے یعنی طاعت سے مشرف ہونا تصرف میں کیا رکھا ہے اور اس زمانہ میں تو لوگوں نے خلط کر رکھا ہے تصرف کو بھی کرامت سمجھتے ہیں۔ ان چیزوں کے پیچھے پڑنا ہی بیکار وقت کو کھونا ہے آدمی کو ضروری کاموں میں اپنا وقت صرف کرنا چاہیے حضرات انبیاء علیہم السلام کا اتباع ہونا چاہیے وہ اب منحصر ہے اتباع نبوی میں جسکو حق تعالیٰ اسکی توفیق عطا فرمادیں بڑی نعمت ہے۔ آجکل تصرف کو علامت قرار دیتے ہیں ولایت اور قبول کی جسمیں سخت غلطی کرتے ہیں غیر مقصود چیزوں کو مقصود بنا رکھا ہے بالکل دہوکہ ہے۔ صحیح راستہ تو یہ ہے کہ قدم بقدم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے چلنا نصیب ہو جائے یہ ہی بڑی دولت ہے اور اسی میں سب کچھ ہے اسکے سامنے اور چیزوں کی تمنا کرنے کی ضرورت نہیں اور چیزوں میں رکھا کیا ہے۔ خود حضور بھی تصرف نہ فرماتے تھے صرف اتنا ثابت ہے کہ کبھی ایک شخص کے سینہ پر ہاتھ مار دیا کبھی بدن پر ہاتھ پھیر دیا بس ایسے واقعات گاہ گاہ ثابت ہیں جو کسی عارض کی وجہ سے ہوتا تھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا غالب معمول نہ تھا سو اول تو اسکا تصرف ہونا ثابت نہیں اسی لئے محدثین ان واقعات کو معجزات میں لاتے ہیں دوسرے حضور صاحب وحی تھے اگر تصرف ہی ہو تو اذن سے ہوتا تھا اوروں کو یہ بات نصیب نہیں۔ اور ہر حال میں خواہ وہ تصرف ہو جسمیں قصد تاثیر ہوتا ہے یا معجزہ ہے جسمیں قصد کو دخل نہیں لیکن یہ امر دونوں میں مشترک ہے

کہ اُس طرف پوری توجہ نہیں ہوتی جیسے کہ عام اہل تصرف کے لوازم عادیہ سے ہے کہ اسوقت دوسرے خطرات کو اہتمام سے دفع کرتے ہیں۔

(**ملفوظ**) فرمایا کہ آجکل مسائل فقہی میں لوگ بہت دلیر ہیں سب میں زیادہ مجھکو فقہ ہی میں بولتے ہوئے ڈر معلوم ہوتا ہے مسائل کا بہت ہی نازک معاملہ ہے اسمیں ہر گز ہر شخص کو دخل نہ دینا چاہئے۔

(**ملفوظ**) ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ عاشق ہمیشہ نامراد ہی رہتا ہے کیونکہ جس مقام قرب تک پہونچتا ہے آگے کا طالب ہوتا ہے جو اسوقت حاصل نہیں وھکذا غرض حضرت عاشق جنت سے ادہر نامراد ہی رہتا ہے گر وہ نامرادی ہی اُسکی مراد ہے۔

ع گر مرادت را مذاق شکر است   بے مرادی نے مراد دلبر است

اور بعض کو تو یہانتک غلو ہو گیا ہے کہ انھوں نے یہ حکم لگا دیا ہے کہ جنت میں بھی یہی نامرادی اور بے چینی ہوگی مگر یہ محض غلط ہے وہاں بالکل سکون ہوگا اس غلطی کا منشا یہ ہے کہ تجلیات لا متناہی ہیں وراء الوراء ثم وراء الوراء تو ہر تجلی پر اُسکی طلب بڑہتی رہیگی اور چونکہ وہ لا متناہی ہیں تو اُس آگے کے انتظار میں بے چینی ہوگی لیکن یہ حقیقت کے خلاف ہے اسلئے کہ جتنی طلب ہوگی چونکہ وہاں اُسکی استعداد بھی ہوگی۔ اسلئے وہ اول ہی بار عطا فرمادی جائیگی اور اس سے آگے جو عطا ہوگی وہ بلا طلب عطا ہوگی اس لئے اُسکا انتظار ہی نہ ہوگا خلاصہ یہ کہ یہاں طلب زیادہ ہے استعداد کم اسلئے عطا میں دیر ہوتی ہے وہاں استعداد سے زیادہ طلب ہی نہ ہوگی اسلئے نہ انتظار ہوگا نہ بے چینی۔ غرض جنت میں بے چینی نہ ہوگی۔

(**ملفوظ**) ایک اہل علم کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تکوینی کارخانہ مجذوبین سے متعلق کرنے میں یہ حکمت ہے کہ ان میں عقل نہیں ہوتی اسلئے تشریع کے مکلف نہیں ہوتے اور اُن کی بعض خدمتیں شریعت پر منطبق نہیں ہوتیں مثلاً اگر مسلمانوں اور کافروں میں مقابلہ

ع اگر چہ تیری خواہش کیسی ہی شیریں اور عمدہ ہے۔ مگر بے (ہر وقت اپنے کو بے مراد سمجھ کر آگے ترقی کا طالب رہنا یہ) بے مرادی محبوب کی خواہش نہیں ہے۔ ١٢

ہو تو مسلمانوں کا غلبہ مقصود تشریعی ہے اور ایسا ہونا بعض اوقات خلاف مصلحت اور حکمت ہوتا ہے اسلئے ایسی جماعت کے سپرد کیا گیا جسکو اس سے کچھ بحث نہیں اور ایسا کام سالک کب کر سکتا ہے اور اسکو کیسے جائز ہوتا اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ میرا رحجان پہلے اس طرف تھا کہ مجذوبین اجتہاد نہیں کرتے محض امر صریح کے متبع ہیں اور ملائکہ کے متعلق بھی یہی خیال تھا کہ وہ محض نصوص کے متبع ہیں۔ مگر حدیث جبریل انہ دس الطین فی فم فرعون مخافۃ ان تدرکہ الرحمۃ (روایۃ بالحاصل) سے نیز حدیث القاتل الذی قتل مائۃ نفس فاختصم فیہ ملائکۃ الرحمۃ وملائکۃ العذاب سے اس طرف رحجان ہو گیا کہ ملائکہ بھی کرتے ہیں ولکن المجذوبین وذا الرجال بقصۃ الاشراقی ان المجذوبین یختلفون فی احکام بقاء السلطنۃ وتبدلہا۔

(ملفوظ ۸۷) ایک مولوی .... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جب میں وعظ بیان کرتا ہوں تو بیان کے وقت روانی نہیں ہوتی اور یہ بات تھوڑے ہی دنوں سے پیدا ہوئی ہے اس سے پہلے خوب روانی ہوتی تھی فرمایا کہ اگر کسی کے کلام میں روانی نہ ہو لیکن روانی نہ ہونے کا سبب خوف آخرت ہو وہ تو علامت مطلوب و ممدوح فی الحدیث ہے لیکن اگر خوف آخرت کی سبب نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے ہو تو اسکی مصلحت پر نظر کر کے یہ حالت بھی مقدم ہو یا کہ جس طرح جیسے سبب سے مسبب کا حدوث ہوتا ہے ایسے ہی بعض اوقات مسبب سے بھی سبب پیدا ہو جاتا ہے پس توقع ہے کہ اس عدم روانی سے جو کہ بعض اوقات مسبب ہوتا ہے خوف آخرت سے خود سبب یعنی خوف آخرت بھی پیدا ہو جائے جیسا کہ حسیات میں بعض اوقات ایسا ہو جاتا ہے جیسا کہ کھانا مسبب ہے رغبت اسکا سبب ہے لیکن بچہ کو جب وہ تھوڑا بیمار ہوتا ہے تو غذا اسواسطے دیتے ہیں کہ اس سے اسکا سبب یعنی رغبت پیدا ہو جائے۔

(ملفوظ ۸۸) فرمایا کہ حقیقت میں اس امت میں دو ہی طبقے حکما کہلانے کی قابل ہیں۔

عـــه جبرئیل علیہ السلام فرعون کے منہ میں گارا اس لئے ٹھونس رہے تھے کہ کہیں رحمت حق اسپر متوجہ نہ ہو جائے ۱۲
عـــه جس قاتل نے گناہ (قتل) سے توبہ کر لی تھی (بعد مرنے کے) رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑے ہوئے میں اختلاف ہوا ۔ ۱۲ عـــه جو ملائکہ کا حال ہے یہی حال مجذوبین کا ہے مادر اشراقی صاحب جو حضرت کے رفیق ایک مجذوب تھے کے قصہ سے یہ خیال اور بڑھ گیا کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ مجذوبوں میں باہم اختلاف ہے انگریزی سلطنت کی بقا میں اسکو

فقہا اور صوفیہ بڑے بڑے فلاسفہ اور سائنس داں ان حضرات کے سامنے گرد ہیں کیا
ٹھکانہ ہے ان حضرات کی عمق نظر کا چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر معشوق کا لعاب کوئی
نگلے تو اسپر کفارہ ہے اور غیر محبوب کے لعاب سے کفارہ نہیں کہاں نظر پہونچی ہے سبحان اللہ
(ملفوظ ۹) فرمایا کہ جس زمانہ میں میں مدرسہ دیوبند میں پڑھا کرتا تھا اسوقت کے حالات
واقعات یاد آ کر عجیب قلب کی کیفیت ہوتی ہے اسوقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہمیشہ ایسا
ہی زمانہ رہیگا اسوقت بڑے بڑے اہل کمال کا اجتماع تھا اور قریب قریب سب اپنے کو
مٹائے ہوئے اور فنا کئے ہوئے تھے جب کبھی اتفاق سے اُن حضرات کا اجتماع ہو جاتا تھا یہ
معلوم ہوتا تھا کہ ہر بزرگ دوسرے کو اپنے سے بڑا سمجھتا ہے بڑی ہی خیر کا مجمع تھا یہی حالت
آپس میں طلباء کی تھی اور اساتذہ کے سامنے تو بولنے کی بھی ہمت نہ ہوتی تھی اور ایک یہ زمانہ ہے
کہ اسوقت سے کوئی مناسبت ہی نہیں چہ نسبت خاک را با عالم پاک اسوقت کھلم کھلا نظر آتا
تھا کہ مدرسہ پر انوار کی بارش ہو رہی ہے اور یہ سب اُن حضرات کی مقبولیت کی علامت
تھی اور اُن حضرات کے تقویٰ و طہارت کے ثمرات تھے اور مدرسہ کی مقبولیت کا اسقدر جلد جو اثر
ساری دنیا پر ہوا یہ بھی ان ہی حضرات کی برکت تھی مقبولیت پر یاد آیا حضرت مولانا
محمد یعقوب صاحب نے خواب میں دیکھا کہ جنت ہے اور اُسمیں ایک طرف چھپر کے مکان
بنے ہوئے ہیں فرماتے تھے کہ میرے دل میں کہا کہ اے اللہ یہ کیسی جنت ہے جسمیں چھپر ہیں جسوقت صبح
کو مدرسہ آیا مدرسہ کے چھپر نظر پڑے تو ویسے ہی چھپر تھے یہ زمانہ بالکل مدرسہ کا ابتدائی زمانہ
تھا تب تعبیر سمجھ میں آئی کہ یہ مدرسہ کی مقبولیت دکھلائی گئی ہے۔ اس زمانہ میں نہ یہ لمبی چوڑی
تعمیر تھی نہ اساتذہ تزک اور شان سے رہتے تھے نہ طلباء کا کوئی فیشن تھا پھٹے ہوئے کپڑے
ٹوٹی ہوئی جوتیاں یہ اُنکا ظاہری حال تھا نہ اس جدید قسم کے قواعد اور قانون تھے نہ اتنے
ممبر اور محراب تھے کام جو کچھ ہوا سب کو معلوم ہے کہ کیسے کیسے باکمال لوگ فارغ ہو کر نکلے
اور اب اسوقت سب کچھ ہے اور اُسکے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں وہ جو ایک چیز تھی جسکو روح
کہتے ہیں وہ نہیں رہی باقی علم اور جگہ سے اب بھی بہت تھا مگر زمانہ تحریک سے وہ بھی آیا گیا
ہوا اسلئے کہ طلباء کو تقریروں تحریروں اور کمیٹی جلسوں ہی سے فرصت نہیں سخت افسوس ہے

بعضوں کی تو یہانتک نوبت آگئی کہ علم دین میں مشغول ہونیکو فضول اور بیکار بتاتے ہیں
نہ معلوم یہ سبق کہاں سے حاصل کیا ہے یورپ میں تو یہ طریقہ نہیں ہاں بھی بعض اوقات
اس قسم کی تحریکات ہوتی ہیں مگر جو جماعت علم کی تحصیل میں مشغول ہے اسکو ان تحریکات
میں شرکت کی اجازت نہیں دیجاتی ہیں یہ دیکھ لیجئے ہماری ہمسایہ قوم کس ہوشیاری اور
چالاکی سے کام کر رہی ہے یہ ساری بے اصولیاں اور بدانتظامیاں مسلمانوں ہی کے حصے
میں آگئی ہیں بھیڑ چال ہے جسطرف کو ایک چلا اسی طرف کو سب چلدیتے ہیں یہ بھی کوئی کام
کرنیکا طریقہ ہے کہ سب ایک ہی کام میں لگجائیں اسپر دعویٰ ہے سیاست دانی کا میں کام
کرنیکو منع نہیں کرتا مگر جو کچھ بھی ہو اصول کے ماتحت ہو اور حدود و احکام اسلام سے تجاوز
نہ ہو۔ اور طلباء کو اس قسم کی کمیٹیوں اور جلسوں میں شرکت کی اجازت ہرگز ہرگز نہ دینا
چاہیے سخت مضر ہے برائے شگون کیلئے اپنی ناک کیوں کٹائے دیتے ہو ہوش سے کام کرنیکی
ضرورت ہے جوش سے اول تو کام نہیں ہوتا۔ اور اگر ہوتا بھی ہے تو اسکی عمر بہت تھوڑی ہوتی
ہے کیا ان کاموں کیلئے طلباء ہی رہ گئے ہیں اور مسلمان کچھ کم ہیں ان سے کام لو اگر کام کرنا ہی ہے
مگر سنتا کون ہے جو دماغوں میں سما گئی ہے اسکے سامنے کسی خیرخواہ کا کہنا اور نفع اور ضرر
کسی کی کچھ خبر نہیں کہ آخر اسکا انجام ہے کیا بیحد دل دکھتا ہے مگر سوائے دعا کے اور کیا چارہ
ہے حق تعالیٰ عقل اور فہم سلیم عطا فرمائیں۔ لیکن تحقیق ہوا ہے کہ اب ذمہ دار جماعت کو
اصلاح حالت مدرسہ کی طرف توجہ ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کامیاب فرماوے۔

۳ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۱۱۱) ایک اہل علم کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ
مجھکو تصرف اور کرامت وغیرہ سے محفوظ رکھا ورنہ مجھ جیسے کمزور کیلئے تو یہ چیزیں حجاب
بنجاتیں اور اسی پر کیا اولاد کیسی دولت ہے کہ اس سے بڑھکر دنیا میں کوئی دوسری چیز نہیں
ہوتی مجھکو تو اس سے بھی محفوظ رکھا گیا اگر اولاد ہوتی نہ معلوم کیا کیا آفتیں ہوتیں۔

(ملفوظ ۱۱) فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے سامنے ایک تقریر فرمائی کہ اولاد ہونے میں یہ کلفت ہوتی ہے یہ پریشانیاں ہوتی ہیں یہ خلجان ہوتے ہیں سبب اسکا یہ ہوا تھا کہ میری ایک خلیا ساس تھیں انھوں نے حضرت حاجی صاحبؒ سے میرے لئے اولاد ہونیکی دعا کرائی تھی اس موقع پر حضرت نے مجھسے فرمایا تھا کہ بھائی تمہاری خالہ نے تمہارے اولاد ہونیکی دعا کو کہا تھا میں نے دعا تو کردی مگر جی تو یہی چاہتا ہے کہ جیسا میں ہوں ویسے ہی تم رہو مطلب یہ تھا کہ اولاد نہو میں سمجھ گیا کہ اولاد نہ ہوگی چنانچہ نہیں ہوئی حتی کہ جب میں نے دوسرا عقد کیا انکی عمر اولاد ہونے کی تھی مگر عجیب اتفاق ہے کہ انکو ڈاکٹرنی نے کہدیا تھا کہ تم شادی مت کرنا تمہارے لئے سخت مضر ہے اگر اولاد ہوئی تو پھر تمہاری جان کی خیر نہیں سو اولاد میرے لئے مضر باطن بتلائی گئی اور ان کیلئے مضر ظاہر سو شادی تو ہوئی مگر اللہ تعالی نے انکی جان کی حفاظت فرمائی کہ ان سے بھی اولاد نہیں ہوئی سو اولاد نہونے میں انکی مصالح جان کے تھے اور میرے مصالح ایمان کے اور یہ سب کے لئے نہیں یہی اولاد بعض کیلئے آلہ بُعد ہوجاتے ہیں اور بعض کیلئے آلہ قرب ہوجاتے ہیں اسکو حق تعالی ہی خوب جانتے ہیں کہ کس کیلئے سبب بُعد کا ہونگے اور کس کے لئے سبب قرب کا پس جیسے اولاد ہونا ایک دولت اور نعمت ہے مگر سب کیلئے نہیں اسیطرح پیشین گوئی اور تصرف و کرامت دولت ہیں مگر سب کے لئے نہیں بلکہ بعض کیلئے یہ چیزیں حجاب ہیں اور مجھ جیسے کمزور کیلئے تو یہ چیزیں حجاب ہی ہوجاتیں اپنی حالت سے میں ہی خوب واقف ہوں۔ بس مجھے تو یہی حالت پسند ہے کہ جو احکام معلوم ہوں ان پر عمل کرلوں اور وہی اپنے دوستوں کو بتلادوں۔

(ملفوظ ۱۲) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عقد ثانی کا داعی کیا پیش آیا تھا۔ فرمایا انکی سادگی دینداری اور بے نفسی داعی ہوئی شروع ہی سے انکی یہ حالت تھی اسیوجہ سے میں نے انکو سعید احمد مرحوم کیلئے تجویز کیا تھا جی چاہتا تھا کہ ایسی اچھی طبیعت کا آدمی گھر میں رہے جب مرحوم کی وفات ہوگئی ان کے گھر میں رہنے کی بجز عقد کے کوئی صورت نہ تھی اور یہ بات مجھکو بعد میں معلوم ہوئی کہ علاوہ میرے خاص دوستوں کے حضرت

مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے تھی کہ ایسا ہو جانا چاہئے بلکہ یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ اپنے گھر میں سے اس معاملہ میں ڈرتا ہے واقعی مجھے جو اس میں تردد تھا وہ یہی تھا مجھے پہلے گھر میں کے مزاج سے اندیشہ تھا اور وہ اندیشہ واقع بھی ہوا گو اب بحمد اللہ اسکا اثر باقی نہیں رہا۔ میں نے اکثر تبہ اسکے متعلق خواب دیکھا کہ میں کسی سے پوچھ رہا ہوں کہ اگر عقد ثانی ہو گیا تو بڑے گھر میں سے کیا کریں گی تو یہ جواب ملا کہ وہ بیٹھی ہوئی قرآن پاک پڑھا کریں گی۔ نیز اس کے متعلق میں نے ایک یہ بھی خواب دیکھا تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میرے مکان میں تشریف لانے والی ہیں اس سے میں یہ تعبیر سمجھا کہ جو نسبت عمر کی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بوقت نکاح حضور کے ساتھ تھی وہ ہی نسبت انکو ہے یہ شاید اس طرف اشارہ ہو۔ میں نے اسکے متعلق ایک رسالہ بھی لکھا ہے۔ الخطوب المذیبہ اسکا نام ہے اسمیں واقعہ کی حقیقت کو ظاہر کر دیا ہے اور رسالہ کے لکھے جانے کے داعی میرے بھائی منشی اکبر علی صاحب مرحوم ہوئے تھے انھوں نے ایک خط میں مجھ سے استفسار کیا تھا کہ آخر ضرورت ہی نکاح کی کیا پیش آئی تھی اصل میں تو ان کو جواب دینا تھا وہ بشکل رسالہ ہو گیا وہ رسالہ بعض لوگوں کیلئے تو جو کہ اہل فہم تھے دوستی کا سبب بنگیا ایسے لوگوں نے یہ کہا کہ ایسے شخص سے ضرور تعلق رکھا جائے اسلئے کہ اسمیں استقلال ہے اور اگر بعض کا اعتقاد جاتا رہا ہو تو جاتا رہے بحمد اللہ میں کوئی کام کسی کے معتقد یا غیر معتقد بنانے کی نیت سے تھوڑا ہی کرتا ہوں۔ میرے بڑے گھر میں سے مجھ سے کہا کہ تم نے یہ عقد کر کے عقد ثانی کا دروازہ کھولدیا اب لوگ ایسا ہی کیا کریں گے میں نے کہا کہ کھولا نہیں بند کر دیا ہے لوگوں کو معلوم تو ہوگا کہ اتنے حقوق ہیں کسی کی بھی ہمت نہ ہوگی فرمایا یہ ادائے حقوق کی دشواری کا خیال ہی خیال ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ایسی مدد فرماتے ہیں کہ عمل کرنا اور حقوق کا ادا کرنا پھولوں سے بھی ہلکا ہو جاتا ہے مشکل سے مشکل کام انکی مدد سے آسان ہو جاتا ہے مگر ارادہ شرط ہے باقی یوں تو آسان سے آسان کام میں کچھ تو خلاف نفس ہوتا ہی ہے ایک صاحب نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت قرآن پاک میں ہے ما جعل علیکم فی الدین من حرج[عہ] اور منقبو الجبر

عہ دین میں حق تعالیٰ نے تم پر کوئی تنگی نہیں فرمائی۔ ۱۲

کے متعلق جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اسمیں حرج ہے فرمایا اچھا اسمیں تو حرج اور
تنگی ہے اور جہاد میں تنگی نہیں جہاں سر کٹتے ہیں عورتیں بیوہ ہوتی ہیں بچے یتیم ہوتے ہیں اگر
حرج کے یہ ہی معنی ہیں اور تنگی اسی کو کہتے ہیں تو اسکو بھی قرآن شریف کی فہرست سے نکالدو
چپ رہ گئے مولانا پر جذب غالب رہتا تھا مجذوب سمجھے جاتے تھے مگر کیسا جواب دیا یہ حضرات
دین کے عاشق تھے اس لئے امور دینیہ میں ہر وقت ہوشیار اور بیدار رہتے تھے۔ دیکھئے
جہاد میں کتنا تعب ہے اور آخر انجام اسکا قتل ہے مگر حضرت اُسوقت ایسا بھی نہیں معلوم ہوتا
جیسے چیونٹی کاٹ لیتی ہے بعض بزرگوں کا قول ہے کہ جو پلنگ پر پڑ کر مرتا ہے اسکو ایسی تکلیف
ہوتی ہے جیسے چھ سو تلوار اُسپر ایکدم پڑی ہوں اور جہاد میں آسانی سے جان نکلتی ہے (جو اسقدر سخت ہے)
بظاہر یہ سب ارادہ کی برکت ہے ارادہ بڑی دولت ہے اس سے بڑے سے بڑے مشکل کام
آسان ہو جاتے ہیں چنانچہ مجکو اس معاملہ میں عدل بالکل آسان ہو گیا اور گو کہنے کی تو بات
نہیں مگر کہتا ہوں کہ میں نے حقوق کی رعایت یہانتک کی اور یہ محض دوستوں کو معلوم
کرانے کی غرض سے کہہ رہا ہوں تاکہ عمل کریں کہ ایک کے وقت میں دوسرے کا خیال بھی
نہیں آنے دیتا اور یہ اسوجہ سے کہ جہانتک میرے ارادہ اور قصد کو دخل ہے وہاں تک
کیوں کوتاہی کروں اور یہ خیال کیا کہ قصداً اس خیال کرنے میں بھی ایک قسم کا استمتاع ہے
ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے اس خیال کے استمتاع ہونے کے متعلق ایکمرتبہ
اور بھی فرمایا تھا اور اس سے استدلال کیا تھا کہ اگر اپنی بیوی کے پاس ہو اور صحبت کے
وقت کسی اجنبیہ کا قصداً خیال کرے تو وہ حرام ہوگا فقہاء نے اسکو بیان فرمایا ہے۔
فرمایا کہ ہاں استدلال کیا ہوگا۔

(ملفوظ ۱۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مدرسہ دیوبند میں بڑے ہی باکمال حضرات کا
اجتماع رہ چکا ہے اب اُن حضرات کو آنکھیں ڈھونڈتی ہیں بڑا ہی بابرکت اور باخیر مجمع
تھا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیسے جامع کمالات تھے ہر فن میں
کمال رکھتے تھے، ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ سُنا ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم
صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ مولوی سید احمد صاحب مدرس ثانی کے ذہن

اور میرے ذہن کی ایک نوعیت ہے حضرت والا نے سنکر فرمایا کہ یہ مقولہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سنا ہے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ مولانا سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قصائد عربیہ میں میرا سالانہ امتحان لیا کتابیں میں نے کبھی توجہ کے ساتھ نہ دیکھیں نہ پڑھیں میں نے گھونٹ گھانٹ کر ایک تقریر کر دی فرمایا اور کچھ میں نے پھر ایک دوسری تقریر کر دی فرمایا اور میں نے ایک اور تیسری تقریر کر دی آخر میں فرمایا کہ ان میں سے ایک مطلب بھی صحیح نہیں مگر تمہاری ذہانت پر نمبر دیتا ہوں میں نے اپنے دل میں کہا کہ جناب اسوقت تو نمبر ہی مقصود ہے کتاب کسکو مقصود ہے۔

(ملفوظ) فرمایا کہ بیٹے ہوئے سبکی اطلاع کی وجہ سے بیان کرتا ہوں کہ صبح کی مجلس میں عام مجمع ہونیسے قلب پر ایک تعب ہوتا ہے کبھی زیادہ مجمع ہونیکی وجہ سے آواز بلند کرنا پڑتی ہے کہ سب سن لیں اس سے بھی تعب ہوتا ہے پھر مجمع کے عام ہونے سے قلب میں زیادہ بیٹھنے کا تقاضہ ہوتا ہے اور اسکا ثمرہ بعد میں مجھکو بھگتنا پڑتا ہے۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو لوگ حضرت کے پاس آتے ہیں وہ حضرت کی زیارت کو صحبت کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں اسلئے مجلس تو عام ہی رہے مگر حضرت کا جسوقت جی اٹھنے کو چاہے حضرت اٹھ جایا کریں فرمایا کہ یہ میری کچھ طبعی سی بات ہے کہ زیادہ مجمع میں سے اٹھتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے کہ مجلس کا مقصود تو اسقدر بڑا اور اسمیں کبڈی کا سا پالا چھوا کر چلدینے کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا نیز زیادہ مجمع ہونیکی وجہ سے حقوق میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے۔

(ملفوظ) فرمایا کہ کیفیات محمودہ نفسانی بھی ہوتی ہیں اور روحانی بھی بعض مرتبہ کیفیات کا نہ ہونا موجب رحمت ہے اور ہونا موجب فتنہ کیونکہ پہلی صورت میں اپنے کو ناقص سمجھتا ہے اور دوسری صورت میں کامل۔

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب نے کشف کے متعلق چند سوالات کئے انپر حضرت والا نے جو جوابات ارشاد فرمائے وہ بہ عنوان سوال وجواب ذیل میں درج کرتا ہوں۔

سوال:۔ میں ایک خاص واقعہ کے متعلق اپنی تسلی کے لئے چند سوالات کرنا چاہتا ہوں اگر حضرت والا بطیب خاطر اجازت فرمائیں۔

جواب :۔ فرمایا نہایت خوشی سے اجازت ہے اسوقت اور بھی اہل علم موجود ہیں ضرور ان سوالات کو ظاہر فرمائیے۔

سوال :۔ کشمیر پر جو مسلمانوں کے جتھے جارہے ہیں انکا وہاں پر جاکر لڑنا مقصود نہیں بلکہ صرف حکومت پر اثر ڈالنا ہے یہ صورت شرعاً کیسی ہے۔

جواب :۔ فرمایا یہ شرعی لڑائی تو ہے نہیں۔ اب دو ہی صورتیں ہیں یا قتال پر قدرت ہے یا عجز۔ اگر قدرت ہے تو قتال اور اگر قدرت نہیں تو صبر۔ درمیان میں اور کوئی چیز نہیں ہے نہ یہ درمیانی صورتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ اور نہ آجکل کی درمیانی صورتیں اسلامی صورتیں ہیں سب دوسری قوموں کی تقلید ہے۔

سوال :۔ اسوقت کے زمانہ کے لحاظ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ کمزور کو قوی کے مقابلہ میں اسی صورت سے کامیابی ہو سکتی ہے یعنی پبلک حکومت کا مقابلہ اسی صورت سے کر سکتی ہے۔

جواب :۔ فرمایا یہ نصوص کے مقابلہ میں اجتہاد ہے اور اجتہاد کا ہمکو حق نہیں۔ میں نے جو دو صورتیں بیان کیں یہ تو منصوص ہیں اور آپ جو تدابیر اور طریق کار بیان کر رہے ہیں یہ اس منصوص کا معارض ہے۔ اسی لئے یہ طریق سلف سے منقول نہیں۔

سوال :۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے عرض کرنے پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خندق کھدوائی تھی یہ شاہان عجم کی تدابیر میں سے تھی جو غیر قوم تھے۔

جواب :۔ فرمایا یہاں کوئی نص نہ تھی اسلئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمالیا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل فرمالینا منصوص نہ ہونیکی وجہ سے تھا اور یہاں تو منصوص ہے یہاں پر یہ صورت اختیار نہیں کر سکتے۔

سوال :۔ یہ صورت جو اختیار کی گئی ہے اس سے بھی کامیابی ہو جاتی ہے سکھ اس سے کامیاب ہو ہی گئے۔

جواب :۔ فرمایا کہ سوال کامیابی عدم کامیابی کا نہیں ہے سوال یہ ہے کہ یہ صورت جو اختیار کی گئی ہے اسکا حکم شرعی کیا ہے اسکا میں جواب عرض کر رہا ہوں۔

سوال: - اگر بغیر لڑے ہوئے اس صورت کو اختیار کر کے کامیابی ہو جائے تو اس صورت کے اختیار کرنے میں شرعاً کیا حرج ہے۔
جواب: - فرمایا یہ ہی کیا تھوڑا حرج ہے کہ نص کے خلاف ہوا۔
سوال: - کچھ نہ کریں مارے جائیں برباد ہو جائیں خاموش رہیں۔
جواب: - فرمایا کہ یہ میں نے کب کہا ہے یہ بھی آپکا اجتہاد ہے منجملہ اور اجتہادات کے میں نہ واقعات کی نفی کرتا ہوں اور نہ منفعت کی میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ صورت جو اختیار کی گئی ہے یہ منصوص کے خلاف ہے آپکے ذمہ ہے کہ آپ اسکا نصوص کلیہ میں داخل ہونا ثابت کریں اگر داخل ہے تو مجھکو بھی تبلا دیا جاوے میں بھی مان لوں گا۔ خدانخواستہ ضد یا ہٹ تھوڑا ہی ہے جسطرح میں صاف طور پر عرض کر رہا ہوں کہ یہ منصوص کے خلاف اور نصوص کلیہ میں داخل نہیں ہو سکتا اور نصوص کے مقابلہ میں اجتہاد اور قیاس کوئی چیز نہیں اور نہ ہمکو اس قسم کے تصرف کا حق ہے آپ بھی صاف بیان کریں جسوقت آپ سمجھا دیں گے میں بھی انشاء اللہ تسلیم کر لونگا۔
سوال: - موجودہ صورت نصوص کے کلیہ میں تو داخل نہیں ہو سکتی لیکن یہاں پر قیاس سے کام لیا جا سکتا ہے۔
جواب: - فرمایا نص کے ہوتے ہوئے قیاس اور اجتہاد کیجیئے میں کب منع کرتا ہوں مجھے تو بحمد اللہ کھلی آنکھوں نظر آتا ہے کہ یہ حق ہے اور یہ باطل۔
سوال: - اسی لئے تو دریافت کیا جا رہا ہے۔
جواب: - فرمایا اگر آپکو شرح صدر ہو تو آپ عمل کیجیئے یہی سمجھ لیجئے کہ مجھکو شرح صدر نہیں مجکو اپنے فتوے میں شریک نہ کیجئے اور نہ مجھسے امید رکھئے کہ میں منصوصات کے خلاف کروں یا اجتہاد کروں میں تو کٹر مقلد ہوں۔ صاحبین کا قول بھی کہیں اضطرار میں لے لیتا ہوں ورنہ میں تو امام صاحب کے مذہب پر عمل کرتا ہوں آپکی تو بھلا کیا تقلید کر سکتا ہوں آپ تو بچے ہیں اور میں بڈھوں کا مقلد ہوں پھر مزاحاً فرمایا کہ نہیں بڈھوں کا نہیں بلکہ ایک بڈھے کا۔

سوال: ۔ لڑ تو سکتے نہیں پھر کیا صورت ہو۔

جواب: ۔ جو میں عرض کر رہا ہوں وہ منصوص ہے اسی پر عمل کریں یعنی قدرت کو دیکھ لیں اگر قدرت اور قوت ہے تو بجائے جتھے بھیجنے کے قتال کریں جہاد کریں تلوار ہاتھ میں لیں لڑیں اور اگر قدرت نہیں جیسا کہ ظاہر ہے صبر کریں نیز عجز کی صورت میں یہ بھی ہوگا کہ آئندہ اگر کوئی ضرر پیش آیا تو اسکے برداشت کی بھی قوت نہ ہوگی اور جس ضرر سے بچنے کی قدرت نہ ہو یا مشکل ہو اسمیں نہ پڑنا چاہئے۔

سوال: ۔ (آیت جہاد میں) مِنْ قُوَّۃٍ مذکور ہے اسوقت جیل جانے کی قدرت ہے۔

جواب: ۔ قدرت سے یہ قدرت مراد نہیں۔ بلکہ وہ قدرت جسمیں خصم کو کوئی ضرر ہو اور اس کے ساتھ اپنا کوئی ضرر یقینی نہ ہو۔

سوال: ۔ جیل کے جانے میں تو کوئی ضرر نہیں معلوم ہوتا اور خصم کا ضرر ہے یعنی اغاظت پھر کیا حرج ہے۔

جواب: ۔ اگر قدرت علی الاضرار یہی ہے تو آج اسکی بھی قدرت ہے کہ ایک دشمن کے منہ پر تھوک دیں اسمیں بھی اغاظ ہے لیکن چونکہ سمجھتے ہیں کہ اسمیں ضرر اپنا ہے ایسا نہیں کرتے یا ایک دشمن کے ڈھیلا مار دیں اسکی قدرت بھی ہے مگر ایسا نہیں کر سکتے حاصل وہی ہے کہ قدرت سے مراد وہ قدرت ہے جسمیں اُنکا معتد بہ ضرر ہو اور اپنا یقینی ضرر نہ ہو اور ظاہر ہے کہ جیل وغیرہ میں اپنا ضرر ہے اور اُنکا کوئی ضرر معتد بہ نہیں خوب سمجھ لیجئے کہ قدرت کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ جو کام ہم کرنا چاہتے ہیں اسپر تو ہمکو قدرت ہے لیکن اُسکے کر لینے کے بعد جن خطرات کا سامنا ہوگا اُن کے دفع کرنے پر قدرت نہیں دوسرے یہ کہ فعل پر بھی قدرت ہے اور اُسکے کر لینے کے بعد جو خطرات پیش آئیں گے اُن کی مدافعت پر بھی قدرت ہو پہلی صورت استطاعت لغویہ ہے اور دوسری صورت استطاعت شرعیہ خوب سمجھ لیجئے گا اور مدافعت کی فرضیت کیلئے پہلی استطاعت کافی نہیں بلکہ دوسری صورت یعنی استطاعت شرعیہ شرط ہے جسکو اس حدیث نے صاف کر دیا ہے۔ قال من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہٖ فان لم یستطع

لہ جب کوئی شخص کسی گناہ کو ہوتا ہوا دیکھے تو اسکو قوت سے مٹادے اگر اسکی قدرت نہ ہو تو زبان سے اوسکی برائی ظاہر کرے اگر اسکی بھی قدرت نہ ہو

فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ ظاہر ہے کہ استطاعت باللسان ہر وقت حاصل ہے پھر اسکے انتفاء کی تقدیر کب متحقق ہوگی یعنی اگر کسی فعل کی فرضیت کیلئے محض اُس فعل پر قادر ہونا کافی ہو اور اُس سے جو خطرات پیش آنے والے ہوں اُن کی مدافعت پر قادر ہونا شرط نہ ہو تو زبان سے انکار کرنا ہر حالت میں فرض ہونا چاہیے کیونکہ زبان کا چلانا ہر وقت ہماری قدرت میں ہے پھر وہ کونسی صورت ہوگی جسکی نسبت حضور صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر زبان سے بھی اسکی قدرت نہ ہو تو دل سے منکر رہے اس سے ثابت ہوا کہ استطاعت سے مراد یہ ہے کہ اُس فعل پر قدرت ہونیکے ساتھ اسمیں ایسا خطرہ بھی نہ ہو جسکی مقاومت اور مدافعت و مقابلہ بظن غالب عادۃً ناممکن ہو ایک شرط یہ بھی ہے کہ اُس دفع کے بعد اُس سے زیادہ شر میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

سوال:۔ پھر کیا صورت ہے کشمیر کے مسلمانوں کی امداد کی

جواب:۔ یہ صورت ہے کہ وہاں جا کر اُن کو تبلیغ کیجاوے اور آپس میں اتحاد کی ترغیب دیجاوے اور جب قوت ہو جاوے لڑیں جہاد کریں۔

سوال:۔ دروازہ ہی پر روک لیا جاتا ہے گرفتار کر لیا جاتا ہے اندر جانے ہی نہیں دیا جاتا۔

جواب:۔ آپ ہی دیکھ لیجئے کہ ایسی حالت میں آپ کشمیر کے مسلمانوں کو کیا امداد پہنچا سکتے ہیں جبکہ وہاں تک پہونچنے پر بھی قدرت نہیں جسکا نتیجہ جیل میں جانا پڑنا۔ بھوک ہڑتال وغیرہ کرنا خودکشی کے مرادف ہے اور اگر خودکشی سے کسی کو نفع پہونچے تب بھی تو باوجود موجب فوائد ہونیکے جائز نہیں ہے چہ جائیکہ کوئی فائدہ بھی نہ پہونچے تو اسکا درجہ ظاہر ہے یعنی اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ خودکشی کرنے سے کفار پر اثر ہوگا تو کیا خودکشی کرنا جائز ہو جاویگا اور یہ جیلوں میں جانا اور بھوک ہڑتال کرنا کیا خودکشی کا مرادف نہیں ہے اگر کوئی نفع بھی خودکشی پر مرتب ہو تو یہ خود ہی اتنا زبردست نقصان ہے کہ جسکا کچھ کوئی بدل ہی نہیں پھر مترتب منفعت کا اعتبار نہیں اسکی تو بالکل ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ فلاں شخص کی جان بچ سکتی ہے اگر تم کنوئیں میں گر جاؤ تو اسکی جان بچانے کی غرض سے کیا کنوئیں میں گرنا جائز ہوگا۔

سوال:۔ تو کیا پھر قتال ہی کیا جائے۔

جواب: ضرور۔ مگر قدرت عادی شرط ہے اور محض کامیابی کی خیالی توقع قدرت نہیں ہے

سوال: ضرر تو قتال میں بھی سب سے اشد ضرر کہ جان جاتی ہے۔

جواب: چونکہ قتال مقصود اور منصوص ہے اسلئے اُسکا ضرر معتبر نہیں اور یہ تدابیر اور طریق کار غیر منصوص ہیں اسلئے اسکے ضرر کو دیکھا جاویگا اور وجہ فرق دونوں میں یہ ہے کہ اصل مقصد یہ ہے کہ فتنہ نہ ہو۔ قتال فتنہ نہیں ہے کیونکہ قتال میں طبیعت یکسو ہو جاتی ہے اور سکون ہوتا ہے۔ اور ان امور میں تشتت اور پراگندگی اور اضاعت اوقات ہے۔ اصل یہ ہے کہ لوگ فقہ کو نہیں دیکھتے پروگرام بناتے وقت۔ اور فقہ کو محض رائے سے دیکھنا کافی نہیں اور نہ مفید ہے بلکہ نصوص اور ذوق کے ساتھ دیکھنا مفید ہے اسمیں سب سے دقیق علم فقہ ہے اسی واسطے میں ہمیشہ احتیاط کے پہلو کو ترجیح دیتا ہوں۔

سوال: من قتل دون عرضہ وماله فهو شهيد سے جان دینا جائز نکلتا ہے تو بھوک ہڑتال وغیرہ میں گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

جواب: قتل سے مراد خودکشی نہیں ہے بلکہ مراد قتال ہے یعنی لڑ دیگا۔ گو اس نیت سے کہ جان تو ایمان اور مال بچ جاوے پھر اس قتال میں اگر جان چلی جائے تو چلی جانے وہ شہادت ہے مگر خود قتل مقصود نہیں ہے بلکہ قتال ہے اگر لازم آجائے تو اُسکا جواز نکلتا ہے۔ غرض اس سے مقصود قتال ہے قتل نہیں وہ بھی جبکہ اس قتال کی سب شرطیں پائی جاویں اور موانع مرتفع ہوں جسکی تفصیل کتب فقہ میں ہے اور خود قتل کا مقصود نہ ہونا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں ہر جگہ یُقْتَلُوْنَ (بصیغہ مجہول) سے پہلے يُقَاتِلُوْنَ (بصیغہ معروف) ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یقتلون خود مقصود نہیں بلکہ یقاتلون سے کبھی لازم آجاتا ہے

سوال: پوری قدرت تو نہیں مگر جو کچھ بھی ہے اُسکا استعمال کس طرح کریں کچھ تو ہونا چاہیئے

جواب: یہ بھی آپ ہی بتا سکتے ہیں کہ کیا کرنا چاہئے میری تو سمجھ میں اس سے زیادہ نہیں آتا کہ اُن کو تبلیغ کرو اور دین سکھلاؤ اسکے بعد دعاؤں میں رہو۔ ابھی ہجرت کے بعد جو مسلمان مکہ میں تھے اُن کی جانیں جاتی تھیں اسوقت اہل مدینہ نے ایک بھی جتھا نہ بھیجا کوئی بھی

عہ یعنی شخص اپنی آبرو اور مال کے بچانے کے سلسلہ میں قتل ہو جاوے وہ شہید ہے ۱۲۔

جھگڑا نہ کیا جب تک آیت قتال نازل نہ ہوئی اُس کے سوا کوئی حرکت اس آئینی جنگ کی جاری نہ ہوئی پس جنگ اسلامی لڑنا آئین یا آئین کہاں کی خرافات نکالی ہے۔

سوال:۔ ایسے آئین اُس وقت ایجاد نہ ہوئے تھے اگر ہوتے تو جنگ بھی ایسی ہی ہو جاتی،

جواب:۔ بہرحال اس سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ یہ آئین منصوص تو ہے نہیں عقل ہی کا اختراع ہے۔ تو صحابہ بھی عاقل تھے اُن کے ذہن تیز اور بڑی بڑی تدبیریں آئیں یہ تدابیر کیوں نہ آئیں اور یہ کیا آجکل کی اختراعات نئی نئی تدابیر ہیں جو ایک بھی نہ آئی۔ آئی تو بس قتال کی آئی وہ بھی تب جبکہ آیت قتال نازل ہو چکی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر عمومات سے استدلال ہے تو سوال یہ ہے کہ آج تک امت نے ان عمومات سے استدلال کر کے کسی نے عمل بھی کیا ہے اور کیا تیرہ سو برس میں اس قسم کی مظلومیت کی صورتیں پیش نہ آئی تھیں پھر یہ طریق کیوں نہیں اختیار کئے گئے دوسری بات یہ پوچھتا ہوں کہ ہجرت کے بعد جو مستضعفین مکہ میں رہ گئے تھے اُن مسلمانوں میں بھی کچھ قوت اور استطاعت تھی یا نہیں اگر یہ کہا جائے اُن میں قوت اسقدر نہ تھی کہ کسی قسم کا بھی مقابلہ کر سکتے جواب یہ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے اُن میں اسقدر قوت تھی کہ ہندوستان کی قوت اُن کی قوت کے سامنے گرد ہے۔

سوال:۔ مقابل کفار بھی اتنے ہی قوی تھے اسلئے وہ اُن سے مقابلہ نہ کر سکے۔

جواب:۔ یہ تو میرے کلام کا حاصل ہے یہی تو بات ہے تو اب یہ کیا یہ ہی تو ہے اگر اس کو تسلیم کیا جائے تو پھر کوئی اختلاف ہی نہیں رہتا مطلب یہی تو ہوا کہ صبر ہی کرنا پڑیگا عدم قدرت کی حالت میں جیسا کہ اہل مکہ نے کیا اور جب مدینہ والوں کو قوت ہو گئی اُس وقت تلواریں ہاتھ میں لیں اور مکہ پر چڑھائی کی۔

سوال:۔ پہلے آئین کی لڑائی نہ تھی اب تو آئین کی لڑائی ہے۔

جواب:۔ اسکا جواب پہلے ہو چکا ہے اب یہ سمجھ لیجئے کہ یہ آئین کہاں سے آئے یہ بھی تو گھڑے ہوئے ہیں اور صحابہ نے تو سلطنت کی ہے اتنی بات اُنکی سمجھ میں نہ آئی کہ اس طرح تحفے بھیجکر مکہ والونکی مدد کرتے خیر کچھ بھی ہو منقولات سے ثابت کیجئے جب

بات ہے کہ آپ مجھ سے تو غیر منقولات منوانا چاہتے ہیں اور آپ منقولات کو بھی تسلیم
نہیں کرتے۔ میں ہرگز ماننے کو تیار نہیں جب تک آپ منقولات سے ثابت نہ کریں جسے
ہمارے بزرگوں نے نظام دین کی حفاظت کیلئے محکم کیا یعنی تقلید۔ اسکو ایسی آسانی سے
نہیں چھوڑ سکتے اور خرابی تو آجکل زیادہ اسی وجہ سے ہو رہی ہے کہ ہر شخص مجتہد بنا ہوا ہے
واقعی سلف صالحین بڑے ہی حکیم تھے دُنیا میں یہ طبقہ حکماء کا ہے کہ اجتہاد ہی کو بند
کر دیا وہ ہم سے زیادہ دین کو سمجھنے والے تھے۔ مزاحاً فرمایا کہ ہم لوگ تو عند اللہ بھی
معذور ہونگے پوچھا جائیگا عرض کر دیں گے کہ اے اللہ کوئی دلیل ہی سمجھ میں نہ آئی
تھی اور آپ سے پوچھا جائیگا کہ باوجود دلیل معلوم ہونیکے بھی کشمیر کے مسلمانوں کی
کیوں امداد نہیں کی اور وہاں کیوں نہیں گئے ہم تو یہاں بھی بری اور آپ سے وہاں بھی
باز پرس۔ میں ایک کام کی بات عرض کرتا ہوں کہ ان چیزوں میں نرے دلائل کافی
نہیں تھوڑے سے ذوق کی بھی ضرورت ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ ان جدید تدابیر
اور طریق کار میں غیر منصوص ہونیکے علاوہ میرا ذوق بھی ان چیزوں کے خلاف ہے۔
اور مدار قبول اسکات خصم نہیں استفادہ ہے۔

سوال:- ہم ہر طرح پر کمزور ہیں کچھ نہیں کر سکتے۔

جواب:- یا تو اسقدر قوت تھی جوش تھا کہ منصوص کے مقابلہ میں غیر منصوص پر عمل
کرنے کو تیار تھے یا یہ عقیدہ کر لیا ہے کہ ہم کمزور ہیں کام کیجئے مگر شرط یہ ہے کہ حدود
شرعیہ کو محفوظ رکھتے ہوئے کام کیجئے۔

انبیاء علیہم السلام کی تدابیر میں اثر نہ ہو غضب کی بات ہے اپنی اختراع کی ہوئی تدابیر
کو مؤثر سمجھیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ تدابیر کے استعمال میں خدا کے راضی کرنے میں کامیابی کا
اثر ہوگا یا ناراض کرنے میں ظاہر ہے کہ راضی کرنے میں اثر ہوگا تو اسکی ایک ہی تدبیر ہے
کہ تدابیر منصوصہ پر عمل کیا جائے۔

سوال:- ان غیر منصوصہ پر جو عمل کیا جائے گا غیر مشروع اور بُرا سمجھ کر تھوڑا ہی کرینگے
تو اسمیں بھی خدا تعالیٰ کی ناراضی نہ ہوگی۔

جواب: یہ تو اور بھی بُرا ہے کہ معصیت کو معصیت بھی نہ سمجھا جاوے بلکہ معصیت کو نیکی سمجھکر کیا جاوے یہ درجہ تو اُس سے بھی بُرا ہے اور بہت بُرا ہے پھر بدعت کوئی چیز ہی نہیں رہتی اسلیئے کہ بدعتیں جسقدر ہیں سبکو دین ہی سمجھکر کرتے ہیں اہل بدعت یہ ہی جواب دیسکتے ہیں کہ ہم بُرا سمجھکر تھوڑا ہی کرتے ہیں اس سے تو سنت اور بدعت جائز اور ناجائز میں کوئی فرق ہی نہیں رہتا ہر بُرے کام میں نیت اچھی کر لیا کریں کہ ہم جو کر رہے ہیں یہ بُرا کام نہیں بلکہ نیک کام ہے، آپ ہی بتلایئے کہ یہ کلیہ کہاں تک صحیح ہے جو آپنے بیان کیا۔

سوال: نصوص تدابیر کے مقابل ان جدید تدابیر کو منہی عنہ نہیں فرمایا گیا نہ نہی وارد ہے نہ حکم ہے تو اس صورت میں مسکوت عنہ کہا جائیگا ممنوع ہونیکی کیا وجہ ہے۔

جواب: جن چیزوں کی حاجت خیر القرون میں نہ ہوئی ہو اور خیر القرون کے بعد حاجت پیش آئی ہو اور نصوص اُن کے خلاف نہ ہوں وہ تو مسکوت عنہا ہوسکتی ہیں لیکن ان چیزوں کی تو حاجت ہمیشہ ہی پیش آتی رہی پھر بھی نصوص میں صرف جہاد یا صبر ہی کا حکم ہے تو اس اعتبار سے یہ مسکوت عنہ نہ ہوگا منہی عنہ ہوگا۔ کہ باوجود ضرورت کے متقدمین نے اُسکو ترک کیا اختیار نہیں کیا تو اجماع ہوا اُسکے ترک پر اسلیئے ممنوع ہوگا۔

علاوہ ان سب باتوں کے ایک یہ بات باریک ہے جسکو سمجھ لینے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہر کام کرنیکے لیئے حدود کی ضرورت ہے ان تحریکات میں بھی ضرورت ہے سو اُسکا تحفظ کون کریگا یا کون کرائیگا۔ ایک لڑکا زمانہ خلافت میں ہجرت کر گیا اُسکی ماں روتی روتی اندھی ہوگئی اسکو کون دیکھے گا کہ کسکو جانا چاہیئے اور کسکو نہیں اگر تدابیر جدیدہ جائز بھی ہوں تب بھی اسکی ضرورت ہے کہ کوئی امیر ہو تاکہ حدود کی رعایت خود بھی کرے اور دوسروں سے بھی کرائے۔ بلا امیر کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ فرمایا کہ امیر پر یاد آیا ایک ڈاکٹر صاحب ہیں پنجاب میں بہت ہی مخلص اور سمجھدار شخص ہیں زمانہ تحریک خلافت میں اُن کے ایک عزیز بڑے ہی جوش اور سرگرمی کے ساتھ حصہ لیئے ہوئے تھے ڈاکٹر صاحب ان معاملات سے یکسو تھے ایک روز ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ آپ اس تحریک میں حصہ کیوں نہیں لیتے ڈاکٹر

صاحب نے میرا نام لے دیا کہ وہ شریک نہیں اسلئے ہمیں کوئی حصہ نہیں لے سکتا۔ یہ سنکر بولے کہ
میں اسکو تو پانچ منٹ میں اپنے ساتھ کر لونگا دیکھیں کیسے شریک نہیں ہوتے مجکو تھانہ بھون
لیچلو میں گفتگو کرونگا ڈاکٹر صاحب نے یہ واقعہ مجھسے بیان کیا کہ میرے بھائی ایسا کہتے
ہیں اگر اجازت ہو ساتھ لیکر آؤں میں نے لکھدیا کہ ضرور لاؤ ایسے آدمی کی ضرورت ہے
جو اسقدر ذہین ہو مجھے خود ان سے ملاقات کا اشتیاق ہو گیا اسلئے کہ ایسا ذہین آدمی کہاں
ملتا ہے۔ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ میری ہمیشہ یہ نیت رہی اور ہے کہ مسلمان تو بڑی
چیز ہیں اگر مجھکو بھنگی کا بچہ بھی سمجھا دے میں مان لونگا خدانخواستہ کوئی ضد یا ہٹ
تھوڑا ہی ہے۔ ہاں اسی کے ساتھ یہ بھی نیت رہی کہ بدون مسئلے کو سمجھے ہوئے ایک
انچ بھی قدم نہ اٹھاؤنگا۔ دوسرے یہ ہے کہ مصالح وغیرہ کو شریعت مقدسہ پر مقدم نہیں
کر سکتا یہ میرا فطری امر ہے میں اسمیں مجبور ہوں مجھسے مصالح پرستی نہیں ہو سکتی مصالح تو
یہاں پر پیس دئے جاتے ہیں میں تو کہا کرتا ہوں کہ مصالحوں کو سل پر خوب پیسا جائے جتنا
پیسا جائیگا اتنا ہی سالن لذیذ ہوگا۔ فرمایا کہ مصالح پر یاد آیا جان سے بڑھکر تو کوئی مصالح
نہونگے جس زمانہ میں تحریک خلافت کا شباب تھا شورش پسند طبیعتیں جوش میں
بھڑک رہی تھیں چہار طرف ایک آگ لگی ہوئی تھی یہانتک نوبت آگئی تھی کہ علاوہ
برا بھلا کہنے اور بعض طعن اور قسم قسم کے بہتان والزامات لگانے کی دھمکی کے خطوط
میرے پاس آئے کہ یا تو شریک ہو جاؤ ورنہ قتل کر دئے جاؤگے اسوقت غایت شفقت
اور محبت کی بناء پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خاص اور معتمد
شخص کی زبانی کہلا کر بھیجا کہ یہ وقت خطرہ کا ہے اگر بظاہر تھوڑی سی شرکت کر لو تو
گنجائش ہے۔ میں نے کہلا بھیجا کہ یہ آپکی محبت اور شفقت کا اقتضاء ہے مگر سب سے بڑا
خطرہ جان کا چلا جانا ہے سو اسکے لئے میں اپنے نفس کو تیار پاتا ہوں لیکن اسپر آمادہ
نہیں ہوں کہ بلا سمجھے شرکت کر لوں اور نہ اسپر قدرت ہے کہ بظاہر تو شرکت کر لوں اور باطن
میں الگ رہوں اسکو میں منافقت سمجھتا ہوں بلو بحمد اللہ اسوقت تک ہر خطرہ سے
محفوظ آپکے سامنے زندہ اور صحیح سلامت موجود ہوں لڑکیوں کا کھیل بنا رکھا ہے۔

یہ دین ہے کہ یا تو وہ کرو جو ہم کریں ورنہ قتل کر دئے جاؤ گے۔ اسی زمانہ میں میں جنگل معمول کے موافق صبح کو گیا ایک ہندو راجپوت بڈھا تھانہ بھون ہی کا رہنے والا ملا۔ بستی کے ہندو بھی جو پرانے خیال کے اور پرانے عمر کے ہیں محبت کرتے ہیں کہنے لگا مولوی جی کچھ خبر بھی ہے تمہارے واسطے کیا تجویزیں ہو رہی ہیں "تنہا اس طرح جنگل میں مت آیا کرو۔ میں نے کہا کہ چودھری مجکو اسکی بھی خبر ہے اور ایک بات کی اور بھی خبر ہے جسکی تمکو خبر نہیں۔ کہنے لگا کہ جی وہ کیا ہے میں نے کہا کہ بدون اسکے حکم کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ تھا تو ہندو مگر یہ سنکر اسقدر اسپر اثر ہوا جوش میں آکر کہنے لگا کہ مولوی جی تم جہاں چاہے پھرو تمہیں کچھ جوکھم خطرہ نہیں ہے۔ آدمی کیسے گھر جنگل پہاڑ سب ایک ہی سے ہیں۔ غرضکہ ڈاکٹر صاحب اپنے بھائی کو ہمراہ لیکر یہاں آئے پہلی ملاقات تھی مگر نہایت بے تکلفی سے گفتگو شروع کی گفتگو کرنے پر معلوم ہوا کہ آدمی سمجھدار تھے مگر غلطی میں مبتلا تھے کہنے لگے کہ میں بلا تمہید عرض کرتا ہوں کہ آپ اس تحریک میں شریک کیوں نہیں۔ میں نے کہا کہ میں بھی بلا تمہید عرض کرتا ہوں کہ جو کام اسوقت اٹھا ہے اسمیں ضرورت ہے اتفاق کی حدوثاً بھی بقاءً بھی اور اول تو مجکو حدوث اتفاق ہی میں کلام ہے لیکن علی سبیل التنزل اگر مان بھی لیا جاوے تو بقا کا کون ذمہ دار ہے اسلئے کہ بقاء کے لئے ارادت کافی نہیں قہر و قوت کی ضرورت ہے اور وہ قوت امیر المومنین ہے اور اسوقت مسلمانوں کا کوئی امیر یا سردار نہیں جو انکی قوت کو ایک مرکز پر جمع رکھ سکے جو روح ہے اس کام کے کرنے کی تو خلاصہ شرط کا یہ ٹھہرا کہ مسلمانوں کا کوئی امیر المومنین ہو سب سے بڑا اور اہم مسئلہ یہ ہے سو اسکی کیا صورت ہے کہنے لگے کہ ہم آپ ہی کو امیر المومنین بناتے ہیں نے کہا کہ میں امیر المومنین بننے کو تیار ہوں مگر اسمیں کچھ شرائط ہیں میں نے ان شرائط کی تقریر کی جسکا حاصل یہ ہے کہ اول شرط یہ ہے کہ تمام ہندوستان کے مسلمان اپنا تمام مال اور جائداد میرے نام ہبہ کر دیں میں بھیک مانگنے والا امیر المومنین نہیں ہونگا۔ اور مانگنے کی بھی کوئی حد ہے کوئی ایک دفعہ دیگا دو دفعہ دیگا تین دفعہ دیگا بالآخر اکتا جائیگا کہ انکا تو رات دن کا یہی قصہ ہے۔ دوسرے ایسے کام چندوں سے نہیں چلا کرتے چندوں سے جن کے

کام چلتے ہیں اُنکے مال اُنکی جان اُنکی آبرو اُنکے بیوی بچے سب خدا کی راہ پر اپنے کو قربان
کرنے کیلئے ہر وقت تیار رہتے تھے اور اصل مقصد میں سب متحد تھے خلوص سے ان کے
قلوب پُر تھے اُنکی کیا کوئی ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہے اور اسکا کوئی وقت مقرر نہیں کہ
کب تک یہ ضرورت ہے اور یہ میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں تجربات کی بنا پر اس لئے کہ
آجکل چندوں کی اسقدر بھرمار ہے کہ لوگ دیتے دیتے اکتا گئے تیسری یہ بات ہے
کہ اگر کوئی ضرورت صرف کی فوری پیش آگئی اور پلے ہے نہیں اب اگر رقم وقت پر اپنے
موقع پر نہ پہونچی تو کیا ہوگا سوائے اسکے کہ ناکامیابی ہو اور کیا نتیجہ نکل سکتا ہے مثلاً
ضرورت تو ہے آج اور آپ کھڑے ہوئے چندہ کو پھر اُسمیں بھی یہ ضرور تھوڑا ہی ہے کہ فوری
کامیابی ہو جاوے یہ بھی تو احتمال ہے کہ کامیابی نہ ہو تو ایک یقینی ضرورت کو احتمالی بات پر
معلق کر دینا یہ کونسی عقلمندی کی بات ہے اب بتلایئے کہ اُسوقت چندہ کی فکر کیجیئگا یا
کام کی تو پہلے اسکا انتظام کیا جائے۔ اب سنئے کہ میں اُس سرمایہ سے جو میرے نام
ہبہ ہوگا سامان جمع کرونگا اور یہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہبہ کے بعد ہبہ کرنے والوں میں سے
کسی کو تکلیف نہ ہونے دونگا سبکو حسب حیثیت اور مذاق انشاء اللہ تعالیٰ خرچ دونگا
اور یہ بھی اطمینان دلاتا ہوں اور اگر اطمینان نہو تو تحریر مجھسے لکھالی جائے کہ بعد انفراغ
اور کامیابی کے بجنسہ سبکی جائداد وغیرہ واپس کر دونگا رکھونگا نہیں۔ دوسری شرط یہ
ہے کہ ہندوستان کے تمام مشاہیر علماء اور لیڈروں کے دستخط کراؤ کہ وہ مجھکو
امیر المؤمنین تسلیم کرلیں اگر بلا اختلاف سب نے تسلیم کرلیا تو میں امیر المؤمنین ہونگا اگر
ایک نے بھی اختلاف کیا تو میں امیر المؤمنین نہیں ہوسکتا اسلئے کہ اختلاف کی صورت
میں امیر امیر نہیں ہوسکتا ہاں اگر تسلیم کے بعد پھر کوئی اختلاف یا خلاف کرے تو امیر کو
حق ہے کہ وہ اپنی قوت سے ایسے لوگوں کو دبائے اور ٹھیک کرے قبل از تسلیم حق
نہیں کہ اُسکو دبایا جائے۔ ایک یہ کام کرا دیجئے۔ اب سنئے کہ امیر المؤمنین ہونے کے
بعد سب سے اول جو حکم دونگا وہ یہ ہوگا کہ دس سال تک کیلئے سب خاموش ہر قسم کی تحریک
اور ہر قسم کا شور و غل بند۔ اس دس سال میں انتظام کرونگا مسلمانوں کو مسلمان بنانیکے اور اُنکی اصلاح

کیلئے باقاعدہ انتظام ہوگا۔ غرضیکہ مکمل انتظام کے بعد جو مناسب ہوگا حکم دونگا عملی صورت یہ ہے کام کرنے کی اور محض کاغذی امیرالمومنین بنانا چاہتے ہو تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ آج امیرالمومنین ہونگا کل کو اسیر انکا قرین ہونگا آج سردار ہونگا کل کو سردار ہونگا۔ یہ تقریر سنکر انکی تو سب ذہانت ختم ہو گئی۔ یہی مقصود تھا اس تقریر سے کہ انکو اپنے خیالی منصوبوں کی حقیقت معلوم ہو جاوے۔ ورنہ امیرالمومنین کون بنتا ہے اور کون بناتا ہے یہ تقریر بھی ایک علمی ناول تھا جسمیں فرضیات سے مفید سبق دیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر کام اصول سے ہو سکتا ہے بے اصول تو گھر کا بھی انتظام نہیں ہو سکتا ملک کا تو کیا خاک انتظام ہو گا یہ ہیں وہ اصولی باتیں جن پر مجھکو برا بھلا کہا جاتا ہے اور قسم قسم کے الزامات و بہتان میرے سر تھوپے جاتے ہیں اور لوگ مجھسے خفا ہیں اور وجہ خفا ہونیکی صرف یہ ہے کہ میں کہتا ہوں کہ اصول کے ماتحت کام کرو جوش سے کام مت لو ہوش سے کام لو جوش کا انجام خراب نکلیگا حدود شرعیہ کی حفاظت رکھو وہ ان باتوں کو اپنے مقاصد میں روڑا اٹکانا سمجھتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اگر دین نہ رہا اور احکام اسلام کو پامال کرنے کے بعد کوئی کام بھی کیا تو وہ کام پھر دین کا نہ ہوگا۔ کیا یہ دین کی خیرخواہی اور ہمدردی کہلائی جا سکتی ہے۔ اے صاحبو آج سے پہلے بھی تو اسلام اور مسلمانوں پر اس سے بڑے بڑے حوادث پیش آئے ہیں کہ اسوقت اسکا عشر عشیر بھی نہیں مگر انھوں نے اس حالت میں بھی اصول اسلام اور احکام اسلام کو نہیں چھوڑا اسلاف کے کارنامونکو پیش نظر رکھکر کچھ تو غیرت آنا چاہیئے تم تو معمولی معمولی باتوں میں احکام اسلام کو ترک کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہو۔ وہ حضرات عین قتال کے وقت میں بھی حدود کی حفاظت اور رعایت فرماتے تھے جس پر آج ہمکو فخر ہے اب تم ہی فیصلہ کر لو کہ وہ تھے خیرخواہ اسلام ہمدرد اسلام جانباز اسلام یا تم۔ تحریک خلافت کے زمانہ میں صاف الفاظ میں یہ کہا جاتا تھا کہ یہ مسائل کا وقت نہیں کام کرنیکا وقت ہے۔ ایک مولوی ...... صاحب نے جو تحریکات میں نہایت جوش اور سرگرمی کے ساتھ کام کر رہے تھے مجھسے خود بیان کیا کہ ہمکو وہ کام کرنے پڑے ہیں اس تحریک میں کہ اگر علماء کو معلوم ہو جائیں تو ہمپر کفر کا فتویٰ دیدیں۔ یہ تو حالت ہے اور اسپر دعویٰ

دین کی خدمت کا۔ خود ان خرافات اور بیہودگیوں کا اقرار ہے اور پھر ایسے معاملات ہیں کہ جنکو خود بھی شرک اور کفر تک سمجھتے ہیں دوسروں کو شرکت کی دعوت دیجاتی ہے کہ تم بھی ہم جیسے بنجاؤ۔ اس موقع پر یہ مقولہ صادق آتا ہے ہم تو ڈوبے ہیں مگر تجھکو بھی لے ڈوبیں گے۔ یہ تو علماء کی حالت ہے جو ان تحریکات میں حصہ لے رہے ہیں۔ باقی عوام اور لیڈروں کی حالت کا اسی سے اندازہ کر لیا جائے کہ وہ کیا کرتے ہونگے۔ اب جو ان باتوں پر تنبیہ کرے یا خاموش اور علیحدہ رہکر ان خرافات کی شرکت سے اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرے اُسپر طعن سب وشتم کیا جاتا ہے۔ یہ سب خرابیاں امیر عادل نہ ہونے کی وجہ سے ہیں اگر امیر عادل ہو وہ ان خرافات کا انسداد کر سکتا ہے وہی حدود کی رعایت کرا سکتا ہے۔ غرض اصل چیز رعایت ہے حدود کی پھر اگر اسمیں کامیابی نہ ہو تو صبر کریں۔ راجی جان دینا تو مشکل نہیں مگر یہ تو اطمینان ہو کہ اپنے مصرف پر گئی جان بھی کمبخت دی اور خلجان مول لیا کہ جس کام کیلئے جان دی ہے وہ دین ہے یا نہیں یونہی بیٹھے بٹھلائے جا کر جان دیدینا کونسی انسانیت ہے۔ اگر کوئی وقت آگیا جان دینے کا اور صحیح مصرف بھی ہوا تو سب سے پہلے یہ مدعیان خیر خواہی قوم اور ہمدردان اسلام ہی دُم دبا کر بھاگتے نظر آئیں گے جسوقت حضرت مولانا دیوبندیؒ ملٹے سے دیوبند تشریف لائے تو میں حضرت کی زیارت کیلئے دیوبند حاضر ہوا تھا وہاں پر ایک صاحب اس قسم کی گفتگو کرنے لگے اور یہ کہا کہ آپکو تو معلوم ہے پہلے آپ کے بزرگ بھی تو کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے کہا مجھکو یہ بھی خبر ہے کہ کھڑے ہوئے تھے اور اسکی بھی خبر ہے کہ بیٹھ بھی گئے تھے۔ اور آخر تک بیٹھے ہی رہے اب بتلاؤ کہ اپنے بزرگوں کے متبع ہم ہوئے یا تم اسلئے کہ تم منسوخ پر عمل کر رہے ہو اور ہمارا عمل ناسخ پر ہے پھر کچھ نہیں بولے خدا معلوم کیا سمجھ رکھا ہے جن وجوہ اور اسباب کی بناء پر بیٹھ جانے کو ترجیح دی تھی وہی اسباب اب بھی موجود ہیں بلکہ اُس سے زیادہ ابتری اور کمزوری نظر آرہی ہے اگر ذرا غور اور فکر سے کام لیں تو اُسوقت اور اسوقت کی حالت کا تفاوت مشاہد ہو سکتا ہے کوئی باریک یا غامض بات نہیں جسمیں اختلاف کی گنجائش ہو اور یوں تو ہر بات کا جواب ہو سکتا ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ

وہ جواب معقول ہے یا مردود اسلئے کہ شیطان نے بھی اللہ میاں کو جواب دیا تھا اسپر جو حشر اسکا ہوا کسی سے مخفی نہیں۔ اور عوام کے بھروسہ جبکہ ان میں دین بھی پورا نہو کسی ایسے کام میں ہاتھ ڈالنا نہایت خطرناک بات ہے اور یہ خطرہ دنیا ہی کیلئے نہیں بلکہ اسکا اثر دین پر بھی ہوگا اور یہ نہایت قوی اندیشہ ہے خصوص اس حالت کے مضر ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں ہو سکتا جبکہ دوسروں کے کندھے پر بندوق چلائی جا رہی ہو جیسا صاف کہتے ہیں کہ بدون برادران وطن (ہندوؤں) کی شرکت کے ہم کچھ نہیں کر سکتے ایسی قوت کے بھروسہ کہ جس سے کسی وقت بھی اسلامی خیرخواہی اور ہمدردی کی امید نہیں کام کرنا کہاں تک عقلمندی کہلائی جا سکتی ہے نہ شرعاً نہ عقلاً اسکو کوئی نافع تسلیم کر سکتا ہے۔ ہزارہا واقعات شب و روز مشاہدہ ہو رہے ہیں کہ وہ کسی طرح بھی اور کسی وقت میں اسلام اور مسلمانوں کے خیرخواہ نہیں ہو سکتے خدا معلوم ان مشاہدات کو کس بناء پر نظر انداز کیا جارہا ہے۔ اور جو اصل چیز ہے کہ مسلمانوں میں دین پیدا ہو انکی قوت ایک مرکز پر جمع ہو انکا کوئی امیر ہو اسکا کہیں نام و نشان بھی نہیں بھیڑا چال ہے جس طرف کو ایک چلدی سب اسی طرف کو چلدیتی ہیں میں بقسم عرض کرتا ہوں اور خدا کی ذات پر بھروسہ کر کے کہتا ہوں کہ اگر مسلمان مضبوطی کے ساتھ اپنے دین کے پابند ہو جائیں اور تمام آپس کے مناقشات کو ختم کر کے متحد ہو جائیں اور اپنی قوت کو ایک مرکز پر جمع کرلیں اور جسکو اپنا خیرخواہ سمجھکر بڑا بنائیں لگے کہنے اور مشوروں پر عمل کریں اس کی اتباع سے سرمو اعراض نہ کریں تو پھر انکو نہ کسی کی شرکت کی ضرورت نہ انکو کسی سے خوف کی ضرورت اور نہ انکا کوئی کچھ بگاڑ سکتا ہے ہر کام طریقہ اور اصول سے ہوتا ہے معمولی معمولی باتوں میں بغیر اصول پر عمل کئے آدمی ناکامیاب رہتا ہے یہ اتنا بڑا کام اور اسکا کوئی اصول نہ ہو سخت حیرت ہے ہمارا تو ہستی اور وجود ہی کیا ہے صحابہؓ کرام جنکی مقبولیت اور فراست و عقل تمام دنیا کو تسلیم ہے اور بڑے بڑے عقلاء اسپر متفق ہیں انہوں نے بھی ساری عمر یہ کام کئے مگر اصول اور حدود کو ہاتھوں سے نہیں چھوڑا یہی راز انکی کامیابی کا ہے یہ تو ہر شخص کی زبان پر ہے کہ انکو کامیابیاں

ہوئیں انکی نصرت ہوئی وہ تمام عالم پر بے سروسامانی کی حالت میں غالب آگئے مگر اسی
کے ساتھ یہ بھی تو دیکھنا چاہیئے کہ انکا طریق کار کیا تھا اُن کا اس جدوجہد سے کیا مقصود
تھا اُن کی نیت کیا تھی اُن کے اعمال کیسے تھے وہ آپسمیں ایک دوسرے کے ساتھ
کیا برتاؤ کرتے تھے وہ احکام اسلام پر کسدرجہ عامل تھے اُن کے قلوب میں اسلام
اور احکام اسلام کی کس قدر عظمت اور محبت تھی ثمرات پر تو نظر ہے اسباب ثمرات پر
بھی تو نظر ہونا چاہیئے اور اُسپر اپنی حالت کو منطبق کرنا چاہیئے کھوٹے کھرے کا فرق بسہولت
معلوم ہو جائیگا اور یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ ہم اُن کامیابیوں اور نصرتوں کے مستحق ہیں
یا نہیں ۔ نرے دعوے اور زبانی باتیں ہانکنے سے کہیں کام چلا کرتا ہے کام تو کام
کرنے سے ہوا کرتا ہے میرا معمول ہے کہ مجھے جب کوئی اس قسم کا مشورہ دیتا ہے کہ یہ کرنا
چاہیئے اور یہ ہونا چاہیئے میں جواب میں ایسا طریقہ تبلا دیتا ہوں کہ اُنہیں اُن حضرت کو
بھی کچھ کرنا پڑے اور خود بھی شرکت کا وعدہ کر لیتا ہوں باوجود میرے وعدۂ شرکت کے
کسی کو بھی آمادہ نہیں دیکھا دوسروں ہی کو چاہتے ہیں کہ سب یہ ہی کریں ہمیں کچھ نہ کرنا
پڑے بطور مزاح فرمایا کہ پھر تو وہ اسکے مستحق ہو جاتے ہیں کہ انکو یہ کہا جائے **آمادہ**
(یعنی اے مادہ آجا) سب تری ختم ہو جاتی ہے۔ ان لوگوں کی حالت بالکل اسکی مصداق
ہے جیسے دو دوستوں کا ایک ساتھ سفر ہوا اوّل منزل طے ہونیکے بعد کسی مقام پر قیام
کیا وہاں پر کھانا پکانے کی تجویز ہوئی ایک بولا کہ بھائی میں تو بازار سے سودا لاتا ہوں تم
جنگل سے لکڑیاں چُن لاؤ دوسرا کہتا ہے کہ دوست تمکو معلوم ہے کہ میں سفر کی وجہ سے
تھکا ماندہ ہوں مجھسے یہ کام انجام نہیں دیا جاسکتا وہ بیچارا بازار سے سودا بھی لے آیا۔
اور جنگل سے لکڑیاں بھی چُن لایا۔ پھر اُس نے کہا کہ یہ کام تو ہو گیا اب تم آگ جلا لو اور
میں آٹا گوندھتا ہوں کہا کہ اتنی ہمت کہاں ہے بہت ہی خستہ حالت ہے اُس نے
یہ دونوں کام بھی انجام دیئے پھر اُس نے کہا کہ بھائی میں روٹی پکاتا ہوں تم آگ جلاتے
رہنا اور روٹی سینکتے رہنا کہا کہ بیٹھنا موت ہے سفر کی تکان سے ٹانگیں چور ہو رہی ہیں
اُس نے روٹی بھی پکالی پھر اُس نے کہا کہ لو بھائی آکر کھا تو لو تو کہتا ہے کہ بہت دیر سے

دوست کے کہنے کی مخالفت کر رہا ہوں آخر کہاں تک مخالفت کروں شرم معلوم ہوتی ہے۔ دوست کہیگا کہ کسی بات میں بھی کہنا نہیں مانا لاؤ کہا تو یوں ہی یہی حالت ان مشورہ دینے والوں کی ہے پکی پکائی چاہتے ہیں کہ ہمیں کچھ نہ کرنا پڑے۔ میں پوچھتا ہوں کہ جو سلف کے کارنامونکو پیش کر کے دوسروں کو ترغیب دیتے ہیں کیا اُن کی یہی حالت تھی جو تمہاری ہے کہ ہر کام سے خود تو جان بچاتے ہیں اور دوسرونکو پھانسنے کی فکر کرتے ہیں (یعنی عوام کو پھنسنا کر لیڈر خود مزے کرتے ہیں) انکی تو یہ حالت تھی کہ کام تو ہے کیا بلا ایک سے پہلے دوسرا اپنی جان دینے کو تیار رہتا تھا منجملہ وجوہ کے ایک یہ بھی وجہ ہے کہ میں ایسے کاموں میں شرکت نہیں کرتا کہ ایسے کاموں کا تعلق دوسروں سے ہوتا ہے اور یہ تجربہ سے معلوم ہو گیا ہے کہ کسی دوسرے کے بھروسہ کوئی کام کیا جائے کبھی انجام کو نہیں پہونچ سکتا یہ تو بہت بڑا کام ہے رات دن کے معاملات میں دیکھا جا رہا ہے معمولی معمولی کاموں میں لوگ اسقدر پریشان کرتے ہیں کہ اگر کسی کو کوئی کام سپرد کر دیا جاتا ہے تو آئندہ توبہ ہی کرنی پڑتی ہے یہ تو اسکے مصداق ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎

نہ خنجر اٹھیگا نہ تلوار اُن سے یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

البتہ دو کاموں کے خوب ہیں ایک تو جو بات گاندھی کے منہ سے نکل جائے اُسکو قرآن و حدیث میں ٹھونسنا اور اسپر منطبق کرنا دوسرا یہ کہ جہاں کوئی بات ہوئی لاؤ چندہ ان دونوں چیزوں میں کمال حاصل کر لیا ہے دیکھ لیجئے اتنا زمانہ گذر گیا گاندھی نے کسی نئی بات کا اعلان نہیں کیا سب خاموش ہیں۔ اب وہ کسی نئی اسکیم کی فکر میں ہو گا۔ جستجو کر رہا ہو گا تو جہاں اُس نے کسی چیز کا اعلان کیا پھر دیکھنا قرآن و حدیث میں بھی وہ چیز نظر آنے لگے گی اور کوئی چیز بھی تو اس تمام تحریک کی ایسی نہیں جو کسی مسلمان لیڈر یا علماء کی تجویز کردہ ہو دیکھ لیجئے۔ اوّل ہوم رول گاندھی کی تجویز بائیکاٹ اُس کی تجویز کھدر اُسکی تجویز خلافت کا مسئلہ اُسکی تجویز ہجرت کا سبق اُسکی تجویز غرضکہ جملہ تحریکات میں جسقدر اجزاء ہیں سب اُسکی تجویزات ہیں انکا صرف یہ کام ہے کہ جو اُس نے کہا لبیک کہکر ساتھ ہو لئے کچھ تو غیرت آنا چاہئے ایسے بدفہموں نے اسلام اور

مسلمانوں کو بدنام کیا سخت صدمہ اور افسوس ہے پھر غضب یہ ہے کہ اُس کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کیجاتی ہے اور اُسکو فرض و اجب سے تعبیر کیا جاتا ہے اُس سے علیحدہ رہنے والیکو گمراہ اور مرتکب کبائر کا سمجھتے ہیں۔ خدا معلوم لکھ پڑھ کر کہاں ڈبو دیا گاندھی کے اقوال کا انطباق قرآن و حدیث پر ایسا ہی ہے جیسے ایک گاؤں میں بوجھ بجکڑ رہتا تھا اتفاق سے اُس گاؤں کے رہنے والوں میں سے ایک شخص کھجور کے درخت پر چڑھ گیا چڑھ تو گیا تھا مگر اترا نہ گیا تمام گاؤں جمع ہوگیا مگر کسی کے کوئی تدبیر ذہن میں نہ آئی کہ اُسکے اُترنے کی درخت سے تدبیر ہے کیا۔ بالآخر بوجھ بجکڑ بلائے گئے آکر درخت کے پاس کھڑے ہوئے کبھی اُوپر کو دیکھتے ہیں اور کبھی نیچے کو سوچ ساچ کر بولے کہ رسّی لاؤ، رسّی لائی گئی کہا کہ اس میں گرہ لگا کر پھندا لگاؤ اور اسکو قوت کے ساتھ اوپر پھینکو اور اُس شخص سے کہا کہ اُسکو پکڑ کر پھندہ کمر میں ڈال لے غرضکہ رسّا پھینکا گیا اُس نے پکڑ کر کمر میں ڈال لیا اب نیچے والوں سے کہا کہ زور سے جھٹکا مارو انھوں نے زور سے جھٹکا لگایا وہ پٹ سے نیچے آپڑا ہڈی پسلی ٹوٹ گئیں بھیجا نکل کر دور جا پڑا ختم ہوگیا لوگوں نے بوجھ بجکڑ سے دریافت کیا کہ یہ کیسی تدبیر تھی یہ تو مر گیا بوجھ بجکڑ جواب میں کہتے ہیں کہ مر گیا تو میں کیا کروں اسکی قسمت۔ میں نے تو سینکڑوں آدمی اس ہی صورت سے رسّی کے ذریعہ کنوئیں سے نکلوالئے ہیں تو جیسے اس بوجھ بجکڑ نے قیاس کیا کنوئیں پر کھجور کے درخت کو ایسا ہی انطباق اور استدلال آجکل کیا جارہا ہے اسی استدلال کی بدولت (مشاہدہ ہے) موپلوں کی قوم کو تباہ و برباد کرادیا ان لیڈروں اور اُنکے ہم خیال مولویوں نے لیکچر دیئے عربی النسل تھے جوش پیدا ہوگیا بھڑک اُٹھے پھر جو کچھ اُنکا حشر ہوا سبکو معلوم ہے پھر ایک لیڈر بھی وہاں نظر نہ آیا کسی نے بھی اُنکی امداد نہ کی چاہتے یہ ہیں کہ ہم تو کرسی صدارت پر بیٹھے رہیں اور لوگ جانیں دیتے رہیں یہ انجام ہوتا ہے بے اصول کاموں کا کہ موپلوں کی قوم تباہ و برباد ہوگئی۔ بجائے ترقی کے پستی کی طرف پہونچ گئے بالکل وہی صورت ہے کہ کھجور کے درخت سے زمین پر لایا گیا بلندی سے پستی کی طرف آیا انجام

ہلاکت ہوا تو یہ جسقدر من گھڑت تدابیر نصوص کے خلاف ہیں انکا درجہ بھی اس بوجہ بکریکی تدابیر سے کم نہیں جو انجام وہاں ہوا وہی یہاں ہوگا کہ بلندی سے پستی کیطرف آ ؤگے۔ کر و اصول کے خلاف مت کرو حدود شرعیہ کا تحفظ لگاؤ ایڑی چوٹی تک کا زور واللہ ثم واللہ ثم واللہ ایک انچ بھی تو آگے نہیں چل سکتے کر کے دیکھ لو اور یہی دیکھ لو کہ کسی نتیجہ پر پہونچتے ہو یا نہیں مسلمانوں کی فلاح اور انکی بہبودی تدابیر منصوصہ ہی میں ہے یہ بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے بعض لوگ دعاء ماثور کو چھوڑ کر اور طریق دعاء کا اختیار کرتے ہیں ظاہر ہے کہ اگر یہ طریق مقبول اور پسندیدہ خدا اور رسول کا ہوتا تو وہ بھی تو تعلیم کر دیا جاتا جب نہیں کیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ طریق مقبول اور پسندیدہ نہیں اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ غیر مقبول میں خیر اور برکت کہاں بے برکتی بھی مشاہد ہے اور بے برکتی کے اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ یہ اس شخص کی تعلیمات اور تجویزات ہیں جو توحید اور رسالت کا منکر اسلام اور مسلمانوں کا دشمن رئیس المشرکین والکافرین یہ سب اسکا سبق پڑھایا ہوا ہے۔

تحریک خلافت کے زمانہ میں ہجرت کا رزولیوشن پاس کر دیا اسی پر مسلمان لبیک کہکر کھڑے ہوگئے ہزاروں مسلمانوں کو بے خانماں کرادیا اسکا جو مسلمانوں کی ذات پر اثر ہوا اور ناقابل برداشت نقصان پہونچا وہ سبکو معلوم پھر ملازمتیں ترک کرنے کی تعلیم دی گئی جنکی متیں ماری گیئں تھیں وہ چھوڑ بیٹھے مسلمانوں نے تو چھوڑیں اور ہندوؤں نے ان جگہوں کو پر کیا بہت سے تو ابتک جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں۔ بعض کے خطوط آتے ہیں لکھتے ہیں کہ اسوقت یہ حماقت ہوگئی تھی ابتک بے روزگاری ہے سخت پریشانی ہے یہ ہیں بے اصول کاموں کے انجام اگر کوئی اصول ہوتا یا کوئی مرکز ہوتا تو ان لوگوں کو کیوں پریشانی ہوتی اور کیوں بددل ہوتے غرضکہ قدم قدم پر ناکامی اور ذلت گلوگیر ہو رہی ہے مگر پھر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں جو سوجھتی ہے نئی سوجھتی ہے۔ یہ سب مشرک کی تعلیم پر عمل کرنیکے ثمرات ہیں اگر مسلمان تنہا اصول کے ماتحت حدود شرعیہ کا تحفظ کرتے ہوئے اور کسی کو اپنا بڑا بنا کر کام کریں اپنی مالی

اورجانی قوت کوایک مرکز پر جمع کرلیں پھرکسی کوبھی اختلاف نہوگا۔ مسلمانوں کے جو مقاصد
شرعیہ یا اپنی بہبودی دنیا و دین کے لیے مطالبات ہیں مجھکو اُن سے اختلاف نہیں اور
نہ کوئی مسلمان اختلاف کرسکتا ہے۔ وہ تو سب ہی کو مطلوب ہیں مجھکو جو اختلاف
ہے وہ طریق کار سے ہے۔ حدود شرعیہ کا قطعًا تحفظ نہیں سردار یا امیر کوئی نہیں
اختلاف اور خلاف کی یہ حالت ہے کہ پارٹی بندیاں ہو رہی ہیں کہ علماؔ ایک طرف
کو چلے جارہے ہیں لیڈر ایک طرف چلے جا رہے ہیں عوام کی یہ حالت ہے کہ جس نے
مرضی کے موافق فتوٰی دیدیا یا کوئی عالم یا لیڈر انکی ساتھ ہو لیا اسمیں سب کمالات
ہیں اسکو عرش پر پہونچا دیں گے اگر کسی نے مرضی کے خلاف کوئی بات کی تو تحت الثریٰ
میں اسکو جگہ ملنا مشکل غرضکہ ایک گڑبڑ ہے اور یہ طریقہ کار جو موجود ہے یہ تو سراسر اسلام
اور شریعت سب کے خلاف ہے اس کو اسلام اور مسلمانوں سے کیا تعلق مثلًا کانگریس کی
شرکت جو خالص مذہبی یا سیاسی ہندؤں کی تحریک ہے جسکا مقصد اسلام
اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنا ہے اور مسلمانوں کو ہندوستان سے نکالدینا اُس کا
ایک خاص فرض منصبی ہے یہ سب بالشویک خیالات کے لوگ ہیں بالشویک نے
جیسا کچھ اسلام اور مسلمانوں کو تباہ اور برباد کیا مدارس دینیہ و مساجد کو خراب کیا وہ
ساری دنیا کو معلوم ہے تو حضرت یہ سوراج سوراج ہانکتے پھرتے ہیں اگر خدانخواستہ
اسمیں کامیابی بھی ہوگئی تو ہندوستان ایک خونی مرکز بنجائیگا۔ برادران وطن اپنی
رکیک حرکتوں سے باز نہ آئیں گے مسلمانوں میں اشتعال اور جوش ہوکر روزانہ قتال اور
جدال رہیگا شر کی ابتدا مسلمان کبھی نہیں کرتے یہ تو ہونے پر بھی بحد درگذر کرتے ہیں۔
مگر جب سر پر سے پانی گذرنے لگتا ہے تب بیشک یہ بھی ہاتھ پیر ہلاتے ہیں اُسوقت
چہار طرف سے غل مچایا جاتا ہے کہ یہ وحشیانہ حرکت ہے۔ اور قومیں یہ ہی حرکت کریں تو
مہذبانہ حرکت ہے کیا انصاف ہے اور کیا سمجھ ہے حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں کا کانگریس

عہ یہ ملفوظ آج سے ستائیس سال پہلے کا ہے جب علماء کی اکثریت ایک طرف کو جبتی تھی۔ لیکن آج۔ عالم ہو
یا لیڈر۔ ہر ہر فرد کا راستہ الگ الگ ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔ ۱۲

میں شرکت کرنا ہندوؤں کے ساتھ ملکر یا اُن کو ساتھ ملاکر کام کرنا یہ اسلام اور مسلمانوں کیلئے نہایت خطرناک بات ہے اور اس طریق کار کو کسطرح مقاصد شرعیہ کہا جاسکتا ہے وہ اس اڑے وقت میں بھی مسلمانوں کی کسی قسم کی مراعات نہیں کرتے ان کے مذہبی شعار کو ہندوستان میں باقی چھوڑنا نہیں چاہتے آئے دن کے واقعات اس کے شاہد ہیں کانپور اور کشمیر وغیرہ کے واقعات آنکھوں کے سامنے موجود ہیں اب اگر اسپر بھی کسی کی سمجھ میں نہ آئے اسکا کیا علاج ایک صاحب مجھسے کہتے تھے وہ دفتر میں ملازم ہیں کہ ہندوؤں کی بدولت ہر محکمہ اور دفاتر میں مسلمانوں کو جن مشکلات کا سامنا ہے وہ بیچارے لیڈروں یا اُن کے ہم خیال مولویوں کو کیا معلوم جن پر پڑ رہی ہے وہی خوب جانتے ہیں غرضکہ یہ مسلمانوں کی جان مال ایمان سب کے دشمن ہیں اور انہیں کو اپنا ہمدرد اور خیر خواہ سمجھ رکھا ہے یہی انکی بڑی زبردست ناکامی کا راز ہے جو شخص دوست دشمن میں امتیاز نہ کرسکے وہ کیا خاک کام کریگا اور اُسکو کیونکر کامیابی ہوگی یہ ہیں وہ وجوہ جنکی بناء پر کسی کام کے کرنے کو جی نہیں چاہتا دیکھتی آنکھوں کسطرح مسلمانوں کو آگ میں گھسنے اور تباہ برباد ہوجانیکی اجازت دیدوں ان خرافات میں مبتلا ہیں اور آڑ بنایا جاتا ہے حضرت دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کو اُن کے یہ مقاصد تھے استغفر اللہ حضرت کی حیات میں حضرت کو دہلی ایک جلسہ شوریٰ میں مدعو کیا گیا تھا حضرت بعض اعذار کی وجہ سے دہلی تشریف نہ لیجاسکے اور ایک مولوی صاحب کے ہاتھ خط بھیجا اور یہ ہدایت فرمائی کہ جو مسئلہ مذہبی پیش آئے اُسمیں اپنا خیال صاف صاف بدون کسی خوف اور مداہنت کے ظاہر کردو اُسوقت قربانی گاؤ کے بند کردینے پر زور دیا جارہا تھا حضرت نے فرمایا کہ یہ مقاصد شرعیہ کے بالکل خلاف ہے ہم مذہبی احکام میں ادنیٰ تصرف اور ذراسی ترمیم کو بھی برداشت نہیں کرسکتے خواہ لوگ ہمارا ساتھ چھوڑدیں ہمسے جو خدمت اسلام کی بن پڑیگی کرتے رہیں گے حضرت مولانا قدس سرہ سے محبت کا دعویٰ کرنیوالے اور عقیدت کا دم بھرنے والے حضرت کے اس فرمان سے سبق حاصل کریں کہ ادنیٰ ترمیم کو بھی شریعت مقدسہ میں گوارہ نہیں فرماتے نہ

یہ کہ سر سے پیر تک شریعت مقدسہ کے خلاف باتیں کیجائیں احکام اسلام کی کھلم کھلا
مخالفت کیجاوئے اور اسکو حضرت مولانا قدس سرہٗ کی طرف منسوب کیا جائے۔ اُن
باتوں کو حضرت کے مقاصد میں سے بتاکر مسلمانوں کو دھوکہ دیا جائے۔ حضرت
مولانا تو بڑی چیز ہیں سلاطین اسلام باوجودیکہ دنیادار کہلاتے ہیں مگر اُن میں سے
جنکے دل میں اسلام اور احکام اسلام کی عظمت اور احترام تھا انھوں نے شریعت
مقدسہ کے خلاف کرنا گوارا نہیں کیا اسکی بھی پرواہ نہیں کی کہ سلطنت جائیگی یا رہے گی
سلطان صلاح الدین نے جسوقت ملک شام کو فتح کیا ہے تو وزراء نے عرض کیا کہ یہ
نصرانیوں کا ملک ہے نیا مفتوحہ ہے اس ملک کے لوگ نہایت سرکش اور سخت ہیں۔
اسلامی سیاسیات نرم ہیں اسلئے ضرورت ہے کہ علاوہ احکام اسلام کے اگر اور بھی
کچھ قوانین اور قواعد نافذ کر دیئے جائیں اُنپر قابو رکھنے کے لئے تو زیادہ مناسب ہے
اسپر سلطان صلاح الدین نے جو جواب دیا ہے وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔
کہتے ہیں کہ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میں نے جو ملک فتح کیا ہے وہ حکومت اور سلطنت
کرنے کیلئے کیا ہے میں نے محض اللہ کو خوش کرنے کیلئے یہ سب سعی اور کوشش کی ہے
احکام اسلام ہی کو نافذ کرونگا اسپر چاہے ملک رہے یا جائے میں ایک حکم کا بھی احکام
اسلام کے خلاف نفاذ نہ کرونگا اس واقعہ سے علماء اور لیڈر سبق حاصل کریں اور اپنے
گریبانوں میں منہ ڈالکر دیکھیں۔ اُن حضرات کی کامیابی کے یہ راز تھے اور یہاں یہ حالت ہے
کہ نہ ابھی کوئی ملک قبضہ میں ہے نہ آئندہ ملنے کے بظاہر کوئی اسباب نظر آتے ہیں مگر
شریعت مقدسہ کی قطع و برید پہلے ہی سے شروع کردی انا للہ وانا الیہ راجعون
حضرت مولانا قدس سرہٗ کی حیات میں میں اپنے مسلک پر آزادی سے عمل کرتا تھا۔
حضرت کی وفات کے بعد سے دیکھ بھال کر عمل کرتا ہوں وجہ اسکی یہ ہے کہ میں سمجھتا
تھا کہ حضرت اختلاف کی حقیقت سے واقف ہیں حضرت کے قلب پر میرے اختلاف
سے ذرہ برابر بھی گرانی نہ تھی پانی پت کے ایک مولوی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مرض
الموت میں دہلی حضرت کے پاس جب زیادہ اختلاف کی خبریں پہونچیں تو یہ فرمایا کہ

اختلاف تو اچھا نہیں معلوم ہوتا لاؤ میں ہی کچھ اپنی رایوں سے ہٹ جاؤں۔ حضرت کی نظر میں اختلاف کا یہ درجہ تھا۔ ایکمرتبہ تحریک خلافت کے زمانہ میں حضرت کی بیٹھک میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے میرے متعلق بُرے بھلے الفاظ کہہ رہے تھے کچھ الفاظ حضرت کے کانوں میں پڑ گئے باہر تشریف لے آئے بہت خفا ہوئے اور یہ فرمایا کہ تم اُس شخص کے باب میں یہ الفاظ کہہ رہے ہو جسکو میں اپنا ایسا سمجھتا ہوں مجھکو وہ الفاظ بیان کرتے ہوئے بھی حجاب معلوم ہوتا ہے جو حضرت نے فرمائے مگر چونکہ اب ذکر آ گیا عرض کرتا ہوں وہ الفاظ یہ ہیں کہ جسکو میں اپنا بڑا سمجھتا ہوں اور یہ فرمایا خبردار جو آئندہ ایسے الفاظ کبھی استعمال کئے اور یہ فرمایا کہ میرے پاس کیا کوئی وحی آتی ہے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ سب ٹھیک ہے میری بھی ایک رائے ہے اُنکی بھی ایک رائے ہے۔ ایکمرتبہ حضرت نے یہ فرمایا کہ ہمیں تو اس پر بھی فخر ہے کہ جو شخص تمام ہندوستان سے بھی متاثر نہ ہوا اور کسی کی بھی پرواہ نہ کی وہ بھی ہماری ہی جماعت سے ہے حضرت کی نقل کو تو جی چاہتا ہے لوگوں کا مگر حضرت جیسا حوصلہ تو پیدا کریں فلاں مولوی صاحب تحریک خلافت میں بہت سرگرم تھے مسلک میں اختلاف تھا اور ہے مگر کبھی ذرہ برابر نہ اُنکو مجھسے انقباض ہوا نہ مجھکو اُن سے ایکمرتبہ دہلی سے یہاں آئے میں نے دریافت کیا کہ کیسے سفر کی صعوبت گوارا فرمائی کہنے لگے کہ مجھکو خلوت میں کچھ کہنا ہے میں نے کہا صاف بات ہے اور معاملہ کی بات ہے وہ یہ ہے کہ تنہائی میں میں کوئی بات نہ کرونگا کیونکہ اسمیں آپکی تو کوئی مصلحت نہیں اور میری مصلحت کے خلاف ہے اسلئے کہ آپ تو حکومت اور مشینگنوں توپوں فوجوں کے مقابلہ کے لئے تیار ہیں اور اُسکا آپ اعلان کر چکے اور میں ابھی تیار نہیں ہوا آپ کو تنہائی اور غیر تنہائی سب برابر ہیں آپ کے لئے کوئی نیا خطرہ نہیں اور میرے لئے خطرہ ہے کہ نہ معلوم چپکے چپکے کیا مشورہ ہوا جو بات ہو مجمع میں ہو پھر یہ کہ آپ کو تردد تو ہے نہیں کیونکہ آپ اپنے مسلک کا اعلان کر چکے ہیں اور تردد کی حالت میں اعلان نہیں کیا جاتا تو گفتگو سے رفع تردد تو مقصود ہے نہیں صرف مجھکو تبلیغ کرنا ہے سو میں نہایت خوشی سے سُننے کو تیار ہوں مگر جب یہ تبلیغ ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ آپ تقریر فرمائیں

میں سنوں لیکن آپ کو یہ حق نہ ہوگا کہ آپ یہ دریافت فرمائیں کہ تو سمجھا یا نہیں۔ میں سمجھوں یا نہ سمجھوں آپ اپنا فرض منصبی ادا فرما دیں کیونکہ مبلغ کا فرض مخاطب کے جواب پر موقوف نہیں اگر معقول تقریر ہوگی میں اپنے مسلک سے رجوع کرلوں گا اور اعلان کردوں گا کہ پہلے میں غلطی پر تھا فلاں صاحب کے سمجھانے سے سمجھ میں آگیا اور اگر نہیں تو خاموش رہوں گا کچھ نہ کہونگا اسپر مولوی ...... صاحب راضی ہوگئے میں نے دو شخصوں سے کہا کہ پنسل کاغذ لیکر بیٹھ جانا اور جو مولوی ...... صاحب تقریر فرمائیں اُس کو ضبط کرلینا اسمیں یہ مصلحت ہے کہ سب تقریر سُننے سے دماغ میں رہ نہیں سکتی ضبط ہونے پر میں اسمیں اچھی طرح پر غور کرسکونگا اس سے مولوی صاحب پر ایک خاص اثر رکاوٹ کا ہوا میں نے اسکا احساس کرکے کہا کہ ایک اور صورت اس سے بھی سہل سمجھ میں آئی اسمیں تو پھر بھی ایک طول ہے یہ لوگ لکھیں گے پھر صاف کریں گے پھر آپ کے پاس نظر ثانی کرنیکو بھیجیں گے اور علاوہ طول کے اسمیں وقت بھی زیادہ صرف ہوگا سہل صورت یہ ہے کہ آپ دہلی واپس تشریف لیجاویں اور اطمینان سے کتابیں دیکھکر اور علماء اور عقلاء سے مشورہ لیکر تحریری تبلیغ میرے پاس بھیجدیں اسمیں ایک اور مصلحت بھی ہے کہ علاوہ اسکے فی البدیہہ تقریر میں تمام جزئیات کا احاطہ نہیں کرسکیں گے بعد میں افسوس ہوگا بس مولوی صاحب اسپر راضی ہوگئے اور اسپر گفتگو ختم ہوگئی کئی سال کی یہ بات ہوگئی وہ تبلیغ آج آرہی ہے یہ حالت تو اس تحریک میں پیشوا اور مقتداؤں کے کام کرنے کی ہے عوام بیچارے تو بھلا کس شمار میں ہیں۔

۳ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ،

(ملفوظ ۱۳۱) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا تھا منجملہ اور مضامین کے یہ بھی لکھا تھا کہ مجھکو بھی سلسلہ عالیہ اشرفیہ میں داخل فرمالیا جاوے۔ میں نے جواب میں لکھا تھا کہ اشرفی کے کیا معنی اسکا کوئی جواب نہیں کیا ٹھکانا ہے اس تحزب کا پارٹی بندیاں ہورہی

ہیں دین میں بھی دنیا گھس رہی ہے ۔

(ملفوظ ۱۱۹) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اکثر یہ جو شخص سورۂ یٰسین شریف پڑھے اسکو سات قرآن شریف پڑھنے کا ثواب ملتا ہے فرمایا کہ سات نہیں دس کا ثواب ملتا ہے ۔ عرض کیا کہ مجھکو سات ہی یاد تھا مگر عرض کرنے سے غرض یہ ہے کہ ایک شخص نے تو صرف سورۂ یٰسین شریف پڑھی اور ایک شخص نے دس قرآن شریف پڑھے تو کیا اسکا اور اسکا ثواب برابر ہوگا جواب میں فرمایا کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یٰسین شریف پڑھنے سے اجر تو دس ہی قرآن شریف پڑھنے کا ملیگا مگر وہ انوار میسر نہ ہونگے جو کامل دس قرآن پڑھنے سے ہونگے اور صاحب غیب کی کسکو خبر ہے انا عند ظن عبدی بی کیا کچھ عطا فرمادیں کوئی ان چیزوں میں ضابطہ تھوڑا ہی ہے

(ملفوظ ۱۲۰) ایک اہل علم کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ صبح آپ کے پرچہ کا جواب دیچکا ہوں اسکو زبانی بھی سمجھ لیجئے گا حدیث میں عی فی البیان کے ایمان میں سے ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے اصل یہ ہے کہ مقصود کے بیان میں تو روانی ہوتی ہے اور غیر مقصود کے بیان میں انقباض مثلاً انسان کسی اور طرف متوجہ ہونے کی حالت میں کلام کرتا ہے تو اسکے کلام میں روانی نہیں ہوتی بس اہل اللہ پر چونکہ خوف آخرت کا غلبہ ہوتا ہے اور ہر وقت اسکا دھیان رہتا ہے لہذا ان کے کلام میں لستگی ہوتی ہے خوف آخرت کے غلبہ سے بیان کی روانی جاتی رہتی ہے جیسے ضروری کلام میں جو کہ مقصود ہوتا ہے آدمی انشراح اور بسط سے بولتا ہے اور روانی ہوتی ہے اور غیر مقصود یا فضول کلام میں روک روک کر بستگی کے ساتھ بولتا ہے ایسے ہی غلبۂ خوف آخرت سے بضرورت ہی بولتا ہے تو خواہ مخواہ اسکے عام کلاموں میں رکاوٹ ہوتی ہے اور اسکی محسوس مثال یہ ہے کہ کسی ایسے شخص سے جسے زور کا پیشاب لگا ہو مثلاً بالتکریر کی تقریر کرائی جائے تو ہرگز روانی نہ ہوگی غیر مقصود میں روان کلام وہی کر سکتا ہے جسپر خوف آخرت کا غلبہ نہو اسی کو کلام میں حظ ہوگا ایسے ہی کلام کی برائی کرنا مقصود ہے جو محض حظ کے لئے کیا جاتا ہے ۔ کلام بضرورت ہونا چاہئے اسمیں حظ کا درجہ نہ ہونا چاہئے ۔ آدمی کو چاہئے کہ ضرورت کے درجہ تک کلام کو رکھے غیر ضروری کلام میں بڑے ہی نقصان ہیں مزاج کے

طور پر فرمایا کہ مگر ایسا بھی نہ ہو کہ ضروری کلام میں بھی اختصار کرنے لگیں جیسے ایک شخص نے نماز کے اندر اختصار کیا تھا۔ وہ القد کی نماز کہلاتی ہے۔ یعنی الحمد کے شروع کا الف اور ختم کا نون۔ اور قل ھو اللہ کے شروع کا قاف اور ختم کی دال یہ القد کی قرأۃ ہوگئی۔ اسی طرح ایک شخص نے خط میں مجھکو لکھا تھا السلام علیکم الیٰ آخرہ یہ اسلئے عرض کر رہا ہوں کہ کبھی ضروری کلام میں بھی اختصار کرنے لگیں اور چپ شاہ بنکر بیٹھ جائیں آج کل اہل فہم دنیا میں بہت آباد ہیں (مراد غیر اہل فہم) جنکو عقل اور فہم دونوں کا ہیضہ ہے یا یوں کہئے کہ قحط ہے غرضکہ دونوں حالتیں حد اعتدال سے دور رہتے ہیں اسلئے ہر بات میں اسکا خیال رہتا ہے کہ الٹی نہ سمجھ جائیں۔

(ملفوظ ۱۲۱) فرمایا ایک صاحب کا خط آیا ہے میں نے انکو بوجہ انکی گڑبڑ کے لکھدیا تھا کہ سوائے استدعاء دعا کے اور میری خیریت معلوم کرنیکے اور کوئی خطاب خط میں نہ کیا کرو اسکے بعد کئی مرتبہ انکے خطوط آئے ان اصول کے پابند رہے آج لکھا ہے کہ میرے لڑکے کی شادی ہے مجھے رسوم مروجہ کے متعلق مسائل دریافت کرنا ہیں اطمینان تو حضرت ہی سے ہوتا مگر چونکہ اجازت نہیں اسلئے کسی ایسے عالم کا پتہ تحریر فرماویں کہ جو ان مسائل میں دلچسپی رکھتے ہوں فرمایا نہایت ہی سلیقہ کی بات ہے جو طرز انھوں نے اختیار کیا اب مجھپر یہ اثر ہوا کہ راستہ بتاؤنگا۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اصلاح الرسوم دیکھنے کو لکھدیا جائے۔ فرمایا کہ میری تجویز اس سے بھی بہتر تجویز ہے یہ لکھدیا ہے کہ یہاں کسی سے تعلق پیدا کرو انکو تم لکھو اور وہ مجھسے مسائل پوچھ کر تم کو لکھدیا کریں یہ سہل راستہ نکل آیا اسمیں براہ راست خط و کتابت بھی نہ ہوگی اور جو انکا مقصود ہے کہ میں ہی مسائل بتاؤں وہ بھی پورا ہو جائیگا۔ مجھکو خدمت سے انکار نہیں مگر چاہتا یہ ہوں کہ اصول سے کام ہو بے اصولی سے مجھے تکلیف ہوتی ہے ایک تو خدمت کرواو اور پر سے تکلیف اٹھاؤ اور غلامی کرو مجھسے تو یہ ہو نہیں سکتا اسپر مجھکو سخت کہتے ہیں بحمد اللہ سخت نہیں ہوں یہ تو بہتان ہے۔ اب دیکھ لیجئے مشاہدہ ہے کہ ڈھنگ سے بات لکھی ویسا ہی جواب دیا گیا۔

(ملفوظ ۱۲۲) فرمایا کہ مروج خوش اخلاقی کا میں ہمیشہ سے مخالف ہوں اس لئے کہ یہ تو خوش اخلاق اور نیک نام مشہور ہو جائیں گے مگر تعلیم و تادیب نہ ہونے سے یہ خوش خلقی دوسروں کے اخلاق تباہ اور برباد ہونیکا ذریعہ اور سبب ہو جائے گی مثال ہے تو فحش مگر ہے چسپاں جیسے رنڈی بڑی خلیق ہوتی ہے پان بھی کھلاتی ہے عشق بازی کی باتیں بھی کرتی ہے محبت کا بھی اظہار ہے ناز و انداز بھی ہے غرضکہ دل لبھانے کے سب ہی اسباب جمع کرتی ہے۔ اور ایک ہے گھر ستن کہ رات دن خاوند سے لڑتی ہے سیدھے منہ بات نہیں کرتی ایک استغنا کی سی شان ہے اب آپ ہی انصاف سے بتلائیے کہ یہ رنڈی تو خلیق ہے اور گھر ستن بدخلق ہے مگر آپ ہی اندازہ فرما سکتے ہیں کہ ان دونوں میں فرق کیا ہے اور کونسی حالت محمود ہے کونسی مذموم ایسی مروج خوش اخلاقی کا جس میں دین کا ضرر ہو اصل منشاء صرف یہ ہے کہ کہیں آنیوالوں کا اعتقاد نہ جاتا رہے یہ ہمکو بدنام نہ کریں کیونکہ اگر ایسا ہوا تو آمدنی نہ ہوگی کوئی ہمارے پاس نہ آئیگا ہم ایسے رہ جائیں گے جیسے کورے گھڑے میں چوہا میں کہتا ہوں اعتقاد نہ رہے گا نہ رہو بدنام کریں گے کرنے دو آمدنی نہ ہوگی مت ہو کوئی پاس نہ آئیگا نہ آؤ ہماری جوتی سے بلانے کون جاتا ہے مانگتا کون ہے حضرت ان ہی وجوہ سے اہل علم کو اہل دنیا ذلت کی نظر سے دیکھتے ہیں مجھکو تو غیرت آتی ہے اور نہایت ہی ذلت معلوم ہوتی ہے اہل دنیا کے ساتھ اس طریق سے پیش آتے ہیں جسمیں دین اور اہل دین کی ذلت کا شبہ بھی ہو۔ عوام کی جو جرأت بڑھی ہے یہ اہل علم کی خوش اخلاقی ہی کی وجہ سے ہر چیز کے حدود ہیں خوش اخلاقی کی بھی کوئی حد ہونا چاہئے وہ حد یہ ہے کہ دین اور اہل دین کی ذلت نہ ہو اس درجہ تک خوش اخلاق کا مضائقہ نہیں اس سے آگے کا درجہ مذموم ہے بحمد اللہ ہمارے بزرگوں نے اس کا ہمیشہ خیال رکھا ہے۔

(ملفوظ ۱۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ جو عورتیں پھوہڑ ہوتی ہیں وہ عفیف ضرور ہوتی ہیں اور اس ڈھنگ کی عورتیں عفت میں تو حوریں ہیں بعض تو

ایسی ہیں کہ آجتک کسی اجنبی کی صورت بھی نہیں دیکھی اور حوروں ہی کی شان میں
قرآن پاک میں بھی وارد ہے فیھن قاصرات الطرف نیز عورتوں کے فضائل میں ہے
الغافلات المومنات معلوم ہوا کہ خارجیات سے بے خبری اصل وضع ہے عورتوں کی
اور گو یہاں پر مراد غفلت عن الفواحش ہے مطلق بے خبری مراد نہیں مگر غفلت عن الفواحش
مردوں میں بھی تو مقصود ہے لیکن باوجود اسکے عورتوں کی مدح میں تو اسکو لائے مردوں
کیلئے تو یہ نہیں فرمایا اس سے صاف معلوم ہوا کہ مطلق بے خبری بھی عورتوں کے زیادہ
مناسب ہے اب نالائق کہتے ہیں کہ پردہ توڑ کر بے پردہ ہو جاؤ اور ترقی کرو ان کے یہاں
کسی چیز کی کوئی حد ہی نہیں عجب گڑبڑ دماغوں میں بھر رہی ہے میرا دل تو گواہی دیتا ہے کہ
انشاء اللہ تعالیٰ کبھی ان نالائقوں کو کامیابی نہ ہوگی اللہ تعالیٰ دین کی امداد کریں گے۔
جس سے ان اطراف کی عورتیں ہرگز قبول نہیں کریں گی میں نے ایک بار اسی مسئلہ کی
گفتگو کے سلسلہ میں ایک مجمع میں کہا تھا کہ پردہ کے مسئلہ میں قرآن وحدیث کو بیچ میں
لانیکی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ قرآن وحدیث کے بغیر ہی اسکی ضرورت ثابت ہو سکتی
ہے اسکے متعلق میں یہ عرض کرتا ہوں کہ کبھی ان لوگوں نے ریل میں سفر کیا ہوگا اور نوٹ
بھی ہمراہ لئے ہوں گے کبھی ایسا بھی کیا ہے کہ نوٹ جیب سے نکالکر باہر رکھدیئے ہوں یا یہ
کیا جاتا ہے کہ اندر کی جیب کے بھی جو اندر جیب ہے انہیں رکھے ہونگے تو کیا اس طرح نوٹ
کو چھپا کر رکھنے کا حکم قرآن میں ہے محض اسی واسطے مخفی رکھا جاتا ہے کہ اظہار میں خطرہ
ہے اسی طرح یہاں بھی یہ طبعی امر ہے کہ ایسے ہی خطرہ کے سبب اسکا پوشیدہ کرنا ضروری ہوگا
نیز مزید برآں غیرت کا اقتضا بھی یہی ہے کہ عورت کو پردہ میں رکھا جائے یہ بھی ایک
طبعی امر ہے جو علاوہ حکم شرعی کے مقتضی ہے وجوب اخفاء کو بلکہ جو خطرہ یہاں نوٹ کو
نکالکر سامنے رکھنے میں ہے اس سے زائد خطرہ عورت کو باہر نکلنے میں ہے۔ نوٹ تو دو
چار ہزار ہی کے ہونگے تو انکی تو آپ کے دل میں ایسی قدر اور عورت کی اتنی بھی آپ کے
نزدیک قدر نہ ہو سننے والے چپ رہ گئے کچھ نہیں بولے۔
(ملفوظ ۱۴۲) فرمایا ایک خط آیا ہے شکستہ میں ایسا لکھا ہے کہ اسکا پڑھنا ہی مشکل ہے

اور بندہ خدا نے پتہ بھی ... اسی طرح لکھا ہے ڈاکخانہ والوں کو بھی پریشانی ہوئی ہوگی مضمون تو اسمیں بہت کچھ لکھا ہے مگر خط کا مضمون اس سے شروع ہوا ہے کہ میں نفس کی اصلاح چاہتا ہوں۔ میں نے لکھدیا ہے کہ نفس کی اصلاح سے پہلے ضرورت ہے آپکو اصلاح خط کی جو موقوف علیہ ہے اصلاح نفس کا اگر شبہ ہو تو لفافہ کا پتہ دیکھ لو کہ ڈاکخانہ والے کسقدر پریشان ہوئے ہونگے بس بڑی اصلاح یہ ہے کہ دوسرونکو تکلیف سے بچائے کسی کو تکلیف نہ پہونچائے۔

(**ملفوظ**[۱۲۵]) ایک مولوی ...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بالشویک نے ایک انجمن قائم کی ہے اسکا نام رکھا ہے عدو اللہ[عه] اسمیں چبیس ہزار کے قریب مختلف اطراف کے لوگ شریک ہیں جو اس انجمن کے مقاصد کو ملک میں پھیلانے کی کوشش وسعی میں مصروف ہیں منجملہ اور مقاصد کے ایک یہ امر بھی انجمن کے مقاصد سے ہے کہ عورتوں کو پردہ نہ کرنے دینا چاہئے اور لڑکیوں کو مثل لڑکوں کے بنایا جا رہا ہے رفتار گفتار لباس طرز انداز سب لڑکوں کے سے ہوں اور انکو فوج میں بھرتی کیا جا رہا ہے اور چھوٹے چھوٹے بچوں سے پوچھتے ہیں کہ تم کو کھانے کو کون دیتا ہے وہ جواب میں کہتے ہیں کہ خدا دیتا ہے انپر کہتے ہیں کہ یوں کہو کہ حکومت دیتی ہے اگر اسپر بچے پھر بھی یہ نہ کہیں تو انکو قتل کر دیا جاتا ہے اور خصوصیت کے ساتھ ایسے بچے مسلمانوں ہی کے ہوتے ہیں کہ وہ یہ ہی کہتے رہتے ہیں کہ خدا دیتا ہے یہ واقعہ سنکر حضرت والا پر ایک خاص اثر ہوا اور بیحد رنج اور صدمہ وافسوس کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ کیا ٹھکانا ہے مردودوں کا فرعون سے بھی بدتر ہو گئے خدا غارت کرے۔ صاحبو لوگ سوراج سوراج لئے پھرتے ہیں اگر خدانخواستہ ملگیا تو انجام یہ ہی ہوگا جو بالشویک کی حالت ظلم اور سرکشی کی سننے میں آرہی ہے اور یہاں پر جو یہ جماعت ہے جو کانگریس کے نام سے ہو رہی ہے یہ بھی سب وہی بالشویک خیال کی پارٹی ہے اور یہ سب اسلام کے مقابلہ پر سازش ہے انگریزوں پر بہت دانت تیز کئے جاتے اور ہندوستان میں بالشویکوں کے آنے کی

عه ہندوستان میں اسکا مشاہدہ ہو رہا ہے ۱۲

تمنا ظاہر کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہندوستان کا بھی یہی حشر ہو افسوس تو بعض علماء پر ہے کہ وہ بھی ان باتوں کو نہیں سمجھتے مجھکو تو بحمد اللہ ان ابواب میں کھلی آنکھوں حق و باطل نظر آرہا ہے۔

(ملفوظ ۱۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حق تعالیٰ بھی بڑے ہی حکیم ہیں کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں اگر حق تعالیٰ کا ادراک سبکو ایک ہی صورت میں ہو جائے تو شبہ ہو سکتا ہے کہ شاید دیکھ لیا ہو مگر کسی کو کسی صورت میں اور کسی کو کسی صورت میں ادراک ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے بھی نہیں دیکھا۔

(ملفوظ ۱۲۷) فرمایا کہ سادگی بھی عجیب برکت کی چیز ہے ایسے شخص کو بہت سی کلفتوں سے نجات ہو جاتی ہے تصنع کا اہتمام ہزاروں کلفتوں کو خریدتا ہے۔ ایک حکایت یاد آئی۔ ایک بزرگ تھے نہایت سادہ اُنکا خط نہایت درجہ خراب تھا اتفاق سے بازار سے گذر رہے تھے کہ کسی کی دکان پر اُن سے بھی زیادہ بُرے خط کی ایک کتاب نظر سے گذری بڑی قیمت دیکر اُسکو خریدا اسلئے کہ لوگ دیکھیں گے کہ دنیا میں مجھسے بھی زیادہ خراب لکھنے والے لوگ موجود ہیں گھر پر لیجا کر مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ یہ بھی میری ہی لکھی ہوئی ہے ابتدائے عمر کی۔ فرمایا کہ کیسی سادگی کی بات ہے کہ اسکو بھی ظاہر کر دیا اگر ظاہر نہ فرماتے تو کسی کو کیا خبر ہوتی تصنع تو بڑوں میں ہوتا ہی نہیں متصنع یہی سمجھتے ہیں کہ کچھ بھی ہو ہم بڑے ہی ہیں اور واقع میں انکی کسی طرح بھی اہانت و سبکی نہیں ہوتی بلکہ اور کمال پر محمول کیا جاتا ہے چھوٹا بیچارہ سمجھتا ہے لے دیکر ایک دو چیز پاس ہے اگر اسمیں بھی نقص نکل آیا تو رہی سہی بھی جائے گی۔

(ملفوظ ۱۲۸) ایک مولوی ...... صاحب نے عرض کیا کہ ...... میں کوئی بھی قابلیت نہ تھی دوسروں سے مضمون لکھوایا کرتا تھا کسی علم میں بھی اسکو مہارت نہ تھی نہ فارسی میں نہ عربی میں اسپر عربی دانی کا دعویٰ کرتا تھا اسکی کتابیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بے سر و پا باتیں ہانکتا ہے اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ اسکی عربی دانی کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں جیسے دو بی بی انبہٹہ سے حج کو گئیں تھیں اتفاق سے اُن میں سے ایک کا بچہ

گم ہو گیا وہ بدوی سے کہتی تھی کہ بچہ گم ہو گیا اسکو ڈھونڈو بدوی اردو سمجھتا نہ تھا یہ اپنی زبان میں کہتی تھیں وہ سمجھتا نہ تھا اسپر آپس میں لڑائی ہونے لگی تو دوسری بی بی بولیں کہ تو ہٹ میں سمجھاؤں گی تجھے عربی بولنی نہیں آتی یہ بی بی بدوی سے کہتی ہیں شیخ مذا بی بی کا پوت نہیں آیا یہ ہی حالت اس شخص کی عربی دانی کی تھی نہایت بدفہم اور کم عقل تھا۔ اسکی وجہ سے بڑی ہی گمراہی کا باب مفتوح ہوا خود تو گمراہ ہوا ہی تھا اوروں کو بھی پھانس گیا لوگوں کی حالت بھی عجیب ہے کہ کوئی نیا ہی ہو لیک کہکر ساتھ ہو لیتے ہیں پیشینگوئیاں کثرت سے جھوٹی ہوئیں خدا مولوی صاحب سے شکست کھائی مگر بے حیائی کا کیا علاج ایسی موٹی موٹی باتوں کے بعد بھی لوگ معتقد ہیں۔

(ملفوظ ۱۲۹) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے منجملہ اور باتوں کے یہ بھی لکھا ہے کہ میری یہ حالت ہے کہ بعضے دوست بے مہار مجکو جہاں چاہتے ہیں لیجاتے ہیں مراد تماشہ وغیرہ میں لیجاتے ہیں بوجہ تعلقات کے انکار مشکل ہوتا ہے جس سے میری حالت اور بھی خراب ہوتی جاتی ہے بطور مزاح فرمایا کہ تو کیا پیر جی انکی مہار سنبھالکر کھڑے ہو اکریں اطلاع سے یہ ہی مطلب ہوا ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایسے شخص کو کچھ دنوں یہاں رہنے کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ اگر خالی الذہن ہو کر یعنی سب رایوں کو فنا کر کے رہیں تو کچھ فائدہ ہو سکتا ہے کیونکہ خود رائے شخص اتباع نہیں کر سکتا یہ ایک بزرگ سے مرید ہیں انکا شاید انتقال ہو چکا ہے جو لوگ پہلے کسی غیر محقق سے تعلق رکھ چکتے ہیں اور پھر کسی کی طرف رجوع کرتے ہیں انکا ٹھیک ہونا اکثر دشوار ہوتا ہے یہ تجربہ کی بات ہے کوئی بہت ہی فہیم اور سلیم طبیعت کا آدمی ہو تو اسکی اصلاح ہو جاتی ہے ورنہ اکثر ناکامیابی ہی ہوتی ہے اور اپنے بزرگوں کے متعلقین میں یہ مانع نہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ مذاق ایک ہے بہت جلد مناسبت ہو جاتی ہے۔

(ملفوظ ۱۳۰) فرمایا کہ ایک صاحب نے خط کے ذریعہ مشورہ چاہا ہے کہ میں اپنے لڑکے کو انگریزی پڑھاؤں یا عربی میں نے جواب میں لکھدیا ہے کہ اپنی ہمت دیکھ لو۔ فرمایا کہ اس لکھنے میں مصلحت یہ ہے کہ میں کیوں اپنے اوپر احسان کراؤں یہ کہنے کو خدا کے

کہتے ہے انگریزی نہیں پڑھائی اپنے دین کے آپ خود ذمہ دار ہیں آخر یہ کونسی پوچھنے کی بات تھی جس وجہ سے مجھ سے مشورہ کر رہے ہیں وہ خود اُن کو محسوس ہو سکتا ہے پھر مشورہ کے کیا معنی سوائے احسان رکھنے کے مجھے تو بڑی غیرت آتی ہے ایسی باتوں سے جنت میں تو جائیں گے خود اور احسان ملانوں پر عجیب مذاق ہے ۔

(ملفوظ ۱۳۱) فرمایا ایک صاحب کا خط آیا ہے چند سوالات لکھے ہیں جن کا نہ سر نہ پیر۔ اخیر میں سب کے لکھتے ہیں کیا حکم ہے یہ انگریزی خوان معلوم ہوتے ہیں طرز تحریر تبلا رہی ہے میں نے لکھدیا ہے کہ کس قسم کا حکم۔ اس پر ان انگریزی دانوں کو دعویٰ ہے تہذیب اور قابلیت کا۔ اسی سلسلہ میں فرمایا ایک صاحب تھے انگریزی داں ریاضی میں مشہور و معروف مطبع مجتبائی دہلی میں اُن سے ملاقات ہوئی مجھ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے مدارس کے طلبہ میں کچھ قابلیت بھی ہوتی ہے میں نے جواب میں کہا کہ اُس قابلیت کی پہلے تعیین فرما دیجئے تاکہ میں یہ معلوم کرسکوں کہ اُس قسم کی قابلیت کا سوال ہے۔ کہ یہ بجائے خود مدعی بننے کے مجکو مدعی بنانا ہے جو مناظرہ کا ایک عمیق داؤ ہے۔ بڑے گھاگ تھے کچھ عربی کا بھی علم تھا سمجھ گئے پھر نہیں بولے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ پھر حضرت بھی کچھ نہیں بولے فرمایا کہ میں اور کیا بولتا پہلا ہی ادھار ان پر تھا وہ جب ادا کرتے تب دیکھتا کہ کھوٹا ہے یا کھرا۔

۴ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۱۳۲) فرمایا کہ سلف میں مشائخ بڑے بڑے مجاہدے اور ریاضتیں مریدین سے کراتے کتابوں میں دیکھنے سے حیرت ہوتی ہے اُسوقت قویٰ لوگوں کے اچھے ہوتے تھے عمریں بھی بڑی ہوتی تھیں اب نہ وہ قویٰ ہیں اور نہ عمر جو بات اُس زمانہ میں معتدبہ مجاہدات کے بعد حاصل ہوتی تھی یعنی قوت بہیمیہ کا کمزور ہو جانا وہ آجکل بلا مجاہدات کے حاصل ہے مگر یہ سُنکر کوئی خوش فہم صاحب یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ واقع میں مجاہدہ کی ضرورت نہیں ضرورت

ہے مگر اسی درجہ کی جسدرجہ کی قوت بہیمیہ ہے اور بڑا مجاہدہ یہ ہے کہ کسی کامل کے سامنے اپنے کو پامال کردے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو، پیش مرد کاملے پامال شو،

اور فرماتے ہیں ؎

صحت ایں حس بجوئید از طبیب صحت آں حس بجوئید از حبیب
صحت ایں حس ز معموری تن صحت آں حس ز تخریب بدن

مثال سے سمجھ لیجئے، جیسے قلعہ کی دیوار کے نیچے خزانہ مدفون ہے اگر دیوار نہ گراویگا خزانے سے محروم رہیگا اور اگر گرادیگا تو اسقدر خزانہ نکلیگا کہ منہدم شدہ دیوار بھی تیار ہوجائیگی اور ساری عمر کے لئے خرچ کو کافی ہوگا۔ ایسا ہی اس تن کو فنا کرنا ہے اور فنا کے بعد جو اسکو بقاء ہوگی وہ ایسی ہوگی جسکو اس شعر میں فرمایا گیا ہے۔ ؎

۱۳۳ خود کہ یابد ایں چنیں بازار را کہ بیک گل مے خری گلزار را

(ملفوظ) کسی خودرلڑے کی کسی درخواست کے جواب میں اُس درخواست کی منظوری کا خاص طریقہ بتلایا تھا وہ اُسکو ٹالنا سمجھے اس واقعہ کو بیان کرکے سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب میں نے انکار نہیں کیا بلکہ اُسکا اہتمام کیا اور طریقہ بتلایا پھر اُسکو عذر کہنا ٹالنا سمجھنا کذب و بہتان ہے۔ میں اُن کے مقصود کی تکمیل کو تیار تھا مگر اُسکا قاعدہ بیان کیا تھا ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ جس طرح ہم نقشہ جما کر لائے۔ ہیں دوسرا ذرا اسکے خلاف نہ کرے اُسکے دوسرے معنی یہ ہیں کہ ہماری غلامی کرو جو ہم کہیں اُسکے خلاف مت کرو کیا یہ کام لینے کا طریقہ ہے یہ تو اچھی خاصی حکومت کرنا ہے۔ میں چھوٹا ہوں یا بڑا مگر بے اصول معاملہ تو چھوٹوں کے ساتھ بھی بُرا ہے یہ ہی نہیں کہ چھوٹے ایسی بات نہ کریں جس سے بڑونکو رنج ہو بلکہ بڑوں کو بھی ایسی کوئی بات نہ کرنا چاہئے جس سے چھوٹونکو تکلیف پہونچے شریعت میں تو آدمی تو بڑی چیز ہے اور وہ بھی مسلمان، جانوروں ورکا تزول

؎ قال کو چھوڑ۔ مرد حال ہوجا۔ اور کسی کامل کے سامنے فنا ہوجا ۲، ؎ بدن کی صحت تو طبیب سے حاصل کرو۔ اور باطن کی صحت محبوب (مرشد) سے حاصل کرو۔ صحت ظاہری تو بدن کو بنانے سنوارنے میں ہے اور باطن کی صحت بدن کی تخریب میں ہے ۲، ؎ ایسے بازار کو کون حاصل کرسکتا ہے کہ جہاں ایک پھول کے بدلہ میں پورا گلزار خریدا جاتا ہے ۲۔

کے حقوق کی بھی تعلیم ہے اسکا آجکل قطعاً خیال نہیں کہ ہمسے کسی کو تکلیف نہ پہونچے اپنی غرض اپنا کام ہر شخص پورا کرنا چاہتا ہے دوسرے کا چاہے کچھ ہی حشر ہو اور خواہ وہ بات اصول اور قاعدہ کے خلاف ہی ہو مگر اپنا چاہا ہو جائے اور وہ بھی اُس طرح جسطرح ہم چاہتے ہیں آخر کیا ایسی بات سے رنج نہ ہوگا تکلیف نہ پہونچے گی مجھسے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں کسی کی خاطر صحیح اصول اور قواعد کو چھوڑ دوں بہت سے تجربوں کے بعد اور بہت سی تکالیف اٹھا اٹھا کر تو یہ اصول اور قواعد مرتب کئے ہیں نیز جب کسی کی رعایت کی بناء پر کوئی قاعدہ چھوڑتا ہوں وہی تکلیف پہونچتی ہے پھر انکو کیسے چھوڑ دوں اب چاہے کوئی خوش رہے یا ناراض میری جوتی سے اور یہ قواعد میری ہی راحت کیلئے نہیں دوسروں کی راحت بھی اسی میں ہے اگر قلت فہم کی وجہ سے کسی کی سمجھ میں نہ آوے اسکا میرے پاس کوئی علاج نہیں اور میں کیوں اُسکا اتباع کروں میری کونسی غرض اُنکی ہوئی ہے مجھکو ایسی حرکات سے سخت رنج اور صدمہ ہوتا ہے پھر اوپر سے اُن حرکتوں کو چھپاتے ہیں دھوکہ دینا چاہتے ہیں اسکی ایسی مثال ہے کہ کسی کی چوری کرلی اس خیال سے کہ اُسکو خبر نہ ہوگی یا عدول حکمی کی کہ اُسکو خبر نہ ہوگی یا جیسے باپ پر فالج کا اثر ہو گیا اور اُسکے چار پانچ ٹکڑی ماردیں اسلئے کہ اثر تو ہو ہی گا نہیں۔ میں جو بدنام ہوں کہ سخت ہوں یہ ہیں وہ تعلیمات جنکو سختی سے تعبیر کیا جاتا ہے اب تلائیے اسمیں میں نے کیا سختی کی اور انھوں نے کونسی نرمی کی دور بیٹھے بیٹھے لوگ فیصلے دیتے ہیں ذرا واقعات کو یہاں بیٹھکر دیکھیں تب میں اُن سے مشورہ لوں کہ ایسے موقع پر مجھکو کیا کرنا چاہئے تھا میں چاہتا ہوں کہ بات صاف ہو تلبیس نہ ہو نہ مجھکو دھوکہ ہو نہ دوسرے کو ہو میں ایک منٹ ایک سکنڈ کیلئے بھی کسی مسلمان مرد عورت بچے بوڑھے یا جوان کو حتیٰ کہ کسی کافر کو بھی دھوکے میں رکھنا نہیں چاہتا میرے یہاں جو بات ہے صاف ہے نہ اسمیں تلبیس ہوتی ہے نہ پالیسی انگریزی کی اور نہ پالیسی فارسی کی یہی میں دوسروں سے چاہتا ہوں کہ وہ بھی مجھسے کسی قسم کا اینچ پینچ یا پالیسی کا برتاؤ نہ کریں جو ایسا کرتا ہے مجھکو ناگوار ہوتا ہے میں اسپر مواخذہ کرتا ہوں نتیجہ اُسکا بدنامی ہے لیکن ہوا کرے بدنامی میں کسی کو بلانے کب جاتا ہوں اگر

ہیں بدخلق ہوں نہ آئیں میرے پاس خوش اخلاقوں کے پاس جائیں یہ خوب بات نکالی کہ حرکتیں تو اپنی اور سر میرے تھوپیں جائیں دُنیا سے فہم تو اُٹھ ہی گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(ملفوظ ۱۳۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مشائخ کے یہاں جو مقربین بصیغہ اسم مفعول ہوتے ہیں ان میں ایک دو مقربین بصیغہ اسم فاعل بھی ہوتے ہیں ہر وقت شیخ کو اور دوسرے متعلقین کو کرب میں رکھتے ہیں اور ہر وقت بیچ لگاتے رہتے ہیں جس سے چاہا شیخ کو ناراض کر دیا جس سے چاہا راضی کر دیا بحمد اللہ ہمارے بزرگ اس سے صاف ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو کسی کی شکایت سنتے ہی نہ تھے جہاں کسی نے کسی کی شکایت شروع کی فوراً منع فرما دیا کرتے تھے کہ خاموش رہو میں سُننا نہیں چاہتا اسکے بعد کسی کی ہمت ہی شکایت کی نہ ہوتی تھی۔ اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سب سُنکر فرما دیتے تھے کہ تم نے جو کچھ بیان کیا اور فلاں شخص کی شکایت کی سب غلط میں جانتا ہوں اُس شخص کو وہ ایسا نہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا اس بارہ میں کیا معمول تھا فرمایا کہ ایک صاحب نے حضرت سے سوال کیا تھا کہ آپ سے لوگ دوسروں کی شکایت بیان کرتے ہیں آپ پر کوئی اثر ہوتا ہے فرمایا کہ ہوتا ہے اور وہ یہ کہ میں یہ سمجھ لیتا ہوں دونوں میں رنجش ہے مگر سُن لیتے تھے سب۔

(ملفوظ ۱۳۵) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے ایک حجت پیدا کی تھی اُن کو اگر حجت اللہ فی الارض کہا جائے تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا جسوقت حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر ملی ہے کئی روز تک حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو دست آتے رہے اسقدر صدمہ اور رنج ہوا تھا ظاہر یہ معلوم نہ تھا کہ اسقدر محبت حضرت کے ساتھ ہوگی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت کی نسبت بار بار رحمۃ للعالمین فرماتے تھے ایک صاحب نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت کتابوں میں بھی آپکا نام ہے (کسی عبارت میں ایسا جملہ تھا کہ بامداد اللہ ایسا ہوا) مزاحاً فرمایا کہ اگر کوئی ہم سے اعراض کرے کمبختی نہ آجائے حضرت

وہاں نہ جبہ تھا نہ خاص لباس تھا دیکھنے سے تھانہ بھون کے ایک شیخ زادے معلوم ہوتے تھے مگر اہل بصیرت کی نظر میں ایک شان تھی۔

(ملفوظ ۳۶) (سوال) حضرت قرآن شریف ہاتھ میں لیکر اُسکو بوسہ دینا اور پیشانی سے لگانا جائز ہے یا نہیں **جواب** فرمایا کیا حرج ہے عرض کیا کہ ایسا کرنے کو بہت ہی جی چاہتا ہے فرمایا کہ جی چاہنے کی تو چیز ہے ہی اور تقبیل کو تو فقہا نے بھی جائز کہا ہے۔

(ملفوظ ۳۷) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین سے کہاں کی عزت مراد ہے اور کیا اُسکا مفہوم سابقین ہی پر ختم ہوگیا۔ فرمایا کہ مناطِ عزت تو مسلمان ہی کو حاصل ہے اور وہ عزت آخرت کی ہے اسلئے کہ یہاں پر تو خلاف کا وقوع بھی ہوتا رہتا ہے جس عزت کو حق تعالیٰ فرما رہے ہیں وہ عزت آخرت ہی کی ہے کہ وہاں کمال عزت کا درجہ مسلمانوں ہی کو عطا فرمایا جاویگا اور کفار کو انتہائی ذلت کا سامنا ہوگا۔

(ملفوظ ۳۸) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو چیز بیان فرماتے ہیں ماشاء اللہ بے غبار ہوتی ہے نہ اسپر کوئی شبہ وارد ہوتا ہے اور نہ شک رہتا ہے۔ فرمایا کہ میرا کوئی کمال نہیں مجکو تو کچھ یاد بھی نہیں۔ یہ سب اپنے بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ اور حق تعالیٰ کا فضل ہے اور آپکا حسن ظن۔

(ملفوظ ۳۹) مولوی صاحب .... نے عرض کیا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی جگہ بیٹھتے تھے جس جگہ حضرت بیٹھتے ہیں۔ فرمایا کہ نہ معلوم ہے اور نہ کبھی تحقیق کی اتنا ضرور معلوم ہے کہ بیٹھنے کی جگہ یہی سہ دری ہے۔ اس سہ دری کے متعلق مختلف اجزاء مختلف لوگوں سے سُنے منجملہ اُن کے ایک یہ ہے کہ یہاں پر پہلے یہ سہ دری نہ تھی۔ بلکہ ایک میدان تھا اُسمیں کچھ درخت تھے ایک درویش تھے حسن شاہ نامی انھوں نے یہاں پر قیام کر لیا تھا درویش تو وہ ایسے ہی تھے سماع وغیرہ کا بہت شوق تھا مگر جب حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں پر آنا شروع کیا تو حسن شاہ یہاں سے اٹھکر شاہ ولایت صاحب میں چلے گئے حضرت نے کبھی اسکے متعلق کچھ نہیں فرمایا یہ محض

اُن کا ادب تھا کہ بدون حضرت کے فرمائے ہوئے چلدیئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
نرے کورے ہی نہ تھے پہلے تو یہ لوگ بھی اللہ اللہ کرنے والے تھے اسکا یہ اثر ہوتا
تھا اور اب تو کثرت سے فسق و فجر نفس پرست ہونے لگے ہیں دین کے ساتھ تمسخر کرتے
ہیں نہ علم کا ادب نہ اہل علم کا ادب نہ شریعت مقدسہ کا قلب میں احترام بالکل آزاد
نہ خدا کے نہ رسول کے جو جی میں آتا ہے کرتے ہیں پہلے درویش علم اور اہل علم اور شریعت
مقدسہ کا احترام کرتے تھے گو بظاہر بعض حدود سے متجاوز ہوتے تھے مگر اُن کے باطن میں
شریعت کا ادب و وقعت و عظمت و احترام ہوتا تھا اب تو نہ معلوم کیا ان لوگوں پر
بلا نازل ہوئی بے قطعی حس نہیں ان کی حرکات سُن سُن کر افسوس ہوتا ہے جھوٹے
جھوٹے مسائل جھوٹی جھوٹی روایتیں گھڑ رکھی ہیں خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی
گمراہ کرتے ہیں عوام بھی ایسے ہی مکاروں کے معتقد ہو جاتے ہیں جتنا جسکو خلاف
شریعت دیکھتے ہیں اتنا ہی کامل سمجھتے ہیں اُن کے یہاں بزرگی کے لوازم میں سے ہے
کہ خلاف شریعت ہو نہ نماز ہو نہ روزہ چاروں ابرو کا صفایا ہو لنگوٹا بندھا ہو وہ درویش ہے
صوفی ہے کامل ہے ولی ہے قطب ہے غوث ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ مولانا ایسوں
ہی کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ؎

کار شیطاں میکنی نامت ولی، گر ولی این است لعنت بر ولی

غرضکہ میں یہ بیان کر رہا تھا کہ حسن شاہ خود ہی اس مسجد کو چھوڑ کر شاہ ولایت میں چلے
گئے اسکے بعد یہ سہ دری تیار ہوئی اُسکا بھی عجیب واقعہ ہے یہاں ایک خاندان تھا
اُن کے پاس کچھ زمین تھی وہ شاہی زمانہ سے معافی میں تھی انگریزوں نے اس پر
مالگذاری لگا دی اسپر ان لوگوں نے مقدمہ لڑایا اُسمیں بھی ناکام رہے تو ہائیکورٹ میں
اپیل کیا حضرت میانجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھانہ بھون تشریف لایا کرتے تھے ان
سے دعاء کے لئے عرض کیا کہ حضرت دعاء فرما دیں یہ مقدمہ اپیل میں ہمارے

عہ تو کام شیطان کے کرتا ہے اور نام تیرا ولی ہے۔ اگر ولی یہی ہے تب (تو) ولی پر لعنت ہے (مطلب
یہ کہ ایسے کو ولی کہنا ہی غلطی عظیم ہے)۔

حق میں کامیاب ہو جائے فرمایا کہ ہمارے حاجی کو بیٹھنے کی تکلیف ہے یہاں پر ایک سہ دری بنوا دو ہم دعا کریں گے عرض کیا کہ بہت اچھا حضرت نے دعا فرمادی اور وکیل نے اطلاع دی کہ کامیابی ہو گئی یعنی مالگذاری معاف ہو گئی ان لوگوں نے حضرت میانجی صاحب کو بھی خبر کی حضرت نے فرمایا وعدہ بھی یاد ہے اب ان لوگوں کو خیال ہوا کہ دعا تو کر ہی چکے عرض کیا کہ حضرت پورے مصارف کا تو تحمل نہیں جو کچھ اس سہ دری میں صرف ہو گا اسکا نصف صرفہ ہملوگوں کے ذمہ ہے فرمایا بہت اچھا نصف ہی سہی بڑے خوش ہوئے کہ آدھے میں کام بن گیا پھر جو باقاعدہ اطلاع آئی تو وہ یہ تھی کہ سائل کی حین حیات تک معاف اور پھر ضبط بڑے گھبرائے اور پھر حضرت میانجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت یہ کیا ہوا فرمایا تمنے ہی تو کہا تھا کہ نصف میں نے بھی نصف منظور کر لیا کام بھی نصف ہی ہو گیا عرض کیا کہ حضرت ہم پوری سہ دری بنوا دیں گے۔ فرمایا جاؤ اب کیا ہوتا ہے اس صورت سے یہ سہ دری تیار ہوئی فرمایا کہ غدر کے زمانہ میں اس سہ دری میں بھی آگ لگا دی گئی تھی اس حجرہ کا در اور کواڑ پر اب تک جلے ہوئے کا اثر ہے یہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ ہی کے ہیں لوگوں نے مجھ سے کہا بھی کہ انکو بھی نکلوا دو میں نے کہا کہ نہ بھائی اسکو میں نہ نکلواؤنگا اور یہ اس خیال سے کہ انکو حضرت کا ہاتھ بھی لگا ہو گا۔ اور کبھی اس چوکھٹ کو سر بھی لگا ہو گا کبھی کبھی حجرہ میں آتے جاتے میرا خود بھی سر لگ جاتا ہے ہاں چھت اس حجرہ کی بالکل ہی جل چکی تھی اسکو بدلوا دیا گیا اور نئی کڑیاں ڈلوا دیں ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ جس جگہ بزرگ رہتے ہیں اُس جگہ میں ایک خاص برکت اور نور ہوتا ہے فرمایا میں نے خود حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ سُنا ہے فرمایا کرتے تھے کہ جائے بزرگان بجائے بزرگان واقعی برکت ضرور ہوتی ہے فرمایا کہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب حج کو تشریف لے گئے تھے اُن کی جگہ بیٹھکر ذکر کرتا ہوں تو زیادہ انوار و برکات محسوس ہوتے ہیں اور جگہ میں یہ بات نصیب نہیں ہوتی یہ تو مشاہدہ ہے۔

(ملفوظ ۱۴۰) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کسی کو خیال تو یہ ہو کہ میں مستغنی ہوں اور واقع میں اسمیں کبر ہو اسکا کیا علاج ہے فرمایا اسکے طرق ہیں معلوم کرنیکے اپنے مربی سے حالت بیان کر کے حل کر لے یہ باتیں کلیات بیان کرنے سے سمجھ میں آ نہیں سکتیں واقعات جزئیہ سے مصلح خود سمجھ لیگا۔

۴ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۱۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہر شخص دین کا ہو یا دنیا کا اسمیں استغنا ضرور ہوتا ہے۔ مراد یہاں پر اہل کمال ہیں اہل مال نہیں اہل کمال کا حوصلہ بھی بڑا ہوتا ہے، سر سید کا ایک واقعہ عجیب و غریب ہے ایک شخص انگریزی تعلیم یافتہ ملازمت نہ ملنے کی وجہ سے پریشان تھے کیا سوجھی کہ ایک بہت بڑے افسر انگریز کے پاس پہونچے اور کہا کہ میں سر سید کا داماد ہوں مجکو ملازمت کی ضرورت ہے وہ انگریز بہت ہی خاطر سے پیش آیا اور کہا کہ آپ ٹھیریں اُن کو ٹھیرا کر اُنکی لاعلمی میں ایک تار سر سید کو دیا کہ فلاں شخص اس نام کا ہمارے پاس ملازمت کے خیال سے آیا ہے اور اپنے کو آپکا داماد کہتا ہے کیا یہ واقعہ صحیح ہے جواب میں سر سید نے اُس انگریز کو لکھا کہ بالکل صحیح ہے ضرور آپ ملازمت کی کوشش فرما دیں میں ممنون ہونگا اُس شخص کو ملازمت مل گئی ایک روز اتفاقاً اُس انگریز نے اُس شخص سے یہ واقعہ بیان کر دیا یہ بہت ہی شرمندہ ہوا اور کچھ عرصہ کے بعد یہ شخص علیگڈھ آیا اور سر سید سے ملکر معافی کی درخواست کی اور کہا کہ میں وہ شخص ہوں جس نے اپنے کو آپکا داماد بتلا کر ملازمت لی ہے یہ گستاخی ہوئی گو یہ گستاخی بضرورت تھی سر سید نے جواب میں کہا کہ گو یہ بات اُسوقت غلط تھی مگر اب صحیح ہو جائیگی۔ داماد کہتے ہیں بیٹی کے شوہر کو اسکی ایک صورت تو یہ تھی کہ میری بیٹی آپ کی بیوی ہوتی سو یہ تو ہو نہیں سکتا مگر دوسری صورت ممکن ہے کہ آپ کی بیوی کو میں اپنی بیٹی بنالوں سو میں آپکی بیوی کو اپنی بیٹی بنا تا ہوں وہ میری بیٹی اور میں اُسکا باپ پھر یہ توجیہ وقتی ہی نہ تھی بلکہ تا زندگی برابر بیٹی

اور داماد ہی کا سا برتاؤ رکھا بلانا لینا دینا سب اسی طرح رکھا تو یہ حوصلہ بڑے ہونے کے
سبب تھا گو وہ بڑائی دنیوی ہی تھی یہ حکایت سنکر ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت سنی یہ
حکایت سنی ہے یا لکھی دیکھی ہے فرمایا سنا اور لکھی ہوئی دیکھنا اسمیں فرق ہی کیا ہوا اسلئے
کہ وہ لکھی ہوئی بھی تو کوئی سنکر ہی لکھتا دوسری ایک حکایت انہیں کی یاد آئی کہ
ایکمرتبہ علیگڈھ کے اسٹیشن پر ریل میں سرسید سوار ہوئے اسی ڈبہ میں ایک اور صاحب
پہلے سے سوار تھے انہوں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کون شہر ہے سرسید بولے کہ علیگڈھ یہ سنکر
وہ صاحب کیا کہتے ہیں کہ وہی علیگڈھ جہاں سرسید الیسا تیسا رہتا ہے سرسید
کہتے ہیں کہ جی ہاں وہی علیگڈھ وہ صاحب کہتے ہیں کہ وہ تو بڑا ہی الیسا ہے ویسا ہے۔
خوب برا بھلا کہا اس نے بڑا ہی دین کو نقصان پہونچایا سرسید نے کہا جی ہاں وہ الیسا
ہے۔ یہ صاحب اور زیادہ کھلے اور کئی اسٹیشن تک تبرا کرتے چلے گئے۔ سرسید کو ذرہ
برابر تغیر نہیں ہوا تصدیق کرتے رہے آخر ایک اسٹیشن پر ان تبرا کرنے والے صاحب نے
کھانا کھانے کیلئے نکالا جب کھانے بیٹھے تو انکی بھی تواضع کی سرسید نے جواب دیا کہ
آپ کھائیں انھوں نے کہا کہ مصنوعی تواضع نہیں آجائیے سرسید نے پھر ٹالا انھوں نے
پھر اصرار کیا کہ میری دلشکنی ہوگی سرسید نے کہا کہ مجھکو کچھ عذر ہے انکا پھر بھی اصرار ہوا
سرسید نے پھر کہا کہ واقعی مجھکو عذر ہے انھوں نے کہا کہ وہ عذر کیا ہے بتلائیے سرسید نے
کہا کہ بتلانے کا نہیں ہے انھوں نے کہا کہ بتلانا ہوگا سرسید نے کہا کہ اگر بتلادوں تو اسوقت
تو آپ کھانا کھلانے پر مصر ہیں اور معلوم ہوجانیکے بعد تو شاید میری صورت دیکھنا بھی
گوارا نہ کرینگے انھوں نے کہا کہ توبہ توبہ الیسی کیا بات ہے اور آپ کیوں الیسا فرماتے ہیں
تب سرسید نے کہا کہ میں ہی ہوں وہ شخص جسپر آپ کئی اسٹیشنوں سے تبرا بھیجتے چلے
آرہے ہیں یہ سنکر وہ صاحب کٹ ہی تو گئے بیحد ندامت اور شرمندگی سوار ہوئی معافی
چاہی نتیجہ یہ ہوا کہ معتقد ہوگئے۔ باوجود اسکے کہ سرسید ایک دنیادار شخص تھے مگر استغنار
اور حوصلہ تھا۔ مگر آجکل بالکل تقریباً مفقود نظر آتے ہیں نہ دنیاداروں میں نہ دینداروں
میں الا ماشاء اللہ۔ عالم بھی ہیں شیخ بھی ہیں۔ صوفی بھی ہیں۔ عارف بھی ہیں زہد و

تقویٰ کا بھی دعویٰ ہے یہ تو سب کچھ ہے مگر استغنا اور حوصلہ نہیں ہے۔
(ملفوظ ۱۳۲) ایک مولوی صاحب نے ایک مدرسہ کے ارکان اور منتظمین کی کچھ انتظامی کوتاہیاں بیان کر کے حضرت والا سے مشورہ چاہا اور بعض خاص صورتیں پیش کر کے حکم شرعی دریافت کیا اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ یہ انتخاب کی غلطی ہے قاعدہ یہ ہے کہ جس کے جو کام سپرد کیا جائے پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ یہ اس کام کی ذمہ داری کا اہل ہے یا نہیں یہ تو بیچارہ مدرسہ ہے بعض سلطنتیں اس غلطی انتخاب کی بدولت تباہ و برباد ہیں یہ جو کچھ آجکل ارکان سلطنت کو پریشانیاں ہو رہی ہیں اسکی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ اکثر حکام اہل نہیں وہ اپنے فرائض منصبی کو محسوس نہیں کرتے اور اگر بعض کرتے بھی ہوں تو انکے انجام دہی میں غفلت سے کام لیتے ہیں غرضکہ سبب ان خرابیوں کا غلط انتخاب ہے۔ رہا حکم شرعی کے متعلق وہ یہ ہے کہ کتابوں میں مسئلہ دیکھ لیا جائے مجھکو تو ان تحقیقات سے زیادہ مناسبت نہیں آپ حضرات مجھسے زیادہ جاننے والے ہیں۔
(ملفوظ ۱۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب مجھسے حکایت بیان کرتے تھے کہ کاٹھیاواڑ میں میرے متعلق بعض عنایت فرماؤں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ فلاں شخص حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانیکو منع کرتا ہے یہ سنکر میں بڑا خوش ہوا کہ تہمت بھی لگائی تو ایسی جسکو کوئی قبول ہی نہیں کر سکتا فرمایا کہ میرے چند وعظ ہیں جنکے یہ نام ہیں۔ النور۔ الظہور۔ السرور۔ الحبور۔ الشذور۔ ان رسائل کو دیکھکر کسی سمجھدار اور فہیم شخص کو یہ شبہ ہی نہیں رہ سکتا کہ میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی بے ادبی یا کسی قسم کی نعوذ باللہ تنقیص کر سکتا ہوں۔ السرور میں خود میلاد النبی پر پوری بحث کی ہے۔ اور الظہور میں عجیب بات ہے کہ مثنوی شریف سے آپکے فضائل کو ثابت کیا ہے جسکا تعلق دیکھنے سے ہے باقی میں دعویٰ نہیں کرتا قلیل العلم اور ضعیف الرائے کی رائے اور تحقیق ہی کیا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل کو ظاہر کرتا ہوں۔
(ملفوظ ۱۳۴) فرمایا کہ میں کسی صاحب حال شخص کو اسکے حال کے اقتضاء پر عمل کرنے سے خواہ وہ حال ناقص ہی کیوں نہ ہو نہیں روکتا البتہ اگر صاحب حال خود چاہے تو اسکی اصلاح یا تعدیل

کر دیتا ہوں ورنہ اُس کے حال پر چھوڑ دیتا ہوں اور اُس حال کی قدر کرتا ہوں اور قدر کرنی چاہئے بھی اگر چیخنے کو جی چاہے خوب چیخئے اگر ہنسنے کو جی چاہے خوب ہنسے جو حال وارد ہو اُسکو اُس وقت روکنا نہیں چاہیئے۔

(ملفوظ) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ حضرت اپنے خدام میں داخل فرمالیں شاید اس ناکارہ کی نجات ہو جائے۔ میں نے جواب میں لکھدیا ہے کہ اگر دوسری جانب کی شاید واقع ہو جائے تو کیا کرو گے۔ (مقصود طریق کلام کی تعلیم ہے کہ نجات کو خادم بننے پر متفرع کرنا مخدوش ہے)

(ملفوظ) ایک ہندو گنڈا بنوانے کی غرض سے حاضر ہوا اسکی بعض بدعنوانیوں پر حضرت نے روک ٹوک فرمائی اسپر ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو ہندو ہے اور ہے بھی جاہل تو ایسے لوگوں کی روک ٹوک سے کیا فائدہ اسکا تو کوئی فائدہ نہ ہوا اور حضرت کو روک ٹوک کی کلفت بڑھی فرمایا بحمد اللہ مجھے کوئی کلفت نہیں ہوتی بلکہ ایک حظ ہوتا ہے کہ انکی غلطی پر تنبہ کیا گیا اور فائدے سے خالی نہیں وہ فائدہ یہ ہے کہ دوسری جگہ ایسی حرکت نہ کرینگے اور دوسرے کو تکلیف نہ دینگے ایک بات یہ ہے کہ اصول پر عمل کرنے سے حظ ہوتا ہے اور بے اصولی سبب ہوتی ہے کلفت کا سو میں وقایہ ہو گیا مسلمانوں کا خصوص اپنی بڑی جماعت کا عرض کیا کہ حضرت یہ معلوم ہوا کہ رحم بھی اپنے محل ہی پر کرنا چاہئے بطور مزاح فرمایا کہ جی ہاں رحم اپنے محل میں ہو اُسمیں بھی حظ ہوتا ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرے یہاں تو ایک یہ بھی مستقل تعلیم ہے کہ بات صاف کہو جیسے آجکل بولتے ہیں کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کیا مہمل بات ہے۔ یہاں پر ایک صاحب مہمان تھے دوسرے مہمان کو اسٹیشن پہونچانے کیلئے جانا چاہا تو جانیکے وقت مجھسے کہنے لگے کہ کیا میں اسٹیشن جا سکتا ہوں میں نے کہا کیوں نہیں جا سکتے خدا نے پیر دیئے ہیں چلنے کو آنکھیں دیں دیکھنے کو قوت ارادیہ دی ارادہ کرنے کو اسلئے آپ جا سکتے ہیں۔ یہ خرافات ہیں اور یہ عیسائیوں سے لیا ہے انہیں یہ کوئی نیا محاورہ نہیں قدیم عیسائیوں نے کہا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ھل یستطیع ربك ان ینزل علینا مائدۃ من السماء عیسائیوں سے مسلمانوں

عہ کیا آپ کے رب ایسا کر سکتے کہ ہم پر آسمان سے کچھ کھانا نازل فرما دیں ۱۲۔

نے بھی یہ محاورہ سیکھ لیا ہے بڑا معصوم ہوتا ہے ۔

(ملفوظ ۱۴۸) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر کوئی عمل نیک اقتضائے طبعی کی وجہ سے صادر ہو کیا وہ بھی موجب اجر ہوگا فرمایا کہ جن اعمال کے ہم مکلف ہیں سب امور طبعیہ ہی کے مقتضا ہیں اگر طبیعت سلیم ہو اب چاہے وہ عمل اقتضائے طبعی کی وجہ سے ہو اجر ہوگا البتہ نیت و اختیار شرط ہے ۔

(ملفوظ ۱۴۹) فرمایا کہ ہر جگہ ذکر ہی عبادت نہیں بلکہ بعض جگہ سکوت بھی عبادت ہے اسوقت ذہن میں اسکی دلیل کیلئے ایک حدیث پیش کرتا ہوں حدیث شریف میں آیا ہے کہ قرآن پاک کی تلاوت کے وقت اسقدر جب استعجام ہو جائے کہ کچھ کا کچھ نکلنے لگے اسوقت حکم ہے کہ سکوت اختیار کرو اس سے بعض اوقات سکوت کا مامور بہ ہونا اور مامور بہ ہونیکے سبب عبادت ہونا ثابت ہو گیا ۔

(ملفوظ ۱۵۰) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں فقیہ نہیں محدث نہیں مجتہد نہیں مفسر نہیں ہاں ان حضرات کا نقال ہوں جنکو ان چیزوں میں کمال تھا اللہ کا شکر ہے جب کوئی ضرورت پیش آتی ہے اپنے بزرگوں کی دعا سے اسکے متعلق ضروری علم حق تعالیٰ قلب میں وارد کر دیتے ہیں یہ میرا کمال نہیں جسپر میں فخر کر سکوں یا سننے والا فخر سے تعبیر کرے بلکہ واقعہ ہے پھر اسی سلسلہ میں احوال باطنہ کی رعایت کے متعلق فرمایا کہ میں یہانتک وقت کا خیال رکھتا ہوں کہ اگر کسی پر کوئی حال وارد ہو میں اس میں مزاحمت نہیں کرتا مکہ معظمہ کا واقعہ ہے کہ ایک صاحب بیت اللہ کی طرف دیکھکر مجھسے ایک ایسی بات کہنے لگے کہ بظاہر قابل نکیر تھی میں انہیں موافقت تو کر نہیں سکتا تھا مگر مخالفت یا زجر بھی نہیں کیا اور مخالفت نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اسوقت انکی حالت دیکھکر میں سمجھ گیا کہ انکا یہ عقیدہ نہیں ہے بلکہ حالت کا غلبہ ہے موسیٰ علیہ السلام اور چرواہے کا قصہ یاد آ گیا اس سے یہ سمجھ میں آیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس چرواہے سے جو مزاحمت کی تھی ۔ آپنے غایت غلبہ انتظام و حمیت دین سے اسوقت اس طرف توجہ نہیں فرمائی کہ مغلوب ہے اور عقل اسکے

ع ۔ پڑھنے میں گڑبڑ ہونے لگے ۔

علم سے مسلوب ہے۔ مولانا رومیؒ اسی واقعہ کو اس طرح فرماتے ہیں۔ ؎

این نمط بیہودہ میگفت آں شباں ۔ گفت موسیٰؑ باکیستت ای فلاں
گفت باآں کس کہ مارا آفرید ۔ ایں زمین و چرخ ازو آمد پدید
گفت موسیٰؑ ہائے خیرہ سر شدی ۔ خود مسلمان ناشدہ کافر شدی
ایں چہ کفرست ایں چہ ژاژست و فشار ۔ پنبہ اندر دہان خود فشار

یہ سنکر اس کے بدن میں سناٹا نکل گیا اور یہ کہا۔ ؎

گفت اے موسیٰؑ دہانم دوختی ۔ وز پشیمانی تو جانم سوختی

وہاں سے موسیٰؑ کو ارشاد ہوا ؎

وحی آمد سوئے موسیٰؑ از خدا ۔ بندۂ مارا چرا کردی جدا
تو برائے وصل کردن آمدی ۔ نے برائے فصل کردن آمدی

(ملفوظ ۱۵۱) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ذرا اسکا مطلب بیان فرماویں اسکا مطلب کیا ہے۔ ؎

صحبت نیکاں اگر یک ساعت است ۔ بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است

فرمایا مجھ سے تو آپ ہی بہتر سمجھنے والے ہیں مگر میں جو سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ کامل کی صحبت میں بعض اوقات کوئی گر ہاتھ آجاتا ہے یا کوئی حالت ایسی قلب میں پیدا ہوجاتی ہے جو ساری عمر کیلئے مفتاح سعادت بنجاتی ہے یہ کلیہ نہیں بلکہ مہملہ ہے ہر وقت یا ہر ساعت مراد نہیں بلکہ وہی وقت اور وہی ساعت مراد ہے جسمیں ایسی حالت پیدا ہوجائے۔ عرض کیا تو

عہ وہ چرواہا اسیطرح بیہودہ باتیں کہہ رہا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شخص تو یہ کس کو کہہ رہا ہے۔ چرواہے نے کہا کہ اوس ذات کو جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے۔ اور یہ زمین و آسمان اوسی (کے پیدا کرنے) سے ظاہر ہوئے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ارے تو تو تباہ ہوگیا اور کافر ہوگیا۔ یہ کیا کفر اور بیہودہ اور فضول باتیں ہیں۔ زبان بند کر ۱۲۔ عہ چرواہے نے کہا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) تم نے تو میری زبان سی دی اور پشیمانی کی وجہ سے میری جان جلادی ۱۲ سہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف حق تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ ہمارے بندہ کو (جو بوجہ مغلوب الحال ہونے کے اس حالت میں بھی ہمارا مقرب تھا) ہم سے جدا کیوں کردیا آپ تو ہمارے وصل (کی تعلیم) کے لئے آئے ہیں نہ کہ جدائی ڈالنے کے لئے ۱۲ للعہ نیکوں کی صحبت اگر ایک ساعت کے لئے میسر ہوجائے تو سو سالہ زہد و طاعت سے (جو بغیر رہبر کامل کے ہو) بہتر ہے ۱۲۔

کیا ہر صحبت اس درجہ مفید نہ ہوگی۔ فرمایا کہ ہے تو یہی مگر کسکو علم ہے کہ وہ کون ساعت ہے جسمیں یہ حالت میسر ہوگی۔ ہر صحبت میں اسکا احتمال ہے اسلئے ہر صحبت کا اہتمام چاہئے۔ اس سے ہر صحبت کا مفید اور نافع ہونا ظاہر ہے اور اس حالت کو صد سالہ طاعت کے قائم مقام بتلانے کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے اگر کسی شخص کے پاس سو کنجی ہوں تو بظاہر تو اسکے پاس امتعہ میں سے ایک چیز بھی نہیں مگر اگر ذرا تعمق کی نظر سے دیکھا جائے تو ہر چیز اس کے قبضہ میں ہے اسی طرح اگر وہ کیفیت اسکے اندر پیدا ہوگئی تو بظاہر تو خاص طاعات میں سے کوئی بھی چیز اسکے پاس نہیں مگر حکماً ہر چیز ہے پس مراد اعمال پر قدرت ہونا ہے اسی سے سب کام اسکے بنجائیں گے اور اصل چیز وہی کام ہیں جنکی یہ مفتاح صحبت میں نصیب ہوگئی اگر وہ اعمال نہ کئے تو نری مفتاح کس مصرف کی اسی لئے یہ کہتا ہوں کہ بدون اعمال نہ کچھ اعتبار ہے اقوال کا نہ احوال کا نہ کیفیات کا اس ہی لئے ان چیزوں میں سے کسی چیز میں بھی خط نہ ہونا چاہئے اگر اعتبار کی قابل کوئی چیز ہے تو وہ اعمال ہیں اور اعمال بلا توفیق حق کے مشکل اور توفیق عادۃً موقوف ہے صحبت کامل پر اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔ ؎

قال را بگذار مرد حال شو ، پیش مردے کاملے پامال شو !

(ملفوظ ۱۵۲) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شیطان بھی آپکا بڑا ہی دشمن ہے جسقدر تمام ہندوستان کے مسلمانوں سے دشمنی ہوگی اتنی اکیلے حضرت سے ہے کیونکہ حضرت اسکے مکر و فریب سے اللہ کی مخلوق کو آگاہ فرماتے رہتے ہیں وہ اسپر جلتا بھنتا ہوگا فرمایا کہ ممکن ہے مگر ساتھ ہی وہ مجکو نفع بھی بہت پہونچاتا ہے اس طرح سے کہ وہ لوگوں کو بہکاتا ہے وہ مجھکو ناحق گالیاں دیتے ہیں میں اسپر صبر کرتا ہوں للہ میرے گناہ معاف فرماتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے۔

(ملفوظ ۱۵۳) ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ یہ طریق بہت ہی نازک ہے کسی محقق کی صحبت سے کچھ سمجھ میں آجائے تو آجائے ورنہ کتابوں سے پورا سمجھ میں نہیں آسکتا اور نہ کام چلسکتا ہے جیسے طب کی کتابیں پڑھکر بدون ماہر فن کی صحبت میں رہے ہوئے مطب نہیں کرسکتا اگر ایسا شخص کسی مریض پر ہاتھ ڈالیگا اس مریض کی خیر نہیں اسی طرح مریض روحانی کی بھی خیر نہیں نہ معلوم

ناقص کی تعلیم سے کیا الٹ پلٹ تدابیر اختیار کرے اور بجائے نفع کے مضرت میں پھنس جائے اور کامل کی معرفت کیلئے ضرورت ہے کسی کامل کی شہادت کی آجکل تو جہلا مشائخ بنے ہوئے ہیں اس جہل کی بدولت طریق کو بدنام کر دیا حق تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائیں۔

(ملفوظ ۱۵۲) ایک مولوی صاحب کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس طریق میں قیل وقال سے کام نہیں چلتا گو معلوم ہو جانا کسی علم کا اچھا ہے مگر وہ کیفیات کہاں جو اس راستہ کو طے کر کے منزل پر پہونچنے سے مشاہد ہوتی ہے مثلاً ایک شخص تو سفر کر کے بمبئی دیکھکر آیا اور ایک اس آئے ہوئے سے وہاں کے حالات دریافت کرتا ہے دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اسکا صحیح طریق یہی ہے کہ وہاں پہونچ جانے کی کوشش کرے جس کے لئے راستہ بتلانے والے کی ضرورت ہوگی مگر جو اس راستے کے بتلانے والے ہیں انکا یہ ادب ضروری ہے کہ اس سے انکو کلفت نہ پہونچے یہ اس طریق میں بڑی ہی مضر چیز ہے کیونکہ مدعیان محبت سے ذراسی بھی کوتاہی ہو وہ گوارا نہیں ہوتی اور یہ ایک فطری چیز ہے اسکا اثر ہوتا ہے اور میں کہتا ہوں کہ عقیدت اسقدر مطلوب نہیں عظمت اس قدر مطلوب نہیں جسقدر محبت کی ضرورت ہے اور یہی زیادہ مطلوب ہے گو عقیدت جو حدود کے درجہ میں ہو وہ بھی ایک درجہ میں مطلوب ہے مگر بڑی چیز جو ہے وہ محبت ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر محبت ہوگی تو سب چیزوں کی فکر رکھیگا کہ کوئی بات مجھسے ایسی نہ ہو جائے جو سبب بنجائے تکلیف کا اور یہ بہت ہی سہل چیز ہے جسکو اسدرجہ سخت سمجھ رکھا ہے اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ اسکا قصد رکھے اہتمام رکھے پھر انشاء اللہ تعالیٰ ایسا کوئی کام نہ ہوگا جس سے تکلیف پہونچے اور اگر باوجود اس قصد و اہتمام کے پھر بھی ہو جاوے تو اسکی اتنی گرانی نہ ہوگی اسلئے کہ جہاں وہ اسکو محسوس کرتا ہے یہ بھی محسوس کریگا کہ قصد نہ تھا اور اسکے خلاف کا اہتمام بھی تھا مگر انسان ہے ہو گیا یہ سمجھکر وہ معذور سمجھے گا اور اس سے قلب پر گرانی نہ ہوگی۔ پھر فرمایا کہ بفکری پر جو شیوخ عتاب کرتے ہیں یہ طریقہ چھوٹوں کے ساتھ بمصلحت اصلاح کے اختیار کیا جاتا ہے ورنہ خدانخواستہ قلب میں تحقیر تھوڑا ہی ہوتی ہے کسکو علم ہے کہ کون چھوٹا ہے اور کون بڑا بلکہ جسطرح چھوٹوں کو ضرورت ہے بڑوں کی

اسی طرح بڑوں کو ضرورت ہے چھوٹوں کی۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بڑوں کو چھوٹوں کی کیا ضرورت فرمایا ضرورت یہ ہے کہ کبھی چھوٹوں کو وہ بات نصیب ہوجاتی ہے کہ بڑوں کو کبھی وہ بات خواب میں نہ آئی ہوگی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو یہ بڑے بڑے ہی نہ رہتے کیونکہ ان کے نفس کی یہ حالت ہوجاتی جیسے مولانا فرماتے ہیں۔ ؎

نفس ازبس مدحہا فرعون شد عہ — کن ذلیل النفس ہوناً لا تسد

اب یہ بڑے بھی ہر وقت اپنے اعمال کے نا مقبول ہونے سے ترساں رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جس طرح ہماری ضرورت چھوٹوں کو ہے اسی طرح ہم کو ان کی ضرورت ہے بھلا جس کا یہ خیال ہے وہ چھوٹوں کی تحقیر یا تذلیل کسی وقت میں بھی کر سکتا ہے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں آنے والوں کی قدموں کی زیارت کو ذریعہ نجات سمجھتا ہوں

(ملفوظ ۱۵۱) ایک مولوی ...... صاحب نے عرض کیا کہ کیا ذکر کے وقت قلب ہی کی طرف متوجہ رہنا ضروری ہے اگر کبھی زبان کی طرف توجہ ہوجائے مضر تو نہیں۔ فرمایا کہ کچھ تو توجہ زبان کی طرف بھی ضرور ہوگی مضرت کچھ نہیں۔ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا اور یہ غیر اختیاری ہے جس کا یہ مکلف نہیں۔

(ملفوظ ۱۵۲) ایک مولوی ...... صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ تو اشغال ہیں اور اشغال میری نظروں میں کچھ بھی نہیں اصل چیز تو اعمال ہیں اُن کے اہتمام کی ضرورت ہے۔

(ملفوظ ۱۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے سب بزرگ زندہ دل تھے آپس میں ایک دوسرے سے مزاح بھی فرماتے تھے اور یہ متانت متعارفہ دلیل کبر کی ہے اور علامت ہے روح کے مردہ ہونے کی اور نفس کے زندہ ہونے کی اور خوش مزاجی دلیل ہے انکسار کی اور علامت ہے روح کے زندہ ہونے کی اور نفس کے مردہ ہونے کی۔ ایک شخص یہاں پر تھے وہ ذی علم بھی تھے مجھ سے ایک روز فرمایا کہ آپ کی فلاں فلاں بات وقار کے خلاف ہے میں نے کہا میں پوچھتا ہوں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو دوڑے تھے کیا یہ وقار کے خلاف تھا اگر نہیں تو آپ نے کبھی اس سنت پر عمل کیا ہے اپنی بیوی کے ساتھ دوڑے ہوں

عہ نفس زیادہ تعریفوں کی وجہ سے فرعون ہوگیا ہے۔ کبھی کبھی اسکو ذلیل بھی کرلیا کرو ۱۲۔

اور میں نے بحمد اللہ اس سنت پر عمل کیا۔ فرمایا کہ ایک ضروری بات یاد آئی حضور کے دوڑنے میں شبہ ہوتا تھا کہ مکان اسقدر وسیع کہاں تھا جسمیں حضور دوڑے مگر اب مسند احمد کی ایک روایت سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ سفر کی حالت میں تھا حضور ایک میدان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ پردہ کرا کر دوڑے تھے پھر اُن صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا چپ رہ گئے میاں متانت اور وقار کو لئے پھرتے ہیں۔

۵ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۱۵۸) ایک مولوی ..... صاحب نے ایک تحریر پیش کر کے حضرت والا سے مشورہ چاہا۔ حضرت والا نے ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر عوام اور خواص سب کسی ایک کے متبوع بنانے پر متحد اور متفق ہو کر اس کام کو کریں تو تنظیم ہو سکتی ہے متفرق کام کرنے سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا عرض کیا کہ متبوع کی تعیین کیلئے قرعہ ڈال لیا جاوے فرمایا اسی پر راضی ہو جاویں کہ قرعہ میں جس کا نام آجائیگا اُسکو مان لیں گے مدار تو مان لینے پر ہے اسکے بعد تدابیر سب ہو سکتی ہیں۔ عرض کیا امید ہے کہ مان تو لیں گے فرمایا کہ جب یہ اُمید ہے تو آپ ہی اسکی ابتدا فرمائیں اور بھی شریک ہو جائیں گے قبل اسکے کہ کام شروع ہو شریک ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

(ملفوظ ۱۵۹) فرمایا کہ بعض اہل علم بھی آجکل بہت زائد فضولیات میں وقت بیکار کھوتے ہیں۔ ضروریات سے غفلت ہے علمی تحقیقات بھی وہ کرتے ہیں جنکی تحقیقات سے کوئی نتیجہ نہیں آدمی کو ضروری کاموں میں لگ جانا چاہئے اور سب میں ضروری کام آخرت کی فکر ہے اگر ساری عمر بھی غیر ضروری چیزوں کا پتہ نہ لگے تو وہاں پر اسکا کوئی مواخذہ نہیں محاسبہ نہیں ہاں یہ پوچھا جائیگا کہ کچھ کیا بھی یا نہیں۔ ایسی تحقیقات صرف علماء کا ایک مشغلہ ہے اور اس مشغلہ کی حقیقت اس سے زائد نہیں جیسے مریخ کی تحقیق میں لوگ پڑے ہوئے ہیں ادھر ہم اسکو فضول خیال کرتے ہیں اسمیں اور اسمیں فرق ہی کیا ہے حضرت جسکو جو کچھ عطا ہوا ہے۔

وہ عمل ہی کی بدولت تھا۔ تو ساری عمر اسی ادھیڑ بن میں لگا رہنا چاہئے کسی وقت بھی عمل سے بے فکر نہ ہونا چاہئے وہاں ان تحقیقات کو پوچھتا کون ہے ان تحقیقات پر ایک مثال یاد آئی بالکل ایسی ہی مثال ہے جیسے طالبعلموں کے کورس میں اقلیدس جس کی حقیقت سب جانتے ہیں کہ بعضوں کو عمر بھر بھی اس سے کام نہیں پڑتا پس اگر ساری عمر بھی اس علم کو حاصل نہ کرے اور ایک شکل بھی اقلیدس کی نہ معلوم ہو حرج کیا ہے۔ اس اقلیدس کی شکل پر بیچ میں ایک حکایت یاد آ گئی۔ ماموں امداد علی صاحب رڑکی میں تھے بارش ہوئی کیچڑ ہو رہی تھی۔ ایک صاحب چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے جلدی جلدی چل رہے تھے ماموں صاحب بڑے ظریف تھے کہا کہ میاں سنبھل کر چلو کہیں گر نہ جاؤ جواب میں کہتے ہیں کہ میں اقلیدس کے قاعدہ پر چلتا ہوں گر نہیں سکتا اتفاق سے پیر پھسل گیا گر گئے ماموں صاحب فرماتے ہیں کہ کیوں حضرت کونسی شکل بنی۔ رڑکی ہی کا ایک اور قصہ ماموں صاحب کا یاد آیا دو واعظ ملے اتفاقی بات کہ دونوں موٹے تھے اور پیٹ دونوں کے بڑے بڑے تھے ملاقات کے وقت معانقہ کرنے لگے تو سینہ سے سینہ مشکل سے ملا ماموں صاحب کیا فرماتے ہیں کہ مولانا یہ تو معانقہ نہ ہوا مباطنہ ہو گیا یعنی پیٹ سے پیٹ مل گیا۔ فرمایا کہ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ تحقیقات میں کچھ نہیں رکھا ضرورت عمل کی ہے چاہے وہ گھٹیا ہی درجہ کا ہو جیسے روٹی اچھی پکی ہوئی ہو سنکی ہوئی اچھی ہو چاہے وہ چھوٹی سی ٹکیہ ہی ہو ایسی سے کام چل جاتا ہے۔

(ملفوظ ۱۶۷) فرمایا کہ لوگوں کے قلوب میں اعمال کی قدر نہیں کسی غالی درویش نے نماز کی نسبت حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تھا کہ حضرت جب دل متوجہ نہ ہو تو اس اٹھک بیٹھک سے کیا نتیجہ۔ اسکے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ بعض لوگ کیسے گستاخ ہوتے ہیں حق تعالیٰ رحم فرمائیں کیسی جرأت کی بات ہے ایسے لوگوں کے دل میں خشیت کا نام نہیں معلوم ہوتا حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ اسی اٹھک بیٹھک کی قیمت وہاں معلوم ہو گی کہ کس درجہ کی چیز ہے فرمایا کہ یہی سب کچھ ہے اگر حق تعالیٰ اسی کی توفیق عطا فرما دیں اور بلا حضور قلب ہی اٹھک بیٹھک ہو جایا کرے بڑی دولت ہے۔

(ملفوظ ۱۹۰) ایک مولوی ...... صاحب نے اپنی تسبیح حضرت والا کے سامنے پیش کر کے
عرض کیا کہ حضرت اسپر پڑھ دیجیئے گا برکت کیلئے اور ساتھ ہی میں یہ بھی عرض کیا کہ یہ بہت
ہی سہل طریق ہے تبرک بنانے کا۔ فرمایا کہ واقعی بہت اچھی تدبیر ہے یہاں تو نہیں
مگر عرب میں یہی طریقہ دیکھا ہے کہ شیخ سے اپنی چیز استعمال کرا کر اُسکو تبرک بنا لیا جاتا ہے
ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہندوستانی لوگ جو حج کو جاتے
تھے تبرک مانگتے تھے حضرت کی یہ حالت تھی کسی کو تہمد اور کسی کو کرتہ اور کسی کو ٹوپی دے رہے
ہیں آخر کہاں تک کوئی انتہا نہ تھی بعض اوقات اس تقسیم کی بدولت حضرت کے پاس
کپڑے نہ رہتے تھے عرب کا طریق نہایت ہی پسندیدہ ہے کہ اپنی چیز کو تبرک بنوا لیا جاوے۔

(ملفوظ ۱۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کے انکسار اور شان عبدیت کا کیا ٹھکانا۔ فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ کی ستاری ہے کہ
میرے عیوب کو اہل نظر سے چھپا رکھا ہے یہ باتیں کہنے سے سمجھ میں نہیں آتیں مگر کہنا پڑتی
ہیں جن پر یہ باتیں گذرتی ہیں وہی خوب جانتے ہیں یہاں قال سے کام نہیں چلتا یہاں
ذوق کی ضرورت ہے اس انکسار کی۔ ایک مثال عرض کرتا ہوں ایک چمار کے پاس
بادشاہ نے ایک لاکھ روپیہ کا موتی امانت رکھکر فرمایا کہ اسکو حفاظت سے رکھو اب لوگ
تو سمجھ رہے ہیں کہ بڑا مقرب ہے بڑا امین ہے اور ایسا سمجھنا ایک معنی کر ٹھیک بھی ہے
اگر یہ بات نہ ہوتی تو ایسی قیمتی چیز اُسکے کیسے سپرد کر دیجاتی مگر میں جو عرض کرنا چاہتا ہوں
وہ یہ ہے کہ اُس وقت اس چمار کی حالت قابل دیکھنے کے ہے وہ لرزاں و ترساں ہے
راتوں نیند نہیں آتی کہ دیکھئے اُس امانت میں کوئی کوتاہی نہ ہو جائے میرے وجود اور
میری حیثیت سے زائد مجھکو امانت سپرد کر دی گئی اب اسپر اسکی دو حالتیں ہیں ایک شکر
کی اور ایک خوف کی دونوں کو جمع کرنا اور اسکے حقوق بجالانا آسان بات نہیں واقعی
یہ طریق بہت ہی نازک ہے ہزاروں سر مار کر بیٹھ گئے مگر منزل مقصود تک رسائی نہیں
ہوئی اسمیں رہبر کامل کی ضرورت ہے بغیر اسکا دامن پکڑے ہوئے اس راہ میں قدم رکھنا
خطر ہی خطر ہے۔ دیکھئے مثال سے کسی قدر سمجھ میں آ جائیگا ایک انسان ہے عالم ہے محدث

ہے مفسر ہے فقیہ ہے مجتہد ہے حافظ ہے قاری ہے نیک ہے حسین ہے تندرست ہے
اور باوجود اسکے اُسکو کسی کمال پر نظر نہ ہو کیا یہ سہل بات ہے البتہ جو کمالات اسکو عطا ہوئے
ہیں اُن پر خوش ہونا یا اُنکا اقرار یہ بری بات نہیں لیکن ان کمالات کی بناء پر غیر اہل کمالات
کی تحقیر کرنا یہ ہے نظر مذموم اسی طرح یہ بھی نظر مذموم ہے کہ میں ان کمالات کی
وجہ سے خدا کے نزدیک مقبول ہو گیا کیا سبب ہے مقبولیت اور عدم مقبولیت کی۔ لا تقف
ما لیس لک به علم حضرت ممکن ہے کہ یہ تو سمجھ رہا ہے کہ یہاں مقبول ہوں اور وہاں مردود ہے
اسکی ایسی مثال ہے کہ ایک عورت ہے جو خوبصورت بھی ہے لباس فاخرہ بھی ہے۔ زیور
سے بھی آراستہ ہے سنگار کئے ہوئے ہے اور اس آرائش زیبائش کی بناء پر سمجھتی ہے کہ میرا
خاوند مجھے چاہتا ہے مگر ساتھ ہی گندہ دہنی میں مبتلا ہے اسلئے خاوند اُسکی صورت دیکھنے کا بھی
روادار نہیں اور ایک عورت ہے سانولی۔ کپڑے بھی نیلے کچیلے زیور بھی اُسکے پاس نہیں مگر
اُسکی کوئی ادا خاوند کو پسند ہے وہ اُسکو محبوب رکھتا ہے دل سے چاہتا ہے فرمایئے ان
دونوں میں کچھ فرق ہے یا نہیں یہ ہی مثال ہمارے کمالات کی ہے تو جسطرح گندہ دہن عورت
اپنے خاوند کی نظر میں مقبول ہونے کے غلط گمان میں مبتلا ہے یہ ہی حالت کمالات کی بناء پر
ہمارے گمان کی ہے حاصل یہ ہے کہ یہ ظاہری کمالات دلیل مقبولیت کی نہیں ممکن ہے
ہمارے اندر کوئی ایسی باطنی خرابی ہو جو میاں کو ناپسند ہو۔ فرمایا کہ باطنی خرابی کی شان
کے متعلق کیا عرض کروں جو دل میں ہے کس طرح دوسروں کے دل میں ڈالدوں بعض اوقات
سالک کی یہ حالت ہوتی ہے کہ باوجودیکہ یقین کے ساتھ یہ سمجھتا ہے کہ فرعون نے خدائی
کا دعویٰ کیا اور میرا دعویٰ ہے عبدیت کا وہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہنے کا مستحق ہے اور میں
جنت میں رہنے کا امیدوار اسلئے کہ امید تو ہے ہی مسلمان ہونیکی وجہ سے اور امید رکھنی
بھی چاہیئے وہ موسیٰ علیہ السلام کا منکر اور میں تمام انبیاء علیہم السلام کا ماننے والا مگر باوجود
ان سب چیزوں کے حالا یہ سمجھتا ہے کہ فرعون مجھ سے لاکھ درجہ بہتر ہے اسلئے کہ ایک مرتبہ کے کلمہ
پڑھنے سے اُسکا ادھر سے اُدھر معاملہ ہو جاتا اور ایک منٹ میں اُسکو نجات ہو سکتی تھی اور
جس اُلجھن اور ضیق میں یہ اپنے کو مبتلا دیکھتا ہے یہ سمجھتا ہے کہ اگر ہزار برس میں بھی نجات

ہوجائے تو غنیمت ہے اور اسی حالت میں لوگوں نے خودکشیاں تک کرلی ہیں وہ ضیق ایسا ہے کہ فرعون اسمیں مبتلا نہ تھا محض کافر تھا ایک مرتبہ کے کلمہ پڑھنے سے ایک منٹ میں مسلمان ہوسکتا تھا اور یہ شخص اپنی حالت کو اس سے زیادہ جانکاہ دیکھ رہا ہے تو ایسے شخص کی کہاں کمالات پر نظر ہوسکتی ہے اور کیا احوال ہونگے اس کے سامنے اور کیا مقامات ہونگے اسکی نظر میں وہ تو دوسری ہی اُدھیڑ بن میں لگا ہوا ہے جس گرداب میں یہ پھنسا ہوا ہے اگر اہل ظاہر کو اسکی یہ حالت منکشف ہوجائے تو کلیجہ پھٹ جائے مگر باوجود ان عقبات[۱] اور دشوار گذار راہوں کے جنکو حق تعالیٰ نے فہم کامل اور ذوق سلیم عطا فرمایا ہے وہ اُسکو اس راہ سے اس سہولت سے نکالکر لیجاتے ہیں کہ معلوم بھی نہیں ہوتا یا تو ادھر تھے یا اُدھر ہوگئے اسکا یہ مطلب بھی نہیں کہ اسکو کچھ نہ کرنا پڑیگا کرنا ضرور پڑیگا مگر وہ گر ایسے ہیں کہ جو سخت سے سخت اور کٹھن گھاٹیوں کو پلک جھپکتے میں طے کرادیں گے اور یہ باتیں محض زبانی بیان کرنے سے سمجھ میں نہیں آسکتیں اسمیں ضرورت کام کرکے دیکھنے کی ہے اس لئے کہ بعض باتیں وجدانی اور ذوقی ہیں۔ ایک مولوی...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ذوق کس طرح پیدا ہو۔ فرمایا اہل ذوق کی خدمت سے پیدا ہوسکتا ہے مولانا فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار مرد حال شو　　پیش مردے کاملے پامال شو

یہ تو جنپر گذرتی ہے انکا ذکر تھا باقی ہم اس درجہ کے نہیں تو کم از کم اتنا تو کریں کہ خدا کی عطاء کی ہوئی چیزوں سے نافرمانی اور عصیاں کا کام نہ لیں اگر انسان کچھ بھی نہ کرسکے تو اتنا تو کرے کہ حقوق واجبہ کا اہتمام اور منکرات سے اجتناب رکھے انشاء اللہ نجات کیلئے کافی ہے حق تعالیٰ عقل سلیم اور فہم کامل نصیب فرمائیں اسی عقل و فہم پر مدار ہے دین کے سب کارخانہ کا جسکو یہ نصیب ہوجائیں بڑی دولت ہے بڑی نعمت ہے۔

(ملفوظ ۱۶۲) ایک صاحب کی بے عنوانی پر حضرت والا نے اُن کو خانقاہ میں آنے اور مکاتبت مخاطبت سے منع فرمادیا تھا انھوں نے ایک مولوی صاحب کے واسطے سے معافی چاہی مولوی صاحب نے عرض کیا کہ فلاں شخص حضرت سے معافی کے خواستگار ہیں اور یہاں پر رہنے کی اجازت چاہتے ہیں اور بہت ہی روتے ہیں فرمایا کہ وہ آنکھوں سے روتے ہیں

[۱] عقبات جمع عقبہ گھاٹی ۱۲

ہیں دل سے روتا ہوں مگر کلفت کو کس طرح برداشت کروں خصوص اُن سے جو معتقد ہیں محبت ہیں جب اُن سے ایسی کوئی بات ہو جو موجب کلفت ہو اُس سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے اگر آپ فرمائیں کہ کلفتیں اُٹھاؤ اور اذیتیں سہو میں اس کیلئے بھی تیار ہوں آخر حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا واقعہ معلوم ہے کیا حضور صلے اللہ علیہ وسلم اُس کے خلاف پر قادر نہ تھے ظاہر ہے کہ تھے مگر پھر بھی حضور نے یہ فرمایا کہ تم عمر اپنی صورت نہ دکھلانا مقصود یہ تھا کہ تمہاری صورت دیکھکر چچا کا قتل یاد آجاتا ہے اور اس سے تکلیف ہوتی ہے اور یہ تکلیف سبب تمہارے نقصان کا ہوگی تو یہ حضور کا فرمانا حضرت وحشی ہی کی مصلحت سے تھا کہ اُنکو دیکھکر حضور کو کلفت ہوتی اُسمیں حضرت وحشی کا نقصان تھا میں نے یہ واقعہ اپنے عذر کیلئے ایک صاحب کو لکھا تھا اُنھوں نے بھی سنایا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ کہاں حضور اور کہاں ہم گندے ناپاک کوئی نسبت نہیں جب وہاں اتنا اثر ہوا اگر یہاں ہو تو کیا بعید ہے۔ وہ صاحب جواب میں لکھتے ہیں کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے تو قتل کیا تھا میں نے قتل تھوڑا ہی کیا ہے۔ میں نے جواب میں لکھا کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے کفارہ بھی ایسا ہی زبردست کیا تھا کہ اسلام لے آئے تھے جسکی شان یہ ہے کہ یھدم ما قبلہ[1] اور تم نے اس درجہ کا کیا کفارہ کیا اُن صاحب کے جواب دینے پر فرمایا کہ آجکل تو یونس کال میں داخل ہو گیا ہے ایسے لوگوں سے یہ بھی امید نہیں ہوتی کہ کوئی بات کہی جاوے اُسکو سمجھ لیں گے پھر مفارقت کی تجویز کے متعلق فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں جسوقت خضر علیہ السلام نے فرمایا ھذا فراق بینی و بینک[2] ایسے اولوالعزم پیغمبر یعنی موسیٰ علیہ السلام نے کیا کسی معصیت کا ارتکاب کیا تھا محض عدم مناسبت کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو علیحدہ کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ اس تجویز کے لئے طالب کی معصیت شرط نہیں۔ ایک مولوی...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہاں پر تو پہلے ہی شرائط طے ہو گئے تھے فرمایا اچھا یہ ہی سہی مگر یہ تبلایئے شرائط ہی کیوں طے ہوئے تھے اسی مناسبت و عدم مناسبت کے امتحان کیلئے تو طے ہوئے تھے تو وہی بات رہی عدم مناسبت کی۔ بالآخر موسیٰ علیہ السلام

---

[1] پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے ۱۲ [2] یہ مجھ میں اور تم میں جدائی (کا وقت) ہے ۱۲

کو ساتھ سے الگ ہونا پڑا نیز اب یہی طالب و شیخ میں بھی شرط ہوتی ہے وہاں صراحۃً تھی
یہاں دلالۃً جیسا مریض و طبیب میں دلالۃً اس شرط کا طے ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے۔
چنانچہ کوئی مریض طبیب کے نسخہ میں چون و چرا نہیں کرتا اور ایسا کرنے سے اگر وہ علاج چھوڑ دے
اُسپر کوئی ملامت نہیں کرتا۔ اس طریق میں تو چون و چرا سے کام چل ہی نہیں سکتا۔ بڑی
ضرورت اسکی ہے کہ جس سے تعلق متابعت کا کیا جاوے اُسکو کلفت نہ پہونچائے اور
یہ فکر اور غور سے ہو سکتا ہے مگر مشکل تو یہ ہے کہ لوگوں نے فکر اور غور کرنا ہی چھوڑ دیا
میں جیسے دوسروں کو نہیں ستاتا یہ ہی دوسروں سے چاہتا ہوں کہ وہ مجھے نہ ستاویں۔
اسمیں راز یہ ہے کہ عدم مناسبت کی وجہ سے کوئی نفع نہ ہوگا۔ اسکو میں ظاہر کر دیتا ہوں
اور ظاہر نہ کرنے کو خیانت سمجھتا ہوں کوئی فوج تھوڑا ہی جمع کرنا ہے عدم مناسبت کی صورت
میں سب سے زیادہ اچھا اور سہل طریق یہ ہے کہ اصلاح کا تعلق کسی دوسرے سے کرلیں اور
فوائد سُننے کیلئے اگر چاہیں یہاں آ کر رہیں بذریعہ خط صرف میری خیریت معلوم کر لیا کریں
دعا کیلئے لکھدیا کریں مجھے خود قلق ہوتا ہے مگر کیا کروں میں بھی معذور ہوں خدمت سے تو
انکار نہیں مگر خدمت طریقہ سے کیجاتی ہے۔

(**ملفوظ** ۱۴۲) فرمایا کہ جسطرح میں دوسروں کی اصلاح کے طرق سوچتا رہتا ہوں للہ کا لاکھ لاکھ
شکر ہے کہ اپنی اصلاح کے طرق بھی سوچتا رہتا ہوں مسلمان کو تو مرتے دم تک اپنی اصلاح
کی فکر میں لگا رہنا چاہئے اسپر بھی اگر نجات ہو جائے تو سب کچھ ہے اس سے آگے ہم
کیا حوصلہ اور ہمت کر سکتے ہیں باقی فضائل مدارج تو بڑے لوگوں کی باتیں ہیں ہمکو تو
جنتیوں کی جوتیوں ہی میں جگہ ملجائے یہ ہی بڑی دولت ہے۔ جوتیوں پر یاد آیا کہ حضرت
مولانا شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حالت تھی کہ حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی
مجلس میں شرکت کرنے کو اور ایک مجلس میں بیٹھنے کو خلاف ادب سمجھتے تھے۔ حضرت سید
صاحب کی جوتیاں لئے ہوئے مؤخر مجلس میں بیٹھے رہتے تھے اگر کبھی بیٹھے بیٹھے کسل ہو جاتا
وہیں جوتیاں سر کے نیچے رکھکر لیٹ جاتے تھے جس وقت حضرت سید صاحب کی پالکی چلا کرتی
تھی تو حضرت مولانا شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ پالکی کے ساتھ دوڑا کرتے تھے اسکو اپنے

بے فخر سمجھتے تھے چاندنی چوک میں کہ پالکی جارہی ہے اور آپ ساتھ دوڑ رہے ہیں حالانکہ دہلی میں اس خاندان کے ہزاروں سلامی تھے مگر ذرہ برابر حضرت شہید صاحبؒ اسکی پرواہ نہ کرتے تھے کیا یہ حضرات خشک تھے۔ تو خشک کہا جاتا ہے اصلاح یوں ہی ہوتی ہے۔ آج ذرا ذرا بات پر ناگواری ہوتی ہے غرض ہر شخص کو اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہنا چاہئے مرتے دم تک یہی حالت رہے۔ عارف رومی فرماتے ہیں ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش | تا دم آخر دمے فارغ مباش

تا دم آخر دمے آخر بود | کہ عنایت با تو صاحب سر بود

(ملفوظ ۱۶۴) ایک مولوی...... صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر کوئی بیمار ہو۔ اور لوگ اُسکو علاج سے بے فکر دیکھیں تو چاروں طرف سے تنا پڑتی ہے جس سے وہ اپنی فکر میں لگجاتا ہے ایسے شخص کی اُمید صحت کی ہوتی ہے افسوس تو اس شخص کی حالت پر ہے کہ تمام دُنیا اُسکو تندرست سمجھے ہوئے ہے اور وہ بیمار ہے دوسروں کے تندرست سمجھنے پر یہ بھی اپنے کو تندرست سمجھ بیٹھا ایسے مریض کے تندرست ہونیکی کیا امید ہو سکتی ہے میں سچ عرض کرتا ہوں کہ جب میں دوسرے کیلئے کوئی تجویز کرتا ہوں اپنے سے بے فکر ہو کر نہیں کرتا مستغنی ہو کر نہیں کرتا بلکہ عین تجویز کے وقت برابر اسکا خیال رکھتا ہوں کہ مجھ سے کوئی زیادتی اس تجویز میں نہ ہو جائے اور اس شخص پر ذرہ برابر تنگی نہ ہو۔ اسپر مجھکو سخت کہا جاتا ہے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اجتہادی غلطی ہو جائے اسکے متعلق یہ ہے کہ قصد نہیں نیت نہیں حق تعالیٰ معذور خیال فرما کر امید ہے کہ معاف فرما دیں گے۔

۵ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۱۶۵) فرمایا کہ مجھکو بدنام تو کیا جاتا ہے مگر یہ نہیں دیکھا جاتا کہ میں کسقدر رعایتیں

عہ اس راستہ میں بہت نشیب و فراز ہیں۔ آخر دم تک ایک دم کے لئے بے فکر نہ ہو۔ ہاں یہ کہ آخری وقت تک یہ وقت ایسا آویگا کہ عنایت حق تم پر ہو جاوے گی ۱۲

کرتا ہوں اور آنے والے مجھکو کتنا ستاتے ہیں یکطرفہ بات سنکر گھر بیٹھے فیصلہ دیدینا تو آسان ہے لیکن جب وہی باتیں اپنے کو پیش آئیں پھر اگر تحمل کر کے دکھائیں تو ہم جانیں البتہ اگر کسی کو حس ہی نہ ہو یا محض فوج ہی جمع کرنا ہو یا رہیں ہی محض اینٹھنا مقصود ہو اور دکانداری ہی جمانا ہو تو ایسا شخص تو واقعی اس سے بھی زیادہ سخت باتوں کا تحمل کریگا مجھسے تو یہ نہیں ہو سکتا بلا سے کوئی معتقد رہے یا غیر معتقد ہو جائے ہیں تو یہانتک رعایت رکھتا ہوں کہ یہانپر پہلے مسجد میں ایسا قصہ ہوتا تھا کہ جہاں میں نماز کیلئے مصلے پر جانے لگا کوئی ادہر کو کھڑا ہو گیا کوئی اُدہر کو کھسکا مجھکو ایسی باتوں سے اذیت ہوتی تھی نیز اس سے ایک عظمت اور بڑائی کی شان معلوم ہوتی تھی میں نے اپنے بزرگوں کو دیکھا کہ وہ ایسی باتوں کو پسند نہ فرماتے تھے نہ مجھکو پسند ہیں۔ غرضکہ لوگوں نے مجھکو ایسا بنالیا جیسے بھیڑیے کو دیکھکر بھیڑیں ادہر اُدہر کو بھاگا کرتی ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ اے اللہ میں بھیڑیا ہوا ہوں۔ آخر میں نے یہ انتظام کیا کہ لوگوں سے کہدیا کہ تم صرف اتنا کیا کرو کہ میرے مصلے پر آنے یعنی ٹھیک مقابل ایک آدمی کی جگہ چھوڑ دیا کرو باقی حرکت مت کیا کرو مگر اس صورت میں یہ ہوا کہ بعض صاحب میرے ساتھ ہوئے اور اس خالی جگہ پر جا کھڑے ہوئے اب یہ ظاہر ہے کہ پہلے پہونچنے والے بیچارے میری محبت کی وجہ سے کہ اسکو آنے میں کلفت نہ ہو ایک آدمی کی جگہ چھوڑ دیتے تھے تو وہ جگہ انکا حق تھی مگر میرے اس قاعدے سے دوسروں نے نفع اٹھانا شروع کر دیا مجھکو اسپر بھی خیال ہوا کہ میں آ کہ بنا ان ساتھ ہو لینے والے حضرت کے مؤخر سے مقدم بنانے کا اسپر میں نے یہ انتظام کیا کہ یہ بھی مت کرو اپنی اپنی جگہ ملے ہوئے بیٹھے رہو میں جب آیا کروں گا جس جگہ سے جانا ہوا کندھے پر ہاتھ رکھدیا اُسوقت تھوڑی سی جگہ مجھکو جانے کی دیدیا کرنا۔ اسمیں ان کی بھی رعایت مقصود تھی وہ یہ کہ مجھکو معلوم تھا کہ یہ لوگ اس کو گوارا نہ کریں گے کہ مجھکو کوئی تنگی ہو اسلئے مجھکو بھی اُنکی یہ ناگواری گوارا نہ ہوئی اور بے تکلف اشارہ کر کے رستہ لینا تجویز کر لیا۔ یہ میں نے بطور نمونے کے بیان کیا ہے ورنہ ہزاروں جزئیات ہیں کہانتک احاطہ ہو سکتا ہے جنکی میں رعایت رکھتا ہوں زبان سے دعویٰ کرنا بہت آسان ہے کر کے دکھلانا بہت مشکل ہے۔ اس لئے میں بھی چاہتا ہوں کہ دوسرا بھی میری راحت کی رعایت رکھے

(ملفوظ ۱۴۹) ایک مولوی ...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جس شخص نے مسجد میں کھڑے ہو کر تکنے پر حضرت والا نے مواخذہ فرمایا تھا وہ مجھ سے یہ کہتے تھے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ دیکھنے سے بھی کسی کو تکلیف ہوتی ہے۔ حضرت والا نے یہ سنکر فرمایا کہ جب فہم کی یہ حالت ہے اسکا کوئی علاج نہیں جب گھر کی عقل نہ ہو کوئی انتظام نہیں ہو سکتا ایسوں کی غلطی پر اگر تسامح کیا جاوے تو کیا امید ہو سکتی ہے ان سے کہ یہ خود سمجھکر کسی کو اذیت یا تکلیف نہ پہونچاوینگے بدفہم آدمی کا تو کسی حالت میں بھی انتظام نہیں ہو سکتا جیسے ایک شخص کے لڑکے کی شادی تھی لڑکے کے باپ نے ایک شخص سے دولہا کیلئے دوشالہ لیا دوشالہ والے بھی بارات میں ہمراہ گئے قاعدہ ہے کہ لوگ دولہا کو دیکھنے کے واسطے آکر پوچھتے ہیں کسی نے آکر پوچھا کہ دولہا کونسا ہے دوشالے والے صاحب بولے کہ دولہا تو یہ ہے اور دوشالہ میرا ہے۔ لڑکے کے باپ نے کہا کہ میاں تم بڑے نامعقول آدمی ہو اس کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ دوشالہ میرا ہے کہنے لگے واقعی غلطی ہوئی اب احتیاط رکھوں گا۔ اتنے میں کسی اور نے دولہا کو آپوچھا تو آپ کہتے ہیں کہ دولہا تو یہ ہے دوشالہ میرا نہیں لڑکے والے نے کہا کہ میاں تم عجیب آدمی ہو۔ اس ہی کہنے کی کیا ضرورت تھی دوشالہ کا ذکر ہی کیا ضرورت کہا کہ واقعی ضرورت نہ تھی اب یہ بھی نہ کہونگا اتنے میں کسی نے پھر آدریافت کیا کہ دولہا کون ہے آپ کہتے ہیں کہ دولہا تو یہ ہے اور دوشالے کا کوئی ذکر ہی نہیں آخر لڑکے والے نے دوشالہ واپس کر دیا۔ غرض اس شخص کا کوئی انتظام نہیں ہو سکا کیونکہ گھر ہی کی عقل نہیں تھی ایک اور حکایت یاد آئی ایک رئیس نے نوکر رکھا جو اکثر کاموں میں کوتاہی کرتا بار بار کے مواخذہ پر یہ کہا کہ اصل میں مجکو یہ معلوم نہیں کہ میرے ذمہ کیا کیا کام ہیں مجکو ایک فہرست کاموں کی لکھکر دیدیجاوے۔ رئیس نے ایک فہرست بنا کر دیدی کہ یہ کام تمسے لئے جاوینگے منجملہ اور کاموں کے اس فہرست میں یہ بھی تھا کہ گھوڑے کے ساتھ چلنا پڑیگا جہاں کہیں ہم جایا کریں گے ایکروز آقا سوار ہو کر چلے اور یہ ساتھ ہوئے اتفاق سے شال گھوڑے سے گری آپنے فوراً فہرست نکالکر دیکھا اسمیں یہ نہ لکھا تھا کہ اگر کوئی چیز گھوڑے سے گرے اسکو اٹھا لیا جائے۔ آپنے شال نہ اٹھائی جب منزل مقصود پر پہونچے آقا نے دیکھا شال نہیں دریافت کیا کہ شال نہیں کیا ہوئی کہتے ہیں

حضور وہ تو فلاں جگہ گری تھی آقا نے مواخذہ کیا اٹھائی کیوں نہیں آپ نے فہرست سامنے رکھدی
کہ اس میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ جو چیز گرا کرے اُسکو اٹھا لیا جایا کرے اسلئے میں نے نہیں اٹھائی
آقا نے فہرست لیکر اُسمیں یہ بھی لکھدیا کہ اگر کوئی چیز گر جایا کرے اُسکو اٹھا لیا جائے پھر آقا
سوار ہو کر چلے اور منزل ختم ہوئی تو ایک گٹھڑی سامنے لار کھی دریافت کیا کیا ہے عرض کیا
دیکھ لیجئے کھولکر دیکھا تو گھوڑے کی لید پوچھا یہ کیا۔ وہی فہرست سامنے رکھدی کہ دیکھئے
اسمیں یہ لکھا ہے کہ جو چیز گرے اُٹھا لو سو ایسی بدفہمی کا کیا علاج۔ فرمایا کہ میں بعضوں کو یہاں
رہتے ہوئے مکاتبت مخاطبت سے منع کردیتا ہوں پھر اگر وطن پہونچکر خط و کتابت کریں اور
مجھکو خط و کتابت سے معلوم ہوجائے کہ سلیقہ پیدا ہو گیا تو مجھکو ضد تھوڑا ہی ہے اجازت دیتا
ہوں کہ یہاں آکر بھی خط و کتابت کر سکتے ہیں مقصود میرا اس سے ان لوگوں کی اصلاح
ہوتی ہے کہ طبیعت پر کچھ سوچنے کا بوجھ پڑے فکر اور غور کی عادت ہو دوسرے کو جو اذیت
یا کلفت ہوتی ہے وہ بے فکری سے ہوتی ہے اور میرا عقیدہ تو وہ ہے جو حضرت حاجی
صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آنے والے حضرات کی قدموں کی زیارت کو اپنی نجات کا ذریعہ
سمجھتا ہوں کیونکہ میرا تو کسی دلیل سے بھی اچھا ہونا ثابت نہیں اور میرے پاس آنے والے
اللہ کا نام لینے آتے ہیں یہ یقیناً اچھے ہیں اھ۔ بھلا جس شخص کا یہ عقیدہ ہو وہ آنے والوں کو
تحقیر کی نظر سے دیکھ سکتا ہے یا ایسا شخص کسی کے آنے سے گھبرائے گا ہاں یہ ضرور ہے کہ
رعایت اُسکی کیجاتی ہے جو اپنی بھی رعایت کرے اور یہ جو لوگ سفارش کراتے ہیں یہ خود
دلیل ہے کام نہ کرنے کی کہ خود کچھ کرنا نہ پڑے ایسا شخص اپنا بوجھ دوسروں پر ڈالتا ہے اور
خود بیکار رہتا ہے اس سے طلب کا کم ہونا معلوم ہوتا ہے بڑی سفارش تو طلب ہے لوگوں کو
عادتیں پڑی ہوئی ہیں انکا چھوٹنا بڑا ہی مشکل ہے نہ اپنی تکلیف کا احساس نہ دوسروں کی
کہاں تک انکی بے پروائی اور بے فکری کی اصلاح کیجائے فرمایا کہ عادت پر ایک حکایت یاد
آئی یہاں پر ایک صاحب تھے برادری کے تھے اُنکی عادت برادری کو گالیاں دینے کی تھی۔
اتفاق سے اُن کے یہاں شادی ہوئی۔ اہل برادری اُنکی اس حرکت سے ناراض تھے سب نے
اتفاق کیا کہ کوئی ان کے یہاں شریک نہ ہوا ان حضرت کو معلوم ہوا کہنے لگے کہ اب کبھی

گالیاں نہ دیا کرونگا لوگوں نے کہا کہ اچھا ہم یوں تو اعتبار نہ کریں گے شاہ ولایت میں چل کر
عہد کرو کہ گالیاں نہ دیا کرونگا ساتھ ہو لئے پہلے لوگ شاہ ولایت صاحب کو بہت مانتے
تھے وہاں پر پہونچکر اگر کوئی بات طے ہو جایا کرتی تھی تو اسپر سب مطمئن ہو جایا کرتے تھے غرضکہ یہ
حضرت شاہ ولایت کے مزار پر پہونچے اور کھڑے ہو کر کہا کہ حضرت میری عادت گالیاں
دینے کی تھی اب میں عہد کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد ان کی یوں توں کروں
انکو کبھی گالیاں نہ دیا کرونگا لوگوں نے کہا ارے پھر گالی دی کہنے لگے اچھا اب ایسا نہ
کرونگا پھر عہد اسی گالی کے ساتھ کیا۔ تب لوگوں نے انکو معذور سمجھا اور برا ماننا چھوڑ دیا
اور سب نے شادی میں شرکت کی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ تھے چالاک یہ ترکیب انھوں نے
اسلئے کی کہ وہ یہ سمجھے کہ یہ ہمیشہ کیلئے منہ بند رکھنا پڑیگا ایسی ترکیب کرو کہ یہ معذور سمجھیں۔

(**ملفوظ**[۱۶۷]) ایک مولوی...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک بدعتی مولوی یہ کہتا
تھا کہ گاندھی کے پیچھے نماز پڑھنے میں اتنا نقصان نہیں جتنا دیوبندی کے پیچھے نماز پڑھنے
میں ہے۔ مزاحاً جواب میں فرمایا کیونکہ گاندھی کے پیچھے نماز مکروہ بھی نہ ہوگی۔ (یعنی نماز
ہوگی ہی نہیں)

(**ملفوظ**[۱۶۸]) ایک مولوی...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ان قادیانیوں کی کوئی کتاب
وغیرہ چرا لے جائز ہے یا نہیں اسلئے کہ یہ مرتد ہیں۔ جواب میں فرمایا کہ مسئلہ تو کتاب میں
دیکھا جائے مجھکو اسوقت یاد نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ ایسی چوری کرنیکی میری تو نیت نہیں۔

(**ملفوظ**[۱۶۹]) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اسٹیشنوں پر اکثر بابو لوگ مال کا وزن
کرنے میں تساہل کرتے ہیں اسکی ادا کرنے کی کیا صورت ہے۔ جواب میں فرمایا کہ خود وزن
کرائے اور جسقدر زائد ہو قانونی حساب معلوم کرکے اتنے کا ٹکٹ خرید کر چاک کر دے یہ صورت
ادا کی ہو سکتی ہے۔

(**ملفوظ**[۱۷۰]) ایک صاحب کی بے عنوانی پر حضرت والا نے انکو خانقاہ میں آنے اور مکاتبت
وغیرہ سے منع فرما دیا تھا اُن صاحب نے ایک مولوی صاحب کے واسطے سے معافی چاہی تھی یہ
ملفوظ صبح کی مجلس میں آج ہی درج ہو چکا ہے جسکا نمبر ۱۶۲ ہے اور جسمیں حضرت وحشی کا

قصہ مذکور ہے اب بعد نماز ظہر کی مجلس میں ان مولوی صاحب نے پھر سفارش فرمائی حضرت والا نے فرمایا ایک صورت ذہن میں آئی ہے جس سے آنے کی اجازت ہو سکتی ہے اسلئے کہ خدانخواستہ مجکو بغض یا عداوت تھوڑا ہی ہے مقصود اصلاح ہے اور وہ صورت یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب اسکے ذمہ دار بنیں کہ یہاں رہنے کے زمانہ میں انکو اپنے ساتھ رکھیں۔ چلنے میں بیٹھنے میں کھڑے ہونے میں نماز میں کھانے میں اگر مجھ سے مصافحہ کرنے آئیں تو نگراں صاحب ساتھ آئیں مجلس میں ساتھ لائیں اٹھتے جائیں یہ ساتھ جائیں ان شرائط کیساتھ ان صاحب کو آنے کی اجازت ہو سکتی ہے فرمائیے کون صاحب اس پابندی کیلئے تیار ہیں دیکھوں کون صاحب اُن کے ہمدرد بنتے ہیں یا محض مجکو ہی تختۂ مشق بنایا جاتا ہے۔ مولوی..... صاحب نے عرض کیا کہ فلاں مولوی صاحب اسکو انجام دیسکتے ہیں فرمایا مجکو اس سے بحث نہیں جو صاحب پابندی کر سکتے ہیں وہ مجھ سے کہیں کہ میں کر سکتا ہوں۔ ایک مولوی...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں اسکی پابندی کر سکتا ہوں حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ معیت فی الاستنجاء تک کی پابندی عرض کیا جی ہاں فرمایا بہت اچھا اجازت ہے بلا لیجئے عرض کیا کہ ساتھ رہنے کے علاوہ اور تو کوئی میری ذمہ داری نہ ہوگی فرمایا یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اگر وہ کوئی ایسی حرکت کریں جو خلاف قاعدہ ہو یا دوسرے کی اذیت کا سبب ہو آپ بتلاتے رہیں سمجھاتے رہیں میرے لئے اسمیں یہ سہولت ہے کہ اگر ان سے کوئی غلطی ہوئی تو میں قرین سے باز پرس کرونگا۔ میرا تو جہانتک ذہن پہونچتا ہے عین مواخذہ کے وقت میں بھی سہولتیں کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا اور میں انکو عاصی نہیں سمجھتا مگر عدم مناسبت سے جو کلفت ہوتی ہے اُس میں میں بھی معذور ہوں۔

(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شیخ کی طرف دیکھنا یا اُسکی طرف نظر کرنا کیا اس سے برکت حاصل نہیں ہوتی۔ فرمایا ہوتی ہے لیکن طریق اسکا یہ ہے کہ ایسے وقت دیکھے جب یہ دیکھ لے کہ شیخ اسکے دیکھنے کو نہیں دیکھ رہا وجہ اسکی یہ ہے کہ بلا ضرورت کسی شخص کی طرف ٹکٹکی باندھکر دیکھنا اُسکو مشوش کرتا ہے۔ اور یہ بات میرے ہی ساتھ مخصوص نہیں یہ امر طبعی ہے کہ اگر ایک شخص ایک شخص کو برابر دیکھے چلا جا رہا ہو تو اُسکو شبہ ہوتا ہے کہ کوئی

خاص بات ہے جو مجھ کو کھٹک رہی ہے۔ ایسے وقت شیخ کی طرف نظر کرنا کہ جسوقت اس کو علم نہ ہو اسکے دیکھنے کا کوئی حرج نہیں۔ یا خود شیخ اسکی طرف متوجہ ہو یا کچھ پوچھے یا بتلائے اُسوقت چونکہ شیخ خود متوجہ ہوتا ہے اُسوقت دیکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں یہ میں اسلئے کہہ رہا ہوں کہ آجکل فہم اور عقل کا قحط ہے اور لوگ افراط تفریط میں مبتلا ہیں شاید اس سے بدفہم لوگ شیخ کے متوجہ ہونیکے وقت بھی اس طرف دیکھنے کو خلاف ادب کے خلاف سمجھیں۔

(ملفوظ) ایک نو وارد ..... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا صاحب کشف کیلئے یہ ضروری ہے کہ ہر وقت انکشاف ہوا کرے۔ فرمایا کہ یہ تو ضروری نہیں مگر یہ احتمال ہر وقت ہے کہ نہ معلوم کس وقت انکشاف ہو جائے۔

(ملفوظ) فرمایا کہ ایک صاحب کا بڑے مزے کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ ایک روپیہ نذرانہ کیلئے منی آرڈر کرونگا آپ چاروں سلسلوں کی اجازت دیکر بندہ کو بہرہ مند فرمائیں۔ فرمایا کہ یہ ایک روپیہ میں خلافت لینا چاہتے ہیں۔ لفافہ پر پتہ ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ آپ ماسٹر ابتدائی اسکول بھی ہیں۔ مزاحاً فرمایا کہ ہائے اسکول تو نے تباہ کر دیا ان لوگوں کو اب بتلایئے اس بدفہمی اور کم عقلی کی کچھ حد ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمسخر کی راہ سے لکھ رہا ہے۔ فرمایا یہ بات نہیں اصل بات یہ ہے کہ روپیہ لیکر لوگ خلافتیں بیچتے ہیں یا دیتے اس قسم کے اکثر واقعات سنے ہیں یہ سب بیخبری کی .. باتیں ہیں یہ قدر ہے طریق کی ان لوگوں کی نظروں میں اور یہ وقعت ہے ان چیزوں کی ان لوگوں کے دلوں میں۔ میں اگر اس پر مطالبات کرتا ہوں اور اس طریق کی حقیقت کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں تو مجھ کو بدنام کیا جاتا ہے کہ مزاج میں تشدد ہے سختی ہے مجھے تو بے غیرتی نہیں اختیار کیجاتی میں اگر ایسے بدمغزوں کے ساتھ نرمی برتوں تو اسکا اثر مجھ ہی تک محدود نہیں رہیگا اسکا اثر طریق پر پڑیگا تو وہ بے غیرتی کے دین کے بھی خلاف ہوگا کیونکہ طریق بدنام ہوتا ہے ایسے موقع میں سیاست کرنے پر جو شخص مجھ پر اعتراض کرتا ہے میں اسی معترض ہی سے دریافت کرتا ہوں کہ ایسے شخص کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے جس نے ایک روپیہ میں خلافت چاروں سلسلوں کی اجازت طلب کی ہے حضرت دور بیٹھے رائے قائم کر لینا بہت آسان ہے ذرا یہاں رہ کر واقعات کو دیکھیں تب حقیقت معلوم ہو۔

(ملفوظ ۱۲۴) فرمایا کہ ساری دنیا عقلاہی سے بھری ہوئی ہے ایک اور صاحب کا خط آیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ حضور بزرگ کامل و مکمل و مدلل ہیں۔ بطور مزاح فرمایا کہ بہشتی زیور جو مکمل و مدلل چھپا ہے اس وجہ سے بیچارے نے لکھا ہے کہ تم بھی مکمل و مدلل ہو۔ ایک یہ بھی لکھا ہے کہ حضور مشرق و مغرب جنوب شمال تمام دنیا بھر کے بزرگ ہیں اس نے جو لکھا ہے کہ حضور کامل مکمل و مدلل بزرگ ہیں میں نے لکھدیا ہے کہ نہ میں کامل نہ مکمل نہ مدلل یہ سب غلط ہے اور اگر تمہارے نزدیک صحیح ہے تو اس دعوے کو مکمل و مدلل کرو پھر اس نے جو لکھا ہے کہ حضور مشرق و مغرب جنوب و شمال تمام دنیا بھر کے بزرگ ہیں میں نے لکھدیا ہے کہ توبہ کرو توبہ فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خط میں القاب کی جگہ یہ لکھا تھا کہ رب المشرقین و رب المغربین۔ حضرت نے وہ خط حاضرین کو پڑھنے کے لئے دیا۔ اب جو دیکھتا ہے ہنسی کی وجہ سے بیتاب ہو جاتا ہے۔ حضرت کو پڑھکر کوئی سنا نہیں سکتا تھا آخر وہ میرے پاس آیا میں نے ہنسی کو ضبط کر کے حضرت کو سنایا۔ حضرت بڑے ہی حلیم تھے سنکر فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ جہل بھی کیا بری چیز ہے یہ فرما کر اس شخص کی معذوری بیان فرمادی کہ بوجہ بے علمی کے ایسا ہوا۔ ایک مولوی...... صاحب نے عرض کیا کہ دوسروں نے جو حضرت کو پڑھکر سنایا کیا حضرت خود نہیں پڑھ سکتے تھے فرمایا پڑھ سکتے تھے مگر تکلف کے ساتھ اسلئے کہ حضرت کی نگاہ کمزور ہوگئی تھی۔

(ملفوظ ۱۲۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے ان صاحب کے اس لکھنے پر کہ حضور مشرق و مغرب جنوب و شمال تمام دنیا بھر کے بزرگ ہیں یہ تحریر فرمایا ہے کہ توبہ کرو توبہ اور میں نے ایکمرتبہ ایک صاحب کے سامنے مسجد میں اسپر قسم کھائی تھی کہ دنیا میں حضرت سے بڑھکر اسوقت اصلاح کے لئے کوئی رہبر نہیں تو کیا مجھکو بھی توبہ کرنا چاہئے۔ مزاحاً فرمایا کہ توبہ سے کیا ہوتا ہے کفارہ کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ اس بارہ میں بہترین فیصلہ ہے وہ یہ ہے کہ اپنے شیخ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے کہ زندہ بزرگوں میں میری کوشش سے اس سے زیادہ مجھکو نفع پہونچانے والا مجھکو نہیں ملسکتا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس فن کے امام تھے مجتہد تھے۔ اور وہ شان تھی جسکو مولانا فرماتے ہیں۔ ؎

بینی اندر خود علوم انبیاؑ بے کتاب و بے معید و اوستا

(ملفوظ ۱۲۶) ایک مولوی...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت سمجھ میں نہیں آتا یہاں پر قدم قدم پر قیود اور شرائط ہیں ہر ہر بے عنوانی پر مواخذہ و محاسبہ ہے ڈانٹ ہے ڈپٹ ہے مگر لوگ ہیں کہ چپٹتے ہیں ٹلتے نہیں۔ فرمایا ایسی حالت میں اہل محبت اور اہل فہم ہی ٹھہر سکتے ہیں اور میرا مقصود ان سب چیزوں سے اپنی اور دوسروں کی راحت ہے اور جو کچھ کہتا سنتا ہوں اسکا منشاء محبت اور آنے والوں کی اصلاح ہے اگر یہ قیود اور شرائط اور ڈانٹ ڈپٹ نہ ہوتی تو یہاں پر ایک ہجوم ہوتا خصوص اہل دنیا کا کوئی تعویذ مانگتا کوئی کچھ کوئی کچھ یہ جو ضروری ضروری کام خدا کے فضل سے ہو گئے ہیں ہجوم کی بدولت ان میں سے ایک بھی نہ ہوتا اسلئے ضرورت تھی ایسے قیود کی اور اس ہی وقت میں آنے والوں کی بھی بحمد اللہ خدمت ہوتی رہتی ہے۔

(ملفوظ ۱۲۷) فرمایا ایک خط آیا ہے اس میں تمام اپنے قصے جھگڑے بھر رکھے ہیں مجھ سے مشورہ چاہا ہے میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ میں کسی کو مشورہ نہیں دیا کرتا خط کے ختم پر لکھا ہے کہ اور کوئی بات قابل تحریر نہیں۔ میں نے لکھا ہے کہ یہ بھی قابل تحریر نہ تھی۔

(ملفوظ ۱۲۸) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھتے ہیں کہ اپنے اندر حسد پاتا ہوں۔ میں نے جواب لکھا ہے کہ حسد کی حقیقت کیا سمجھتے ہو اور اس کے کیا آثار پاتے ہو۔ فرمایا کہ خط و کتابت میں انکا وقت تو ضرور صرف ہوگا مگر انشاء اللہ حقیقت سے واقف ہو جائیں گے۔ کہیں حقیقت حسد کی بے خبری سے غیر حسد کو حسد نہ سمجھ رہے ہوں اب جب اسکی حقیقت لکھیں گے معلوم ہو جائیگا اس طرز سے مجھکو بھی علاج میں سہولت ہو جاتی ہے۔

۶ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

(ملفوظ ۱۲۹) ایک صاحب نے عرض کیا کہ شبکو حضرت کی کیسی طبیعت رہی اور کھانسی کا

عـــہ تو اپنے اندر بغیر کسی مددگار اور استاد کے علوم نبوت کا مشاہدہ کریگا ۱۲

کیا حال رہا۔ فرمایا کھانسی ہی کی وجہ سے راحت نہیں ملی حکیم صاحب کے پاس گیا تھا اب انھوں نے کچھ اور تجویز کیا ہے۔ یہ بھی فرمایا جب ضرورت پیش آتی ہے حکیم صاحب کے پاس خود جاتا ہوں ان کو نہیں بلاتا۔ ایکروز حکیم صاحب فرمانے بھی لگے کہ مجھکو شرم معلوم ہوتی ہے میں ہی حاضر ہوجایا کرونگا میں نے کہا کہ نہیں شرم کی کیا بات ہے میرا نہ آنا اور آپ کو بلانا عدل کے خلاف ہے۔ محتاج کو چاہیے کہ وہ محتاج الیہ کے پاس جائے۔ اور بحمد اللہ یہ سب باتیں میری امور طبعیہ ہیں مجھکو کوئی اہتمام یا سوچ بچار کرنا نہیں پڑتا۔
میں رعایت کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ میرے جو ملازم تنخواہ دار ہیں انکو بھی جب تنخواہ دیتا ہوں یا کبھی کوئی انکی مالی خدمت کرتا ہوں تو روپیہ پیسہ کبھی ان کی طرف پھینکتا نہیں بلکہ سامنے رکھدیتا ہوں یا ہاتھ میں دیتا ہوں جیسے ہدیہ دیتے ہیں پھینکنے میں انکی اہانت معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ ایک تحقیر کی صورت ہے اور ملازم کو حقیر اور ذلیل سمجھنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ نوکری ایک قسم کی تجارت ہے تجارت میں کبھی اعیان کا مبادلہ اعیان سے ہوتا ہے کبھی اعیان کا مبادلہ منافع سے ہوتا ہے اور منافع میں منافع بدنیہ ارفع ہیں، جسکا حاصل یہ ہے کہ نوکر نے اپنی جان پیش کی جو اس مال سے کہیں افضل و اعلیٰ ہے منافع بدنیہ کو پیش کرنا یہ زیادہ ایثار ہے پس تجارات میں اجارات زیادہ افضل ہیں تو اسکے تحقیر کی کیا وجہ میں کبھی ان معمولات کو بحمد اللہ بیٹھکر سوچتا نہیں سب امور طبعیہ ہیں خود بخود ذہن میں آتے ہیں۔ جتلانا مقصود نہیں احسان کرنا مقصود نہیں اس لئے اس وقت کہتا بھی نہیں صرف اپنے دوستوں سے اس لئے ظاہر کردیتا ہوں کہ یہ باتیں کانوں میں پڑجائیں کیونکہ ان چیزوں کا تعلق دوسروں سے ہوتا ہے اس سے حقوق العباد کا خیال رکھیں اور عدل کو ہاتھ سے نہ دیں اور کوئی غرض سنانے سے نہیں۔

(ملفوظ ۱۶۳) ایک مولوی ...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہاں پر تو ساری ہی باتیں نرالی ہیں جیسی نماز خانقاہ میں ہوتی ہے ایسی نماز شاید ہی کہیں ہوتی ہو۔ دریافت فرمایا کہ یہ کیوں عرض کیا کہ قریب قریب سب جگہ پر یہ حالت ہے کہ امام کو ذرا دیر ہوجائے فوراً غل مچ جاتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے یہاں پر یہ بات نہیں فرمایا اسکی وجہ

یہ ہے کہ یہاں پر جمہوریت نہیں شخصیت ہے یہ اسی کی برکت ہے۔ فرمایا کہ ہمارے بزرگ بھی اللہ کے فضل سے بڑے ہی حکیم تھے ان کی ہر ہر بات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں۔ یہ خانقاہ جس میں جو جگہ ممتاز ہے وہ حوض والی مسجد ہے وہاں پر بھائی برادری کے لوگ مسجد کے قریب رہتے ہیں محلہ بھی برادری کا ہے اثر کے لئے بھی جگہ مناسب تھی اور فتح کی بھی امید زائد تھی اسلئے کہ ان سے کسی بات میں کوئی تکلف ہی نہ ہوتا مگر اسکے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ وہ بھی اپنا اثر ڈالنا چاہتے برادری برابری کا معاملہ ہے ہمارے بزرگوں نے رہنے کیلئے اس غریب جگہ کو پسند کیا اس ممتاز جگہ کو پسند نہیں کیا حکمت یہی ہے کہ یہاں پر کوئی مزاحم نہیں اس محلہ میں زمیندار آباد نہیں غریب لوگ آباد ہیں یہاں زمینداری بزرگوں کی ہے یہاں پر محلہ کے غریب لوگ نماز پڑھنے آتے ہیں یہاں پر بالکل آزادی ہے بس اسکا مصداق ہے۔ سہ

بہشت[عہ] آنجا کہ آزارے نباشد ۔۔۔ کسے را با کسے کارے نباشد۔

(ملفوظ ۱۸۱) فرمایا کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے یہاں پر کوئی روایت کسی شخص کی کوئی نہیں پہونچا سکتا۔ ایک مولوی ...... صاحب نے عرض کیا کہ یہ بات تو یہاں پر خاص ہے ورنہ قریب قریب اکثر بزرگوں کے یہاں سلسلہ حکایت شکایت کا کم و بیش رہتا ہے فرمایا کہ جی ہاں بحمد اللہ میں ان باتوں کا خیال رکھتا ہوں عرض کیا کہ حضرت سنتے ہی نہیں نیز حضرت کے اصول اور قواعد اس قسم کے ہیں کہ اسکے خلاف کی کوئی ہمت ہی نہیں کر سکتا اگر ضوابط میں ذرا ڈھیل دیجاتی یہاں پر بھی سلسلہ جاری ہو جاتا۔ فرمایا کہ ڈھیل کے متعلق سنئے حاجی عبد الرحیم بھائی مرحوم کے ملازم تھے ان کے متعلق میرے بڑے گھر میں سے ایک معاملہ میں مجھ سے شکایت کی میں نے فوراً آدمی بھیجکر حاجی جی کو بلایا اور دروازہ میں کھڑا کر کے کہا کہ تمہارے متعلق یہ روایت بیان کرتی ہیں حاجی جی نے کہا کہ غلط شکایت ہے اسپر میں نے گھر میں سے کہا کہ یہ انکار کرتے ہیں اور تم نے دعویٰ کیا ہے لہذا ثبوت دو ثبوت تمہارے ذمہ ہے ثبوت ندارد کہنے لگیں کہ توبہ تم تو ذرا سی دیر

عہ بہشت وہ ہے جہاں کسی کو کسی کو تکلیف نہ ہو اور کسی کو کسی سے کوئی کام نہ ہو ۱۲۔

ہیں آدمی کو فضیحت کر دیتے ہو میں نے کہا کہ میں فضیحت نہیں کرتا نصیحت کرتا ہوں یہ
سلسلہ روایات اچھا نہیں معلوم ہوتا اس سے دل میں عداوتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور
جہاں یہ سلسلہ ہے وہاں ہر وقت ہر شخص کو یہ شبہ رہتا ہے کہ نہ معلوم میری طرف سے
کسی نے کیا کہدیا ہوگا اور کہنے سے کیا خیالات پیدا ہو گئے ہونگے۔ اور یوں تو ہمارے
حضرات سب ہی حکما تھے مگر ہمارے ان بزرگوں میں سے دو بزرگوں میں خصوصیت کیساتھ
یہ صفت یعنی روایات سے متاثر نہ ہونا بہت ہی کامل تھی ایک حضرت حاجی صاحب
رحمۃ اللہ علیہ میں اور ایک حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں مولانا تو
سُنتے ہی نہ تھے شروع ہی میں رد کر دیتے اور حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کا عجیب
معمول تھا کہ سب سُن لیتے تھے دوسرے دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ حضرت پر بڑا اثر
ہو رہا ہے اور جب بیان کرنے والا خاموش ہوا حضرت نے بے تکلف فرمادیا کہ سب
غلط ہے وہ شخص ایسا نہیں اور اس کہنے کا یہ مطلب تھا کہ چاہے واقع میں صحیح ہو مگر
چونکہ شرعی شہادت نہیں اسلئے اسکے ساتھ کذب کا سا معاملہ کیا جاوے یہی محمل ہے آیت
کا جو حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فاذ لم یاتوا بالشھداء فاولٰئک عند اللہ ھم الکذبون
عند اللہ سے مراد ہے یہاں فی دین اللہ فی قانون اللہ یعنی شریعت کے قانون کی رو سے
تم جھوٹے ہو تمہارا کہنا سب غلط ہے پس اس تقریر کے بعد یہ شبہ نہ رہا کہ محتمل الصدق کو جزماً
کیسے کاذب فرمادیتے تھے حکیم محمد مصطفیٰ صاحب نے اس آیت سے ایک عجیب مسئلہ استنباط
کیا ہے کہ حسن ظن کیلئے تو کسی دلیل کی ضرورت نہیں سوء ظن کیلئے دلیل کی ضرورت ہے۔

(ملفوظ ۱۸۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ بڑوں کو حوصلہ ہوتا ہے وہ درپئے
آزار نہیں ہوا کرتے اور نہ ضرر پہونچاتے ہیں چھوٹے ہی نقصان پہونچایا کرتے ہیں اسلئے۔ ویسرائے
سے ڈرنے کی اتنی ضرورت نہیں جتنی کانسٹبل سے ڈرنے کی ضرورت ہے۔

(ملفوظ ۱۸۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آجکل تو یہ حالت ہے کہ جہاں عوام نے تعظیم
کرنی شروع کر دی بس بڑے ہو گئے فرمایا اس ظاہری تعظیم سے کیا ہوتا ہے جبکہ دلوں میں

عہ سو جس صورت میں یہ لوگ موافق قاعدہ کے گواہ نہیں لائے تو بس اللہ کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں

لوگوں کے وقعت نہ ہو تعظیم تو بعض اوقات دفع ظلم کیلئے ابھی کرنے لگتے ہیں ایسی تعظیم بھی ذلت ہی کہلاتی ہے اور اگر بظاہر تعظیم نہ ہو مگر دل میں وقعت ہو عظمت ہو یہ حقیقی تعظیم ہے دیکھئے محض ظاہری تعظیم کی حقیقت اس مثال سے سمجھ میں آ جائیگی مثلاً خدا نہ کرے یہاں پر اس مجلس میں سانپ نکل آئے تو سب تعظیم کے لئے کھڑے ہو جائیں گے مگر اسکے ساتھ ہی جوتہ کی بھی تلاش ہو گی بس اس سے زیادہ وقعت نہیں ظاہری تعظیم کی۔

(ملفوظ ۱۸۴) ایک مولوی ...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت گلستان بوستاں بھی عجیب کتابیں ہیں مگر اس زمانہ میں انکی وہ قدر ہی نہیں رہی لوگوں نے نصاب ہی بدل ڈالے فرمایا کہ یہ سچ بات ہے یہ اتنی بڑی کتابیں ہیں کہ بجائے بچپن میں پڑھنے کے انکو بڑا ہو کر پڑھے تب کچھ سمجھ میں آ سکتی ہیں مگر اسکا عکس ہو رہا ہے کہ جو زمانہ ناسمجھی کا ہوتا ہے اسوقت پڑھاتے ہیں تمیز بھی نہیں ہوتی کہ مطلب کتاب کا ہے کیا میری رائے یہ ہے کہ جیسے قرآن شریف بچپن میں بھی پڑھا جاتا ہے اور بڑے ہو کر بھی اسی طرح یہ کتابیں بھی پڑھی جایا کریں۔ یعنی قرآن شریف کی بچپن میں تو محض عبارت پڑھتے ہیں اور یاد کرتے ہیں اور بڑے ہو کر اسکے معانی و مطالب کو پڑھتے ہیں اسی طرح ان کتابوں کے ساتھ معاملہ کرنا چاہئے کہ بچپن میں بھی برکت کیلئے محض عبارت سرسری ترجمہ سے یاد کریں اور بڑے ہو کر معانی اور مطالب کو سمجھیں۔ ادب۔ انقیاد۔ تواضع۔ حیا۔ شرم۔ یہ سب انہیں کتابوں کی برکت سے پیدا ہوتی ہے۔ اس نئی تعلیم نے ان چیزوں کا بلکہ علمی استعداد کا بھی ایسا ناس کیا ہے کہ لوگوں کی اس طرف توجہ ہی نہیں رہی یہ ہی وجہ ہے کہ علمی یا اخلاقی کمال ہی پیدا نہیں ہوتا بڑے بڑے ڈگری یافتہ ان بابرکت کتابوں کی تعلیم پائے ہوئے طلباء کے سامنے گرد ہوتے ہیں۔

۶ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز جمعہ۔

(ملفوظ ۱۸۵) ایک صاحب نے استفتاء پیش کر کے عرض کیا کہ اگلے جمعہ کو اسکا جواب

لے لیا جائیگا اسلئے کہ جلدی جواب نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ یہ صحیح ہے مگر آگے جمعہ تک یہ کاغذ امانت کسکے پاس رہیگا کیونکہ کام کی کثرت کی وجہ سے مجھپر اسکا بار ہوتا ہے۔ عرض کیا کہ حضرت کی سہولت کیلئے ایسا عرض کیا گیا فرمایا یہ بھی صحیح ہے مگر جسوقت لکھکر تیار رہو جائے آخر کسکو دوں تاکہ امانت کا بار نہ رہے۔ عرض کیا کہ حافظ...... صاحب کو دیدیں فرمایا کہ آپ یہی بات ان سے کہلوادیں کیا خبر ان کو قبول بھی ہے یا نہیں اگر وہ آکر مجھسے کہدیں میں ان کو دیدونگا۔ حافظ........ صاحب نے آکر عرض کیا کہ حضرت جواب تحریر فرماکر مجھکو دیدیا جائے۔ فرمایا دیکھئے میں اسقدر احتیاط کرتا ہوں کہ براہ راست ان سے کہنا نہیں چاہا شاید میرے اثر سے عذر نہ کرتے انتظام ایسا ہونا چاہئیے کہ کسی کو تکلیف نہ ہو اب حافظ صاحب نے ان کے کہنے سے بار اٹھایا اگر میں خود ان کے سپرد کرتا تو اسوقت میری طرف سے سمجھا جاتا اس صورت میں ان کا جی چاہتا یا نہ چاہتا قبول کرتے مجھے اتنا بھی کسی پر بار ڈالنا گوارا نہیں حاصل انتظام کا یہ ہے کہ نہ اپنی طرف سے دوسرے پر بار ہو اور نہ دوسرے کا اپنے اوپر بلاضرورت بار ہو۔ اسقدر تو میں رعایتیں کرتا ہوں اور پھر بھی سخت مشہور کیا جاتا ہوں۔

(ملفوظ ۱۵۱) ایک مولوی...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کے یہاں مہمان بھی آتے ہیں۔ ڈاک کا کام بھی بڑا زبردست ہے اور بھی مختلف کام مختلف لوگوں کے ہوتے رہتے ہیں اور گھر کے تمام معاملات کا بھی انتظام اور پھر اسقدر تصانیف۔ فرمایا کہ یہ حق تعالے ہی کا فضل ہے بات یہ ہے کہ مہمان بیچارے آتے ہیں مگر متبوع ہو کر نہیں آتے اسلئے انتظام سہل ہو جاتا ہے ایک مرتبہ حضرت مولانا...... رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے میں اسوقت مثنوی کی شرح لکھ رہا تھا وقت معمول پر میں نے مولانا کی آسائش اور راحت کا انتظام کرکے اجازت چاہی کہ میں تھوڑا سا لکھ آؤں فرمایا جی ضرور آپ اپنا حرج نہ کریں۔ میں نے یہ کیا کہ تھوڑا سا کام کرکے فوراً حاضر ہوگیا۔ اگر تھوڑا تھوڑا کام بھی روزانہ ہوتا رہے تو ایک برکت ہوتی ہے مداومت کی اگر سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے اسمیں ایک قسم کی بے برکتی ہو جاتی ہے۔

(ملفوظ) فرمایا کہ مجھکو ڈاک کا بڑا اہتمام ہے کہ روز کے روز فارغ ہوجاؤں اسمیں طرفین کو راحت ہوتی ہے ادہر تو میں فارغ مجھے راحت ادہر خط کا جواب پہونچ جائے اسکو راحت انتظار کی تکلیف نہ ہو آج ہی مولوی ...... صاحب سہارنپور سے صرف اس سبب سے آئے کہ اُن کے خط کے جواب میں ایک دن کی دیر ہوگئی تھی اسلئے خود آئے محض اس خیال سے کہ کھانسی کی تکلیف تھی کہیں زیادہ تکلیف تو نہیں بڑھگئی جو جواب نہیں بھیجا اور علاوہ اسکے دور و دراز سے خطوط آتے ہیں جنمیں دینی ضروریات ہوتی ہیں اسلئے روزانہ ڈاک نمٹا دیتا ہوں اپنی طرف سے اسکا انتظام رکھتا ہوں کہ دوسرے کو تکلیف نہ ہو اور انتظار کی تکلیف تو مشہور ہے۔

(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت قصبہ ...... میں ایک عالم مدرس کی ضرورت ہے اگر حضرت دہلی ...... صاحب کو فرمادیں اور وہ قبول فرمالیں تو اہل قصبہ کو امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت نفع ہوگا فرمایا کہ فرمانا تو بڑی چیز ہے میں تو ایسے معاملات میں رائے بھی کسیکو نہیں دیتا بلکہ خود صاحب معاملہ کے مشورہ لینے پر بھی کہدیتا ہوں کہ مجھکو آپ کے مصالح اور حالات کا کما حقہ علم نہیں میں مشورہ سے معذور ہوں آپ خود اپنے مصالح پر نظر کر کے جو اپنے لئے بہتر مناسب خیال کریں عمل کرلیں ہاں دعا سے مجھکو انکار نہیں عافیت اسی میں ہے میں کسی کے معاملات میں دخل نہیں دیتا ہر شخص کو آزادی ہے البتہ شریعت کے خلاف وہ کام نہ ہو پھر اجازت دی مولوی ...... صاحب یہاں پر موجود ہیں اُن سے خود تمام معاملات طے کر لئے جاویں میری طرف سے بالکل آزادی ہے میرا معمول ہے کہ اگر دونوں طرف جائز بات ہو تو کسی جانب پر مجبور نہیں کرتا بلکہ دونوں طرف آزادی دیتا ہوں حتیٰ کہ اگر کسی ایک شق میں میری بھی کوئی مصلحت ہو۔ تب بھی اپنے مصالح پر اُن کے مصالح کو ترجیح دیتا ہوں اور نہایت صفائی کے ساتھ اپنی اس تخییر کو ظاہر کر دیتا ہوں اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت سے میری کوئی بات الجھی ہوئی نہیں ہوتی ہر بات نہایت صاف ہوتی ہے اگر مخاطب ذرا بھی فہیم ہو فوراً سمجھ میں آجاتی ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بڑے آرام کی چیزیں ہیں پرانی اسپر فرمایا کہ مثلاً یہ فرش ہے اسپر اگر دس کی جگہ گیارہ بارہ تیرہ بھی بیٹھ جائیں تب بھی تنگی نہیں ہوتی اگر کرسیاں ہوں تو ایک بھی زائد نہیں بیٹھ سکتا اسی طرح سب پرانی باتیں بزرگوں کی دنیا اور دین دونوں کی راحت کو جامع ہوتی ہیں آجکل کی باتیں لوگوں کی چکنی چپڑی تو ضرور ہوتی ہیں مگر انمیں نور نہیں ہوتا اور ان حضرات کے کلام میں ایسا نور ہوتا ہے گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آفتاب نکل آیا آخر مقبولین اور غیر مقبولین میں کوئی فرق تو ہونا ہی چاہئے مگر اس نور کے ادراک کیلئے بصیرت کی ضرورت ہے کیونکہ بعض اوقات ظاہراً باطل میں آب و تاب ہوتی ہے اور حق میں ظاہراً کم رونقی اسکی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کبھی پیشاب صاف ہوتا ہے اور پانی بمقابلہ اس کے گدلا ہوتا ہے اسی طرح مقبولین اور غیر مقبولین کے اقوال و افعال میں جو فرق ہوتا ہے وہ صورت کا نہیں ہوتا بلکہ بعض مرتبہ صورۃً غیر مقبولین کا کلام اچھا معلوم ہوتا ہے الفاظ نہایت بڑے بڑے اور چست ہوتے ہیں یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا اسکی دلیل ہے بلکہ ان میں فرق جو ہوتا ہے وہ حقیقت کا ہوتا ہے جیسے میں نے پیشاب اور پانی کی مثال بیان کی۔ پیشاب ہے صاف مگر ہے ناپاک۔ پانی گدلا ہے مگر ہے پاک۔

(ملفوظ) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ مجھ میں عادت بدکاری کی ہے۔ اسپر حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا اگر چھوڑنا چاہو تو کیا قدرت نہیں۔ ایک مولوی ...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عادت کی وجہ سے کبھی ہمت نہیں ہوتی اسکے ترک کی گو قدرت ہوتی ہے مقصود یہ تھا کہ ہمت کی تدبیر بتلادی جاوے۔ فرمایا کہ میں نے جو لکھا ہے دیکھوں اسکا کیا جواب دیتے ہیں اول ہی مرتبہ میں تدبیر نہیں بتلاتا اس کی قوت علمی اور ارادہ کو معلوم کرتا ہوں اسکے بعد جب وہ ہمت کے بعد عاجز ہو جاتا ہے تب تدبیر بتلاتا ہوں اور اس تدبیر کی قدر بھی جبھی ہوتی ہے کہ وہ ہمت کر کے مایوس ہو جاوے ورنہ یوں تو ہر امر میں دو درجے ہیں۔ ایک عمل کا درجہ ہے اور ایک سہولت عمل کا۔ ہر شخص کا خود تو جی یہ ہی چاہتا ہے کہ سہولت کی تدبیر بتلائی جاوے مگر شیخ کی طرف سے انتظار

عہ کیا آپکو اسکی گفتگو جو محض دنیاوی غرض سے ہوتی ہے مزیدار معلوم ہوتی ہے ۱۲

ہوتا ہے کہ اپنی کوشش ختم کر کے دکھلادو جب عاجز ہو جاؤ گے تب اہل تصرف تو اپنے تصرف سے اور اہل تدبیر اپنی تدبیر سے اُسکا ازالہ انشاء اللہ کر دیں گے میں نے ایک وعظ میں دلیل سے یہ بتلا دیا ہے کہ رسول ہونا ب رسول کا صرف یہ کام ہے کہ وہ یہ بتلا دیگا کہ یہ کام کرو اور اختیار سے کام لو اول ہی سے طالب کے تابع کیسے ہو جائیں۔ ہر کام طریقہ سے ہوتا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مریض نے آکر طبیب سے مرض کو ظاہر کیا ساتھ کے ساتھ مرض کا ازالہ بھی ہو جائے بلکہ اگر مریض مرض کے ازالہ کی مدت بھی طبیب سے دریافت کریگا تو کان پکڑ کر مطب سے باہر نکلوا دیا جائیگا اسی طرح امراض روحانی کے علاج کو سمجھ لیجئے اور مصلح کو تابع بنانا تو بالکل اسکے مشابہ ہے کہ آقا نوکر سے کہے کہ کتنی دیر میں کھانا پک جائیگا اور وہ جواب میں کہے کہ ضرور دس بجے تک اسی طرح مصلح سے کام لینا چاہتے ہیں تو اب مصلح کیا ہوئے نوکر ہوئے مجھکو تو اس سے بڑی غیرت آتی ہے کہ عوام کا اتباع کیا جائے ایسے اتباع کی مثال تو بازاری عورت اور شریف عفیف گھرستن کی سی ہے بازاری عورت اپنے اغراض کی وجہ سے ہر قسم کی دلجوئی کا انتظام کرے گی بناؤ سنگار چکنی چپڑی باتیں غرض کہ دل لبھانے کے سب ہی طریق اختیار کرے گی اور شریف عفیف گھرستن ناک پر مکھی بھی نہیں بیٹھنے دیگی اُسکی ایک شان ہوتی ہے اسی طرح شیخ مزور اور شیخ محقق میں فرق ہے۔

(ملفوظ ۱۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے لوگ اپنے گھروں میں بے پکارے چلے جاتے ہیں بڑی گندی بات ہے نہ معلوم گھر کی عورتیں کس حالت میں ہیں یا کوئی محلہ کی غیر عورت گھر میں ہو اذن لیکر جب بلایا جاوے گھر میں داخل ہونا چاہئے۔

(ملفوظ ۱۹۲) ایک مولوی .... صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر کوئی اپنے معاملہ میں مباح شق کو اختیار کرے میں اُسکی ساتھ موافقت کر لیتا ہوں اسمیں آدمی بہت ہلکا رہتا ہے میں بحمد اللہ کسی شق کو ترجیح دیکر کسی پر حکومت نہیں کرتا کوئی بات بھی میری ایسی نہیں ہوتی جس سے دوسرے کو شبہ بھی ہو کہ یہ حکومت کی راہ سے کہہ رہا ہے اور اسکا خیال اسوجہ سے رکھتا ہوں کہ نہ معلوم دوسرے کا جی چاہے کرنے کو یا نہ چاہے تو کسی بات کے کرنیکا حکم

دیتا ہوں اور نہ کسی بات سے منع کرتا ہوں نہ معلوم کیا اثر ہو طبیعت پر گوارا ہو یا نہ ہو۔ مباح کے درجہ تک بالکل آزادی ہے۔ مولوی...... صاحب کے جانے سے اول وہلہ میں خیال ہوا کہ جو کام اُن کے سپرد تھا اُس کام کو کون کریگا مگر میں نے قوت سے اس خیال کی مقاومت کی اور یہ سمجھ لیا کہ مایفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لہا وما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہٖ وھو العزیز الحکیم۔ تو العزیز میں یہ بتلا دیا کہ وہ بڑے قدرت والے ہیں جو کام بند ہو اُسکو جاری کر سکتے ہیں اور جاری کو بند کر سکتے ہیں اور اگر اس بند ہونے سے یہ وسوسہ ہو کہ اس سے تو دین میں نقصان ہوگا تو الحکیم میں فرمادیا کہ ہم حکیم بھی ہیں اگر بند ہی کر دیں تو اُسی میں حکمت ہوگی

(ملفوظ ۱۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دیوبندیت وہابیت بریلویت کے اختلاف سے سخت نقصان مسلمانوں کو پہونچا بدعتی ان کو کیا ہی پاتے ہو گئے جنہوں نے ہم لوگوں کو نہیں بخشا اسلئے کیسی کیسی تہمتیں لگائیں مگر میں تو کسی کو کچھ نہیں کہتا مجھکو قیل وقال سے بڑی وحشت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ مجھکو جو جس کے جی میں آتا ہے کہہ لیتا ہے اگر میں بھی کہتا تب حقیقت معلوم ہوتی اللہ کا شکر ہے کہ ایسے ہی بزرگوں کی خدمت نصیب ہوئی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ کسی سے اُلجھنا نہیں اگر کوئی تم سے خود اُلجھے تو وہ کرنا جو ایک نائی نے کیا تھا وہ قصہ یہ ہے کہ ایک نائی سے کسی شخص نے خط بنوایا اس نے کہا کہ میرے سفید سفید بال چُن دو اُس نے ایک طرف سے اُسترا پھیرا اور بال سامنے رکھ یہ کہکر چلدیا کہ مجھکو تو بہت کام ہے چننے کی فرصت نہیں آپ کے سامنے سب رکھ دیے ہیں آپ خود چن لیں فرمایا کہ کوئی اُلجھے تو سب رطب ویابس اُسکے سامنے رکھکر الگ ہو جاؤ اور کام میں لگو۔ واقعی حضرت حکیم تھے کیسی عجیب بات فرمائی اب جب اپنے پر گذرتی ہے حضرت کے ارشاد کی قلب میں قدر ہوتی ہے کہ چند الفاظوں میں کتنی بات فرما گئے بات یہ ہے کہ اس قیل وقال اور رد وکد میں نفسانیت ضرور آجاتی ہے۔ اور ایک تو باطل کا رد ہوتا ہے نیک نیتی سے اور حدود کے اندر یہ تو مامور بہ ہے اور ایک ہوتا ہے محض جدال بدنیتی سے

۱؎ اللہ جو رحمت (بارش وغیرہ) لوگوں کے لئے کھول دے سو اسکا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کر دے سو اُسکے بند کرنے کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے ۱۲ -

یہ مامور بہ نہیں بلکہ اندیشہ ہے کہ اسپر مواخذہ ہو۔

(**ملفوظ ۱۶۱**) فرمایا کہ آجکل طریق کی حقیقت سے عوام تو کیا خواص تک ناواقف ہیں اور اس بے خبری کے سبب ہزاروں غلطیوں میں ابتلا ہو رہا ہے اور غلطی کا سبب اصل یہ ہے کہ اسکی طرف کسی کی بھی توجہ نہیں اور اگر کسی کو توجہ بھی ہوتی ہے تو وہ یہ چاہتا ہے کہ مجھکو کچھ بھی نہ کرنا پڑے اور کام بنجائے جیسے ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ اُن کے پاس ایک شخص بہت عرصہ تک پڑا رہا اس درمیان میں سینکڑوں لوگ آئے اور صاحب نسبت ہو کر چلے گئے مگر یہ اسی خیال میں رہا کہ شیخ اپنے تصرف سے کچھ دیدینگے تو لونگا میں خود کچھ نہ کرونگا شیخ کو اسکی اطلاع ہوئی بدون کسی کی اطلاع کرنے پر بذریعہ کشف اُنھوں نے صاف کہدیا کہ تم خود ہی کروگے تو کچھ ہوگا اور تصرف کا اثر نہ ضروری ہے نہ دیرپا ہے مرید کو وسوسہ ہونے لگا کہ شیخ صاحب تصرف نہیں ہیں اسلئے تاویلات کرتے ہیں شیخ کو اسکی بھی اطلاع ہوئی اُنھوں نے عملی جواب دینا چاہا اس شخص سے فرمایا کہ ایک مٹکا پانی کا بھر کر خانقاہ کے دروازہ پر رکھو اور ایک پچکاری مول لاکر ہمکو دو چنانچہ ایسا کیا گیا شیخ دروازہ پر پچکاری لیکر بیٹھ گئے جو شخص گذرتا تھا پچکاری بھر کر اُسپر پانی پھینکتے تھے .... جسپر شیخ کی پچکاری کی ایک چھینٹ بھی پڑگئی وہی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ پڑھنے لگا ایک ہی تاریخ میں اپنے تصرف سے شیخ نے ہزاروں کافروں کو مسلمان بنا دیا۔ پھر اس شخص کو بلا کر فرمایا کہ دیکھا شیخ کا تصرف مگر حقیقی ہی پسواؤ نگا یا تو پیسواؤ نہیں تو منہ کالا کرو تب اس شخص کی آنکھیں کھلیں اور اپنی اس حرکت پر ندامت ہوئی توبہ کی اور کام میں لگ گئے۔ بغیر طلب کچھ نہیں ہوتا طلب نہ ہو تو کبھی باقی ہے پھر جب طلب ہے تو فرمائش کیسی بعد طلب جب عاجز ہو جاتا ہے اسوقت رحم آتا ہے اور اسوقت عنایت سے کام بنجاتا ہے یہ مضمون ایک مثال سے سمجھ میں آجائیگا مثلاً ایک بچہ کہ جس نے ابھی چلنا نہیں سیکھا اُسکو ایک پچاس قدم کے فاصلہ پر کھڑا کر کے باپ دور سے اُسکی طرف بانہ پھیلا کہتا ہے کہ بیٹا آؤ حالانکہ باپ جانتا ہے کہ یہ ان پچاس قدم کو اس حالت میں جبکہ یہ چلنا بھی

نہیں جانتا پچاس برس میں بھی طے نہیں کر سکتا مگر اسکی رغبت اور طلب کا امتحان مقصود ہے۔ اسکے ہاتھ بڑہانے پر بچے کے اندر ایک حرکت پیدا ہوئی اور اس طرف بڑھا اور گر پڑا محض اس طلب اور رغبت پر باپ کا دل رہ نہ سکا دوڑ کر گود میں اٹھا لیا اسی طرح حق تعالیٰ کا معاملہ بندے کے ساتھ ہے کہ جو انکی راہ پر چلنے کا ارادہ کرتا ہے بفحوائے لنہدینہم سبلنا وہ آغوش رحمت میں لے لیتے ہیں اور اس دشوار گذار راہ کو۔ آن واحد میں طے کرا دیتے ہیں مگر یہ حرکت تو شروع کرے گو وہ حرکت قطع مسافت میں کافی نہیں کیونکہ محبوب میں اور طالب میں جو مسافت ہے وہ محبوب ہی کے قطع کئے ہو سکتی ہے محب کے قطع کئے قطع نہیں ہو سکتی مگر طلب شرط ہے ہمکو اپنا کام کرنا چاہئے یہ باتیں بدون کام کے سمجھ میں نہیں آسکتیں جیسے کھانا بدون کھائے اسکا ذائقہ معلوم نہیں ہو سکتا ذائقہ کا معلوم کرنا کھانے پر موقوف ہے جاننے پر کفایت نہیں ہوتی۔ طلب فرماتے ہیں۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا[ع] اور طلب نہ ہونے پر فرماتے ہیں انلزمکموھا وانتم لھا کرھون[ع] ۔

۷ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(ملفوظ ۱۹۵) فرمایا ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ گذشتہ دنوں سے خادم کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہے نہ نماز میں جی لگتا ہے نہ ذکر میں نہ کلام مجید پڑھا جاتا ہے اور دنیا کا کوئی کام بھی نہیں ہوتا بس ایک عجیب گول گول حالت ہو رہی ہے۔ میں نے جواب میں لکھدیا ہی کام تو جسطرح بن پڑے کرنا ضروری ہے خواہ ناقص ہی تکمیل کا یہی طریقہ ہے اگر بد نویس اسلئے مشق کرنا چھوڑ دے کہ اچھا نہیں لکھا جاتا تو اسکو اچھا لکھنا کبھی نہ آئیگا۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ عمل ناقص کو بھی چھوڑنا نہیں چاہئے جیسے بنیاد کے مضبوط ہونے کا تو اہتمام کرتے ہیں مگر اس کے خوش نما ہونیکے پیچھے نہیں پڑتے اسمیں روڑے وغیرہ بھر دیتے ہیں اور بعد میں اسپر بڑے بڑے محل اور

ع اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم اون کو اپنے قرب و ثواب یعنی جنت کے راستے ضرور دکھاویں گے ع تو میں کیا کروں مجبور رہوں کیا ہم اس دعوے یا دلیل کو تمہارے گلے مڑہ دیں ۱۲

کوٹھیاں تیار ہوتی ہیں اسی طرح عمل فقص بنیاد ہے عمل کامل کی بنیاد کے کمال اور نقصان
پر نظر نہ کی جاوے جو کچھ اور جس طرح ہو سکے کرتا رہے اصول کے موافق ہو چاہے اسمیں نقصان ہی ہو
جیسے نماز گو ناقص ہی ہو مگر موصد و دمیں وہ ہو جاتی ہے بلکہ ایسی عبادت پر اجر زیادہ ہوتا ہے
جسمیں جی نہ لگے کیونکہ وہ مجاہدہ ہے. یہ طریق بہت ہی نازک ہے محض کتابیں پڑھ لینے سے
کام نہیں چلسکتا فہم کامل اور ذوق سلیم کی ضرورت ہے اور یہ اسکو عطا ہوتا ہے جسپر حق تعالےٰ
اپنا فضل فرمائیں۔

(ملفوظ ۱۹۷) ایک مولوی........ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دین کے اندر بھی ہمت اور
قوت کی ضرورت ہے فرمایا بڑی ضرورت ہے مگر چند ہی روز تعب ہوتا ہے پھر سہولت ہو جاتی ہے اور
سہولت کے بعد بھی اجر اس نفس مشقت کی حالت کا ملتا رہتا ہے پھر قوت کی بھی قسمیں ہیں اس تقسیم پر
یاد آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر جو فضیلت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہے اس فضیلت
کے اسباب میں سے ایک سبب قوت بھی ہے چنانچہ وہ قوت اس طرح ظاہر ہوئی کہ باوجود اسکے
کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان قوت دینیہ کی ظاہر ہے مگر جسوقت مانعین زکوٰۃ نے زکوٰۃ دینے
سے انکار کیا اور نصوص وجوب زکوٰۃ میں تاویل کی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان (مانعین
زکوٰۃ) سے جہاد کی تیاری کی یہ ایسا وقت تھا کہ اُدھر تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کو زیادہ زمانہ
نہ گذرا تھا اِدھر تمام لشکر اسلامی دوسرے مقامات پر جہاد کیلئے لگے ہوئے تھے حضرت صدیق
اکبر رضی اللہ عنہ کے اس ارادہ سے تمام صحابہ میں ہل چل پڑ گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے
بھی اسکے خلاف تھی کہ یہ وقت ان لوگوں سے جہاد کا نہیں مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ اگر مدینہ سب خالی ہو جائے اور کوئی بھی میرا ساتھ نہ دے تب بھی میں اکیلا جہاد
کرونگا اور زکوٰۃ بدون وصول کئے نہیں رہ سکتا جو چیز حضور کے زمانہ میں جاری تھی اُسکو
بند نہیں کرنے دونگا یہ سُنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی رائے بدل گئی یہاں پر حضرت صدیق
اکبر رضی اللہ عنہ کی قوت قلبی کا اندازہ ہو سکتا ہے مصالح کی بھی پروا نہیں کی اور زکوٰۃ وصول
کی سب ڈھیلے پڑ گئے اور اس ہمت سے تمام عرب پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا رُعب اور
ہیبت چھاگئی کہ ایک دم سے سب کام شروع کر دیئے اور لشکروں کو چاروں طرف منتشر

کر دیا معلوم ہوتا ہے ان کے پاس مقامی فوجی قوت بہت زیادہ ہے ورنہ کوئی بیوقوف سے بیوقوف بھی اپنی قوت کو منتشر نہیں کر سکتا تو اس سے رعب چھا گیا قوت کی ایک اور حکایت سنئے علاء بن حضرمی ایک صحابی ہیں جس وقت اسلامی لشکر بحرین کو روانہ ہوئے ہیں درمیان میں سمندر حائل تھا کنارے پر پہونچکر سب نے رائے دی کہ کشتیوں کا انتظام کیا جاوے انھوں نے فرمایا کہ خلیفہ رسول اللہ نے تاکید فرمائی تھی کہ کہیں ٹھہرنا نہیں میں ٹھہر نہیں سکتا ابھی جاؤنگا اور حق تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ آپنے موسیٰ علیہ السلام کو سمندر میں راستہ دیا تھا ہم نبی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں ہمکو بھی سمندر میں راستہ دیدیجئے یہ کہکر سمندر میں گھوڑا ڈالدیا پھر تو سب ساتھ ہولئے اور صاف سمندر سے پار ہوگئے دیکھنے کی قابل بات یہ ہے کہ اُسپر اطمینان کسقدر تھا خطرہ تک اسکے خلاف کا قلب پر نہیں گذرا کیا ٹھکانا ہے قوت ایمانیہ کا کون ان حضرات کی ریس کر سکتا ہے آجکل باتیں بگھارنا ہیں سب تے ہیں پہلے ان جیسا ایمان تو اپنے اندر پیدا کریں نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ ہیبت چھا گئی تمام بحرین پر کہ یہ آدمی ہیں یا فرشتے قوت وہ چیز ہے۔

(ملفوظ ۱۹۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ مرض عام ہوگیا ہے چاہتے یہ ہیں کہ سہولت پہلے ہو اسکے بعد کام شروع کریں شرائع کی خاصیت یہ ہے کہ پہلے کام شروع کریں اسکے بعد سہولت ہوگی لوگوں نے اسکا عکس کر رکھا ہے۔ بڑی چیز اس طریق میں شیخ پر اعتماد ہے بدون اسکے کام چل نہیں سکتا پھر سہولت کا انتظار کیسا۔

(ملفوظ ۱۹۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تمام مجاہدات و ریاضات و مراقبات و اشغال سے مقصود یہ ہے کہ توجہ الی اللہ میں قوت ہو جاوے اور اسکے لئے جو کچھ شغل وغیرہ شیخ تعلیم کرتا ہے یہ سب طریق طبی کی طرح ہے جو محض تدابیر کا درجہ رکھتا ہے مقصود کوئی چیز نہیں ۔اسی طرح قلب کا جاری ہوجانا جو مشہور ہے وہ بھی کوئی چیز نہیں بلکہ اہل تجربہ نے اس سے بھی منع کیا ہے کہ محض قلب سے ذکر کا خیال رکھا جاتے اسمیں دھوکہ ہو جاتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ذکر زبان سے جاری رکھو خواہ قلب بھی حاضر نہ ہو کیونکہ قلب سے ذکر کا خیال رکھنا اسکا دوام مشکل ہے اور دیرپا بھی نہ ہوگا زبان سے ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے

کہ کوئی وقت ذکر سے خالی نہ جائیگا اور قلب چونکہ ایک وقت میں دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔
اسلئے اسمیں ذہول ہونا بعید نہیں پس زبان سے بھی ذکر جاری رکھنا احوط و اسلم ہے۔

(ملفوظ ۱۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل کے جدید تعلیم یافتہ انگریزی خواں اپنے کو بڑا
ہی قابل سمجھتے ہیں مگر انہیں خاک بھی تو نسبت نہیں ہوتی اکثر سفر میں اتفاق ہوا ان لوگوں سے
گفتگو کا تجربہ سے معلوم ہوا کہ چند الفاظ ہیں جو ان لوگوں کو یاد ہیں باقی خاک نہیں آتا جاتا میں
جس زمانہ میں سفر کرتا تھا ایک مقام پر بلایا ہوا گیا تھا وہاں پر وعظ بھی ہوا تھا وعظ کے قبل
ایک صاحب منتظمین صورت آئے اور کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ علیگڈھ کالج کے
لوگوں سے نفرت رکھتے ہیں میں نے سوچا اگر کہتا ہوں کہ نفرت ہے تب تو انکی دل آزاری ہوگی
اور اگر نہیں کہتا تو جھوٹ ہوتی ہے جو واقع کے خلاف ہے اسلئے کہ بعض وجوہ سے نفرت تو ہے
ہی۔ اللہ نے دل میں جواب ڈالدیا میں نے کہا کہ علیگڈھ والوں کی ذات سے تو نفرت نہیں مگر
افعال سے نفرت ہے کہنے لگے وہ کیا افعال ہیں میں نے کہا ہر فعل کے افعال جدا ہیں کہنے لگے
مثلاً میرے کیا افعال ہیں میں نے کہا کہ مجمع میں ظاہر کرنا مناسب نہیں نیز ابھی نہ تمکو یہ اطمینان
کہ آپ نیک نیتی سے پوچھتے ہیں نہ آپکو یہ اطمینان ہو سکتا ہے کہ یہ خیر خواہی سے کہہ رہا ہے اسلئے
اچھی صورت یہ ہے کہ آپ چند روز میرے پاس خاموشی کے ساتھ رہئے جب جانبین ایک دوسرے
سے مطمئن ہو جاوینگے اسوقت بتلانا مفید ہو سکتا ہے۔ پھر کچھ نہیں بولے سمجھ گئے یہ جواب ایسا
ہوا کہ نہ وہ مجھکو متعصب کہہ سکتے تھے اور نہ جھوٹی سمجھی جاسکتی ہے میں ایسے موقع پر اسکا
بھی خیال رکھتا ہوں کہ نہ طلب کی تو ذلت ہو اور حقیقت واضح ہو جائے اسی سلسلہ میں
فرمایا کہ میں ایک مرتبہ سہارنپور کے سفر کے قصد سے قصبہ کے اسٹیشن پر پہنچا اسی گاڑی سے ایک
طالب علم جو دہلی سے آئے تھے اُترے مجھ سے ملے اور کہنے لگے کہ میں تو آپ ہی سے ملنے کو آیا تھا۔
میں نے کہا کہ میں تو اسوقت سہارنپور جا رہا ہوں میری واپسی تک تم تھانہ بھون ٹھہرو اور اگر جی
چاہے بشرطیکہ کسی مصلحت کے خلاف ہو تو سہارنپور چلے میری طرف سے اجازت ہے دونوں شقوں
پر عمل آزادی سے کر سکتے ہو اپنی مصلحت دیکھ لیجئے وہ بولے کہ میں سہارنپور ہی چلتا ہوں میں نے
کہا کہ تو ٹکٹ لے لو انہوں نے کوشش بھی کی مگر گاڑی چھوٹنے والی تھی ٹکٹ نہ ملسکا میں نے

کہا گارڈ سے کہکر سوار ہو جاؤ چنانچہ وہ سوار ہو گئے اسٹیشن نانوتہ پر پہونچکر میں نے ان سے
کہا کہ یہاں تک کا کرایہ دیکر رسید لیلو اور یہاں سے سہارنپور تک کا ٹکٹ لیلو وہ گئے ٹکٹ
ملگیا آکر کہنے لگے کہ سہارنپور تک کا تو ٹکٹ ملگیا مگر تھانہ بھون سے نانوتہ تک کے ٹکٹ کیلئے
گارڈ نے کہا کہ ہم معاف کرتے ہیں میں نے کہا کہ ریل انکی ملک نہیں انکی حیثیت نوکر کی ہے انکو
کسی کو معاف کرنیکا اختیار نہیں یہ معافی معتبر نہیں کرایہ ادا کرنا واجب ہے اور میں نے انکو ادا کرنیکا
طریقہ بتایا کہ تھانہ بھون سے نانوتہ تک کا ٹکٹ لیکر چاک کر دیا جاوے یہ صورت سہل بھی ہے
اور مالک کے قبضہ میں بھی پہونچ جائیگا اسی ڈبہ میں چند آریہ بھی سوار تھے کہیں دور سے آرہے
تھے ان میں ایک انگریزی داں اور لیکچرار تھا اس نے جو یہ بات سنی کہنے لگا کہ میں اپنی ایک کمزوری
بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ جب میں نے یہ سنا کہ انکو معافی دیدی اور ٹکٹ کے دام نہیں
لئے تو میں خوش ہوا کہ ایک غریب آدمی کا بھلا ہوا پیسے بچے مگر تمہاری تقریر سے معلوم ہوا کہ میری
یہ خوشی بے ایمانی کی خوشی تھی میں نے کہا کہ یہ آپ کی خوبی کی بات ہے کہ آپنے محسوس فرمالیا
پھر میں اپنے ہمراہیوں سے ہر طرح کی باتیں کرنے لگا تو وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ
معلوم نہیں ان لوگوں کی معمولی باتوں میں دل کو اتنی کشش کیوں ہوتی ہے ایک نے جواب دیا
یہ ان کے سچے ہونے کی علامت ہے سچ میں خاصیت ہے کہ اس طرف کشش ہوتی ہے
اب اس لیکچرار آریہ کا اور گفتگو کرنے کو جی چاہا مجھسے کہنے لگا کہ اگر اجازت ہو تو میں آپ سے
کچھ پوچھ سکتا ہوں میں نے کہا ضرور پوچھئے معلوم ہوگا عرض کر دونگا نہ معلوم ہوگا لاعلمی ظاہر
کر دونگا۔ اس نے سوال کیا کہ مثلاً دو شخص ہیں انھوں نے ایک نیک کام کیا ایک ہی نیت ہے
ایک ہی کام ہے اس کام کا ایک ہی نفع ہے فرق صرف یہ ہے کہ ایک فاعل مسلم ہے ایک غیر
مسلم ہے تو کیا ان دونوں کو اجر و ثواب برابر ہوگا یا نہیں میں سمجھ گیا کہ اس سوال سے مقصود
اسکا یہ ہے کہ جواب تو یہی ملیگا کہ مسلم کو اجر و ثواب ہوگا اور غیر مسلم کو نہ ہوگا اس جواب پر
اسکو گفتگو کی گنجائش تھی کہ یہ حکم تو نرا تعصب ہے حالانکہ اسکا جواب ظاہر تھا کہ اذا فات الشرط
فات المشروط مگر میں نے اتنی بھی گنجائش نہیں دی دوسرے طرز پر جواب دیا چنانچہ میں نے
کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ آپ ایسے شائستہ اور مہذب اور دانشمند ہو کر ایسی بات پوچھتے ہیں۔

جسکا جواب آپکو معلوم ہے۔ کہنے لگا کہ یہ آپکو کیسے معلوم ہوا کہ اسکا جواب مجھے معلوم ہے،
میں نے کہا کہ اس کے مقدمات آپکے ذہن میں پہلے سے ہیں اور مقدمات کیلئے مطلوب لازم
ہے جب مقدمات کا علم ہے تو نتیجہ کا بھی علم ہے۔ کہنے لگا یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اس کے
مقدمات میرے ذہن میں پہلے سے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں ابھی بتاتا ہوں سنئے آپکو معلوم ہے
کہ مذاہب مختلفہ سب تو حق نہیں ہوسکتے ضرور ایک ہی حق ہوگا اور باقی سب باطل یہ
معلوم ہے آپکو کہا کہ جی معلوم ہے۔ میں نے کہا کہ ایک مقدمہ تو یہ ہوا اب یہ بتلایئے کہ صاحب
حق مثل مطیع سلطنت کے ہے اور صاحب باطل مثل باغی سلطنت کے یہ آپکو معلوم ہے کہنے لگا
ہاں میں نے کہا ایک مقدمہ یہ ہوا آگے سنئے کہ ایک شخص مطیع سلطنت ہے اور ایک باغی
سلطنت اور وہ باغی سلطنت ایک بڑا ڈاکٹر ہے جو بہت بڑا ماہر فن ہے انگریزی کی اعلیٰ درجہ
کی قابلیت ہے بیدار مغز ہے دنیا میں اسکا ثانی نہیں مگر باوجود ان سب کمالات کے اسمیں
ایک بات ایسی ہے کہ اوسکے یہ سب کمالات گرد ہیں اور وہ باغی ہونا ہے کہ سلطنت سے
بغاوت کرتا ہے اسپر گورنمنٹ اسکو پھانسی کا حکم دیتی ہے اسوقت اگر کوئی کہے کہ ہائے
بڑا ظلم ہے محض بغاوت کے الزام میں پھانسی کا حکم دیدیا حالانکہ یہ شخص ایسا تھا ویسا تھا۔
تو کیا عقلاء کے نزدیک یہ اعتراض صحیح ہوسکتا ہے۔ کہا کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ بس
اسی طرح آپ یہاں بھی سمجھئے دیکھئے یہ آپ کے ذہن میں پہلے سے تھا یا نہیں کہنے لگا
ہاں میں نے کہا بس ایسی حالت میں سوال کرنا استفادہ یا افادہ کیلئے نہیں ہوسکتا بلکہ حاصل
اس سوال کا صرف یہ نکلتا ہے کہ میں اپنی زبان سے آپکو کافر کہوں۔ اس شخص نے قسم کھاکر
کہا کہ واقعی منشا میرا یہی تھا کہ ایسی زبان سے کافر سننا چاہتا تھا ایسی زبان سے کافر
سننا میرے لئے لذت کا باعث ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کی خوبی ہے مگر میرے لئے نہایت
بدنہایت ہے۔ میری اسلامی تہذیب مانع ہے کہ میں بلاضرورت آپ کو کافر کہوں۔ بلاضرورت
کی قید اس لئے لگائی کہ کافر تو ہم کہتے ہی ہیں۔ مگر بیٹھے ہوئے تسبیح پڑھا کریں یہ بھی نہیں وہ شخص
بیحد متاثر ہوا پوچھنے لگا کہ آپ کا مکان کہاں ہے میں نے کہا کہ ایک گاؤں ہے تھانہ بھون
کہنے لگا کہ میری بدقسمتی کہ آپ سے ملاقات نصیب نہ ہوئی میں تو تھانہ بھون سمجھ میں جایا

کرتا ہوں لیکچر دینے کیلئے اب کبھی حاضری ہوگی تو ضرور نیاز حاصل کرونگا میں نے کہا کہ ضرور آیئے آپکا گھر ہے پھر آیا گیا تو ہے نہیں۔

(ملفوظ) فرمایا کہ اکثر اہل ظاہر ایک بہت بڑی دولت سے محروم ہیں کہ وہ اس طریق باطن کی حقیقت ہی سے بے خبر ہیں اور اس محرومی کا سبب اکثری انکا تکبر ہے یہ مرض بھی کمبخت روح کیلئے سم قاتل ہے ہر شخص ان میں کا مجتہد بنا ہوا ہے جسکا منشاء وہی کبر ہے یعنی اپنے کو بڑا سمجھنا یہی وجہ ہے کہ انکو تقلید سے عار ہے جسکی نوبت یہانتک پہونچی کہ جہلاء تک اجتہاد کرنے لگے چنانچہ ایک دوست روایت کرتے تھے کہ ایک غیر مقلد صاحب نماز میں بحالت امامت کھڑے ہوئے جھولا کرتے تھے جب نماز سے فارغ ہو چکے تو ایک صاحب نے جو لکھے پڑھے تھے پوچھا کہ نماز میں یہ حرکت کیسی کہا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ بھائی ہمنے تو آجتک بھی ایسی حدیث نہ پڑھی نہ دیکھی نہ سُنی جسکا یہ مطلب ہو کہ ہلکے نماز پڑھو لاؤ ہم بھی دیکھیں وہ کونسی حدیث ہے اور کس کتاب میں ہے ایک حدیث کی مترجم کتاب لاکر دکھائی اُسمیں حدیث تھی اذا ام احدکم فلیخفف اور ترجمہ تھا کہ جب امامت کرے تو ہلکی نماز پڑھے آپ نے لفظ ہلکی بمعنی خفیف کو ہلکے بمعنی حرکت پڑھا اور ہلنا شروع کر دیا یہ حقیقت تھی ان کے اجتہاد کی۔ فرمایا کہ حضرات فقہاء رضی اللہ عنہم کے حق تعالیٰ درجات بلند فرمائیں اُنھوں نے ہمارے ایمانوں کو سنبھال لیا ورنہ چودہویں صدی کے یہ مجتہد ہیں جنکے اجتہاد کی یہ حقیقت اور کیفیت ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل تو اکثر یہ ہی دیکھا گیا ہے کہ جو لحاظ کرتا ہے اور دبتا ہے اُسکو اور دبایا جاتا ہے یہ بات نہیں رہی کہ جو اپنا لحاظ کرے اُسکا لحاظ کرنا چاہئے چھوٹوں میں بڑوں میں یہ مرض عام ہو گیا ہے کہ جو کوئی لحاظ کرے دب کرے اُسی کو پیستے ہیں۔

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل تو اخلاق کے معنی عرف میں یہ ہو گئے ہیں کہ بات نرم ہو چاہے معاملات کیسے ہی سخت اور مضر ہوں نرم بولنے کو اخلاق سمجھتے ہیں جو اس متعارف اخلاق کے عامل ہیں نیک نام مشہور ہیں میرے اندر یہ متعارف اخلاق اور رسمی باتیں ہیں نہیں مجھکو بدنام کر رکھا ہے کہ سخت مزاج ہے اب میں علی سبیل التنزل

کہتا ہوں کہ اچھا میں سخت مزاج ہی سہی کیوں آتے ہو میرے پاس میں بلانے تھوڑا ہی جاتا ہوں خوب کہا ہے ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی جسکو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

(ملفوظ ۲۰۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غیر مقلدین میں بدگمانی کا مرض بہت زیادہ ہے دوسروں کو حدیث کا مخالف ہی سمجھتے ہیں اور اپنے کو عامل بالحدیث ان کے عمل بالحدیث کی حقیقت مجھکو تو ایک خواب میں، نہ کہ طلب میں بتلا دی گئی تھی گو خواب حجت شرعیہ نہیں لیکن مومن کیلئے مبشرات میں سے ضرور ہے جبکہ شریعت کے خلاف نہ ہو بالخصوص جبکہ شریعت سے مؤید ہو۔ میں نے یہ دیکھا کہ مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی کے مکان پر ایک مجمع ہے اسکو چھاچھ تقسیم ہو رہی ہے ایک شخص میرے پاس بھی لایا مگر میں نے لینے سے انکار کر دیا اھ حدیث میں دودھ کی تعبیر علم اور دین آئی ہے پس اس میں ان کے مسلک کی حقیقت بتلا دی گئی کہ انکا مسلک صورت تو دین کی ہے مگر اسمیں روح اور حقیقت دین کی نہیں جیسے چھاچھ میں سے مکھن نکال لیا جاتا ہے مگر صورت دودھ کی ہوتی ہے۔

(ملفوظ ۲۰۳) فرمایا کہ اجتہاد تو آجکل اسقدر سستا ہو گیا ہے کہ ہر شخص مجتہد ہے جسے دیکھو ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائے الگ بیٹھا ہے اب اجتہاد کیلئے علم کی بھی ضرورت نہیں رہی ایسی حالت ہو رہی ہے جیسے بجنور میں ایک فارسی داں نے ایک عالم کا رد لکھا تھا کسی نے کہا کہ آپ تو عالم نہیں عربی نہیں پڑھی آپ نے کیسے ایک عالم کا رد لکھا کہتے ہیں کہ ہم فارسی جانتے ہیں اور زیادہ جاننے والا سب چیز جانتا ہے ایک نہایت غریب دیہاتی مگر ذہین وہ بھی اس کو سن رہا تھا وہ گھر پہونچا اور چارپائی کا ایک ڈھانچہ لیا اور ایک بانوں کی انڈی لی ان کے مکان کے دروازہ پر پہونچکر آواز دی قاضی صاحب وہ مکان سے نکل آئے کہتا ہے کہ حضرت میں غریب آدمی ہوں مجھے خود تو بننا نہیں آتا پیسہ پاس نہیں جو مزدوری دیکر بنوالوں میری چارپائی ہے اسکو اللہ کے واسطے بن دیجئے قاضی صاحب یہ سنکر برہم ہوئے اور کہا یہ کیا نامعقول حرکت ہے ہم کیا جانیں چارپائی بننا کہا کہ حضرت میں نے سنا تھا کہ فارسی پڑھا ہوا شخص ہر چیز جانتا ہے قاضی صاحب کو اپنی حقیقت معلوم ہو گئی اور سمجھ گئے کہ یہ اسکا جواب ہے

فرمایا کہ شاباش اُس شخص کو بڑی ہمت کی۔ غریب آدمی اور اتنی بڑی ہمت۔ بعض لوگ بڑے ہی باہمت ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ دین کے سمجھنے کا دعویٰ کرتے ہیں جیسے اُن قاضی صاحب نے محض فارسی کے بوتے پر ایک عالم کا رد لکھنے کی ہمت کی تھی۔

۷ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۲۰۵) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ احکام شریعت میں کچھ جانتا ہوں اور جسقدر جانتا ہوں حتی الامکان اُس پر عمل بھی کرتا ہوں۔ مگر وہ چیز نہیں جانتا جو بزرگوں سے ملا کرتی ہے وہ چیز حضرت سے پوچھنا چاہتا ہوں اور اُسکے حصول کا طریقہ۔ فرمایا کہ یہ اگر اپنی ہی ہانکتے رہتے تو چکر ہی میں رہتے اب صاف لکھا اور سلیقہ سے لکھا میں اب انشاء اللہ راہ بتلاؤنگا لوگ مجھکو وہمی کہتے ہیں اگر اس طرح پر کھود کرید نہ کروں تو مجھکو کس طرح اطمینان ہو کہ جس چیز کو یہ حاصل کرنا چاہتا ہے اسکے ذہن میں اُسکی حقیقت ہے کیا میں تو اس طرح کام لیتا ہوں جیسے بچے کی مثال کہ اُس سے ہر ہر حرف الگ الگ پوچھا جاتا ہے اُس ہی سے ہجے نکلوائے جاتے ہیں میں بھی اسی طرح طالب کو سبق پڑھاتا ہوں اور مطالعہ کراتا ہوں جب وہ خود عاجز ہو جاتا ہے اور تمیز کے ساتھ اپنا عجز ظاہر کر کے پوچھتا ہے تب بتلاتا ہوں قاعدہ سے سب کام ہو جاتے ہیں بے قاعدہ کوئی کام نہیں ہو سکتا یہ ہیں وہ چیزیں جنپر مجھکو بدنام کیا جا رہا ہے خیر۔ کریں بدنام اصول صحیحہ کو نہیں چھوڑا جا سکتا میرا تو اسمیں کوئی نقصان نہیں بلکہ نفع ہے کہ بدفہموں سے نجات ملی۔

(ملفوظ ۲۰۶) فرمایا کہ پہلے ایک صاحب کا خط آیا تھا نہایت بھدے خط کا لکھا ہوا تھا میں نے جواب میں لکھدیا تھا کہ میں اب تک یہ سمجھتا تھا کہ میں انگریزی ہی نہیں پہچانتا۔ مگر آج معلوم ہوا کہ بعض اردو بھی نہیں پہچانتا آج اُنکا پھر خط آیا ہے صاف لکھا ہوا ہے سبب ایسی باتوں کا بے فکری ہے ذہن میں یہ آتا ہی نہیں کہ ہماری اس بات سے دوسرے کو اذیت ہوگی فرمایا کہ اگر یہ صاحب طالب ہیں دو چار مرتبہ کی خط و کتابت میں سیدھے ہو جائینگے۔

(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بہت سے طالب ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے
پاس خرچ نہیں ہوتا تو وہ اسقدر خط وکتابت کو کس طرح برداشت کریں فرمایا کہ اسکا بھی علاج
ہے میں اطلاع کر دیتا ہوں کہ اگر خرچ پاس ہو مجھ سے خرچ منگالو اور یہ میں اسوقت لکھتا ہوں
جب وہ ظاہر کرے کہ میرے پاس خرچ نہیں مگر میرے پاس جو خط آوے وہ ضابطہ اور قاعدے
سے آوے اگر کارڈ کے مناسب مضمون ہو جیسے دریافت خیریت درخواست دعا تو کارڈ
بھیجدیں اور اگر لفافہ کا مضمون ہو جیسے کسی حکم شرعی کا سوال یا اصلاح کے متعلق استفسار
لفافہ بھیجیں اور ایسا ہوا بھی ہے کہ ایک شخص نے خط بھیجا میں نے لکھا کہ جواب کیلئے کارڈ
کافی نہیں اس نے لکھا کہ لفافہ کیلئے دام نہیں میں نے لکھا کہ دام مجھ سے منگالو اس نے لکھا
بھیجدو میں نے ایک روپیہ بھیجدیا اور لکھدیا کہ جب یہ ختم ہو جائے پھر لکھدینا میں اور بھیجدونگا
اور یہ بھی معمول ہے کہ ایک روپیہ سے زائد ایک مرتبہ میں نہیں بھیجا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک
عذر کا ایک جواب قلب میں پیدا فرما دیا ہے۔

(ملفوظ) فرمایا کہ میرے جو قواعد اور ضوابط ہیں انکو اپنی اور دوسروں کی راحت رسانی
کے واسطے میں نے وضع کئے ہیں اور ایسے اصول اور ضوابط سب اسلام کے ہیں لوگ کہتے
ہیں کہ انگریزوں سے سیکھے ہیں بالکل غلط ہے بلکہ خود انگریزوں نے اسلام سے سیکھے ہیں ہمیں
خبر نہیں کہ ہمارے گھر میں کیا دولت ہے اس جہل کی کوئی انتہا ہے اتنی خبر نہیں اپنی دولت
کو دوسروں کی سمجھتے ہیں اور یہ ہی کیا جسقدر غیر مسلم اقوام ہیں سب وحشی تھیں تواریخ اٹھا کر
دیکھو پتہ چل جائیگا یہ سب اسلام کی خوبیاں ہیں جو دوسری قوموں نے اختیار کرلی ہیں اور
ایسے اصول صحیحہ سے ہر شخص منتفع ہو سکتا ہے راحت اٹھا سکتا ہے اس میں مسلم اور غیر مسلم کی قید
نہیں میں حیدرآباد دکن گیا تھا تقریباً چودہ روز قیام رہا تھا وہاں پر ایک معزز دوست نے
ٹکسال کی بھی سیر کرائی تھی وہاں پر ایک انگریز دکھلانے والا تھا جب وہ تمام مقامات
دکھا چکا اور میں رخصت ہونے لگا میں نے اس انگریز سے کہا کہ آپ کے اخلاق سے بہت
جی خوش ہوا آپ کے اخلاق تو مسلمانوں جیسے ہیں میرے اس کہنے کا اس انگریز پر بہت
زیادہ اثر ہوا اور بہت خوش ہوا کہ ایک مذہبی شخص نے میری تعریف کی۔ میں نے انہیں

یہ ظاہر کر دیا کہ یہ تمہارے گھر کی چیز نہیں کبھی اس پر ناز کر دیہ مسلمانوں کے گھر کی چیز ہے جو تم نے اختیار کر لی ہے وہ دوست صاحب جو میرے ہمراہ تھے اور بڑے عہدے پر ممتاز ہیں وہ باہر آکر مجھ سے کہنے لگے کہ آپ نے عجیب بات فرمائی بہت ہی جی خوش ہوا بالکل نئے طرز سے تعریف کی کہ اسکی تعریف بھی ہو گئی اور مسلمانوں کو ترجیح بھی ہو گئی۔ میں نے کہا کہ میں نے واقعہ بیان کیا حقیقت یہ ہی ہے حضرت اگر ہمیں اپنے گھر کی خبر ہو تب معلوم ہو کہ کیا کیا دولت گھر میں دفن ہے اور کتنا بڑا خزانہ ہے مگر پھر بھی یہ حالت ہے مسلمانوں کی ؎

یک سبد پر ناں ترا بر فرق سر — تو ہمی جوئی لب ناں در بدر
تا بزانوئی میان قعر آب — وز عطش وز جوع گشتی خراب

یعنی سر پر روٹیوں کا ٹوکرا ہے گھٹنوں تک پانی ہے نہایت پاکیزہ اور لطیف در دوسروں سے بھیک مانگتے پھرتے ہیں کہ روٹی دیدو پانی دیدو اپنے گھر کی خبر نہیں انہیں سب کچھ ہے ان کے پاس کیا چیز نہیں مگر در بدر پھرتے ہیں کہ جرمن سے یہ لیلو اور جاپان سے یہ لو اور امریکہ سے وہ لیلو ارے کیا رکھا ہے ان کے پاس انھوں نے تو خود تمہارے ہی گھر سے لیا ہے۔ اور ہم تو الحمد للہ اب بھی مالدار ہیں مگر خبر نہیں ہمکو کہ وہ دولت حق تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے جو دوسروں کو نصیب نہیں اور یہ تو ظاہری دولت ہے باقی جو اصل دولت ہے اسمیں تو مسلمانوں کا کوئی بھی شریک نہیں وہ ایمان ہے اور ایمانی اخلاق۔

(ملفوظ ۲۰۹) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے اسمیں کچھ حالات باطنی کے متعلق پوچھا ہے اور کچھ مسائل فقہی پوچھے ہیں اور میں بنا بر مصالح خاصہ مختلف مضامین کو ایک ہی خط میں جمع کرنے سے منع کیا کرتا ہوں تو میں جواب میں گو یہ لکھ سکتا تھا کہ جس خط میں احوال باطنی ہوں اسمیں مسائل مت پوچھا کرو مگر میں نے اسکو احکام کی ساتھ سوء ادب سمجھکر یہ لکھا ہے کہ جسمیں مسائل پوچھنے ہوں اسمیں دوسری بات نہ لکھنا چاہئے اصل میں تو جمع کرنے سے منع کرنا ہے۔ مگر چونکہ مسائل اہم اور بڑی چیز ہیں ان کے متعلق اس طرح لکھنا کہ احوال باطنی کے ساتھ مسائل نہ پوچھا کرو ایک قسم کا سوء ادب ہے بحمد اللہ میرے یہاں ہر چیز اپنے اپنے مراتب اور حدود پر رہتی ہے۔

(ملفوظ ۲۱۰) فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ تہجد کے وقت چار تسبیح پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ میں نے جواب میں لکھا ہے کہ حدیث کا یا علماء کا یا مشائخ کا کسکا حکم۔ فرمایا کہ سوال کا طریقہ بتایا ہے اور سوال کو ٹھیک کرایا ہے تاکہ جواب میں سہولت ہو۔

(ملفوظ ۲۱۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھکو اسکا تحمل نہیں کہ ایک بے علم جاہل کسی عالم پر اعتراض کرے یا اُسکی اہانت کرے۔ بگھرا ایک قصبہ ہے وہاں پر ایک جلسہ ہوا تھا علماء کے اختتام کیلئے جلسہ گاہ کو سجایا گیا بیو بیر کپڑا منڈھا گیا پنڈال بنایا گیا بعض علماء دیوبند یہ حالت دیکھکر وہاں سے واپس ہو گئے اتفاق سے اُسی زمانہ میں مدرسہ دیوبند میں لاٹوس صاحب لفٹننٹ گورنر آئے تھے وہاں ان کے لئے اسی قسم کا تکلف کیا گیا تھا اسپر ایک صاحب نے میرے سامنے اعتراض کیا کہ اپنے لئے مولوی سب کچھ جائز کر لیتے ہیں اور دوسروں کیلئے ناجائز۔ میں نے کہا کہ اکرام ضیف کا اس کے مذاق کے موافق کیا جاتا ہے سو وہاں ضیف تھا ایک دُنیا دار اسکا احترام یہ ہی تھا اور یہاں ضیف تھے علماء یہاں انکا یہ احترام نہ تھا تم کو بالکل فہم نہیں تم دونوں کو ایک ہی بات سمجھتے ہو دونوں میں بڑا فرق ہے اس جواب کا منشاء زیادہ تر یہ تھا کہ عوام کو علماء پر اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہو جن صاحب نے اعتراض کیا تھا اُن سے یہ میری گفتگو تھی میں نے یہ بھی کہا کہ میں اسکا اقرار کرتا ہوں کہ یہ میں نے اس نیت سے جواب نہیں دیا ہے کہ یہ اہتمام اچھا ہے متفق میں بھی ہوں تمہارے ساتھ مگر نیت سے قطع نظر دیکھنا یہ ہے کہ جو وجہ میں نے بیان کی وہ صحیح ہے یا نہیں کہنے لگے جی ہاں بیشک وجہ تو بالکل ٹھیک ہے میں نے کہا کہ اصل منشاء اس جواب کا یہ ہے کہ علماء کا اعتقاد عوام کے قلب سے نہ نکلے کیونکہ اس اعتقاد کا کم ہونا بڑی خطرناک بات ہے اگر عوام کا عقیدہ علماء سے خراب ہو گیا تو پھر عوام کیلئے کوئی راہ ہی نہیں۔ گمراہ ہو جائیں گے۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ چاہے عالم بے عمل ہی کیوں نہ ہو مگر فتویٰ تو جب دیگا صحیح ہی دیگا۔

(ملفوظ ۲۱۲) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں جوتہ بھیجنا چاہتا ہوں جسکی قیمت دس روپیہ ہے۔ اسپر فرمایا کہ دس روپیہ کی قیمت کا جوتہ تو ہمیشہ کیواسطے دماغ سڑھا دیگا اور اسمیں ایک راز اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ ہم جیسے طلبہ کو زیادہ فاخرہ لباس

نہیں پہننا چاہیے اور نہ شان و شوکت سے رہنا چاہیے غریبوں کی طرح رہنا مناسب ہے اسلئے کہ انکو سابقہ زیادہ تر غربا ہی سے پڑتا ہے اور ایسی صورت میں رہنے سے اُن پر ایک قسم کا رعب اور ہیبت ہوگی وہ استفادہ نہ کرسکیں گے اسلئے میں اسکا بھی خیال رکھتا ہوں ہاں یہ بھی نہ ہونا چاہیے کہ بالکل زدہ حالت میں رہیں جس سے کوئی صورت سوال خیال کرے اگر خدا دے تو اوسط درجہ میں اہل علم کو رہنا چاہیے خیر الامور اوساطہا کا عامل بنکر رہنا چاہیے۔

(**ملفوظ** ۲۱۲) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ ۲ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ بروز شنبہ بوقت عشاء ایک شخص نے مجھسے حضور کی نسبت کہا کہ رحلت فرما گئے اُسوقت سے طبیعت پریشان ہے بیحد رنج و صدمہ ہے خدا کرے یہ خبر جھوٹ ہو اور حضور کو اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے قائم رکھیں میں نے جواب لکھدیا ہے کہ ابھی تو ارادہ نہیں۔ ایک مولوی .... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ارادہ سے کیا ہوتا ہے فرمایا یہ میں نے کب کہا ہے کہ ارادہ مؤثر ہے اللہ ہی کے قبضہ میں ہے مگر جی یوں چاہتا ہے کہ ضروری ضروری کام سب ہوجائیں۔ اس پر ایک مولوی ...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ہمارے لئے بڑی خوشخبری ہے یعنی ارادہ نہ ہونا فرمایا کہ یہ تو ایک شاعری ہے۔ عرض کیا کہ شاعری ہو یا کچھ بھی ہو خوشخبری سے خالی نہیں۔ ایک اور مولوی ...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک طالب علم نے مدرسہ دیوبند میں ایک خواب دیکھا اسمیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اُن طالب علم نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور۔ حضرت تھانوی کی اور کسقدر حیات ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابھی اُن سے ایک اور خاص کام لینا ہے اسوقت تک حیات ہے۔ احقر جامع کہتا ہے کہ یہ خواب سُنکر حضرت والا پر ایک خاص اثر ہوا اور کچھ دیر تک حضرت والا پر سکوت کا عالم رہا اُسوقت کی کیفیت کا لطف اہل مجلس ہی سمجھ سکتے تھے۔

(**ملفوظ** ۲۱۳) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں اعتکاف کیا کرتا ہوں اور اب مرض ہوگیا ہے ریح کا ایسی صورت میں مسجد میں بیٹھا یا رہنا اسکے متعلق کیا حکم ہے۔ میں نے جواب میں

لکھدیا ہے کہ اعتکاف نہ چھوڑو اگرچہ ہوادار ہوا پر ایک مولوی...... صاحب نے تبسم آمیز لہجے میں عرض
کیا کہ حضرت نہ معلوم وہ کیا سمجھیں گے۔ فرمایا اس سے مراد مسجد کی کھڑکیاں بھی تو ہوسکتی ہیں جو
کھلی ہوئی ہوں اُن سے ہوا آ ئیگی او اعتکاف ہوگا۔ فرمایا کہ اس ہوا پر ایک حکایت یاد آئی یہاں پر
ایک حافظ صاحب تھے بچوں کو پڑھایا کرتے تھے انھوں نے ایک قاعدہ مقرر کیا تھا اور وہ اسوجہ
سے کہ لڑکے وہیں پر بیٹھے بیٹھے بدبو پھیلاتے رہتے تھے حافظ صاحب نے پریشان ہوکر حکم دیا کہ باہر
جاکر ایسا کیا کرو اب اسکے لئے ضرورت ہوئی اصطلاح کی کہ کیا کہکر اجازت لیا کریں۔ حافظ صاحب
نے یہ تجویز فرمایا کہ یہ کہکر اجازت لیا کرو کہ چڑیا چھوڑ آؤں۔ بس بچوں کو ایک بات ہاتھ آگئی ہر
وقت کا اُن کیلئے شغل ہوگیا ایک ادہر سے اٹھتا ہے حافظ جی چڑیا چھوڑ آؤں ایک اُدھر سے
اٹھتا ہے کہ حافظ جی چڑیا چھوڑ آؤں۔ حافظ جی بیچارے دق آگئے تب کہا کہ ابے یہیں چھوڑ دیا کرو۔

(ملفوظ ۲۱۳) فرمایا کہ جن خطوط میں تعویذوں کی فرمائش ہوتی ہے ان سے میرا بڑا جی گھبراتا ہے۔ ایک
صاحب کا خط آیا ہے جسمیں ایک ہی قسم کے دس بارہ تعویذوں کی ایکدم فرمائش ہے واہیات
لوگوں کو خالی بیٹھے بیٹھے ایسی ہی سوجھتی ہے اگر اس طرح تعویذ لکھے جایا کریں تو ایک محکمہ قائم
کرنے کی ضرورت ہے باقاعدہ ایک دفتر ہو اسمیں منشی رہیں تاکہ ان لوگوں کا یہ کام ہو مجھے اتنی
فرصت کہاں ایک تعویذ لکھکر لکھدونگا کہ اور جتنی ضرورت ہو۔ آپ خود کسی سے نقل کرالیں۔

(ملفوظ ۲۱۴) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فلاں مقام سے جو صاحب آئے ہوئے ہیں۔
میرے واسطے سے حضرت کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ صبح انھوں نے بہت
دق کیا جو بات پوچھی گئی ایک کا بھی سیدھا جواب نہ ملا ان سے پوچھئے چاہتے کیا ہیں۔ عرض
کیا کہ رہنا چاہتے ہیں۔ فرمایا رہیں میرا کیا حرج ہے مگر رہنا بھی تو کسی نفع ہی کیلئے ہوگا یہ
بتلادیں وہ کیا نفع ہے مجھے بھی تو اطمینان ہو کہ ایک شخص اتنی دور سے بال بچوں کو چھوڑ کر
روپیہ اور وقت صرف کرکے آیا ہے اسکا مقصود ہے کیا کیا مجھکو اتنا بھی حق نہیں میں یہاں
اُن کے قیام کی وجہ معلوم کرلوں اُن صاحب نے عرض کیا کہ دین کا نفع مقصود ہے۔ فرمایا یہی تو
پوچھ رہا ہوں کہ دین کا کیا نفع سوچا ہے۔ عرض کیا کہ صحبت میں خاموش بیٹھے رہنا اور نیک
باتیں سننا۔ فرمایا اگر میں باتیں نہ کروں تو پھر کیا ہوگا۔ عرض کیا کہ میں خاموش بیٹھے رہنے کو بھی

دین کا نفع سمجھتا ہوں۔ فرمایا کہ آتنا دق کر کے یہ ذرا سی بات بتلائی اچھا ہے اگر صبح ہی اتنی بات بتلا دیتے تو کونسا قاضی گلا کرتا کچھ نہیں رسمیں ہی خراب ہوگئیں اور اسکا سبب بے فکری اور غفلت ہے اس کا بالکل اہتمام ہی نہیں کہ ہم سے کسی کو اذیت نہ پہونچے سخت تکلیف پہونچاتے ہیں اور پیروں کو تو یوں سمجھتے ہیں کہ یہ تو بے حس ہوتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ بت ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ فانی فی اللہ ہیں انہیں کیا خبر کچھ ہوا کرے کیا لغو خیالات ہیں۔

(ملفوظ ۲۱۷) ایک مولوی صاحب نے مضامین وعظ پر کچھ سرخیاں قائم کیں تھی وہ حضرت والا کو دکھلا کر مشورہ چاہتے تھے اس پر فرمایا کہ پھر آپ ہی کا کیا آرام ملا۔ جب ہر بات میں مجھکو شریک غالب کیا جاتا ہے میں نے اپنی حالت کو دیکھا ہے کہ کام خود کرنا تو آسان اور کرانا کام بہت مشکل یہ میری کچھ طبعی بات ہے اور ہمیشہ سے ہے۔

(ملفوظ ۲۱۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص کہتے تھے کہ ایسا ترجمہ ہو کہ ترجمہ سا نہ معلوم ہو۔ میں نے کہا کہ کیوں کیا گناہ ہے اسکی تو ایسی مثال ہے کہ ابا کو لیسے کپڑے پہنانا کہ ابا سے نہ معلوم ہوں۔

۸ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۲۱۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ طریق بہت ہی نازک ہے اسمیں قدم رکھنے سے پہلے اپنی شان اپنے کمالات سب کو فنا کر دے اور مصلح کی ہر بات اور ہر تعلیم پر عمل کرنے کیلئے اپنے کو آمادہ کرے اس راہ کیلئے پہلی شرط یہ ہے کہ ایسا بن جائے فرماتے ہیں ؎

عہ در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

حتیٰ کہ جوتیاں کھانے تک کو تیار ہو جائے اور جو جوتیں کھانے کو تیار ہو گیا اس نے گویا جوتیاں کھا ہی لیں اور اسکی اصلاح ہو ہی گئی آمادہ ہونا ہی تو مشکل ہے اسلئے کہ آمادگی دہی

عہ عشق لیلیٰ کے راستہ میں جہاں جان کے لئے بہت سے خطرات ہیں، اول شرط یہ ہے کہ مجنوں بن جاوے۔ ۱۲

معتبر ہے جو خلوص دل سے ہو اور خلوص دل سے آمادہ وہی ہوتا ہے جو اپنی شان نہیں رکھتا اور یہی اصل چیز ہے کام کی کہ اپنے کو مٹادے فنا کردے ورنہ محض جوتیاں کھانے سے بھی کیا ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۲۲۲) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کی یہ کوشش ہے کہ ندوہ میں ایک ایسے عالم کی ضرورت ہے جو اپنے اخلاق سے وہاں کے طلباء کی اصلاح کر سکے۔ مجھ سے بھی انہوں نے ذکر کیا۔ میں نے ایک مولوی صاحب کا نام لیا کہ وہ مناسب ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ متکبروں کی وہاں کمی نہیں متکبر تو وہاں پہلے ہی بہت ہیں وہاں ایسے شخص کی ضرورت ہے کہ متکبر نہ ہو پھر فرمایا کہ متواضع بھی ایسا ہو کہ سب متکبروں کو نیچا دکھلا سکے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ جب اسکو یہ خیال ہوگا کہ میں دوسروں کے تکبر کو توڑ سکتا ہوں کیا یہ تکبر نہ ہوگا فرمایا کہ یہ تکبر نہیں گو بظاہر صورۃً تکبر معلوم ہو مگر حقیقۃً تکبر نہیں۔ ایسا تکبر اور تواضع دونوں جمع ہو سکتے ہیں اسکی بالکل ایسی مثال ہے کہ کوئی اسکا دعویٰ کرے کہ میں تکبر کا علاج کر سکتا ہوں تو یہ تکبر تھوڑا ہی ہے پھر فرمایا کہ تکبر کا مرض زیادہ عام ہوا ہے کہ انگریزی مدارس تو بہت ہی سے بدنام ہیں اور بدنام کیا واقعہ ہے کہ ان میں بکثرت متکبر ہوتے ہیں مگر آجکل عربی مدارس میں بھی یہ بلا موجود ہے متکبرین بھرے ہیں الا ماشاء اللہ وجہ یہ کہ بدون خاص انتظام کے اصلاح غیر ممکن ہے چاہے عربی مدارس ہوں یا انگریزی اور انتظام نہ اُن میں ہے نہ ان میں ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر کوئی علیگڈھ میں پڑھے اور طبعی تواضع اس میں ہو تو کیا وہ باقی رہ سکتی ہے۔ فرمایا کہ نہ رہنا کیا معنی اگر طبعی تواضع بھی نہ ہو وہ بھی کسی کامل کی صحبت سے پیدا ہو سکتی ہے۔ گو اس درجہ کی نہ ہو جس درجہ کی طبعی ہوتی ہے صحبت اگر کسی کامل کی میسر آجائے بڑے کام کی چیز ہے بڑی دولت ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

یک زمانہ صحبت با اولیاء[عہ]　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(ملفوظ ۲۲۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں اہل طریق کے لئے ہمیشہ اسکا خیال رکھتا ہوں کہ ہر کام سہولت سے ہو جائے حتیٰ کہ بڑے بڑے مقاصد سہولت سے

عہ اولیاء اللہ کی تھوڑی ہی دیر کی صحبت سو سالہ اس طاعت سے جو بے ریا ہو بہتر ہے ۱۲

حاصل ہوجاتے ہیں اور یہ موقوف ہے صحبت پر مرید کو شیخ کی خدمت میں ایک مدت خاص تک رہنا ضروری ہے۔ اس سے مقصود میں خاص سہولت ہوجاتی ہے۔ رہا یہ کہ کسقدر مدت میں کام ہوجاتا ہے اسکا تعین مشکل ہے یہ مناسبت پر موقوف ہے اگر اہل استعداد ہوتا ہے بہت جلد کام ہوجاتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کل بیتالیس روز رہے اسکے بعد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم دے چکے جو کچھ دینا تھا حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اسوقت کا یہ فرمانا حضرت کا کہ ہم دے چکے جو کچھ دینا تھا سمجھ میں نہ آیا کہ کیا دیا مگر پندرہ برس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ دیا تھا پھر اسپر حضرت مولانا گنگوہی نے مزاحاً فرمایا کہ اگر ہم جانتے کہ یہ چیز ہے تو اتنی محنت کیوں کرتے۔ اسپر حضرت والا نے بھی مزاحاً فرمایا کہ لجانے پر فرماتے تھے ورنہ پندرہ برس تو معلوم ہی ہونے میں لگ گئے۔

(ملفوظ ۲۲۴) فرمایا کہ اس طریق میں مصلح کے ساتھ مناسبت ہونا بڑی چیز ہے بدون مناسبت کے طالب کو نفع نہیں ہوسکتا یہی وجہ ہے کہ میں عدم مناسبت کی بناء پر طالب کو مشورہ دیتا ہوں کہ مجھسے تمکو نفع نہ پہونچیگا اگر تم چاہو تو کسی دوسرے مصلح کا نام بتلادوں۔

(ملفوظ ۲۲۵) فرمایا کہ جب حضرت حاجی صاحب نے حضرت مولانا گنگوہی کو بیعت کی اجازت دی مولانا نے اُسی وقت عذر فرمایا مگر حضرت نے اصرار سے فرمایا مولانا گنگوہ پہونچے تو ایک بی بی نے مرید ہونیکی درخواست کی۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے انکار فرمادیا۔ اتفاق سے حضرت حاجی صاحب گنگوہ تشریف لائے اسوقت حاجی صاحب سے اُس بی بی نے شکایت کی حضرت نے مولانا سے فرمایا کہ اسکو بیعت کرو مولانا نے عرض کیا کہ حضرت اب تو آپ تشریف رکھتے ہیں آپ ہی کر لیجئے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسپر عجیب جواب دیا جسمیں ایک مسئلہ بھی بیان فرمادیا کہ اگر اسکو مجھسے عقیدہ نہ ہو تمسے ہی ہو پھر فرمایا۔ ہمارے سامنے مرید کرو کیا مولانا نے ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اسمیں مسئلہ کیا ہوا فرمایا مسئلہ یہ ہوا کہ اگر پیر کا بھی پیر ہو اور اُسکی طرف میلان نہ ہو (یعنی مناسبت نہ ہو) تو اُس سے نفع نہ ہوگا۔

(ملفوظ ۲۲۶) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یاجوج ماجوج کی غذا کیا ہے فرمایا کہ حضرت

مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر یہ فرمایا تھا (حضرت کتابیں بہت دیکھتے تھے اسلئے باتیں زیادہ معلوم تھیں) کہ غذا یاجوج ماجوج کے لشکر کی ایک سانپ ہے جو آسمان کی جانب سے روزانہ گرتا ہے وہ اتنا بڑا ہوتا ہے کہ سبکو کافی ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ یاجوج ماجوج کو تبلیغ ہو چکی ہے اسلئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رات بھر اُس دیوار کو چاٹتے ہیں اور کھودتے ہیں جو اُن کے درمیان حائل ہے جب شب آویگا تو یہ کہیں گے کہ انشاء اللہ کل اسکو ختم کر دینگے۔ انشاء اللہ کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انکو اللہ کا نام معلوم ہے اور تبلیغ ہو چکی ہے یہ نئی بات معلوم ہوئی پہلے سے معلوم نہ تھی۔

(ملفوظ ۲۲۵) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شیشہ میں جو تصویر ہوتی ہے اُسکو دیکھنا کیوں جائز ہے۔ فرمایا میں اس سوال کو سمجھا نہیں شیشہ میں کیسی تصویر ہوتی ہے۔ عرض کیا کہ جب شیشہ انسان دیکھتا ہے تو اسکی تصویر اسمیں نظر آتی ہے۔ فرمایا اسمیں تصویر کہاں ہوتی ہے غلط ہے اُسکی تو صورت یہ ہے کہ یہ آپکی نگاہ کی شعاع جو اسپر پڑتی ہے وہ شعاع واپس ہو کر چہرہ پر پڑتی ہے تو یہ چہرہ نظر آتا ہے اسمیں کچھ بھی نہیں مرئی دکھائی دینے والی چیز یہ خود ہی ہوتا ہے۔ عرض کیا آج حضرت کے فرمانے سے سمجھ میں آیا بہت عرصہ سے یہ شبہ دل میں تھا۔ فرمایا کہ احکام میں دخل دینا عوام کو اسلئے جائز نہیں نہ معلوم کیا گڑبڑ کریں غرض اسکو دوسری تصاویر پر قیاس نہیں کر سکتے۔

۸ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۲۲۶) فرمایا کہ آج ایک صاحب عین آرام کے وقت میرے پاس آئے جس سے مجھکو اذیت پہونچی۔ اوقات راحت میں کسی کے پاس پہونچ جانا بہت ہی بُرا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت خلاف ادب بھی تو ہے فرمایا سبھی کچھ ہے مگر لوگوں کو ان باتوں کا مطلق خیال نہیں ان معاملات کو دین کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب حضرت یہاں مقیم تھے ایک شخص ایسے وقت آتا کہ وہ وقت حضرت کے قیلولہ کا ہوتا اور وہ اسکے آنیکا ہوتا دو چار روز کے بعد حضرت

حافظ ضامن صاحبؒ نے اس شخص کی خوب خبر لی اور خوب ہی ڈانٹا کہ یہ کیا واہیات ہے رات بھر تو بیوی کی بغل میں پڑے سوتے ہو اور دوسروں کے آرام کے وقت میں مخل ہوتے ہو تم کیا جانو درویشوں کی قدر یہ بیچارے رات بھر تو جاگیں دن میں اگر وقت ملتا ہے تو آپ آ کودتے ہیں خبردار اگر ایسے وقت میں ہیں نے تمکو یہاں دیکھا ٹانگیں توڑ ڈالونگا ایسے بے رحم اور ظالمونکا یہی علاج ہے۔ مگر حضرت حاجی صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حالت تھی کہ مجسم اخلاق تھے کوئی آ گیا اب بیٹھے ہیں۔

(ملفوظ ۲۲۷) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وعظ سننے کو جی چاہتا ہے فرمایا کہ اب ہمت نہیں رہی مسلسل بولنے سے طبیعت گھبراتی ہے اور نہ اب ربط عبارت پر قدرت رہی اور بلا ربط مضمون کا لطف ہی کیا ہو گا۔ اس ہی وجہ سے چند روز تک وعظ کی یہ صورت اختیار کی تھی کہ کتاب دیکھکر بیان کر دیا کروں مگر میں دیکھتا ہوں کہ اب دماغ اسکا بھی متحمل نہیں اسلئے اب تو جو کچھ مجلس میں بیٹھکر بولتا رہتا ہوں یہ ہی بہت کچھ ہے۔ فرمایا کہ کتاب دیکھکر وعظ کہنے کا معمول مولانا محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سنا ہے کہ وہ کتاب سے وعظ فرمایا کرتے تھے اس صورت سے وعظ کہنے سے دماغ پر تعب نہیں ہوتا۔

(ملفوظ ۲۲۸) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے میری اس شکایت پر کہ کھڑے ہو کر وعظ کہنے میں تعب ہوتا ہے بیٹھکر وعظ کہنے کو فرمایا تھا اس تدبیر پر عمل کرنے سے بڑا فرق معلوم ہوا فرمایا جی ہاں راحت کی تدبیر سے تو راحت پہونچتی ہی ہے۔

(ملفوظ ۲۲۹) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ سنا ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مکہ معظمہ میں جب کوئی پوچھتا کہ میں مدینہ منورہ سلطانی راستے سے جاؤں یا دوسرے راستے سے حضرت کے جو جی میں آتا فرما دیتے کہ فلاں راستے سے جاؤ اس راستہ سے جانے میں جانے والا مامون و محفوظ رہتا۔ اسی طرح حضرت کے قلب میں ایسے امور میں جو بات آیا کرے فرما دیا کریں۔ فرمایا کہ آتا ہی نہیں۔ عرض کیا اجی حضرت آتا نہیں۔ فرمایا کہ میں عرض کرتا ہوں مجھکو امور تکوینیہ کے مصالح سے مناسبت ہی نہیں قلب کی یہ کیفیت ہے کہ جب تک اللہ رسول کا ذکر رہتا ہے طبیعت خوش رہتی ہے اور جہاں دنیوی قصے شروع

ہوئے مجھے وحشت شروع ہوئی اسکی وجہ بھی آج ہی قلب میں آئی وہ وجہ یہ ہے کہ میں ایک مجذوبہ کی دعا سے پیدا ہوا ہوں یہ سبب ہے اس حالت کا اس سے پہلے میرے قلب میں یہ وجہ کبھی نہیں آئی اور آج بھی قلب میں اتفاقاً آئی ہے احتمالاً ہی بیان کرتا ہوں کہ شاید یہ وجہ ہو میری اس کیفیت کی اور شاید یہی وجہ ہو کہ مجھکو بکھیڑوں سے الجھن ہوتی ہے جی چاہتا ہے کہ ہر بات صاف ہو خود بھی اسکا اہتمام رکھتا ہوں اور دوسروں سے بھی یہ ہی چاہتا ہوں مگر لوگوں کو اسکی عادت ہی نہیں ہر بات کے الجھانے ہی میں مزا آتا ہے یہی وجہ ہے لوگوں سے لڑائی کی اور بدنامی کی کہ سخت ہے یہ حق ہے کہ بات صاف کہو معاملہ صاف رکھو تاکہ نہ تمکو تکلیف ہو اور نہ دوسرے کو یہ حاصل ہے میری تعلیم کا۔ لوگ اس طریق کے عادی نہیں ہیں گویا اسپر قادر نہیں اور میں اسکے عکس پر قادر نہیں۔ میں بھی مجبور ہوں پھر مزاحاً فرمایا کہ جب معدہ ضعیف ہوتا ہے مختلف چیزیں ہضم نہیں اور جب معدہ قوی ہوا لا بلا سب ہضم۔ لوگ قوی المعدہ ہیں اور میں ضعیف المعدہ۔

(ملفوظ ۲۳۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک رسالہ میں ایک ایسا جامع مضمون لکھا کہ اگر وہ ذہن میں آجائے تو پھر سارے رسالہ کی ضرورت ہی نہ رہے کہتے ہیں کہ شیخ میں دین ہونا چاہئے انبیاء کا سا۔ اور سیاست یعنی دار و گیر محاسبہ معاقبہ سلاطین کا سا۔ تجویز اطباء کی سی کہ وہ ہر شخص کا جدا علاج جدا جدا تجاویز کرتا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شیخ میں انبیاء کا سا دین کیسے ہو سکتا ہے۔ فرمایا یہ مراد نہیں کہ انکی برابر ہو بلکہ مطلب اخلاص میں تشبیہ ہے یعنی اعمال میں غوائل دنیا اور نفس کی خواہشوں کی آمیزش نہ ہو یہ مراد ہے جسمیں یہ باتیں ہوں وہ شیخ ہو سکتا ہے۔

(ملفوظ ۲۳۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولوی .... صاحب ذرا بدعت کی طرف مائل تھے اور ہمارے بزرگوں کی نسبت کہا کرتے تھے کہ ان وہابیوں میں اتحاد بہت ہے پھر مزاحاً اسکی وجہ میں کہتے کہ یہ سب اس بڈھے کی برکت ہے اس سے مراد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

(ملفوظ ۲۳۲) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہاں کے قانون میں داخل ہے کہ کوئی کسی سے

زیادہ نہ ملے نہ کوئی کسی کے حجرہ میں جائے اپنے کام میں لگا رہے مگر اس پر بھی جب یہ حضرات دوسری جگہ جاتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں رشتۂ اخوت کوٹ کوٹ کر بھر گیا ہے۔ فرمایا کہ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں آج ہی سنا ہے وہ بھی ثقہ راوی سے۔ حضرت میں تو ایک چیز کا اہتمام کرتا ہوں یعنی اللہ سے تعلق کا اور اسکا کہ اسکے بُعد کا ضعیف سے ضعیف سبب بھی مرتفع کر دیا جاوے اور دین کو قلوب میں راسخ کر دیا جاوے اسی کی کوشش کرتا ہوں بحمد اللہ تو واحد میں جب سب اُنکو مانیں گے تو متحد تو خود ہی رہیں گے۔

(ملفوظ ۲۳۳) فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے اپنی تجارت کے قصے جھگڑے لکھ کر لکھا ہے کہ میں اب کیا کروں۔ میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ اب یہ کرنا چاہئے کہ مجھ سے ایسی بات نہ پوچھنا چاہئے۔ ہاں دعا کرتا ہوں۔ فرمایا کہ ایک اور صاحب نے اسی طرح لکھا تھا کہ بعضے لوگ مجھکو مشورہ دیتے ہیں کہ بانوں کی دکان کر لو کوئی کہتا ہے کہ دواؤں کی دکان کر لو مجھکو کیا کرنا چاہئے۔ میں نے لکھ دیا کہ میرا باپ نہ کھٹ بناتا تھا نہ پنساری مجھے ان چیزوں میں تجربہ نہیں کسی تجربہ کار سے معلوم کر کے عمل کرو۔ میرے دو کام ہیں ایک دعا کرا لو چاہے وہ دنیا ہی کیلئے ہو وہ بھی عبادت ہے دوسرے اللہ کا نام پوچھ لو۔ فرمایا کہ اتنا تو یہ لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ انکو تجربہ نہیں مگر پھر ایسی بات پوچھنے کی کیا وجہ یوں سمجھتے ہیں کہ اللہ والوں سے اسلئے پوچھکر کرنا چاہئے کہ ان کے دل میں وہی آویگی جو ہونے والی ہے اس بنا پر ایسی باتیں ایسے لوگوں سے پوچھی جاتی ہیں حالانکہ یہ غلو ہے حاصل یہ ہے کہ اس مشورہ کا منشا عقائد کی خرابی ہے، میں اس جہل سے بھی لوگوں کو بچانا چاہتا ہوں کہ دھوکے میں نہ رہیں اور بعض حضرات جن کا مجھ سے بے تکلفی کا تعلق ہے اُن سے معلوم ہوا کہ عوام کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ جو کہتے ہیں وہی ہو جاتا ہے۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہی عقیدہ ہمارا بھی ہے کہ وہی ہو جاتا ہے فرمایا اعتقاد میں بھی درجات ہیں اور بنا جدا جدا ہیں عوام کے اعتقاد کی نوعیت تو بہت ہی خراب ہے وہ تو یہ سمجھتے ہیں کہ خلاف ہو ہی نہیں سکتا بخلاف اہل علم کے اُن کا اعتقاد اس درجہ کا نہیں ہو سکتا۔

---

۹ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۲۳۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کسی کے پاس نرے رہنے سے کیا ہوتا ہے جب تک انسان کو اپنی اصلاح اور تربیت کی فکر نہ ہو۔

(ملفوظ ۲۳۵) فرمایا میں نے طالب علمی کے زمانہ میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی فرمایا جب تک کتابیں پوری نہ ہو جائیں اسوقت تک اسکو شیطانی وسوسہ خیال کرو واقعی یہ حضرات حکیم تھے کیسی عجیب بات فرمائی اسوقت تو یہ بات سمجھ میں آئی مجھکو خیال ہوا کہ حضرت نے ٹالدیا پھر میں نے بذریعہ والد حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ حضرت مولانا سے کہ اسی سال حج کو تشریف لیجا رہے تھے فرماویں کہ مجھکو بیعت فرمالیں اور تماشہ یہ کیا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی شکایت اُن کے ہی ہاتھ حضرت کی خدمت میں پہونچائی (زیادہ یاد نہیں ہے) حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسکا جواب دیا اور وہ جواب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا کہ ہمنے تمکو بیعت کر لیا اور یہ بھی لکھا تھا کہ بعد فراغ علم اگر شغل کرنا چاہو گے تو مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ یا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کرنا۔ اور آخر میں لکھا تھا کہ علمی مشغلہ کو کبھی ترک مت کرنا۔

(ملفوظ ۲۳۶) فرمایا کہ ایکمرتبہ میں گنگوہ حاضر ہوا جسوقت میں حضرت مولانا کی خدمت میں پہونچا اسوقت حضرت پلنگ پر لیٹے ہوئے آرام فرما رہے تھے مجھکو دیکھکر پلنگ سے نیچے اُتر کر بیٹھ گئے میں نے عرض کیا کہ حضرت اب میں وطن میں مقیم ہوں اسلئے جلدی جلدی حاضری کی نوبت آئیگی حضرت میرے لیے تکلف نہ فرمائیں ورنہ حاضری میں تکلف ہوگا (یہ روایت بالمعنی ہے) فرمایا لیٹے لیٹے طبیعت گھبرا گئی تھی اسلئے بیٹھ گیا مگر اسکے بعد پھر جب کبھی جانا ہوا حضرت نے تکلف نہیں فرمایا میں نے بھی ہمیشہ اسکا خیال رکھا کہ پاؤں کی طرف کبھی نہیں بیٹھا اس خیال سے کہ شاید حضرت کو گرانی ہو اس سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ حضرت گنگوہی فرمایا کرتے تھے۔

کہ میرے یہاں دو رنگ ہیں کبھی حضرت حاجی صاحبؒ کا اور کبھی حضرت حافظ ضامن صاحبؒ کا کبھی اُسکا ظہور ہوتا ہے اور کبھی اسکا۔

(ملفوظ ۲۳۷) فرمایا کہ میں جب گنگوہ حاضر ہوتا تو حضرت نہایت ہی شفقت کا برتاؤ فرماتے میں تو حضرت کو پیر سمجھتا رہا مگر حضرت سمجھتے رہے پیر بھائی اور مجھکو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک طبعی شغف ہے اور حضرات سے بھی بحمد اللہ عقیدت ہے مگر استدلالی اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ضروری غیر استدلالی مجھکو حضرت کے مذاق پر شبہ ہی نہیں ہوا،

(ملفوظ ۲۳۸) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ظاہری محاسبہ نہ تھا مگر برکت اتنی زبردست تھی کہ محاسبہ میں وہ کام نہیں بن سکتا جو حضرت کے یہاں بلا محاسبہ ہی بنجاتا تھا یہ محض حضرت کی برکت تھی۔

(ملفوظ ۲۳۹) فرمایا کہ میں نے جو لوگوں کے زعم میں ایک نئی بات جاری کی ہے جو اپنے بزرگوں میں بھی اس درجہ نہ تھی اور وہ محاسبہ ہے اُسکی وجہ یہ ہے کہ اسوقت بغیر اسکے کام چلنا دشوار تھا اسکی نظیر یہ ہے کہ حد خمر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مقرر اور قائم کی جو نہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھی نہ حضرت صدیق رضؓ کے عہد میں۔ اگر حضرت عمرؓ پر کوئی بھی اعتراض کرے جو مجھ پر کیا جاتا ہے کہ وہ کام کرتا ہے جو بزرگوں نے نہیں کیا تو جو جواب اُسکا حضرت عمرؓ کی طرف سے ہوگا وہی اس عمر کی یعنی میری طرف سے بھی خیال کر لیا جاوے۔ وہ جواب یہی ہے کہ ان حضرات کے زمانہ میں ضرورت نہ تھی اب ضرورت ہے تعزیر کی روک ٹوک کی سیاست کی۔

(ملفوظ ۲۴۰) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر فقہاء رحمۃ اللہ علیہ نہ ہوتے تو سب بھٹکتے پھرتے وہ حضرات تمام دین کو مدون فرما گئے فرمایا واقعی اندھیر ہوتا یہ غیر مقلد بڑے مدعی ہیں اجتہاد کے ہر شخص ان میں کا اپنے کو مجتہد خیال کرتا ہے میں کہا کرتا ہوں کہ اسکے موازنہ کی آسان صورت یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے تم بھی استنباط کرو اُن مسائل کو جو فقہاء کی کتابوں میں تم نے نہ دیکھے ہوں اور پھر فقہاء کے استنباط کئے ہوئے اُن ہی مسائل سے موازنہ کرو معلوم ہو جائیگا کہ کیا فرق ہے کام کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کام کس طرح ہوتا ہے فرمایا کہ یہ غیر مقلدی نہایت خطرناک چیز ہے اسکا انجام سرکشی اور بزرگوں

کی شان میں گستاخی یہ اسکا اولین قدم ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک شخص دہلی آیا تھا۔ اسوقت دہلی میں گورنمنٹ نے جامع مسجد میں وعظ کہنے کی ممانعت کردی تھی بہت جھگڑے فساد ہو چکے تھے اس شخص کی کوشش سے وعظ کی بندش ٹوٹ گئی اُس نے خود وعظ کہنا شروع کیا اُسکا عقیدہ تھا کہ نماز تو فرض ہے مگر وقت شرط نہیں میں نے بھی اُسکا وعظ سُنا تھا بڑا پکا اور کٹر غیر مقلد تھا وعظ میں کہا تھا: جعلنا من بین ایدیھم سدا ومن خلفھم سدا فاغشیناھم فھولا یبصرون۔ اور یہ ترجمہ کیا تھا کہ کردی ہمنے اُن کے سامنے ایک دیوار یعنی صرف کی اور پیچھے ایک دیوار یعنی نحو کی اور چھالیا ہے اُنکو یعنی منطق نے پس ہوگئے وہ اندھے یعنی ان علوم میں پڑکر حقیقت سے بےخبر ہوگئے۔ غرضکہ صرف ونحو ومنطق کو بدعت کہتا تھا مگر ایک جماعت اُسکے ساتھ اور اُسکی ہم عقیدہ ہوگئی تھی یہ حالت ہے عوام کی ان پر بھروسہ کر کے کسی کام کو کرنا سخت نادانی اور غفلت کی بات ہے ان کے نہ عقائد کا اعتبار نہ انکی محبت کا اعتبار نہ مخالفت کا اعتبار جو جی میں آیا کرلیا جسکے چاہے معتقد ہوگئے دہلی جیسی جگہ کہ وہ اہل علم کا گھر ہے بڑے بڑے علماء صلحاء بزرگان دین کا مرکز رہا ہے مگر جہالت کا پھر بھی بازار گرم اور کھلا ہوا ہے کیا اعتبار کیا جائے کسی کا وقت پر حقیقت کھلتی ہے جب کوئی کام آکر پڑتا ہے یا ایسا کوئی راہ زن دین کا ڈاکو گمراہ کرنے کھڑا ہو جاتا ہے ہزاروں برساتی مینڈک کی طرح نکلکر ساتھ ہو لیتے ہیں۔

(ملفوظ ۲۳۱) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجذوب اور مجنون میں آجکل امتیاز مشکل ہوگیا۔ فرمایا بالکل صحیح ہے کوئی مجذوب ہوتا ہے کوئی مجنون ہوتا ہے اہل ادراک کو پہچان ہوتی ہے اسپر ایک واقعہ یاد آیا کہ بزرگوں سے سُنا ہے کہ دیوبند میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجذوبین کی جماعت کے سردار تھے جسکی تائید بھی ایک واقعہ سے ہوتی ہے کہ ایک ولایتی مجذوب دیوبند میں وارد ہوئے اور چھتہ کی مسجد میں ٹھہرے مگر ٹھہرنے سے پہلے حضرت مولانا سے اجازت لی پھر فرمایا کہ ہم لوگ طالب علم اُن مجذوب سے بعض کفار کیلئے بددعا کرایا کرتے تھے مگر وہ کبھی جواب نہ دیتے صرف یہ کہدیتے کہ خیر باشد خیر باشد پھر وہ مر گئے۔ بعد میں اپنے بعض بزرگوں سے معلوم ہوا کہ وہ بعض کفار کے طرفدار تھے۔

اس طرفداری پر فرمایا کہ مجذوبین کی مثال ملائکہ کی سی ہے کہ وہ کفار کی بھی تربیت کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ وہ گو اس عالم کے اعتبار سے بے سمجھ ہوتے ہیں مگر اُن کو اس سمجھ کی ضرورت نہیں دوسری سمجھ کی ضرورت ہے وہ ان میں ہوتی ہے اور میں نے جو اس عالم کے اعتبار سے سمجھ کی نفی کی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس جماعت میں عقل نہیں ہوتی گو حواس درست ہوں جیسے گھوڑے میں مثلاً عقل نہیں ہوتی مگر حواس ہوتے ہیں یا بچہ کی مثال بلوغ سے پہلے کہ اُس وقت عقل نہیں ہوتی مگر حواس ہوتے ہیں تو سلامت حواس مجذوبیت کے منافی نہیں اس سلامت حواس پر نماز وغیرہ کے فرض ہونیکا مدار ہوتا ہے اسکی فرضیت کیلئے عقل شرط ہے پس مجنون اسی طرح مجذوب عقل نہ ہونیکی وجہ سے احکام شرع کا مکلف نہیں ہوتا باقی ان دونوں جماعت میں فرق کرنا مشکل ہوتا ہے یہ بہت ہی نازک مقام ہے کہ ہر مجذوب اور مجنون میں فرق کر لیا جائے۔ مگر اسکا ایک ظنی معیار یہ ہے کہ اُس مجذوب کے زمانہ کے صلحاء اتقیاء کا جو برتاؤ اُس کے متعلق ہو وہ معتبر ہے عوام کا خیال اس بارہ میں معتبر نہیں یعنی اُس زمانہ کے مشائخ جو اُنکے ساتھ برتاؤ کریں احترام کا یا اعراض کا وہی دوسروں کو کرنا چاہیئے اپنی رائے سے عوام کچھ نہ کریں پھر اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اول تو اس جماعت سے کوئی اُمید نفع کی نہیں رکھنا چاہیئے حتی الامکان ان لوگوں سے الگ ہی رہنا مناسب ہے کیونکہ انکو عقل تو ہوتی نہیں اسلئے اُن سے اندیشہ ضرر ہی کا غالب ہوتا ہے ایک مولوی .... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اسکی حقیقت کیا ہے یہ مجذوب کیسے ہو جاتے ہیں فرمایا کہ حقیقت اسکی یہ ہے کہ کوئی وارد ایسا قوی ہوتا ہے جس سے عقل مسلوب ہو جاتی ہے اور یہ سب مجاہدہ ہی کی برکت ہے کہ یہ درجہ نصیب ہو جاتا ہے پہلے سے کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ یہ کرتے کیا تھے اسی وارد سے پیالہ چھلک گیا تب سب نے دیکھ لیا۔ یہ حقیقت ہے۔ مجذوبیت کی اور یہی مجذوب ہیں جنکے سپرد کارخانہ تکوینیہ ہے اور اسکے انتظام کے ذمہ دار ہیں۔ باقی جو اہل ارشاد ہیں وہ نائب رسول ہیں تو شان پیغمبر ہیں انکی شان کہیں ارفع و اعلیٰ ہے اصل چیز اللہ رسول کی اطاعت ہے باقی کشف و کرامت وغیرہ یہ چیزیں کوئی کمال نہیں ایسے عجائب اہل باطل سے بھی صادر ہو جاتے ہیں چنانچہ امریکہ یا جرمن میں ایک شخص

کی بیوی کا انتقال ہوا وہ اسکو بہت چاہتا تھا اسلئے اسکو خیال ہوا کہ دفن سے پہلے اسکا
فوٹو لیلیا جائے تاکہ دل بہلانیکا شغلہ باقی رہے اس نے فوٹو لیا تو بجائے ایک فوٹو کے
پانچ فوٹو آگئے ایک تو اسکی بیوی کا تھا اور چار او تھے پھر ان چار میں دو کو تو پہچانا وہ بھی
مردہ تھے اور دو کو نہیں پہچانا انھوں نے اس سے یہ تحقیق کی ہے کہ اور روحیں وہاں
موجود تھیں انکا فوٹو آگیا ہے مگر نہایت عجیب بات ہے کہ غیر مرئی کا فوٹو آگیسے گیا دیکھئے یہ
چیزیں اہل باطل بھی کر لیتے ہیں اسلئے اہل حق نے کہا ہے کہ اطاعت اللہ و رسول کی ہی اصل
چیز ہے۔

۱۰ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۲۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک شخص نے غیر جوابی خط لکھا تھا اسمیں لکھا
تھا کہ خدا کا خوف کرو اسقدر دین فروش مت بنو اتنا تو روپیہ کمایا کتابیں چھاپ چھاپ کر
اور پھر بھی قناعت نہیں وہ یہی سمجھ رہا ہے کہ کتابوں کی آمدنی اسکو ملتی ہے۔ ایک صاحب
نے عرض کیا کہ حضرت یہ بہت دن کی بات ہے یا ابھی کی فرمایا بہت دن کی ہے اور اگر
ابھی کی ہوتی تب بھی کونسا گناہ کا کام تھا۔ پھر فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اسقدر دین کا کام ہوگیا
اگر میں تجارت کرتا کوئی گناہ کا کام نہ تھا مگر اس مشغلہ میں تو اسقدر رسائل نہ ہوتے پھر بطور
شکر فرمایا کہ ایسا بہت کم ہوا ہے کہ کسی کا کام اسکی حیات میں اسقدر شائع ہوا ہو۔

(ملفوظ ۲۴۵) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت دوزخ میں کفار بھی جائیں گے اور
اعمال بد کی وجہ سے مسلمان بھی تو فرق کیا ہوگا مسلم اور کافر کے عذاب میں۔ فرمایا کہنے کی تو
بات نہیں مگر آپنے سوال کیا ہے اسلئے کہتی پڑی مومنین کے بارہ میں مسلم کی حدیث ہے اماتہم
اللہ اماتۃ اور اسکا یہ مطلب نہیں کہ جہنم میں مسلمانوں کو عذاب کا احساس نہ ہوگا لیکن کفار
کی برابر نہیں ہوگا۔ اسکی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کلورا فارم سنگھا کر آپریشن کیا جاتا ہے پھر
آپریشن کی بھی دو قسمیں ہیں ایک سخت اور ایک ہلکا بعض دفعہ بہت ہی ہلکا آپریشن ہوتا

ہے اس لئے ہلکا کلورافارم کافی ہوتا ہے۔ یہی صورت مسلمانوں کے ساتھ دوزخ میں پیش آئیگی۔ عرض کیا گیا کہ حضرت کے یہاں تو بشارت ہی بشارت ہے۔ فرمایا کہ خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان صورت جہنم میں جائیں گے حقیقت جہنم میں نہ جائیں گے دوسرا فرق یہ ہے کہ کفار جہنم میں تعذیب کیلئے جائیں گے اسلئے انکو عذاب کا احساس شدید ہوگا اور مسلمان محض تہذیب کیلئے جہنم میں جائیں گے انکو عذاب کا احساس اسقدر نہ ہوگا جہنم مسلمانوں کے لئے مثل حمام کے ہے وہ انہیں پاک صاف کر کے جائیں گے گو تکلیف حمام کے تیز پانی سے بھی ہوتی ہے تیسرا فرق یہ ہے کہ مسلمانوں سے وعدہ انقطاع عذاب کا ہے۔ یہ وعدہ عذاب کا زیادہ احساس نہ ہونے دیگا اسکو اس مثال سے سمجھ لیجیئے جیسے میعادی قیدی کا ایک وقت آرام کا ہوتا ہے، اور ایک وقت کام کا یہ دونوں حالتیں قید ہی میں ہوتی ہیں تو ایک وقت ہلکا ہوا اور ایک وقت بھاری اس سے بھی آگے توسیع کرتا ہوں ایک وقت قید ہی کی حالت میں سونے کا ہوتا ہے جسمیں کچھ بھی احساس نہیں ہوتا کہ میں کہاں ہوں اور کیا مجھپر عذاب ہے ذرہ برابر بھی محسوس نہیں ہوتا پھر ایک وقت رہائی کا ہوتا ہے کہ وہ قید خانہ کی کلفت کو کم کر دیتا ہے پھر فرمایا کہ جی ڈرتا ہے جی چاہتا نہیں ایسی باتیں کہنے کو محض اس خیال سے کہ کہیں لوگ جری نہ ہو جائیں مگر جب حدیث میں ہے کیا اخفا کیا جائے غرض یہ گھڑت نہیں ہے بلکہ نصوص میں ہے اور وہ بھی مسلم میں جو اصح الکتاب ہے۔

(ملفوظ ۲۲۲) فرمایا کہ آجکل جو مقتدا اور پیشوا کہلاتے ہیں چاہے وہ مذہبی ہوں یعنی علماء یا درویش یا سیاسی ہوں لیڈر شب و روز اکثر انکو یہ فکر ہے کہ شہرت ہو مال حاصل ہو بعضے یہ بھی سمجھتے ہیں کہ جتنا بڑا مالدار اتنا ہی بڑا عاقل حالانکہ یہ خیال انکا غلط ہے البتہ ایسا شخص آکل تو ہوگا مگر عاقل ہونا ضرور نہیں ہر وقت اکل کی فکر ہے عقل کی ایک بات بھی نہیں بلکہ اس بے عقل ہونے کے متعلق خود مالداروں کا اقرار ہے میں اپنی طرف سے نہیں کہتا وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی کے پاس سو روپیہ ہوں تو اسکو ایک بوتل کا نشہ ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نشہ میں عقل نہیں رہتی اگر کسی کے پاس ایکہزار روپیہ ہے تو اسکو دس بوتلوں کا نشہ ہوا پھر عقل کا وہاں کیا کام دین کی باتوں کیلئے تو مؤذن اور ملا ہی کی مانی چاہئے انکی

ہی رائے معتبر ہے۔

(ملفوظ ۲۴۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ افعال اختیاریہ میں صرف ابتداء میں ارادہ کرنا پڑتا ہے پھر اُس فعل میں اگر استمداد ہو تو ہر جزو پر نیت کی حاجت نہیں ہوتی البتہ مضاد (یعنی اوسکے خلاف) کی نیت نہ ہونا شرط ہے جیسے کوئی شخص بازار جانا چاہے تو اول قدم پر تو قصد کرنا پڑیگا پھر چاہے کتاب دیکھتے ہوئے یا باتیں کرتے ہوئے چلے جاؤ ہر قدم پر قصد کی ضرورت نہیں دوسری مثال سے سمجھ لیجئے کوئی ستار بجا رہا ہے اول مرتبہ تو قصد کی ضرورت ہے پھر خود بخود انگلیاں چلتی رہتی ہیں بلکہ اگر ہر ضرب پر مستقل قصد کیا جائے تو خوش نمائی کی ساتھ بجانے میں کامیابی بھی نہیں ہو سکتی اسی طرح گفتگو ہے اگر ہر فقرہ پر ارادہ کرے تو فرمایئے کہ گفتگو میں کامیاب ہو سکتا ہے ہرگز کامیابی نہیں ہو سکتی بس اسی طرح اعمال حسنہ ممتدہ میں اگر ہر جزو پر نیت مستقل نہ ہو تو وہم میں نہ پڑنا چاہئے۔

(ملفوظ ۲۴۶) فرمایا کہ ملکات رذیلہ اپنی ذات میں مذموم نہیں ہوتے مثلاً شہوت ہے کیا وہ اپنی ذات میں مذموم ہے ہرگز نہیں مولانا نے اس ہی مضمون کو فرمایا ہے ؎

شہوتِ دنیا مثال گلخن ست[ع]　　　که ازو حمام تقوی روشن ست

بلکہ جس شخص کی شہوت قوی ہے اُسکے مقاومت سے زیادہ نور پیدا ہوتا ہے اور جسکی قوت شہوت کمزور ہے اُسکی مقاومت سے وہ نور نہیں پیدا ہوتا تو مدار قرب خداوندی کا افعال اختیاریہ ہوئے جہاں اختیار کا زیادہ استعمال کیا گیا وہاں قرب زیادہ ہوا پھر فرمایا کہ یہاں پر ایک شبہ ہو سکتا ہے وہ یہ کہ نبوت بھی تو افعال اختیاریہ سے نہیں حالانکہ اُسپر جو قرب ہوتا ہے وہ کسی فعل اختیاری پر بھی نصیب نہیں ہو سکتا۔ ازالہ اس شبہ کا یہ ہے کہ میں جو قرب کا مدار افعال اختیاریہ کو کہتا ہوں مراد مطلق قرب نہیں بلکہ خاص وہ قرب ہے جو مامور بالتحصیل ہے اور نبوت سے جو قرب ہوتا ہے وہ مامور بالتحصیل نہیں یا وہ قرب موہوب ہے اسکا مدار محض موہبت ہے اختیار اور اکتساب نہیں حاصل یہ کہ نبوت بھی موہوب اسپر جو قرب ہے وہ بھی موہوب نبوت افعال اختیاریہ میں سے نہ اُسکا قرب مسبب

ع شہوت دنیا مثل بھٹی کے ہے کہ اوس سے تقویٰ کا حمام گرم ہوتا ہے ۱۲

افعال اختیار یہ سے ہے اب بحمد اللہ اسکی حقیقت سمجھ میں آگئی ہوگی بعض فلاسفہ کا خیال ہے کہ ہم اعمال کے ذریعے سے انبیاء سے بڑھ سکتے ہیں یہ بالکل غلط ہے جو چیز موہوب ہے وہ کسب سے حاصل نہیں ہو سکتی فرمایا اسکی ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص عمدہ لباس اور اچھا زیور پہنکر یہ دعویٰ کرے کہ میں فلاں حسین سے زیادہ خوبصورت ہوں اُسکا یہ دعویٰ غلط ہوگا اس لئے کہ خداداد حسن کا مقابلہ ان خارجی چیزوں سے نہیں ہو سکتا اگرچہ کتنا ہی سنگار اور بناؤ کیا جائے خوب فرماتے ہیں ؎

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند[عہ]	دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد
؎ زعشق ناتمام ما جمال یار مستغنی ست[عہ]	بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبارا

اور اگر اعمال اور کسب پر اسکا انحصار ہوتا تو میں پوچھتا ہوں کہ انبیاء نے کونسا عمل کیا تھا جسکے صلہ میں نبوت ملی اس قسم کے غلو ہوئے ہیں جہلاء کو۔

۱۱ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہار شنبہ

(ملفوظ ۲۴۷) فرمایا کہ ایک صاحب کو پیشین گوئیوں کا بہت مرض ہے ان کے متعلق ایک صاحب کا خط آیا ہے اور دریافت کیا ہے کہ فلاں صاحب نے آپ کے متعلق جو پیشین گوئی کی تھی وہ کیا ہے اور پوری ہوئی یا نہیں۔ حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تعجب ہے پیشین گوئی تو کریں فلاں صاحب اور دریافت فرمائیں مجھ سے انہیں سے پوچھئے۔ ایک مولوی...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کے مدرسہ دیوبند کی سرپرستی سے استعفاء دینے کی خبر تھی اسکی ان صاحب نے پیشین گوئی کی تھی غالباً یہ وہ ہے حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ جب استعفاء کے بعد خبر دی یہ تو پسین گوئی ہوئی پیشین گوئی تو نہ ہوئی۔

(ملفوظ ۲۴۸) فرمایا کہ امیر شاہ خانصاحب مرحوم فرماتے تھے کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب مرحوم

عہ محبوبان مجازی سب بناؤ سنگار کے محتاج ہیں۔ ہمارا محبوب وہ ہے جس کو حسن خداداد حاصل ہے ۱۲
عہ حسن یار کو ہمارے عشق ناتمام کی کوئی ضرورت نہیں۔ حسین چہرہ کو بناؤ سنگار کی ضرورت ہی کیا ہے ۱۲

سے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی احمد رضا خاں صاحب کے رسائل آیا کرتے ہیں کہیں سے سناؤ تو کوئی حق بات اگر اُنمیں ہوگی تو مان لیں گے مولوی یحییٰ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اُن میں تو گالیاں ہی گالیاں ہیں فرمایا کہ دور کی گالیاں لگا نہیں کرتیں سناؤ تو مولوی صاحب نے عرض کیا کہ میں تو نہیں سنا سکتا خاموش ہوگئے اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ رے بے نفسی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی کہ ایسے مخالف اور مقابل سے حق بات قبول کرنے میں بھی استنکاف (عار) نہیں بلکہ اُس کا اہتمام فرمایا۔

(ملفوظ ۲۳۳) ایک مولوی ..... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت خشوع کیسے حاصل ہو۔ فرمایا کہ خشوع کی حقیقت شرعیہ اسکی حقیقت لغویہ ہی کی ایک فرد ہے یعنی یہ ایک لغت ہے جسکے معنی ہیں سکون پس قلب کے سکون کو خشوع کہتے ہیں اور سکون قلب مقابل ہے قلب کی حرکت کے اور یہ حرکت قلب کی وہی ہے جسکو منطقی حرکت فکریہ کہتے ہیں پس اس حرکت کا مقابل یہ ہے کہ فکر میں حرکت نہ ہو بلکہ سکون ہو یعنی افکار میں حرکت نہ کرے یہ نہایت مناسب عنوان ہے اس عنوان سے مسئلہ کا اختیاری ہونا ظاہر ہوتا ہے آگے افکار میں حرکت نہ کرنیکا طریقہ قابل تحقیق رہ گیا سو وہ طریقہ یہ ہے کہ ایک محمود شئے کی طرف متوجہ ہو جائے اس سے دوسری حرکات غیر محمودہ بند ہو جائیں گی۔ یہ تجربہ ہے اس سے یکسوئی ہو جاتی ہے پھر یہ کہ وہ شئے محمود کیا ہے سو اُسکے طرق متعدد ہیں۔ مثلاً یہ سوچ لے کہ خانہ کعبہ سامنے ہے۔ یا اگر الفاظ کی طرف توجہ آسان ہو یہ کر لے۔ یا معانی کی طرف توجہ کرے یا اگر ذات عـہ بحت کی طرف توجہ ہو سکے تو سب سے اولیٰ ہے۔ اب یہ سوال رہا کہ جس چیز کی طرف بھی توجہ کرتا ہو توجہ کس درجہ کی رکھے جس سے خطرات نہ آویں سو اسکے متعلق تجربہ سے معلوم ہوا کہ زیادہ کنج وکاو (کھود کرید) کرنا موجب ثقل ہے، معتدل توجہ کافی ہے جسکا درجہ ایک مثال سے بیان کرتا ہوں اور وہ بالکل الدین یسر (دین آسان ہے) کے مطابق ہے باقی اس سے زائد عسر (تنگی) میں پڑنا ہے سو جسکیلئے حدیث میں لن تحصوا فرمایا ہے یعنی اسپر عادۃً قدرت نہیں ہے۔ وہ مثال یہ ہے کہ ایک کچا حافظ ہے اُسکو اُستاد کا حکم ہوا کہ نفلوں میں قرآن شریف سناؤ۔ یہ حافظ سنانے کے وقت یقیناً بے توجہی سے تو ہرگز نہ پڑھیگا کیونکہ یاد نہیں سوچ کر پڑھیگا۔

عـہ یعنی حق تعالیٰ کی ذات ۱۲

لیکن اس درجہ کی سوچ بھی نہ ہوگی کہ دوسری شئے کا بالکل تصور ہی نہ آئے بلکہ یہ توجہ وسط درجہ
کی ہوگی کہ نہ غفلت ہوگی اور نہ ایسی کاوش کہ اسکا غیر بالکل ہی ذہن میں نہ آئے بس ایسی توجہ
عبادت میں تحقق خشوع کیلئے کافی ہے اگر اسی درجہ خشوع کا انتظام واہتمام ہو جائے تو
بس مامور بہ ادا ہو گیا ورنہ حدیث من[عہ] شاق شق اللہ علیہ کا مصداق ہوگا اب اگر
اس درجہ کے ساتھ دوسرے وساوس مستحضر بھی ہو جائیں تو مضر نہیں کیونکہ غیر مامور بہ کا یہ
استحضار اس نے نہیں کیا یہ اسکا فعل نہیں لہذا یہ اسکا مکلف بھی نہیں اسکی ایسی مثال ہے
کہ جیسے آنکھ سے کسی خاص نقطہ کو قصداً دیکھیں تو اسکی ساتھ اسکے ماحول پر بھی ضرور نظر جاتی ہے
مگر چونکہ یہ نظر قصداً نہیں اسلئے یہی کہیں گے کہ فلاں نقطۂ خاص دیکھا ماحول کو خود نہیں دیکھا
بلکہ نظر آگیا تو جیسے یہ انتشار شعاع بصر میں ہوتا ہے اسی طرح بصیرت میں بھی ہوتا ہے کہ قصد
تو ایک خاص چیز کی طرف ہے مگر بلا قصد دوسری چیز پر نگاہ جا پڑتی الحمد للہ اس مضمون کو میں نے
امروہہ کے وعظ میں بہت بسط سے بیان کیا تھا لوگ بہت منتفع اور مسرور ہوئے تھے بس علم
تو اس مسئلہ کا کافی طور پر ہو گیا آگے عمل کی ضرورت ہے۔ بہت سے سالک اسمیں مبتلا ہیں کہ
تدبیر معلوم ہے اور عمل نہیں کرتے اس معلوم ہو جانے ہی کو گویا حصول مقصود سمجھتے ہیں۔
حتی کہ بہت سے مشائخ اس بلا میں مبتلا ہیں کہ تدبیر جانتے ہیں اور خود عمل نہیں کرتے مگر ہم
ایسی تدبیر کو لیکر کیا چولھے میں ڈالیں جب عمل ہی نہیں۔

(ملفوظ ۲۵۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض علماء غیر حنفیہ نے لکھا ہے کہ صلوٰۃ جہری میں
مقتدی کا فاتحہ پڑھنا محتمل ہے لیکن سری میں پڑھنا چاہئے کیونکہ سکوت شرعاً عبادۃ[عہ] نہیں فرمایا کہ
ہمکو یہ تسلیم نہیں کیونکہ یہ سکوت مامور بہ ہے اور امتثال مامور بہ عبادۃ ہے نیز یہ ایسا سکوت نہیں جو عمل ہو بلکہ
کف عن[عہ] الکلام ہی اور کف عمل ہے پس اسکے عبادت ہونے میں کچھ غبار نہیں جیسے کف عن[سہ] المناہی عبادۃ ہے۔

(ملفوظ ۲۵۱) فرمایا کہ چیونٹیاں جو مٹھائی وغیرہ پر چڑھتی ہیں اگر سانس روک کر وہ شئے رکھی
جائے تو اسپر چیونٹیاں نہیں چڑھتیں۔ میں نے خود اسکا تجربہ کیا ہے۔ یہ عمل بھی مسمریزم کی ایک

عہ جو شخص اپنے اوپر مشقت ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اوسکو مشقت میں مبتلا فرما دیتے ہیں ۱۲ عہ کلام سے رکنا ۱۲
سہ گناہوں سے رکنا ۱۲

قسم ہے ایسے اعمال میں اصل دخل عامل کی قوت خیالیہ ہے اور خیال کی قوت مسلم ہے،
میں نے بلا واسطہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا ہے کہ ایک شخص کو
یہ خیال ہوتا تھا کہ شیر آیا اور کمر پر پنجہ مار گیا اُسکے اس خیال سے پنجہ کا نشان کمر پر ہو جاتا تھا
اور اُس سے خون گرتا تھا مسمریزم کی حقیقت یہی ہے باقی ارواح کا آنا وغیرہ سب فضول
دعوے ہیں یہ سب صرف خیال کی کرشمہ کاریاں ہیں۔ ایک بار کانپور میں مسمریزم کے جاننے
والے آئے اُنھوں نے میرے سامنے بعض افعال میز کے ذریعہ دکھلائے اول جلسہ میں تو
میں کچھ نہیں سمجھا دوسرے جلسہ میں ایک دلیل سے سمجھ میں آ گیا کہ یہ ارواح کا تصرف نہیں محض
خیال کے اخذال ہیں پھر تیسرے جلسہ میں بطور دلیل الزامی کے میں نے خود زبان سے یہ کہا کہ
اگر میز کے اندر روح آتی ہے تو ایک بار پایہ اُٹھ جاوے اور اگر روح نہ آتی ہو تو دو بار اُٹھ جاوے
سو دو بار پایہ اُٹھا تب میں نے دیکھنے والوں سے کہا کہ دیکھو ان ہی کے قاعدہ سے ارواح کا
آنا باطل ثابت ہوا یہ سب خیالی باتیں ہیں۔

(ملفوظ ۲۴۲) فرمایا کہ امام صاحب کی مجلس میں ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ ایک شخص کہتا
ہے کہ کوئی کافر جہنم میں نہ جائیگا اسکا کیا حکم ہے۔ امام صاحبؒ نے شاگردوں سے فرمایا کہ
جواب دو سب نے عرض کیا کہ یہ شخص کافر ہے اور نصوص کا مکذب ہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ
تاویل کرو عرض کیا کہ ناممکن ہے۔ فرمایا یہ تاویل ہے کہ جہنم میں جانے کے وقت کوئی شخص
اُس وقت کافر نہ ہو گا یعنی لغوی کافر بلکہ مومن لغوی ہو گا گو شرعی کافر ہو کیونکہ اُس وقت حقائق کا
انکشاف اُسپر ہو جائیگا تو کسی امر واقعی کا اُس وقت منکر نہ ہو گا۔ ھٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ
بِهَا الْمُجْرِمُونَ بلکہ بعض جہنم کے انکشافات کافر کو زائد ہونگے مومن کو نہیں ہونگے جو کہ برق
خاطف (اچکنے والی بجلی) کی طرح گذر گیا۔ کیا ٹھکانہ ہے امام صاحب کی ذہانت اور احتیاط کا۔

(ملفوظ ۲۴۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر کسی خارق (کرامت) کے جذب
میں زیادت تعلق مع اللہ محسوس ہو تب تو وہ کرامت ہے اور اگر اس میں زیادت محسوس نہ ہو
تو ناقابل اعتنا (توجہ) ہے اور یہ جو آجکل مخترع کشف و کرامت کی بناء پر پیروں کو مریدان می

ھٰذِهِ یہ ہے وہ جہنم جسکو مجرم لوگ جھٹلاتے تھے ۱۲

پرانند کا مصداق بناتے ہیں اور لوگوں کو پھنساتے ہیں بالکل ہی واہیات بات ہے اسی سلسلہ میں ایک واقعہ بیان کیا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بدوی نفاع نام معتقد تھا اس نے ایک بار کہلا کر بھیجا کہ لڑائی میں میرے گولی لگ گئی ہے تکلیف ہے دعا کیجئے نکل جائے اس کا بیان ہے کہ دوسرے دن حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور زخم میں انگلی ڈال کر گولی نکال دی حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنکر فرمایا کہ مجھے پتہ بھی نہیں۔ نیز بعض اوقات خارق استدراج (ڈھیل) ہوتا ہے اور استدراج کے بعد نفس میں کبر ہوتا ہے بس ایسے اشتباہ کی حالت میں اگر کوئی چیز راحت اور آرام کی ہے تو وہ ذکر اللہ میں مشغول رہنا ہے اور گمنامی اور اپنے کو فنا کر دینا اور مٹا دینا اس ہی میں لطف ہے۔ بدون اسکے چین ملنا مشکل ہے۔ مولانا فرماتے ہیں

؎ ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست — جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

اور کرامت و استدراج میں ایک ظاہر فرق یہ ہے کہ صاحب کرامت متصف بالایمان و العبادہ وغیرہ ہوگا۔ اور صاحب استدراج افعال منکرہ میں مبتلا ہوگا اور پہلا فرق جو مذکور ہوا انکسار و تکبر وغیرہ کا وہ اثر کے اعتبار سے ہے۔

(ملفوظ ۲۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ شق قمر کا معجزہ علامات قیامت سے ہے اسمیں وقوع کا انکار نہیں بلکہ معجزہ نہیں مطلب یہ ہے کہ جیسے طلوع شمس من المغرب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ نہیں بلکہ علامات قیامت سے ہے ایسے ہی شق القمر بھی معجزہ نہیں بلکہ علامات قرب قیامت سے ہے جیسے آیت میں اقتراب ساعت کے اقتران سے مفہوم بھی ہوتا ہے عہ اقتربت الساعۃ وانشق القمر۔

(ملفوظ ۲۵۴) ایک مولوی صاحب کے جواب میں فرمایا کہ کذب اخبار میں ہوتا ہے انشاءات میں نہیں ہوتا اور وعید انشاء ہے اگر صیغہ اخبار کا بھی ہو وہ محض صورۃً ہے معنیً انشاء ہی میں داخل ہے اسی سے بعض لوگوں نے کہدیا و خلافاً للجمہور کہ خلف فی الوعید وقوعاً بھی جائز ہے اور اسپر جو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ قول وقوع الکذب ہے اسکا یہی جواب دیا ہے کہ کذب اخبار میں ہوتا ہے اور وعید صورۃً اخبار ہے ورنہ حقیقت میں انشاء ہے۔ مگر جمہور کیلئے قاضی ثناء اللہ صاحب

عہ مضمون قرب قیامت کو شق القمر کے ساتھ ملا کر بیان کرنے سے ۱۲ عہ قیامت نزدیک آپہونچی اور چاند شق ہوگیا

رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ ویستعجلونک بالعذاب ولن یخلف اللہ وعدہٗ یہاں وعدہ سے مراد یقیناً وعید ہے بقرینہ ذکر العذاب تو قرآن کی نص سے خلف فی الوعید کا ممتنع ہونا معلوم ہو گیا۔

۱۲ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۲۵۶) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کو کھانسی کی بڑی تکلیف ہے اور رمضان شریف میں اس قسم کی تکلیف جیسے کھانسی زکام وغیرہ ذرا دیر سے اچھی ہوتی ہے اور وجہ یہ بیان کی کہ روزہ کے سبب وقت بے وقت کھانے پینے کا کچھ نہ کچھ اثر ہوتا ہی ہے اس پر فرمایا عہ ان اللہ یحب ان توتی رخصہ کما یحب ان یوتی عزائمہ

جامع صغیر میں یہ روایت ہے اس روایت سے افطار کی بھی ہمت ہوگی کہ اگر طبیب شرعی فتویٰ دیدے تو میں افطار کردوں اس لئے مجھ کو تکلیف سے تنگی نہیں۔

(ملفوظ ۲۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آداب سماع میں لکھا ہے کہ مجلس میں کوئی شخص دوسرے مذاق کا نہ ہو ورنہ قلب میں تنگی اور اس سے وجد و حال میں کاوٹ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہر شخص کے سامنے بولنے کو میرا دل نہیں کھلتا۔ اب لوگوں نے سماع کو تماشا بنا لیا ہے حتیٰ کہ لہو و لعب تک نوبت پہونچ گئی ایک مرتبہ بریلی میں ایک عرس کے موقع پر کلکٹر اور سپرنٹنڈنٹ کو مجلس سماع میں بلایا گیا سپرنٹنڈنٹ نے کلکٹر سے کہا کہ میرے بدن میں تو سنسناہٹ معلوم ہوتی ہے کلکٹر نے کہا میری بھی یہی حالت ہے آخر دونوں اٹھکر چلے گئے اب لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو انگریزوں پر بھی اثر ہوا میں نے سنکر کہا کہ یہ نفسانی اثر ہے اس میں مومن کی بھی تخصیص نہیں چنانچہ سانپ پر بھی بین کا اثر ہوتا ہے۔ یہ تو چیز ہی ایسی ہے آخر شارع کی کوئی تو حکمت ہے کہ ایسی چیزوں کی ممانعت فرمائی گئی وہ حکمت یہی اثر نفسانی ہے۔ ایک

عہ اللہ تعالیٰ جس طرح اصل اعمال کی بجا آوری کو محبوب رکھتے ہیں۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے کوئی عبادت شرعاً ترک دی گئی ہو اس پر عمل کرنے کو بھی محبوب رکھتے ہیں ۱۲ عہ ذریعہ لوگ آپ عذاب کی تعجیل کرتے ہیں [illegible]

صاحب نے مجھ سے ایک حکایت بیان کی تھی کہ ایک باغ والے نے باغ میں سیٹی بجائی ہرنی وحشی اُس آواز سے اس طرح مدہوش ہوکر پاس آکھڑی ہوئی اسکے بعد بطور لطیفہ کے فرمایا کہ اثر سماع کیلئے غزال ہونا بھی کافی ہے غزالی ہونے کی ضرورت نہیں۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حدیث قرآن شریف سُنکر جو کیفیت پیدا ہو وہ کیسی ہے فرمایا کہ دیکھنا یہ ہے کہ حدود کے اندر ہے یا باہر لوگ ایسی باتوں میں یا ایسے معاملات میں بوجہ بے خبری کے حقیقت کو نہیں پہونچتے اسباب کو دیکھتے ہیں آثار کو نہیں دیکھتے۔ اسباب کا دیکھنا نہیں بلکہ دیکھنا آثار کا ہے جیسے اگر کوئی مجلد اور ضخیم قرآن شریف سے کسی کو ہلاک کردے۔ کیا یہ جائز ہو جائیگا۔ اب اگر قرآن شریف سُنکر نفسانی کیفیت پیدا ہو تو وہ محمود نہ ہوگی۔ مثلاً کسی امرد سے قرآن شریف سُنا اُسکی آواز یا صورت سے قلب میں ایک کیفیت پیدا ہوئی تو یہاں اسباب کو نہ دیکھیں گے آثار کو دیکھیں گے اور ظاہر ہے کہ وہ کیفیت یقیناً نفسانی ہوگی۔ ایسی ہی سماع کو سمجھ لیا جاوے اسکے بھی حدود ہیں ہر شخص کو جائز نہیں جیسا کہ آجکل ہر کس وناکس کو اسمیں ابتلاء ہے شیخ شیرازی اسی فرق کو کہتے ہیں کہ ؎

سماع[عـه] اے برادر بگویم کہ چیست ۔۔۔ گر مستمع را بدانم کہ کیست

مولانا جامی فرماتے ہیں۔ ؎

زندہ[عـه] دلاں مردہ تناں را رواست ۔۔۔ مردہ دلاں زندہ تناں را خطاست

سلطان نظام الدین قدس سرہٗ اسکے کیلئے چار شرائط بتاتے ہیں۔ سامع مُسمِع مسموع۔ آلہ سماع۔ فرماتے ہیں سامع[ـــه] از اہل دل باشد از اہل ہوا و شہوت نباشد مُسمِع مرد تمام باشد زن و کودک نباشد مسموع مضمون ہزل نباشد۔ آلہ سماع چنگ و رباب درمیان نباشد۔ میں ایک بار اپنے ایک صاحب سماع بزرگ کو تلاش کرنے سلطان جی کے عرس میں قبل وقت

عـه اے بھائی سماع کا حکم تو میں تم کو بتاؤں کیا ہے۔ گر پہلے سُننے والے کو معلوم کردوں کہ کون ہے ۱۲
عـه جن کے دل (بوجہ تعلق مع اللہ کے) زندہ ہوں۔ اور بدن مردہ ہوں اون کے لئے (سماع) جائز ہے۔ اور جن کے دل مردہ اور تن زندہ ہوں اون کو سُننا غلطی ہے ۱۲ ـــه سُننے والا اہل باطن ہو اہل ہوائے نفسانی و اہل شہوت نہ ہو سُنانے والا پورا مرد ہو۔ عورت یا بے ریش لڑکا نہ ہو۔ سُننے کی چیز کوئی بیہودہ مضمون نہ ہو۔ آلہ سماع باجے گاجے نہ ہوں ۱۲

عرس حاضر ہوا میں اسوقت کانپور میں تھا اُن سے ملنے دہلی آیا تھا میں سمجھا کہ وہ عرس پر چلیں گے مگر اُسوقت تک عرس میں آئے نہ تھے میں قریب نماز ظہر کے گیا کہ شہر میں ملا تو وہاں چشتی ہی چشتی جمع تھے انھوں نے مجھکو گھیرا کہ چشتی ہو کر سماع شروع ہونیکے وقت کہاں چلے میں نے کہا کہ اگر میں شریک ہو جاؤنگا تو حضرت سلطان جی خفا ہو جاوینگے اور میں نے اوپر کا ملفوظ سلطان جی کا پڑھ دیا اور کہا کہ مجھ میں یہ شرائط نہیں۔ سب نے کہا کہ تم تو اسکے اہل ہو مگر ہم اہل نہیں ایسی تبلیغ ہمکو آجتک کسی نے نہیں کی تھی۔

(ملفوظ ۲۵۴) فرمایا کہ اگر بہت مرض یہ مشتی ہو تو اول تو اس سے نکلنا مشکل اور اگر کسی صورت سے نکل بھی جائے تو اکثر اسکا اثر نہیں جاتا میں تو کہا کرتا ہوں کہ کچی ہانڈی اگر بگڑ جائے اس کا سنوارنا مشکل ہے اور پکی کا آسان ولن یصلح العطار ما افسد الدھر[عہ]۔

(ملفوظ ۲۵۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تین کتابیں البیلی ہیں۔ قرآن شریف۔ بخاری شریف۔ مثنوی شریف ان کا کوئی ایسا ضابطہ نہیں جس سے یہ قابو میں آجائیں۔ البیلی کے یہی معنی ہیں۔

۱۳ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۲۵۶) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ذات بحت[عہ] کا تصور کیسے ہو سکتا ہے فرمایا جب مثلاً اللہ سمیع کہتے ہیں تو محمول کے اثبات کیلئے کچھ نہ کچھ تصور موضوع کا ہوتا ہی ہے۔ بس اتنی مقدار مراقبہ کیلئے کافی ہے۔

(ملفوظ ۲۵۷) عین اصطلاح صوفیہ میں وہ چیز ہے کہ کسی شے کے تابع اس طرح ہو کہ بدون اس شے کے نہ پایا جاوے پس تابع کو اس معنی کو عین متبوع کہیں گے۔ اسلئے یوں تو کہیں گے کہ خلق عین حق ہے یوں نہ کہیں گے کہ حق عین خلق ہے[عہ] اسی لئے شیخ اکبر نے فرمایا ہے کہ ھو لا انت کہنا

عہ جس کو زمانہ کی آب و ہوا نے بگاڑ دیا ہو اسکو عطار بھی درست نہیں کر سکتا ۱۲ عہ خالص ذات حق تعالیٰ ۱۲ عہ مگر مجازاً ۱۲

جائز ہے (انت هو) کہنا جائز نہیں کیونکہ هو مشکل دل میں موضوع ہے اور محمول تابع ہوتا ہے اور صورت ثانیہ میں بالعکس عوام لوگوں کے قلوب میں اصطلاحات منطق کی ہوتی ہیں اور تصوف میں بھی وہی معنی لیکر قائل کی تکفیر کرنے لگتے ہیں حالانکہ عوام الناس خود میں اس معنی ذیب بولتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ تم تو اپنے ہی ہو کوئی غیر نہیں ہو تو غیریت کی نفی میں عینیت کا اثبات ظاہر ہے بس اسی طرح صوفیہ کہتے ہیں. پھر ان سے کیوں وحشت ہے۔

(ملفوظ) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ اپنے زمانہ میں حجۃ اللہ فی الارض تھے جو علوم صدیوں سے مخفی تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کی زبان سے ظاہر فرمادیئے اُن کی سب سے بڑی دولت طریق تربیت تھا کوئی آدمی ایسا نہ دیکھا کہ جس نے حضرت سے اپنی حالت بیان کی ہو اور اُسکی پریشانی زائل نہ ہوگئی ہو۔

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وسوسہ کیا شئے ہے۔ فرمایا کہ جو امر منکر بلا اختیار قلب پر وارد ہو جائے میں اسی کو وسوسہ سمجھتا ہوں مگر چونکہ بلا اختیار ہے اسلئے مضر نہیں۔

(ملفوظ) فرمایا بزرگوں کو جو خطوط لکھے جائیں اُن میں اشعار کا لکھنا میں خلاف ادب سمجھتا ہوں ہاں بطور جوش نکل جائے تو دوسری بات ہے قصداً ایسا کرنے کا حاصل یہ ہے کہ اُنکو اشعار سے متاثر کرکے کام نکالنا چاہتا ہے نیز اپنی لیاقت کا اظہار ہے طالب کا کوئی فعل معلم کے ساتھ ایسا نہ ہونا چاہیئے۔

(ملفوظ) فرمایا کہ میں پہلے جب حضرت کی خدمت سے نیا نیا آیا تھا اہل طریق کی دیکھا دیکھی توجہ بھی دیا کرتا تھا شاہ لطف الرسول صاحب وغیرہ توجہ میں بیٹھتے تھے اور اُن پر بہت سے مخفیات منکشف بھی ہوتے تھے لیکن میں کورا ہی رہتا تھا۔

(ملفوظ) فرمایا کہ فقہ اور حدیث سے مجھے مناسبت کم ہے اور گو تفسیر سے بھی پوری تو نہیں لیکن فقہ اور حدیث کی نسبت زائد ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ تصوف سے اور زائد مناسبت ہے

(ملفوظ) فرمایا کہ جب مجھ جیسا کم علم آدمی سب آسان طریقے جانتا ہے تو سمجھ لو کہ تصوف کس قدر سہل ہے چنانچہ حقوق الشیخ کا آسان خلاصہ یہ ہے کہ اُسکی دل آزاری نہ ہو۔

(ملفوظ ۲۶۸) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجدد وقت ہیں فرمایا کہ چونکہ نفی کی بھی کوئی دلیل نہیں اسلئے اسکا احتمال مجھکو بھی ہے مگر اس سے زائد جزم نہ کرنا چاہئے محض ظن ہے اور یقینی تعیین تو کسی مجدد کا بھی نہیں ہوا (الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ علیٰ ھذا الاحتمال ۱۲ جامع)

(ملفوظ ۲۶۹) فرمایا کہ قطب التکوین کو اپنی قطبیت کا علم ضروری ہے مگر قطب الارشاد کو ضروری نہیں ابدال وغیرہ بھی تکوینیات سے متعلق ہیں۔ قطب الارشاد میں تعدد ضروری نہیں قطب التکوین متعدد ہوتے ہیں مگر قطب الاقطاب تمام عالم میں ایک ہوتا ہے اُس کا نام غوث ہے اہل کشف انکو پہچانتے ہیں۔ قطب التکوین دائماً (ہمیشہ) اور قطب الارشاد احیاناً (کبھی کبھی) متعدد بھی ہوتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا زمانہ تحریک خلافت میں خانقاہ کے پاس فرش افضل سے گوار کے نیچے میرے مکان کے سامنے ایک ایک مجذوب آکر رہتے تھے میں سمجھتا تھا کہ شاید منجانب اللہ حفاظت کیلئے مقرر ہیں ایسے مجاذیب بدلتے بھی رہتے ہیں جیسے سرکاری حکام گورنمنٹ کے بدلتے رہتے ہیں۔

(ملفوظ ۲۷۰) فرمایا کہ میرا ذوق ہے کہ انبیاء سے معصیت صادر نہیں ہوتی بلکہ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ طاعت ہی ہے گو خفی ہی اور عصیٰ وغویٰ وغیرہ جو صیغے مستعمل ہیں وہ باعتبار شق مقابل کے ہیں کہ وہ شق مقابل صادر سے افضل ہے نہ یہ کہ یہ معصیت ہے اور تعبیر بالمعصیت محض صورۃً ہے (یہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہے)۔

(ملفوظ ۲۷۱) فرمایا کہ معاصی ماضیہ کے تدارک کیلئے استغفار کرلے اور آئندہ کیلئے نفس پر جرمانہ مقرر کرلے خواہ بدنی ہو یا مالی ہو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں من قال تعال اقامرک فلیتصدق اسکی لم پر نظر فرمائی ہے مقامرۃ کی وجہ حب مال ہے تصدق سے محبت مال کی نکل جائیگی۔

(ملفوظ ۲۷۲) فرمایا کہ اہل علم کے کام کی ایک بات بتلاتا ہوں کہ دین پر عمل کرنیکا مدار سلف صالحین کی عظمت پر ہے اسلئے حتی الامکان اُن پر اعتراض و تنقیص کی آنچ نہ آنے دینا چاہئے۔

(ملفوظ ۲۷۳) فرمایا کہ یہ طریق بہت ہی نازک ہے اسلئے رہبر کامل کی ضرورت ہے بعض اوقات ماضی پر افسوس کرنا بھی حجاب مستقبل کا ہوجاتا ہے کہ اسی تاسف میں غلو کی ساتھ مشغول ہوکر

عہ جو شخص کسی سے کہے کہ آؤ جوا کھیلیں تو اس کہنے والے کو چاہیے کہ کچھ صدقہ کردے ۱۲ ج

آئندہ کیلئے معطل ہو جاتا ہے ۔

۱۴ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ ،

(ملفوظ ۲۷۳) ایک مولوی صاحب نے اپنی حالت بیان کی جسکے چار اجزاء تھے ۱ یہ کہ نماز میں اب یہاں رہکر حضرت کی برکت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذات بحت بے کیف کے سامنے موجود ہو اور نہایت عاجزی سے قصور کی معافی کی خواستگاری کر رہا ہوں مگر یہ کیفیت مستقر نہیں ہوتی جاتی رہتی ہے اور بعض ارکان میں بالکل خطرات مستولی ہو جاتے ہیں بعض ارکان میں دوسرے کسی خاص خیال محمود پر دل لگاتا ہوں بعض دفعہ ارکانی ادعیہ کے معنی کی طرف خیال ہوتا ہے۔ بعض دفعہ نہ معلوم کہاں چلا جاتا ہوں یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ نماز میں ہوں یا نہیں ایک حالت پر استقرار کیسے ہو۔ حضرت والا نے (جواب) میں فرمایا یہ تقلبات سفر ہیں اور ثبات منزل ہے منزل پر رسائی سفر ہی سے ہوتی ہے اور کوئی طریق نہیں یوں ہی چلتے دیکھئے انشاء اللہ تعالیٰ ایک روز ثبات بھی عطاء ہو جائیگا جسکی کوئی مدت متعین نہیں ہو سکتی جب تک حاصل نہ ہو اسکی طلب و قصد بھی قرب قبول میں بجائے حصول ہی کے ہے (۲) یہ پختہ عہد کر لیا ہے۔ کہ خدا چاہے کوئی گناہ نہ کرونگا اور اگر ہوا تو نفس کو خوب سزا دینی چاہیئے مگر وہ سزا سمجھ میں نہیں آتی جس سے یہ امارہ مطمئنہ ہو جائے (جواب) میں فرمایا ہر ایک نفس کی جدا سزا ہے جیسے حضرات فقہائے نے شریف کی تعزیر اور لکھی ہے مثلاً محکمہ قضاء میں بلاکر قدرے ملامت کر دینا بس آپ کے نفس کیلئے بھی یہی سزا کافی ہے مگر نفس غیر شریف کیلئے دوسری ہے (۳) فکر یہ ہے جب یہاں سے جاکر دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاؤنگا تو یہ یادداشت کیسے رہیگی۔ اسکی کیا تدبیر ہے (جواب) میں فرمایا میرے معروضات زبانی یا مکاتبت کو ضبط کر کے پاس رکھنا اور گاہ گاہ مطالعہ فرما لینا انشاء اللہ تعالیٰ ایک بڑی حد تک کافی ہوگا (۴) دو تین روز سے تقریباً ہر وقت یہ حالت رہتی ہے کہ قلب جیسے غمگین و حزین ہو بلکہ جیسے کسی غم میں برداشت

---

۱ نماز کے ارکان میں جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں ۱۲ ۲ مختلف حالات ۱۲ ۳ ایک حالت پر قرار ہو جانا۔ ۱۲

کرنیکے بعد حالت ہوتی ہے زیادہ توضیح سے اسکو بیان نہیں کرسکتا البتہ عجیب تازگی سی
کیفیت ہے مجھکو یہ بھی امتیاز نہیں کہ یہ کیفیت وہ ہے یا لذت بخش یہ حالت کسی وقت زائد
ہوتی ہے کسی وقت کم کچھ یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ شاید یہ حالت جزوی واقعات سے ہو جیسے
لڑکے کا بیمار ہو جانا وغیرہ واللہ اعلم۔ (الصواب (جواب) میں فرمایا اسباب کی تشخیص وہاں ضروری
ہے جہاں مضرت ہو تاکہ سبب کو مرتفع کیا جاوے اور اس سے کوئی مضرت نہیں اسلئے تشخیص
اسباب بھی ضروری نہیں ایسے حالات پیش آتے ہیں اور خود بخود مضمحل ہو جاتے ہیں
بالکل بے فکر رہئے۔

(ملفوظ ۲۷۵) فرمایا اس طریق میں اصل شئے طلب ہے بقدر طلب جو مناسب ہوگا ملیگا اور جہاں
ایک نظر میں کامیابی ہوتی ہے وہاں بھی مجاہدہ ہی کی بدولت ہوتی ہے بہت سے مجاہدات
اس نظر سے مقدم رہے ہیں یہ مسئلہ بلکہ تمام فن تصوف بہت صاف ہے۔ جہلاء نے غلط
قواعد مشہور کئے ہیں جنکی کوئی اصل نہیں چنانچہ ایک نظر میں کامیابی کی توقع میں بیٹھے رہتے ہیں۔

(ملفوظ ۲۷۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اتفاقاً ایک صاحب خط کے جواب میں جن پر فوجداری
مقدمہ تھا محض توکل پر میرے قلم سے نکل گیا کہ انشاء اللہ کچھ نہ ہوگا وہ اتفاقاً اس مقدمہ سے
بری ہو گئے وہ سمجھے کہ مجھکو پتہ چلگیا تھا حالانکہ مجھکو علم بھی نہ تھا۔ پیراں نمی پرند و مریداں می پرانند اسی کو کہتے ہیں۔

(ملفوظ ۲۷۷) فرمایا کہ میں اپنے احباب کو مشورہ دیتا ہوں کہ کتاب احیاء العلوم کا باب الخوف نہ
دیکھیں امام پر ہیبت غالب ہے اسلئے عنوانات سخت ہیں جنکا تحمل نہیں ہوتا مثلاً لکھا ہے
کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا اے داؤد مجھسے ایسے ڈرو جیسے کہ درندہ سے ڈرتے ہیں اسپر امام علیہ
الرحمۃ نے لکھا ہے کہ درندہ مجرم ہی کو نہیں پھاڑتا۔ یہاں پر ظاہر میں شبہ ہو جاتا ہے کہ تعذیب
بلاوجہ ہو سکتی ہے حالانکہ مطلب یہ ہے جیسے درندہ سے کہ غیر مجرم بھی ڈرتا ہے کہ وہ محض
عظمت کا خوف ہے اسی طرح حق تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے خواہ کوئی جرم نہ کیا ہو تو وجہ تشبیہ
صرف یہ ہے نہ یہ کہ حق تعالیٰ غیر مجرم کو بھی عذاب دیتے ہیں امام علیہ الرحمۃ کی عبارت ناکافی
ہے غلبۂ حال کی وجہ سے۔

(ملفوظ ۲۷۸) فرمایا کہ میری سختیاں آسان راستہ پر لانیکے لئے ہیں پس یہ تیسر کیلئے عسر ہے جیسے

چھت کے کنارے پر بچہ آ رہے جس سے اندیشہ نیچے گرنے کا ہو تو گھر والے اسکا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹینگے اور دو ایک تھپڑ بھی ماریں گے اس موقع پر نرمی سے وعظ نہ کہیں گے کہ صاحبزادہ ایسے موقع پر نہیں آیا کرتے گر جاؤ گے ہلاک ہو جاؤ گے اِدھر آ جاؤ اگر یہ وعظ شروع کر دیا تو اتنی دیر میں تو وہ گر کر مر بھی جائیگا۔

۱۵ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۲۷۹) فرمایا کہ یہ مثنوی میں مولانا کے اشعار ہیں۔

شعر: ظالم آں قومے کہ چشمان دوختند　　از سخن ہا عالمے را سوختند
نکتہ ہا چوں تیغ پولاد ست تیز　　چوں نداری تو سپر وا پس گریز،

خلاصہ یہ ہے کہ جیسے صحیح تصوف نے بہت سے لوگوں کے ایمان کی تکمیل کر دی اسی طرح نا اہلوں کے ہاتوں اُسی سے بہت سے لوگونکا ایمان بھی غارت ہو گیا۔ دیکھئے طعام لطیف جب خراب ہوتا ہے تو عام طعام سے زیادہ خراب ہوتا ہے اور جلد بھی ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۲۸۰) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ایک اہل دل فرماتے ہیں۔

شعر: درونِ[ع] سینہ من زخم بے نشاں زدہ　　بحیرتم کہ عجب تیر بے کماں زدہ

بعض صغائر مثل نظر بد بوسہ وغیرہ کے اپنے آثار کے لحاظ سے کبائر سے بھی زیادہ مضر ہو جاتے ہیں اور معاصی میں گو تفاوت ہے مگر اہل علم کو چاہئے کہ عوام کیلئے یہ عنوان اختیار نہ کیا کریں کہ شراب میں گناہ کم ہے قتل سے بلکہ یہ عنوان ہونا چاہئے کہ قتل میں شراب نوشی سے بھی زیادہ گناہ ہے۔ یہ نہ کہنا چاہئے کہ پیشاب ناپاکی میں کم ہے پاخانہ سے بلکہ یہ کہے کہ پیشاب شدید ہے گندگی میں اور پاخانہ اشد ہے عنوانات کو بڑا دخل ہوتا ہے مصلح اور مبلغ کو بڑے فہم کی ضرورت ہے۔

[ع] میرے دل میں تو نے ایک ایسا زخم لگایا ہے کہ جسکا کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ لہذا حیران ہوں کہ کیسا تیر مارا ہے جسکا وہم و گمان بھی نہ تھا ۱۲

(ملفوظ ۲۴۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اب ہندو ہندو نہ رہے پہلے ہندو بہت ڈرتے تھے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ وجہ نہیں وجہ یہ ہے کہ مسلمان مسلمان نہ رہے اگر مسلمان مسلمان ہو جائیں تو سب ہی پانی بھرتے نظر آئیں۔

(ملفوظ ۲۴۲) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کے پاس جو اس وقت تسبیح ہے یہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عطا فرمائی ہوئی ہے فرمایا کہ یہ وہ تسبیح نہیں یہ تسبیح امیر عبدالرحمن خان والی کابل نے اپنے کمانڈر ان چیف کو دی تھی انہوں نے محمد خان صاحب خورجوی کو دی محمد خان صاحب میرے پیر بھائی تھے انہوں نے مجھکو دی یہ سنگ مقصود کی تسبیح ہے۔

(ملفوظ ۲۴۳) فرمایا بعض جگہ اسکی رسم ہے کہ جبہ شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ لوگ ننگے سر اور پا برہنہ پھرتے ہیں اس سے عوام کے عقائد بگڑ جانے کا اور غلو کا اندیشہ ہے ورنہ وہ اپنی ذات میں ایسی بزرگ محترم چیز ہے کہ سر کے بل چلنا بھی کم ہے مگر ایسی باتیں انتظام شریعت کے خلاف ہیں لہذا اجتناب ضروری ہے۔

۱۵ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۲۴۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض صوفیہ سجدہ تعظیمی کے جواز کے قائل ہیں جمہور فقہاء حرام کہتے ہیں۔ اصل اسکی یہ ہے کہ بعض صوفیہ مجتہد تھے اگر کسیکو (ان کا) اجتہاد تسلیم نہ ہو تو کم از کم انکا یہ خیال ضرور ہے کہ ہم مجتہد ہیں جیسے سلطان جی۔ عرض کیا کہ اگر صوفیہ کو کوئی مجتہد سمجھے تو کیا وہ خدا کے یہاں معذور ہوگا۔ فرمایا ہاں اگر انکے پاس سامان اجتہاد موجود ہو جیسے سلطان جی کہ وہ عالم بھی ہیں اور اصل تو یہ ہے کہ ہم حسن ظن کی وجہ سے کہتے ہیں کہ مجتہد تھے اسی سلسلہ میں کسی نے عرض کیا کہ کیا سالک پر بھی غلبہ حال ہوتا ہے یہ تو جذب کی حالت ہے۔ فرمایا کہ سالک پر جو غلبہ حال ہوتا ہے وہ خاص حالت میں ہوتا ہے اور احیاناً ہوتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ اگر رونا آئے تو رونے یا

ضبط کر لے۔ فرمایا کہ حضرات نقشبندیہ ضبط کو کہتے ہیں لیکن چشتی کہتے ہیں کہ خوب رؤو ہر گز نہ رکو۔ یہ نادر ذات انصیاف (مہمانان غیبی) ہیں کس کی قسمت کہ رونا آئے۔ نقشبندی کہتے ہیں کہ ضبط کرنا چاہیے کہ انکا اصل مشرب اخفا ہے۔ حضرت جامی فرماتے ہیں۔

شعر: نقشبندیہ عجب قافلہ سالا رانند ؎ کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

حضرت والا نے بطور لطیفہ کے فرمایا کہ ایک نقشبندی نے چشتی سے کہا کہ ہمنے سنا ہے کہ تم ذکر جہر کرتے ہو۔ چشتی نے کہا کہ ہمنے سنا ہے کہ تم ذکر خفی کرتے ہو (یعنی خفی بھی پوشیدہ نہ رہا) چنانچہ ہمنے سن لیا اس اعتبار سے ذکر خفی اور ذکر جہر دونوں برابر ہوگئے۔

(ملفوظ) فرمایا کہ ایک عجیب شعر ہے فرماتے ہیں ؎

انیست کہ خون خوردہ و دل بردہ بسے را ؎ بسم اللہ اگر تاب نظر ہست کسے را

میں اس شعر کو فذلکن الذی لمتننی فیہ کی تفسیر میں پڑھا کرتا ہوں۔

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ظہور و حلول میں کیا فرق ہے۔ فرمایا جیسے صورت کا عکس کہ آئینہ میں اسکا ظہور ہے نہ کہ حلول یا ظل انسانی (انسان کا سایہ) کہ انسان کا ایک ظہور ہے انسان اسمیں حلول کئے ہوئے نہیں صوفیہ کی ایسی مثالوں سے نادانوں کو شبہ حلول کا ہوجاتا ہے اسی لئے مولانا اس سے تبریہ فرماتے ہیں کہ وہ اس مثال سے بھی بالاتر ہے۔

شعر: اے بروں از وہم و قال و قیل من ؎ خاک بر فرق من و تمثیل من

بندہ نشکیبد ز تصویر خوشت ؎ ہر دمت گوید کہ جانم مفرشت

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے خوب کہا کہ جتنے لوگ بے پردگی کے حامی ہیں سب میں دو چیزیں مشترک ہیں۔ بےحیائی اور عیاشی۔ واقعی ایسے ہی لوگ بے پردگی کے حامی بنے ہوئے ہیں جنکو دین سے بے تعلقی ہے لیکن اگر انمیں دین نہیں تب بھی آخر غیرت بھی تو کوئی چیز ہے۔

عہ نقشبندیہ حضرات بھی عجب قافلہ سالار ہیں کہ پوشیدہ راستہ سے قافلہ کو حرم تک پہونچادیتے ہیں ۱۲ عہ یہی ہے جس نے بسی کا (یعنی میرا) خون پی لیا ہے اور دل اڑالیا ہے اگر کسی کو تاب نظارہ ہے تو ذرا اوسکی طرف دیکھ کر دیکھو ۱۲ (اس کا گویا ترجمہ مومن خان مرحوم نے بھی خوب کیا ہے۔ کہتے ہیں۔ اے مسیحو آہی گیا وہ فتنہ ایام تو۔ ہمکو تو کہتے تھے بھلا اب تم ہی دل تھام لو ۱۲) عہ (حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض تمثیلات سے حق تعالیٰ کی بعض شانوں کو بیان فرمارہے ہیں مگر چونکہ مثالوں سے پوری حقیقت کا انکشاف نہیں ہوسکتا اسلئے فرماتے ہیں کہ) اے (مراد حق تعالیٰ) وہ ذات جو میرے وہم و گمان اور قیل و قال سے بالاتر ہے (صرف مثالوں سے تیری معرفت کرانا ممکن نہیں لہذا) مجھ پر اور میری تمثیلات پر

(ملفوظ ۲۸۸) ایک صاحب نے حضرت والا سے بذریعہ خط بیعت کی درخواست کی تھی دو چار دفعہ کی مکاتبت کے بعد حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ کیا کچھ دنوں آپ میرے پاس خاموشی سے رہ سکتے ہیں اگر نہیں رہ سکتے تو فرمائیے میں اسکا بدل لکھوں ۔ انھوں نے عذر لکھا اور بدل پوچھا ۔ حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ احقر کی کتابیں کثرت سے دیکھنا اور کوئی کام بدون پوچھے نہ کرنا ۔

(ملفوظ ۲۸۹) فرمایا کہ شورش عشقی کو محض اس شبہ سے فنا کرنا نہ چاہیئے کہ شاید اسکے کوائف اور احوال کا تحمل نہ ہو سکے لیکن اگر عدم تحمل پیش آوے تو اسوقت شیخ سے اور اگر شیخ قریب نہ ہو تو خود اپنی تحقیق سے اسکی تعدیل کی تدبیر کی جاوے ۔

(ملفوظ ۲۹۰) فرمایا کہ ظاہری علماء کو کوئی مشکل نہیں کہ ظاہر دلائل پر فتوےٰ دیدیں اور کہدیں کہ ہمیں حال کی خبر نہیں ۔ مشکل جامع بین الحقیقۃ والطریقۃ کو ہے جسکی یہ حالت ہے کہ ہر پہلو کی رعایت کرنا اسپر ضروری ہے حتےٰ کہ بعض لوگوں نے ع ۱ ایسے اشکالات سے تنگ آ کر یہاں تک کہدیا ہے گرچہ ایسا کہنا سخت سوء ادب ہے شعر

القاہ فی الیم مکتوفا وقال لہ	ایاک ایاک ان تبتل بالماء

ترجمہ شعر

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردئی	باز می گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

اور یہ تنگی عدم تحقیق کے سبب ہے ورنہ سب حقائق اپنے حدود پر ہیں ۔

۱۶؍ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ ،

(ملفوظ ۲۹۱) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جو مغیبات کثیرہ کا علم حاصل ہے اسکے اعتبار سے عالم الغیب کہنا صحیح ہے یا نہیں ۔ اور کچھ تقویۃ الایمان کی عبارتیں نقل کیں تھی ۔ حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا ۔ السلام علیکم ۔ جواب ہر سوال کا ہے اور سلیس اور نفیس ہے لیکن میرا معمول اس باب میں یہ ہے کہ سائل

ع ۱ : قید بیر باندھ کر دریا میں ڈالکر کہا جاتا ہے کہ خبردار پانی کی کہیں بھی لگنے نہ پاوے ۱۲

کی نسبت جب تک دو امر کا اطمینان نہ ہو جاوے سکوت کرتا ہوں۔ وہ دو امر یہ ہیں ایک سائل کی استعداد علمی تاکہ جواب کے رائیگاں جانیکا احتمال نہ رہے دوسرا امر سائل کی نیت کہ بجز تحقیق کے اسکا کوئی مقصود نہیں چونکہ آپ کے متعلق دونوں امر کے معلوم ہونیکا میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں لہذا جواب سے معافی کا طالب ہوں۔

(**ملفوظ** ۲۹۵) فرمایا کہ مجھکو تعبیر خواب سے بالکل مناسبت نہیں نیز اسلئے دلچسپی بھی نہیں کہ خواب واقعات کا اثر ہے نہ کہ واقعات خواب کا ...... اثر ہوں خواب حقیقۃً میں ایک قسم کی حکایت ہے جو محکی عنہ کو چاہتی ہے۔ خواب کی مثال مجاذیب کی پیشینگوئیاں ہیں کہ واقعات کی خبر ہوتی ہے واقعات انکا اثر نہیں ہوتے۔ البتہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت مناسبت تھی لیکن اگر اول وہلہ میں ذہن منتقل نہ ہوا تو تکلف نہ فرماتے تھے اور یہی معمول درسیات میں بھی تھا خود فرمایا کرتے تھے کہ کتاب کا مقام اگر اول وہلہ میں سمجھ میں آجائے تو آجائے ورنہ میں مایوس ہو جاتا ہوں اور ایسے موقع پر بہت مرتبہ اثناء درس میں فرما دیتے تھے کہ بھائی اس مقام میں شرح صدر نہیں ہوا بعض مرتبہ تو ماتحت مدرسین سے انکے حلقہ درس میں تشریف لیجا کر دریافت فرما لیا کرتے تھے کہ یہ مقام سمجھ میں نہیں آیا اسکی تقریر کر دیجئے جو مطلب وہ مدرس بتلاتے اسکو آکر نقل فرما دیتے تھے کہ فلاں صاحب نے اسکا یہ مطلب بیان فرمایا ہے اللہ اکبر کیا ٹھکانا ہے اس بے نفسی کا آج تو کوئی کر کے دکھلائے بڑے بڑے دعوے دار موجود ہیں اسی طرح حضرت مولانا کو باوجودیکہ فن تعبیر سے بہت مناسبت تھی لیکن اسمیں بھی بعض مرتبہ صاف عذر فرما دیتے تھے کہ سمجھ میں نہیں آیا گذشتہ علماء میں تعبیر سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت زیادہ مناسبت تھی اور حضرت ابن سیرین تابعی ہیں وہ اسمیں بہت زیادہ کمال رکھتے تھے بعض کو فن تعبیر سے فطری مناسبت ہوتی ہے اسمیں بزرگی شرط نہیں حتی کہ اسلام بھی شرط نہیں۔ چنانچہ علماء نے ابو جہل کو بھی معبرین کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ میں جبرئیل کی زبان پر نماز پڑھ رہا ہوں فوراً فرمایا کہ تمہاری جانماز کے نیچے معلوم ہوتا ہے قرآن شریف کی کوئی آیت پڑی ہوئی ہے

قرآن شریف لسان جبرئیل ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میری گود میں ایک بہت وزنی لڑکی ہے اور میں ثقل کی وجہ سے اسکو کہیں رکھنا چاہتا ہوں ایک کتیا نظر آئی اسکا پیٹ چاک کر کے اس لڑکی کو اسمیں رکھ دیا وہ کتیا میرے ساتھ ہولی چونکہ میری لڑکی اسکے پاس ہے میں بار بار اسکو مڑکر دیکھتا ہوں اور یہ اندیشہ ہے کہ کہیں چل نہ دے تھوڑی ہی دور چلا تھا وہ کتیا غائب ہوگئی۔ مولانا نے فرمایا کہ میری سمجھ میں تعبیر نہیں آئی پھر دوسرے وقت آنا اگر سمجھ میں آگئی بیان کردونگا۔ وہ شخص دوسرے وقت آیا فرمایا کہ نماز میں قلب پر تعبیر وارد ہوئی کہ تمکو شہوت کا تقاضہ ہوا ہے تم نے کسی بازاری عورت سے منہ کالا کیا اسکو لڑکی کا حمل ٹھہرا لڑکی پیدا ہونے سے تمکو اس سے تعلق زائد ہوا پھر اس نے بیوفائی کی۔ سبحان اللہ ان حضرات کے کیسے علوم تھے اب سنکر تو تعبیر کی مناسبت سمجھ میں آتی ہے لیکن ابتداء تو شاید ہی کسی کے ذہن کی رسائی وہاں تک ہوتی۔

(ملفوظ ۲۹۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھکو مدرسہ سے سند نہیں ملی مدرسہ نے دی نہیں ہمنے مانگی نہیں کیونکہ یہ اعتقاد تھا کہ ہمکو کچھ آتا نہیں پھر سند کیا مانگتے بلکہ میں نے چند ہم سبقوں کے زمانہ جلسہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ یہ معلوم ہوا ہے کہ مدرسہ سے ہم لوگوں کو سند ملنے والی ہے مگر چونکہ ہمکو کچھ آتا جاتا نہیں اسلئے اسکو موقوف کر دیجئے۔ جوش میں آکر فرمایا کون کہتا ہے کہ تمکو آتا نہیں یہ خیال اپنے اساتذہ کو دیکھکر ہوتا ہے لیکن باہر جہاں جاؤگے تم ہی تم ہوگے۔ اللہ اکبر کیسے توکل کے ساتھ فرمادیا تھا۔

۱۷ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۲۹۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ احادیث میں جو مغالاۃ[ع]

ع نکاح کے وقت مہر بڑھا کر باندھنا ۱۲

مہر کی ممانعت ہے اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ سب قوم کے خلاف ایک شخص قلیل مہر مقرر کرے ورنہ فقہاء تو اس راز کو سمجھتے دیکھئے فقہاء نے مسئلہ لکھا ہے کہ اگر غیر اب وجد کسی لڑکی کا نکاح مہر مثل سے کم پر کر دے تو نکاح ہی منعقد نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر ساری قوم مغالاۃ کرتی ہو تو اپنی اولاد کیلئے مہر مثل کی مراعات واجب ہے۔ ممانعت مغالاۃ مہر کا مطلب یہ ہے کہ سب قوم کو چاہئے کہ مہر میں مغالاۃ کو رفع کرے۔

(ملفوظ ۲۹۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض احمقوں نے زمانہ تحریک خلافت میں مجھ پر یہ بہتان باندھا کہ اسکو گورنمنٹ سے تین سو روپیہ تنخواہ ملتی ہے ایک شخص نے بڑا معقول جواب دیا کہ اس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ گورنمنٹ سے خوف زدہ تو نہیں ورنہ گورنمنٹ دباؤ سے کام لیتی اور تنخواہ نہ دیتی لیکن اس سے طمع معلوم ہوتی ہے اب طمع کی جب یہ حالت ہے تو تم تین سو سے زائد دیا کرو جب تو تمہارے ساتھ ہو جائیں گے ورنہ حقانیت معلوم ہو جائیگی۔ ایک صاحب سے ایک اور شخص نے میرے متعلق یہ ہی کہا کہ تنخواہ پاتے ہیں انھوں نے دریافت کیا کہ کیا تمکو اسپر یقین ہے کہ یہ صحیح ہے ایمان سے کہنا کہا کہ بلکہ یقین ہے کہ یہ بالکل جھوٹ بات ہے انھوں نے کہا کہ پھر کیوں ایسا کہتے ہو کہنے لگے کہ اپنی آواز کو زور دار بنانے کیلئے یہ دین ہے ان لوگوں کا اللہ تعالیٰ اپنا رحم فرمائیں

(ملفوظ ۲۹۶) فرمایا کہ جسطرح میں اپنی راحت و آرام کی فکر کرتا ہوں ایسے ہی دوسروں کی بھی پہلے بعض احباب بذریعہ ریلوے پارسل بعض اشیاء پھل وغیرہ کی قسم سے بکثرت میرے نام بھیجدیتے تھے میں نے اشتہار کے ذریعہ اطلاع کر دی کہ کوئی صاحب میرے پاس کوئی شے میوہ وغیرہ ریلوے پارسل سے نہ بھیجیں کیونکہ ملازمین وغیرہ کو اسٹیشن بھیجنے سے مجھکو تکلیف ہوتی ہے اسپر بعض احباب نے لکھا کہ ہمارا جی چاہتا ہے اب کیسے بھیجیں میں نے لکھا کہ یہاں کے رہنے والوں میں سے خود کسی کو راضی کرو اُس کے نام بھیجو اور اسٹیشن سے وصول کر کے مجھے یہاں پر بیٹھے ہوئے دیدے اگر یہ انتظام کر سکو اجازت ہے حاصل یہ ہے کہ میں کسی کی ایذا کا سبب نہ بنوں۔ اسپر مجھکو سخت مشہور کیا جاتا ہے۔

(ملفوظ ۲۹۷) فرمایا اپنے کو بڑا سمجھنے سے قہر الٰہی نازل ہوتا ہے۔ ۵

عہ ہر کہ گردن بدعوی افراز زد خویشتن را بگردن انداز د

(ملفوظ ۲۹۸) فرمایا کہ اولیاء اللہ کو جو شخص تکلیف پہونچاتا ہے اُس سے انتقام لیا جاتا ہے اور یہ اولیاء اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں لیکن قسم لے لیجئے انکو وسوسہ بھی نہیں آتا کہ یہ ہماری وجہ سے ایسا ہو رہا ہے یہ لوگ تو فنا میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔

۱۷ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۲۹۹) ایک مولوی صاحب نے تفسیر کے متعلق کچھ سوال کیا فرمایا کہ میں اپنی تفسیر بیان القرآن منگا لیتا ہوں پہلے اُسکو دیکھ لیجئے اگر وہ کافی ہو تو خیر ورنہ پھر کچھ سوچونگا۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میں نے گو تفسیر لکھی ہے لیکن لکھا ہوا یاد نہیں جب ضرورت ہوتی ہے تو پھر وہی سوچنا اور دیکھنا پڑتا ہے یہ بھی قرآن شریف کا اعجاز ہے کہ اس طرح بھی مخلوق کو عاجز کر دیا ہے۔

(ملفوظ ۳۰۰) فرمایا کہ ایک صاحب نے لکھا تھا کہ مجھکو سلوک کی تعلیم دیجئے میں نے لکھدیا کہ سلوک کی حقیقت کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک صاحب نے خوب لکھا تھا کہ مجھکو مطلوب کی حقیقت معلوم نہیں مگر اتنا معلوم ہے کہ کوئی شے ایسی ہے جو بزرگوں سے طلب کیجاتی ہے وہ شے اور اُسکے طلب کرنیکا طریقہ بتا دیجئے۔ مجھکو یہ طرز بہت پسند آیا یہ سلیقہ اور فہم کی بات ہے،

(ملفوظ ۳۰۱) فرمایا کہ ایک صاحب نے جو کہ اور بزرگ سے مرید ہیں لکھا تھا کہ میں بڑا خوش قسمت ہوں کہ مجھسے وہ بھی راضی ہیں اور آپ بھی خوش ہیں دونوں طرف سے مطلوب حاصل ہو سکتا ہے میں نے انکی غلطی پر متنبہ کیا کہ مقصود کیلئے شیخ ہی سے تعلق ہونا چاہئے اُسکے تعلق کی تو یہ شان ہونا چاہئے۔ ؎

عہ ہمہ شہر پر ز خوبان منم و خیال ماہے چہ کنم کہ چشم بدخو نکند بکس نگاہے

(ملفوظ ۳۰۲) فرمایا کہ قتل الودح حسن امردبی میں جہلا رصوفیہ نے غضب کر رکھی ہے جبھی تو

عہ جو شخص تکبر کرتا ہے وہ (حقیقت میں) اپنے کو ذلیل کر رہا ہے ۱۲ عہ سارا شہر حسینوں سے بھرا ہوا ہے مگر میں اپنے ہی چاند کے خیال میں ہوں کیا کروں یہ کمبخت آنکھ کسی اور کی طرف دیکھتی ہی نہیں ۱۲

ابن تیمیہ وغیرہ صوفیہ پر خفا ہوتے ہیں۔ ایک اصطلاح ہے کہ عالم دو ہیں۔ عالم امر یعنی مجردات اور عالم خلق یعنی مادیات۔ اس اصطلاح پر آیت کی تفسیر کرلی کہ روح عالم امر سے ہے یعنی مجرد ہے تو اسکا تجرد قرآن سے ثابت کیا مگر یہ استدلال محض لغو ہے کیونکہ اصطلاح خود مقرر کی اور پھر قرآن کو اسکا تابع بنایا۔ قل الروح من امر ربی سے تو مقصود یہ ہے کہ تم روح کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے اتنا سمجھ لو کہ روح اللہ تعالیٰ کے امر سے پیدا ہوئی بس اس سے آگے کسی تفسیر کا دعویٰ محض گھڑت ہے۔

(ملفوظ ۲۰۲) فرمایا کہ ایک صاحب نے لکھا تھا کہ کافر سے سود لینا کیوں حرام ہے۔ میں نے لکھا کہ کافر عورت سے زنا کرنا کیوں حرام ہے۔ اسکا تو کوئی جواب نہیں دیا شکایت کا خط آیا لکھا تھا کہ علماء کو اتنی خشکی نہ چاہیے۔ جواب کیلئے ٹکٹ نہ تھا اسلئے جواب نہیں دیا گیا اگر ٹکٹ ہوتا تو یہ جواب دیتا کہ جہلاء کو بھی اتنی تری نہ چاہیے کہ اسمیں ڈوب ہی جائیں پھر ان صاحب سے اتفاقاً قصبہ رامپور میں ملاقات ہوئی وہ وہاں سب انسپکٹر پولیس تھے۔ کہنے لگے کہ آپ نے تو مجھکو پہچانا نہ ہوگا میں نے کہا کہ نہیں کہا کہ میں فلاں شخص ہوں جس نے یہ سوال کیا تھا میں نے کہا کہ آہا آپ سے تو پرانی دوستی نکل آئی کہنے لگے کہ آپ نے ایسا خشک جواب کیوں دیا تھا میں نے کہا کہ تم تھانہ دار ہو کیا مخصوصین اور عوام سب سے برتاؤ برابر ہے یا فرق ہے انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ فرق ہے۔ میں نے کہا کہ یہی حق ہمکو ہے آپ سے پہلے خاص تعلق نہ تھا اسلئے ایسا لکھا اب تعلق ہوگیا ہے اب ایسا نہ لکھوں گا لیکن جب تعلق کا اثر مجھ پر ہے اور میں ایسا جواب نہ دونگا ایسا ہی اثر آپ پر ہوگا کہ آپ بھی ایسا سوال نہ کریں گے۔ میں نے سوچا کہ جب میں بندھ رہا ہوں انکو کیوں نہ باندھوں تاکہ پھر ایسا بیہودہ سوال ہی نہ کریں۔

(ملفوظ ۲۰۳) فرمایا کہ سود لینے والے اگر ابتدائی حالت میں غور کریں تو ایک ذلت اور شرمندگی محسوس ہوتی ہے یہ ذوقی دلیل ہے معلوم ہوا کہ سود ہندوستان میں کفار سے اگر حلال بھی ہو تب بھی اسکی یہ خاصیت ہے جیسے کوئی لطیف المزاج اوجھڑی کھائے تو گو جائز ہے لیکن تکدر ضرور ہوگا۔ میں اس بارہ میں مستفتی کو لکھدیا کرتا ہوں کہ میری رائے

تو عدم جواز کی ہے باقی دوسرے علماء کا قول جواز پر ہے لہذا اختلاف سے فی الجملہ گنجایش ہے۔

(ملفوظ ۳۹۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اصل ادب تعظیم نہیں ہے بلکہ راحت رسانی ہے اگرچہ صورۃً ادب میں قلت ہی ہو ادب حقیقی اور بے ادبی صوری کے اجتماع کے متعلق فرماتے ہیں ؎

گفتگوئے عاشقاں در کار رب　　جوشش عشق است نے ترک ادب

بے ادب تر نیست زو کس در جہاں　　با ادب تر نیست زو کس در نہاں

(ملفوظ ۳۹۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ قبول دعاء کرامت نہیں اسلئے کہ دعاء تو عوام کی بلکہ کفار کی بھی قبول ہوتی ہے۔ دیکھو اکفر الکفرہ افجر الفجرہ شیطان تک کی دعاء قبول ہوئی اور دعاء بھی کیسی جو ممتنع عادی ہے اور حسب تصریح فقہاء سوء ادب ہے شیطان نے کہا تھا۔ انظرنی الیٰ یوم یبعثون۔ اور وہ دعاء قبول ہو گئی۔ پھر ایسے وقت میں جبکہ عتاب ہو رہا تھا۔ مگر کمبخت عارف تھا سمجھتا تھا کہ یہ حالت بھی مانع قبول عرض نہیں۔

(ملفوظ ۴۰۰) فرمایا کہ میں حضرت مولنا فضل الرحمن صاحب کی خدمت میں کانپور سے زیارت کیلئے حاضر ہوا رات کو عشاء کے بعد پہونچا کیونکہ راستہ بھول گیا بڑی پریشانی ہوئی۔ اسی وقت رات کو ملا۔ ڈانٹ کر فرمایا کون ہو کہاں سے آئے ہو کیوں آئے ہو۔ میں نے کہا کہ طالب علم ہوں کانپور سے زیارت کیلئے آیا ہوں۔ فرمایا یہ آنے کا وقت ہے میں نے خیال کیا کہ واقعی اتنی رات کو جانا خلاف سنت ہے۔ فرمایا بتلاؤ اسوقت کھانا کہاں سے لاؤں تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہیں فرمایا کہ کچھ لیکے کھالو اور صبح کو چلے جاؤ۔ اور خادم سے فرمایا کہ فلاں جگہ ٹھہرا دو پھر تھوڑی دیر میں بلایا میں نے دل میں سوچا کہ کچھ اور یاد آیا ہوگا مگر میرے دل میں کوئی رنج نہ تھا میں پہونچا اور چٹائی پر بیٹھ گیا فرمایا کہ یہاں تخت پر بیٹھو خادم سے فرمایا کہ کھانا لاؤ۔ کھانا آیا۔ ایک پیالہ میں

ع حق تعالیٰ کی شان میں عشاق کی باتیں جوش عشق کی وجہ سے ہوتی ہیں نہ کہ ترک ادب کی وجہ سے بظاہر تو اس عاشق سے بڑھکر کوئی بے ادب نہیں ہوتا مگر باطن میں اوس سے بڑھکر کوئی با ادب نہیں ہوتا ۱۲ عہ سب کافروں سے بڑھکر کافر اور سب فاجروں سے بڑھکر فاجر ۱۲

دال اور اسی پر روٹی خادم سے فرمایا تو بڑا بدتمیز ہے اس طرح مہمان کیلئے کھانا لایا کرتے
ہیں پھر مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا کھانا ہے میں نے عرض کیا کہ ارہر کی دال اور روٹی ہے
فرمایا کہ آہا بڑی نعمت ہے تم تو لکھے پڑھے ہو مولانا محمد یعقوب سے پڑھا ہے اچھے آدمی تھے
دیکھو صحابہ کیسی کلفت میں رہتے تھے ہم تو بہت نعمت میں رہتے ہیں ذکر صحابہ کے جوش
میں اٹھے میرے پاس آئے اور میری کمر پر ہاتھ رکھ کر جوش میں اشعار و احادیث پڑھتے
رہے پھر مجھ سے دریافت فرمایا کہ بیر لاؤں میں نے کہا کہ تبرک ہے فرمایا تبرک کیا ہوتا یہ بتاؤ
بیر کھا کر تمہارے پیٹ میں درد تو نہیں ہوتا میں نے کہا کہ نہیں بیر لائے اسکے بعد فرمایا کہ
عشاء کی نماز پڑھکر سو جاؤ اور پھر صبح کو ملنا میں نے اسوقت تک عشاء کی نماز نہ پڑھی تھی
میں نماز عشاء پڑھکر سو رہا صبح کی نماز اٹھکر پڑھی اور بعد نماز ہماری طرف منہ کرکے اور
مراقبہ کرکے بیٹھے جمعہ کا دن تھا ایک اور مہمان تھے اور ایک شخص تھے اُن کی جانب
متوجہ ہوئے دریافت فرمایا کب جاؤ گے عرض کیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد فرمایا کیا ہوگا.
جمعہ کی نماز کے بعد انھوں نے عرض کیا کہ پھر نماز جمعہ کہاں پڑھونگا فرمایا ہم کوئی تمہاری
نماز جمعہ کے ذمہ دار ہیں غرض انکو ٹالدیا میں سمجھا کہ اب تیرا نمبر ہے میں نے خود ہی اجازت
لے لی فرودگاہ تک مجھکو پہونچانے تشریف لائے پھر میں واپس آگیا. اسکے بعد کانپور
میں سلام کہلا کر بھیجا کرتے تھے. میں نے حج کو جاتے وقت دعا کیلئے لکھا اسپر اپنے
قلم سے یہ جواب دیا از فضل الرحمٰن سلامٌ علیکم. دعائے خیر نمودم. ایکمرتبہ اور
جانا ہوا تو شروع ہی سے اچھی طرح پیش آئے گرمیوں کے رمضان شریف تھے
دوپہر کا وقت تھا لطف کی باتیں شروع کیں کہ ہم جب سجدہ میں جاتے ہیں تو ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیار کرلیا. اور فرمایا کہ ہماری تمنا ہے کہ ہمکو قبر میں نماز کی اجازت
ملجاوے. عجیب و غریب باتیں ہوتی تھیں جذب غالب رہتا تھا مگر اسپر بھی اتباع سنت
کا نہایت اہتمام فرماتے تھے. ایکمرتبہ ایک جذامی کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا کیونکہ سنت ہے،
فرماتے تھے کہ وہ اتباع سنت کی برکت سے اچھا ہوگیا اس دفعہ ہم لوگوں کو کئی دن تک
اپنے پاس ٹھہرایا اور دونوں وقت میں کھانا امیرانہ آتا تھا. ایک واقعہ اس بارے میں یہ ہوا

کہ حضرت کے پوتے گھر میں پٹاخے چھوڑ رہے تھے دریافت فرمایا کہ یہ آواز کس چیز کی ہے عرض کیا گیا کہ پٹاخے کی آواز ہے آپ کے پوتے چھوڑ رہے ہیں فرمایا تم نے نہیں دیکھا پٹاخا ہمکو بھی دکھلا دو کیا ٹھکانا ہے کبھی پٹاخا بھی نہ دیکھا تھا پٹاخے لائے گئے جب ایک چھوڑا گیا تو ڈر گئے فرمایا ہائے ری۔ پھر دوبارہ چھوڑا گیا تو نہیں ڈرے پانچ چھ چھوٹ جانے کے بعد فرمایا کہ بس جاؤ اب ہمکو ڈر لگتا ہے۔

(ملفوظ ۳۰) فرمایا کہ سلیم چشتی سے جہانگیر آئے انہوں نے جوں دیکھنے کیلئے اپنی گدڑی مرید کو دی تھی اور خود حجرہ میں تشریف رکھتے تھے کواڑ حجرہ کے بند تھے خادم نے دروازہ کھٹکھٹایا دریافت فرمایا کیا ہے عرض کیا کہ بادشاہ آئے ہیں فرمایا لاحول ولا قوۃ میں تو سمجھا تھا کہ کوئی بڑی سی جوں نکل آئی اسکو دکھلانے کے لیے بلاتا ہے۔

(ملفوظ ۳۱) فرمایا کہ مشائخ صوفیہ کے تذکرہ سے میرے بدن میں حرارت پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ اسوقت بھی پسینہ آ رہا ہے اور علماء کے تذکرہ سے ٹھنڈک ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ علماء اقرب الی الرحمۃ ہیں جیسے صوفیہ اقرب الی المحبۃ ہیں۔ گرمی عشق پر نور جہاں کا شعر یاد آیا

ع　در دلم بسکہ گرمی عشق است　　موئے بر سینہ ام نمی روید

جہانگیر نے اس پر اشکال کیا کہ پس بر سر تو چگونہ روئیدہ۔ اس نے جواب دیا

عہ　ایں موئے نیست بر سر من بلکہ خار عشق　　در پائے من خلیدہ واز سر بر آمدہ

(ملفوظ ۳۲) فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شیعہ کے اثبات نسب بلواطت پر ظرافۃً لکھا ہے کہ ان صاحبوں کے پاس کوئی منتر ہوگا کہ نطفہ پیچھے سے آگے چلا جاتا ہے اور یہ شعر لکھا ہے

جو تھے مژگان پر خوں سب وہ خار دل نشیں نکلے　　جنوں نیشتر کیسے کہیں ڈوبے کہیں نکلے

(ملفوظ ۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ سردی میں رسا دل رات کو تندرست کو بھی نہ کھانا چاہیئے۔ اگر نمونیہ نہ ہوگا تو نمونیہ کا نمونہ تو ہو سکتا ہے۔

ع میرے سینہ میں بے حد گرمی عشق کی ہے۔ اسی لئے میرے سینہ پر بال نہیں اگتے ۱۲ عہ میرے سر پر یہ بال نہیں ہیں بلکہ راہ عشق میں پیروں میں جو کانٹے چبھے تھے وہ سر پر نکل آئے ہیں ۱۲

(ملفوظ ۳۱۲) فرمایا کہ یہ آجکل لوگوں کی بڑی غلطی ہے کہ بعض مشائخ اکابر کے ملبوسات وغیرہ کو اُنکی وفات کے بعد صرف جانشین سجادہ نشین رکھ لیتا ہے حالانکہ اُسمیں سب ورثاء کا حق ہے اسمیں بڑی احتیاط اور توجہ کی ضرورت ہے۔

(ملفوظ ۳۱۳) فرمایا کہ اہل علم کو بھی چاہیے خصوص اہل مدارس کو کہ زکوٰۃ کا روپیہ جو مدرسہ میں دیا جاتا ہے اُسکو فوراً تملیک کرکے مدرسہ میں داخل کرنا چاہئے ورنہ بصورت عدم تملیک اگر مزکی (زکوٰۃ دینے والا) مرگیا تو اُس مال زکوٰۃ میں میت کے ورثاء کا حق متعلق ہو جائیگا۔ نیز حولان حول کے بعد اسپر زکوٰۃ بھی واجب ہوگی اگر وہ بقدر نصاب ہوا۔

(ملفوظ ۳۱۴) فرمایا کہ میں نے شرح مثنوی میں ان امور کا التزام کیا ہے کہ نہ شریعت سے خروج ہو۔ نہ فن تصوف سے خروج ہو۔ اور توجیہ میں تکلف نہ آنے پائے۔

(ملفوظ ۳۱۵) فرمایا حدیث جبرئیل جو مشکوٰۃ میں ہے عجبنا لہ یسألہ ویصدقہ اسمیں شبہ یہ ہے کہ اُستاد رات دن شاگردوں کے سوال پر تقریر کرتا ہے اور شاگرد بجا وغیرہ کہتا ہے تو اس اجتماع میں تعجب کی کیا بات ہے جواب یہ ہے کہ لہجہ کا فرق منشاء تعجب کا ہے شاگرد کا بجا کہنا اور لہجہ سے ہے اور اُستاد کا یہ کہنا کہ ٹھیک ہے اور لہجہ سے ہے یعنی شاگرد کا لہجہ نیاز مندانہ ہوتا ہے اور اُستاد کا حاکمانہ لہجہ ہوتا ہے تو وہاں حدیث میں لہجہ اُستادانہ تھا اسلئے تعجب ہوا کہ جب معلوم ہے تو پوچھتے کیوں ہیں۔

(ملفوظ ۳۱۶) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے اشکالات باطنی مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ سے حل ہوجاتے ہیں اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے ایسے اشکالات مکتوبات قدوسیہ سے حل ہوتے ہیں اور اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ تجربہ سے معلوم ہوا کہ مثنوی سے خالی الذہن شخص کا استنباط گمراہی ہے۔ صحیح طریق یہ ہے کہ مسائل دوسری جگہ سے معلوم کرلے پھر اُسپر مثنوی کو منطبق کرلے یہ مثنوی دانی کا بڑا کمال ہے۔ اس اصل کو پیش نظر رکھو تو فائدہ کامل ہوگا۔

(ملفوظ ۳۱۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جس شخص کو داخل طریق ہوکر تواضع میسر نہیں ہوئی۔

عہ ہمکو تعجب تھا کہ یہ شخص سوالات بھی کرتا ہے اور جوابات کی تصدیق بھی کرتا ہے ۱۲

وہ بالکل محروم ہے جیسے ایک امیر کبیر کی لڑکی سے کسی نے شادی کی لیکن وہ زنقار (بانجھ) تھی۔ تو مقصود نکاح حاصل نہ ہوا۔ خاوند کی نظر میں دو کوڑی کی نہیں اسی طرح بدون تواضع داخل طریق ہونا بیکار ہے۔ فرماتے ہیں ؎

اینؔ ہمہ ہا ہست لیکن ہست نیست ۔۔۔ تا فرشتہ لا نشد اہریمنے ست

(ملفوظ ۳۱۸) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیسے معلوم ہو کہ مجھ میں تواضع ہے فرمایا کہ اگر یہ خیال ہوا کہ مجھ میں تواضع ہے تو یہ کبر ہے۔ اسکی تواضع ہونیکی طرف خیال کرے اپنے کو مٹاتا رہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بہترین علاج اسکا یہ ہے کہ اپنے امراض و حالات کی اطلاع اپنے شیخ کو دیتا رہے وہ جو تعلیم کرے اسپر عمل کرتا رہے اُسکی تعلیم اور اُسکے اقوال میں مزاحمت نہ کرے۔ اگر فرضاً اپنے امراض کسی کو معلوم نہ ہوں جس سے اطلاع کر سکے تو وہ فضائل کا اکتساب کرلے جیسے شکر توکل وغیرہ بس کسی نہ کسی طرح لگا رہے انشاء اللہ ایک روز ایسا آئے گا کہ یہ بالکل رذائل سے پاک و صاف ہو جائیگا۔ اسی لگے رہنے کو فرماتے ہیں ؎

اندریںؔ رہ می تراش و می خراش ۔۔۔ تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

(ملفوظ ۳۱۹) فرمایا کہ جی یوں چاہتا ہے کہ دنیا اپنی اصلاح میں لگی رہے اور جب خدا تعالیٰ بصیرت دوسروں کی اصلاح کی عطا فرمادیں تو پھر دوسروں کی اصلاح میں بھی مشغول ہو جاوے مجھے تو بڑی مسرت ہوتی ہے جب کوئی مسلمان اپنی اصلاح کی جانب توجہ کرتا ہے۔

(ملفوظ ۳۲۰) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اظہار عیوب میں شیخ سے شرمانیکی دو ہی وجہ ہو سکتی ہیں یا تو اُسکے متعلق یہ خیال ہے کہ وہ امراض کو سنکر اسکو حقیر سمجھیگا یا یہ کہ کسی سے کہیگا۔ تو شیخ میں یہ دونوں احتمال بالکل مفقود ہوتے ہیں اگر ایسا نہیں تو وہ شیخ نہیں۔

(ملفوظ ۳۲۱) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں نے بہت سے لوگوں کو مشورہ دیا ہے کہ میرے اصلاحی خطوط جمع کر کے مطالعہ کرتے رہا کرو یہ بہت ہی مفید ہے۔

عہ یہ تمام چیزیں موجود ہیں مگر وجود حقیقی انکا نہیں ہے جب تک فرشتے کو درجہ فنا کا حاصل نہ ہو تو شیطان ہے ۱۲

عہ اس راستہ میں آتار چڑھاؤ ہیں آخر دم تک ایک دم کے لئے غافل مت ہو ۱۲

(ملفوظ ۳۲۲) فرمایا حدیث میں جسکے یہ لفظ ہیں من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الخ اکل ذبیحتنا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ذبیحہ جو مخصوص ہو اہل اسلام کے ساتھ اسکا کھانا بھی شعار اسلام میں داخل ہے۔ نیز ایک لطیف اشارہ ہے اس طرف کہ آئندہ ایک زمانہ میں بعض لوگ نماز نہیں پڑھیں گے صرف گوشت کھا کے مسلمان ہوں گے اُن کے اسلام کی یہی علامت ہوگی ورنہ صلے صلوتنا کے بعد اس کی کیا ضرورت تھی۔ غرض ایسوں کو بھی حقیر نہ سمجھے۔

(ملفوظ ۳۲۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ علی التعاقب اپنے امراض کا علاج کرے اس طرح کہ جو اُسکے نزدیک اہم ہو اُسکو مقدم کرے۔ اسی طرح ایک ایک کو مصلح سے دریافت کرے جب ایک مرض کے علاج میں سہولت ہو جائے۔ تو دوسرا شروع کرے اور اول کی مقاومت بھی نہ چھوڑے پھر تیسرا شروع کرے اور پہلے دو کو نہ بھولے۔ آخری بات یہ ہے کہ امراض کا معالجہ شروع کرے اور اتفاقی تقصیر پر استغفار کرتا رہے اس فکر میں نہ پڑے کہ کتنا نفع ہوا اور کتنا باقی رہا ورنہ اسی حساب میں رہیگا اسکو چھوڑ کر کام میں لگے اور یوں سمجھے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوا روز اول ہی جیسا اہتمام رکھے اور اپنے کو معالجہ اور استغفار ہی میں ختم کر دے۔

(ملفوظ ۳۲۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھ پر ایک وقت ایسا گذرا ہے کہ میں جہل کی تمنا کرتا تھا۔ پھر معلوم ہوا کہ یہ تمنا غلط تھی کیونکہ حقیقت بھی اس علم ہی سے سمجھ میں آتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ تبحر فی العلوم فرض کفایہ ہے۔ وظنی انہ فی ھذا الزمان زمان مفسد و قحط الرجال فرض عین معقول و فلسفہ بھی جبکہ اعتقاد نہ ہو محض استعداد کیلئے پڑھا جائے خدا کی نعمت ہیں ان سے دینیات میں بہت معاونت و مدد ملتی ہے لطیف فرق ان ہی سے سمجھ میں آتے ہیں فلسفہ۔ سفہ سے تو اچھا ہے۔

(ملفوظ ۳۲۵) فرمایا کہ بعض لوگ انا جلیس من ذکرنی سے استدلال کرتے ہیں کہ صرف ذاکر

جس نے ہماری نماز پڑھی ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کیا ہمارا ذبیحہ کھایا تو وہ مسلمان ہے ۱۲ ؎ میرا گمان یہ ہے کہ اس فساد اور قحط الرجال کے زمانہ میں فرض عین ہے ۱۲ ؎ جو مجھے یاد کرے میں اوسکا ہم جلیس ہوں ۱۲

ہی اصلاح کیلئے کافی ہیں کیونکہ ذکر سے قرب ہوگا اور قرب سے معاصی سے نفرت اور اجتناب
ہوگا پس اور تدابیر کی ضرورت نہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ ذکر حقیقی میں خود تدابیر
اصلاح بھی داخل ہیں تو بدون ان تدابیر اصلاح کے ذکر ہی متحقق نہیں، دیکھو حصن حصین میں ہے
عــہ کل مطیع اللہ فہو ذاکر یہ ذکر کے معنی ہیں۔ یاد تو سب طریقہ سے ہوتی
ہے نہ یہ کہ محض زبان ہی سے ذکر ہے۔ کیا یہ دوستی ہے کہ جسکی یاد کا دعویٰ ہے نہ اس سے
بات کرے نہ اسکے خط کا جواب دے نہ اس سے ملے نہ اسکا کہنا مانے نہیں یہ ہرگز یاد
نہیں۔ تو جو ذکر بدون اصلاح کے ہو وہ ایسی ہی یاد کی طرح سے ہے۔

(ملفوظ ۳۲۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اس طریق میں نفع کا مدار مناسبت پر ہے پہلے مناسبت
پیدا کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے میں لوگوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ کچھ روز یہاں پر آکر قیام کرو اور
زمانہ قیام میں مکاتبت مخاطبت نہ ہو اسکی صرف یہی وجہ ہے کہ مناسبت پیدا ہو جائے
لوگ اسکو بہت ہی سخت شرط بتلاتے ہیں حالانکہ اسکی سخت ضرورت ہے جب تک نہ ہو
مجاہدات ریاضات مراقبات مکاشفات سب بیکار کوئی نفع نہ ہوگا۔ ایک مولوی صاحب نے
عرض کیا کہ حضرت کیا اگر طبعی مناسبت نہ ہو اور عقلی پیدا کرلی جاوے فرمایا کہ کوئی بھی ہو ہونی
چاہئے نفع اسی پر موقوف ہے۔

(ملفوظ ۳۲۷) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اچھا کھانا اچھا پہننا فی
نفسہ مذموم تھوڑا ہی ہے مگر شیخ کا بعض کو ان چیزوں سے منع کرنا ایسا ہے کہ جیسے
طبیب مرض کے وقت کسی مریض کو اچھی غذاؤں سے مثلاً دودھ گھی سے منع کر دیتا ہے
تو اس ممانعت سے ان چیزوں کا برا ہونا تھوڑا ہی سمجھا جائیگا۔

۲۰ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم جمعہ

(ملفوظ ۳۲۸) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میرے لڑکے بہت ہی بدشوق ہیں تعلیم

عــہ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے وہی ذکر کرنے والا ہے ۱۲

کی طرف انکو قطعاً التفات اور رغبت نہیں اس سے میرا قلب پریشان رہتا ہے فرمایا کہ قلب کے پریشان اور مشوش رکھنے کی کیا ضرورت ہے مومن کو پریشانی کرنے والی چیز بجز ایک چیز کے اور کوئی چیز نہیں وہ حق تعالیٰ کی عدم رضا ہے اس سے تو مومن کے قلب میں جتنی بھی پریشانی ہو اور جو بھی حالت ہو وہ تھوڑی ہے اور جبکہ رضا کا اہتمام ہے اپنی وسعت اور قدرت کے موافق تو کوئی وجہ نہیں کہ مومن کا قلب پریشان اور مشوش ہو۔ اسلئے کہ تدبیر ہمارے ذمہ ہے مثلاً تعلیم اولاد کے لئے شفیق اُستاد کا تلاش کر دینا کاغذ قلم دوات کا مہیا کر دینا کتابیں قرآن شریف کا خرید دینا اور مزید براں علم کے منافع اور علم دین کے فضائل سنا کر ترغیب دیدینا وقتاً فوقتاً نگرانی اور دیکھ بھال کر لینا بس اگر یہ سب کچھ ہے تو ہم صرف اسی کے مکلف ہیں آگے ثمرہ کے ہم ذمہ دار نہیں اسلئے کہ ثمرہ کا مرتب ہونا نہ ہونا یہ ہمارے اختیار سے باہر ہے خلاصہ یہ ہے کہ اختیاری کاموں کو انسان کرلے اور غیر اختیاری کے پیچھے نہ پڑے اصل سبب پریشانی کا غیر اختیاری کاموں کے درپے ہونا ہے بھائی اکبر علی مرحوم بہت ہی دانشمند تھے اپنے بچوں کی تعلیم کے اسباب جمع کر دیئے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ اسباب سب جمع ہیں اب یہ پڑھیں یا نہ پڑھیں تشدد سے کام نہ لیتے تھے اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اب یہ پڑھیں یا نہ پڑھیں انکو اختیار ہے مجھے کوئی حسرت نہیں واقعی بڑے ہی کام کی اور سمجھ کی بات ہے۔ بھائی مرحوم کی باتیں قریب قریب دانشمندی کی ہوتی تھیں یہ بھی کہا کرتے تھے کہ زیادہ کاوش اچھی نہیں معلوم ہوتی صاحب علم ہونا ضروری نہیں مسلمان ہونا ضروری ہے۔ فرمایا کہ ایک اور تدبیر نافع اسوقت ذہن میں آئی وہ یہ کہ علماء صلحاء کی صحبت میں کبھی کبھی بچوں کو بھیجدیا جایا کرے۔ بحمداللہ علماء صلحاء کی صحبت سے اتنا ضرور ہو جائیگا کہ دین اور اہل دین سے تعلق اور مناسبت پیدا ہو جائے گی پہلے بزرگ بچوں کی بیعت کا اہتمام نہ کرتے تھے لیکن حضور مجالس اکابر کا اُنکو بہت اہتمام تھا۔

(ملفوظ ۲۲۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غیر مقلدوں میں بدگمانی کا مرض بہت زیادہ ہے۔ ایک غیر مقلد صاحب محض اسوجہ سے مقلد ہو گئے کہ ان میں حقیقی دین نہ دیکھا اور یہ کہتے تھے کہ میں نے غیر مقلدوں کو دیکھا کہ ان میں تقویٰ طہارت

تو ہے ہی نہیں پکے دنیادار ہیں بس نماز روزہ ہی کے پابند ہیں معاملات بہت ہی گندے ہیں حقوق العباد کا تو ذرہ برابر ان لوگوں کو خیال نہیں الا ماشاء اللہ اور فرمایا کہ اکثر پکے محب دنیا ہیں بزرگوں سے بدگمانی اسقدر بڑھی ہوئی ہے جسکا کوئی حد و حساب نہیں اور اس سے آگے بڑھکر یہ ہے کہ بدزبانی تک پہونچے ہوئے ہیں ادب اور تہذیب انکو چھو بھی نہیں گئے۔ ہاں بعضے محتاط بھی ہیں و قلیل ما ہم۔

(ملفوظ ۳۲۲) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مبتدی کو مختلف اہل حق کے پاس بیٹھنا بھی مضر ہے چہ جائے کہ اہل باطل یا اہل بدعت کے پاس بیٹھے ہاں اگر اہل حق کا مذاق متحد ہو تو مضائقہ نہیں جنکے مذاق متحد نہیں میں اپنے لوگوں کو ایسے بزرگوں کے پاس بیٹھنے سے بھی منع کرتا ہوں چاہے وہ اپنے ہی بزرگ کیوں نہ ہوں نہ اسلئے کہ یہ معصیت ہے بلکہ اسلئے کہ اسمیں طالب کا قلب مشوش ہو جاتا ہے۔

(ملفوظ ۳۲۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا۔ کہ یہ جو بیکاری ہے یہ سب خرابیوں کی جڑ ہے شیطان غیر مشغول شخص کو اپنی طرف مشغول کر لیتا ہے۔ ایک بزرگ مع اپنے خادم کے چلے جا رہے تھے ایک شخص راستہ پر بیکار بیٹھا ہوا تھا وہ بزرگ بدون سلام کئے ہوئے گذر گئے۔ واپسی پر پھر اسی ہی راستہ سے تشریف لائے دیکھا کہ وہ شخص تنکا لئے ہوئے زمین کرید رہا ہے آپنے سلام کیا۔ خادم نے وجہ پوچھی فرمایا کہ یہ پہلے خالی بیٹھا ہوا تھا تو شیطان کو اس سے زیادہ قرب تھا اب زمین کرید رہا ہے اس سے شیطان کو بہ نسبت اس حالت کے بعد ہے اگرچہ یہ فعل بھی مفید نہیں مگر بیکاری سے اسلم ہے۔

(ملفوظ ۳۲۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ قول محققین کا نہیں کہ تمام ماسوا کو دل سے نکالکر تب اللہ کی یاد دل میں جمائے جو ایسا کرتے ہیں سخت دھوکہ میں ہیں تمام ماسوا سے قلب کا خالی ہو جانا نہایت مشکل ہے ایسا سمجھنا سخت غلطی ہے اسکی تو تدبیر یہ ہے کہ جتنا خالی کرتا رہے اتنا ہی خیر سے بھرتا رہے اور ایسی خیر بہت سی چیزیں ہیں مثلاً دین کیلئے علماء صلحاء سے تعلق اور دوستی سو یہ مضر نہیں بلکہ مقصود کی معین ہیں لوگ ان باتوں کو سمجھتے نہیں ان باتوں کو صاحب بصیرت سمجھتا ہے امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب

یہ معلوم ہوا کہ جنت میں دوستوں سے ملاقات ہوگی جنت کی تمنا ہوگئی۔ سو ایسے ہی دوست مراد ہیں۔

(ملفوظ ۳۳۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ جو آپ کے فتوے میں بدعت ہے وہ عند اللہ بھی بدعت ہو یہ تو علمی حدود کے اعتبار سے ہے باقی عشاق کی تو شان ہی جدا ہوتی ہے اُن کے اوپر اعتراض ہو ہی نہیں سکتا خصوص جبکہ حالت غلبہ کی وجہ سے وہ معذور بھی ہوں مگر ایسا ہر وقت نہیں ہوتا اسلئے دیکھنا یہ ہے کہ عادت غالبہ کیا ہے اگر عادت غالبہ اتباع سنت ہے اور پھر غلبۂ حال کی وجہ سے کوئی ایسی بات بھی ہو جائے کہ جو بظاہر لغزش سمجھی جائے اسمیں تاویل کریں گے اور اگر عادت غالبہ خلاف سنت ہے وہاں تاویل نہ کریں گے معیار یہ ہے۔ غلبۂ حال کی وجہ سے جو عذر ہو اس کے بارہ میں فرماتے ہیں ؎

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد ع — مرعسس را دید و در خانہ نہ شد

؎ ما اگر قلاش و گر دیوانہ ایم — مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم

ایسے بدعتیوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ جنت میں پہلے داخل کئے جائیں گے اور لوگ پیچھے جائینگے

(ملفوظ ۳۳۴) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ وساوس کے دفع کی طرف اگر متوجہ رہے اسمیں کوئی ضرر تو نہیں فرمایا وسوسہ سے قلب کو خالی کرنے کی طرف متوجہ ہونا یہ خود ایک مستقل وسوسہ ہے بلکہ اُس سے بھی زیادہ مضر ہے اسلئے کہ پہلے جو وساوس قلب میں آرہے تھے وہ تو محل تفصیل ہیں کہ آیا اختیار سے آرہے ہیں یا بدون اختیار کے اور اُسکی طرف دفع کیلئے متوجہ ہونا قصد سے ہے گو دفع ہی کا قصد ہو مگر توجہ بقصد تو ہوئی اسلئے ضرر رساں ہوا اسکی مثال بجلی کے تار کی سی ہے کہ اگر دفع کی نیت سے بھی ہاتھ لگائیگا تب بھی وہ لپٹے گا اس فکر ہی میں نہ پڑنا چاہیئے۔ مثلاً کسی کے قلب میں کفر کا وسوسہ آئے اور وہ اُسکے دفع کی فکر کرے یہ تدبیر نافع نہ ہوگی بلکہ اُسوقت توجہ الی اللہ کی تجدید کردے یا توجہ الی القرآن کرلے توجہ الی الشیخ کرلے

ع؎ وہی دیوانہ ہے جو آپ کا دیوانہ نہیں ۱۲ عہ؎ ہم اگرچہ مفلس اور دیوانے ہیں۔ مگر مست اوسی ساقی اور پیمانے کے ہیں ۱۲

یہ تدبیر انشاء اللہ نافع ہو گی۔

(ملفوظ ۲۳۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ جو آجکل ہر شخص چاہتا ہے کہ جیسی میں چاہوں ویسی میری حالت ہو یہ طلب شان عبدیت کے خلاف ہے بلکہ یہ ہونا چاہئے کہ جیسا خدا چاہیں (یعنی مشیت تشریعیہ رضا) ویسا ہوں اسی میں بندہ کیلئے رحمت اور حکمت ہے اب رہی یہ بات کہ وہ بندہ کا کیسا ہونا چاہتے ہیں سو خدا کا چاہنا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے معلوم ہوتا ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا طریقہ صحابۂ کرام سے معلوم ہوتا ہے اور صحابۂ کرام کا طریقہ آئمہ مجتہدین سے معلوم ہوتا ہے اور آئمہ مجتہدین کا طریقہ علماء وقت سے معلوم ہوتا ہے بس اسکا اتباع خدا کے چاہنے کی موافقت ہے اور اس موافقت کے بعد اگر کوئی حالت طبعًا اسکو پسند نہ ہو مگر اُس موافقت کے تحت میں ہو تو اُسکا فیصلہ یہ ہے کہ وہ حالت مبارک حالت ہے کہ اپنے کو پسند نہ ہو خدا کو پسند ہو اور وہ حالت غیر مبارک ہے کہ اپنے کو پسند ہو خدا کو پسند نہ ہو حاصل یہ ہے کہ حالت وہی پسندیدہ اور مطلوب ہے جو حق تعالیٰ کو پسند ہو اسی میں بندہ کیلئے مصلحت اور حکمت ہے اور وہی بہتر ہی ہے حضرت یہاں قیل وقال یا تجویز سے کام نہیں چلتا تسلیم ورضا درکار ہے فرماتے ہیں ؎

فہم وخاطر تیز کردن نیست راہ ۔ جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

اور فرماتے ہیں ؎

آزمودم عقل دور اندیش را ۔ بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ شعر تو اس موقع پر خوب ہی چسپاں ہوئے۔ بطور مزاح فرمایا کہ تیر کا چسپاں ہونا غضب ہے زخمی ہی کر دیتا ہے۔ (یعنی زخمی عشق)

(ملفوظ ۲۳۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں کہا کرتا ہوں کہ کیفیات اور ذوق گو لذیذ ہیں مگر مقصود نہیں البتہ مقصود کے معین ہیں اور مقصود میں لذت ضرور نہیں۔ جیسے حکیم اجمل

ے عقل کو تیز کرنا راہ سلوک نہیں ہے۔ حق تعالیٰ کا فضل اسی کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو شکستگی اختیار کرتا ہے ۱۲ ے میں عقل دور اندیش کو آزمانے کے بعد دیوانۂ حق بنتا ہوں ۱۲

خاں صاحب کے نسخہ پر کسی کو وجد نہیں ہوا مگر نافع ہے اسی طرح مقصود جو سیدھی سیدھی بات ہوتی ہے اُسمیں یہ کیفیات نہیں ہوتے اور جہاں یہ کیفیات اور شورش ہیں وہ باوجود محمود ہونے کے نفسانی حظ ہے روحانی نہیں اور مقصود میں روحانی حظ ہوتا ہے مگر لوگ بڑی قدر کرتے ہیں چیخ پکار کی کو دپھاند کی انکے محمود ہونے میں شبہ نہیں مقصود ہونے میں کلام ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں سکون اور اطمینان کی کیفیت راسخ تھی شورش کا غلبہ نہ تھا اسلئے اُسکو سنت نہ کہیں گے میں کہا کرتا ہوں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی امر کا منقول ہونا سنت ہونے کیلئے کافی نہیں بلکہ جو عادت غالبہ ہو وہ سنت ہے اور جو کسی عارض کی وجہ سے صادر ہو گیا ہو وہ سنت نہیں۔ ان کیفیات کی یہ حقیقت ہے کہ ایک شخص کو نماز میں تیس برس تک کیفیت رہی وہ شباب کا وقت تھا ضعیفی میں وہ کیفیت جاتی رہی تب وہ شخص سمجھے کہ حرارت عزیزیہ کے سبب وہ کیفیت ذوق وشوق کی تھی نماز کی ہوتی تو اب بھی ہوتی اب فرمایئے تیس برس تک اُسکو نماز کی کیفیت سمجھتے رہے اسی لئے اس طریق میں شیخ کامل کی ضرورت ہے تنہا ٹکریں مارنے سے کیا ہوتا ہے اور نفسانی اور روحانی کے معیار کے متعلق یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ افعال اکثر روح کی طرف سے ہوتے ہیں اور انفعالات نفس کی طرف سے۔

(ملفوظ ۳۳۱) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ انفعالات کو قرب میں دخل نہیں جیسے اگر نماز میں کوئی کیفیت نہ ہو نہ وجدی ہو نہ استغراقی تو نماز میں کیا نقص وہ نماز کامل ہے۔ ان انفعالات کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص حسین ہو اور سرکاری دفتر میں ملازم ہو تو اُس کو حسن کی وجہ سے تنخواہ تھوڑا ہی مل رہی ہے اور نہ حسن کی وجہ سے تنخواہ میں ترقی ہوئی وہ تو جو کچھ بھی ہے کام کی بدولت ہے وہاں دفتر میں کوئی نمائش تھوڑا ہی ہے بلکہ نمائش کی ممانعت ہے۔

(ملفوظ ۳۳۲) ایک نووارد مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آپکو زیادہ بولنے کا مرض معلوم ہوتا ہے بدون اظہار علم کے نہ بیٹھا رہا گیا آخر کیا دنیا سے تہم رخصت ہی ہو گیا آپکو بولنے کی کس نے اجازت دی اور کیا آپکو یاد نہیں رہا کہ آنے کی اجازت کے خط میں یہ شرط

ہے کہ بشرطیکہ یہاں پر زمانہ قیام میں مکاتبت مخاطبت نہ کیجاوے مجلس میں خاموش بیٹھے رہو۔ اس شرط کیساتھ آپکی اجازت تھی اسکے خلاف آپنے اول ہی دن کیا جسکا حاصل یہ ہے کہ اول ہی روز سے مخالفت شروع کر دی آخر میں کہاں تک آپ لوگوں کے افعال اقوال میں تاویل کروں کیا تکلیف دینے ہی کیلئے یہ سفر آپنے کیا تھا اور جو سوال آپنے کیا ہے اگر اس کے متعلق آپکو تحقیق ہو بھی گئی تو آپکا کیا نفع اور صاحب ایسی علمی تحقیقات تو اسکا حق ہے۔ جو بے تکلف ہو ایک دن کا آنے والا اسکی برابر کیسے ہو سکتا ہے آپنے فضول اور عبث سوال کر کے طبیعت منقبض کر دی کیا آپ یہاں پر تحقیق علوم کیلئے تشریف لائے ہیں اگر آپ کا مقصود تحقیق علوم ہے تو میں صاف ظاہر کئے دیتا ہوں کہ یہ سفر آپکا بیکار ہے مطلب یہ کہ یہاں پر آنا آپکا بیکار رہا اسکے لئے تو آپ کو دیوبند یا سہارنپور کے مدارس کا سفر کرنا چاہئے تھا وہاں پر یہ کام بحمداللہ بہت ہی نظم کیساتھ ہو رہا ہے۔ میں آپکو خیر خواہی سے مشورہ دیتا ہوں کہ فضول سوالات کرنیسے ہمیشہ بچنا چاہئے خصوص ایسے شخص سے جس سے اصلاح کا تعلق ہو ایسی باتوں سے انقباض و تکدر ہوتا ہے اور انقباض و تکدر اس طریق میں مہلک چیز ہے اسلئے کہ نفع کا مدار بشاشت قلب پر ہے یہی وجہ ہے کہ میں آنے والوں کے ساتھ یہ شرط کرتا ہوں کہ یہاں پر زمانہ قیام میں مکاتبت مخاطبت نہ کیجاوے میری اسمیں کوئی مصلحت نہیں آنے والوں ہی کی مصلحت ہے آپکے اسوقت کے فضول سوال سے طبیعت منقبض ہو گئی آئندہ احتیاط رکھئے گا عرض کیا کہ غلطی ہوئی حضرت سے معافی چاہتا ہوں فرمایا کہ معاف ہے خدانخواستہ انتقام تھوڑا ہی لے رہا ہوں آپ تو سمجھدار ہیں آپ سے ایسی بات ہو تعجب ہے یہ یاد رکھئے کہ زیادہ بولنا یہ بھی ایک مرض ہے پھر دوسروں کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ جو سوال مولوی صاحب نے کیا ہے ایک غیر اختیاری امر کے متعلق سو ایسے امر میں کسی کو کیا دخل ہے تو یہ کرنا چاہئے کہ جو حکم ہے اسکے ادا کرنے کی فکر میں لگے رہیں اور ان ہی چیزوں کی طلب کرنا چاہئے جو اختیاری ہیں اور مامور بہ ہیں اور جو مامور بہ نہیں انکی فکر ہی عبث ہے ایسی چیز کے ملنے نہ ملنے کی مصلحت کسکو معلوم اسکو تو حق تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ کسکے لئے کیا مفید ہے اور کس کیلئے کیا مضر ہے جو عطا فرماویں۔

وہی اسکے لیے مفید ہے حق تعالیٰ نے ہر چیز کے اندر حکمت اور مصلحت رکھدی ہے خواہ عطار ہو یا منع ہو اسی لیے فرماتے ہیں ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض یہ مسئلہ قرآن پاک نے طے فرما دیا ہے یعنی تم ایسے کسی امر کی تمنا مت کیا کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر (وہبی طور پر) فوقیت بخشی ہے آگے فرماتے ہیں للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن یعنی مردوں کیلئے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے اور عورتوں کیلئے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے پس جب موہوب میں دخل نہیں تو کیوں پیچھے پڑے اور فرماتے ہیں واسئلوا اللہ من فضلہ یعنی اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کی درخواست کیا کرو یہ فرق بیت بچایا ہے کہ اگر ایسی چیز کو جی ہی چاہے تو مانگ لو تحصیل کے درپے مت ہو ان اللہ کان بکل شئی علیما یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں دیکھئے جذبات کو روکا نہیں یہ بھی گوارا نہ فرمایا کہ جذبات کو روکا جائے کیا ٹھکانا ہے حق تعالےٰ کی اس رحمت کا یعنی اگر جی چاہے مانگ لو اگر مناسب ہوگا دیدیں گے ورنہ خیر تو دیکھئے تعب سے کیسا بچالیا۔

(ملفوظ ۲۳۵) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عارفین کا مذاق ہی جدا ہوتا ہے دوسرے کی نظر وہاں تک کام نہیں کرتی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آپکو نابالغی کی حالت میں مرجانا پسند ہے جسمیں کوئی حساب کتاب نہیں گناہوں سے پاک صاف جنت نصیب ہو یا حالت بلوغ کو پہونچنا کہ اسکے بعد بڑے خطرات اور مواخذات میں پڑجاویں۔ فرمایا یہی حالت پسند ہے کہ بلوغ کے بعد خطرہ میں پڑیں اسلئے کہ عدم بلوغ میں حق تعالیٰ کی معرفت نہ تھی جو عین مطلوب ہے کیا ٹھکانا ہے ان عارفین کی وسعت نظر اور تعلق مع اللہ کا بات یہ ہے کہ ایسے ہی لوگوں سے وعدہ ہے حق تعالیٰ کا کیونکہ استقامت اور پوری اطاعت معرفت ہی سے ہوسکتی ہے پس فرماتے ہیں ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملئکۃ الا تخافوا

ع جن لوگوں نے دل سے اقرار کرلیا۔ کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اوس پر مستقیم رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو نہ رنج کرو اور تم جنت کے ملنے پر خوش رہو جسکا تم سے پیغمبروں کی معرفت وعدہ کیا جایا کرتا تھا۔ اور ہم تمہارے رفیق تھے۔ دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور تمہارے لئے اس جنت میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے ۱۲

ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاؤکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون ۝ اور فرماتے ہیں ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین وحسن اولئک رفیقا پھر دوسری آیت کا شان نزول فرمایا کہ ایو واقع ایک صحابی ہیں اُنکو ایک بار یہ غم ہوا کہ یہاں تو جب چاہتے ہیں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہو جاتے ہیں مگر جنت میں آپ بڑے درجہ میں ہونگے اور ہم چھوٹے درجہ میں جہاں ہماری رسائی بھی نہ ہو گی وہاں کس طرح دیدار میسر ہوگا اور اس خیال سے اُنکو بیحد قلق ہوا اسپر یہ آیت نازل ہوئی جب اُنھوں نے یہ سُنا تو بیحد خوش ہوئے کہ الحمد للہ جنت میں بھی حضور کی زیارت کیا کرینگے اسی طرح دوسرے دوستوں سے جنکا ذکر صدیقین و شہداء و صالحین میں ہے ملا کرینگے ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اس صورت میں تو کم درجہ والے بڑے درجوں میں پہونچ جائیں گے فرمایا کہ پہونچ جائینگے تو حرج اور حرج اور نقص اور نقص کیا واقع ہوا یہانپر بھی تو ایسا ہوتا ہے کہ کم درجہ والے بڑے درجوں والوں کے پاس ملنے کیلئے پہونچ جاتے ہیں۔ یہانپر معیت کے وہ معنی نہیں جو آپ سمجھے کہ اس درجہ پر مستقلاً پہونچ جائیں گے۔ اب فرمایئے کیا شبہ ہے عرض کیا کہ اب کوئی شبہ نہیں رہا۔ عرض کیا کہ کیا جنت میں پہونچکر حسرت ہوگی اور جی چاہے گا کہ ہم بھی بڑے درجوں میں ہوتے فرمایا کہ جی ہی نہیں چاہیگا جسکے لئے تجویز ہو گی اُسپر دل سے راضی رہیگا۔

(ملفوظ ۳۱۳) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تفویض کے یہ معنی نہیں کہ مانگے نہیں تفویض کے معنی یہ ہیں کہ یہ عزم رکھے کہ اگر مانگنے پر بھی نہ ملا اُسپر بھی راضی رہونگا تفویض کی حقیقت اگر نہ مانگنا ہوتا تو مانگنے کا امر نہ فرمایا جاتا یہ کوئی بہت باریک مسئلہ نہیں ہے مانگنے کیلئے نص موجود ہے البتہ عین دعاء کے وقت بھی اسکا استحضار رہے کہ اگر مانگنے پر بھی نہ ملا تو میں اسپر دل سے راضی رہوں گا یہ وہ مسئلہ ہے کہ بڑے بڑے فضلا کو شبہ ہو گیا کہ دعاء

عہ اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لیگا تو ایسے اشخاص بھی اون حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔ یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں ۱۲

اور تفویض کیسے جمع ہوں گے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ خوب مانگے اور خوب الحاح وزاری کرے۔ مانگنا ہرگز تفویض کے منافی نہیں مانگنے کو کون منع کرتا ہے اپنے بزرگوں کا بھی یہ ہی معمول رہا ہے جو میں اسوقت بیان کر رہا ہوں اور ایک کام کی بات بیان کرتا ہوں جو یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ اسمیں عبدیت زیادہ ہے کہ یہ سمجھ کر مانگے کہ یہ چیز ضرور ہمکو ملیگی اور ضرور ہی دیں گے یہ بھی شان عبدیت کیلئے ایک لازم چیز ہے اور مانگنے کے آداب میں سے ہے آگے اُنکو اختیار ہے کہ اگر بندہ کیلئے وہ مصلحت اور حکمت دیکھیں گے عطا فرما دیں گے ایک اور بات بیان کرتا ہوں مانگنے کے متعلق جب حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے تو خود اسکو بھی مقصود سمجھو تو مقصود دو ہوئے ایک وہ چیز جو مانگ رہے ہو دوسرے خود مانگنا بھی بلکہ نہ مانگنے پر اندیشہ ہے اسلئے کہ حکم مانگنے کا تھا اسمیں استغناء سے کام لیا بعض لوگ خود دعا کو مقصود سمجھتے ہیں اور حاجت کو مقصود نہیں سمجھتے غلطی ہے خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم بعد طعام کے دعا میں یہ اضافہ فرمایا کرتے تھے غیر مودع ولا مستغنى عنه ربنا یعنی ہم اس کھانے کو رخصت نہیں کرتے اس سے مستغنی نہیں اور صدہا حدیث میں جنمیں حضور سے حاجتیں مانگنا ثابت ہے تو ایسی چیز تفویض کے خلاف کیسے ہوسکتی ہے مانگنے کو تفویض کے خلاف سمجھنا سخت غلطی ہے گو اجتہادی ہے جسکا سبب غلبہ حال ہے انہیں بعضے اہل دعا کی نسبت حافظ کا یہ شعر پڑھ دیتے ہیں ؎

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں ہائل — کجا دانند حال ما سبک ساران ساحل ہا[ع]

مگر خوب سمجھ لو کہ محققین اہل دعا جس ساحل پر ہیں وہ اُدھر کا ساحل مراد ہے جو عبور دریا کے بعد ملا ہے اِدھر کا نہیں جو خوض فی البحر سے پہلے ملتا ہے اُسکو تو وہ طے کر چکا ہے وہ کجا دانند میں نہیں آسکتا اگر اُس طرف والے کا حال کھل جائے تو خود معترض یہ کہنے لگے۔ ؎

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد — کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد[ع]

ع اندھیری رات ہے موج کا خوف ہے اور ایک ہولناک گرداب ہے۔ (ان حالات میں ہم دریا کا سفر کر رہے ہیں تو) جو لوگ آرام سے کنارہ دریا پر کھڑے ہیں اون کو ہماری حالت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے ۱۲ ع تمام عالم عارفین کو نہ پہچاننے کی وجہ سے ہی گمراہ ہوا۔ (کہ انھوں نے ان حضرات کی صرف ظاہری حالت پر نظر کر کے کہدیا کہ) یہ بھی بشر ہیں اور ہم بھی بشر ہیں اور یہ بھی خواب و خور کے اسی طرح محتاج ہیں جیسے ہم۔ (مگر اون حضرات کے باطنی حالات کو نہ سمجھ سکے، ۱۲ ؛

گفت اینک مابشر ایشاں بشر   ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور

تو خواص کی بعض انتہائی حالتیں مبتدی کی ابتدائی حالتوں کے مشابہ ہوتی ہیں اس بناء پر یہ سب ملکر تین ہی حالتیں ہوتی ہیں اسکی مثل ہانڈی کی مثال ہے کہ اول جب اسکو چولھے پر رکھا جاتا ہے تو بالکل سکون ہوتا ہے اور جب پکنا شروع ہوجاتی ہے تو جوش خروش ہوتا ہے اور جب پک کر تیار ہوجاتی ہے تو پھر وہی سکون عود کر آتا ہے ایک مبتدی کی مثال ہے ایک منتہی کی ایک بیچ والے کی منتہی کی حرکات سکنات بالکل مشابہ مبتدی کے ہوتے ہیں مگر زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ مبتدی بھی بیوی سے ہمبستر ہوتا ہے اسکو صرف حظ نفس مقصود ہوتا ہے اور بیچ والا غلبہ حال سے اس طرف کم ملتفت ہوتا ہے اور منتہی کو حظ نفس بھی ہوتا ہے مگر غالب نیت یہ ہوتی ہے کہ اسکا حکم ہے سو ظاہری انتقال سے اسکی حالت مبتدی جیسی معلوم ہوتی ہے مگر زمین آسمان کا فرق ہے مگر خفی اور یہ سب باتیں بجھنا کام کرنے پر موقوف ہے وہ محض باتیں بنانے سے یا لمبی چوڑی تحقیقات بیان کرنے سے یا نیت کے دعوے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اسکی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کوئی نابالغ کہے کہ میں نیت کرتا ہوں بالغ ہونیکی تو کیا وہ بالغ ہوجائیگا۔

(ملفوظ ۲۴۳) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آجکل بعض خشک علماء بھی طریق اصلاح کے بعض اجزاء کو بدعت کہتے ہیں جیسے بعض ریاضات یا بعض اشغال فرمایا کہ بدعت کی حقیقت تو یہ ہے کہ اسکو دین سمجھکر اختیار کرے اگر معالجہ سمجھکر اختیار کرے تو بدعت کیسے ہوسکتی ہے بس ایک احداث للدین ہے اور ایک احداث فی الدین ہے۔ احداث للدین معنی سنت ہے اور احداث فی الدین بدعت ہے اسپر بحمد اللہ کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا یہ زیادہ تر جہلاء صوفیہ کی بدولت طریق بدنام ہوا ہے محض گدی نشین ہوتا ان کے یہاں مقصود طریق ہے حالانکہ گدی نشین ہیں گھوڑی نشینی انکو کہاں نصیب۔

(ملفوظ ۲۴۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حق تعالیٰ کو ہر وقت اختیار ہے کہ اگر وہ چاہیں تو دوزخیوں کو جنت میں اور جنتیوں کو دوزخ میں بدل دیں ان کے اختیار میں سب

له دین حاصل کرنے کے لئے کوئی جدید بات پیدا کرنا ۱۲ ج۔ عمه دین کے اندر کوئی نئی بات پیدا کرنا ۱۲

اور اگر وہ ایسا کریں تو وہی حکمت ہو یہی نہیں کہ فقط ضابطہ کی وجہ سے مان لیا جائے کہ وہ حاکم ہیں یہ تو بہت گھٹا ہوا عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ بھی ہونا چاہئے کہ حکیم بھی ہیں پھر کبھی کوئی اعتراض ہی قلب میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور اسپر بھی قادر ہیں کہ اگر چاہیں تو دوزخیونکو جنت میں بھیجکر تکلیف دیں اور جنتیونکو دوزخ میں بھیجکر راحت دیں آرام دیں اختیار اور حکمت کو یوں سمجھ لیجئے گا کہ جیسے کسی کے یہاں الماری ہے اوپر کے درجہ میں کپڑے رکھے ہیں اور نیچے کے درجہ میں برتن اب وہ کسی مصلحت سے کپڑوں کو اٹھا کر نیچے کے درجہ میں رکھدے اور برتنونکو اوپر کے درجہ میں رکھدے تو اسکو اختیار بھی ہے اور حکمت بھی ہوگی ایسے ہی اللہ میاں کی دو الماری ہیں ایک جنت اور ایک دوزخ وہ جب چاہیں اور جسکے لئے چاہیں بدل دیں اسمیں کسی کو مزاحمت کا کیا حق اگر اس میں کوئی مزاحمت کرے تو وہ الماری کی مزاحمت اللہ ماری ہے۔

۲۰ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز جمعہ

(ملفوظ ۳۴۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے فلاں مولوی صاحب کو لکھا تھا کہ اس طریق میں افعال مقصود ہیں انفعالات مقصود نہیں میں نے ان دو ہی جملوں میں تمام تصوف کی حقیقت اور روح بتلا دی تھی اور بیان کر دی تھی مگر ان مولوی صاحب نے کوئی قدر نہ کی تعجب ہے کہ صاحب علم ہو کر بھی نہ سمجھے۔ بات وہی ہے جو میں کہا کرتا ہوں کہ ہر شخص چاہتا یہ ہے کہ کام کچھ نہ کرنا پڑے بزرگ اپنے سینوں میں سے دیدیں پہلے یہ تو معلوم کر لو کہ خود انکو یہ چیز کیسے ملی ہے تمکو گھر بیٹھے بٹھلائے کہ کچھ کرنا دھرنا نہ پڑے کیسے ملجائیگی کسی کی جوتیاں سیدھی کرو ناک رگڑو اسپر بھی اگر ملجائے تو بسا غنیمت ہے اس راہ میں تو مٹ کر فنا ہو کر کچھ ملتا ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔ ؎

قال را بگذار مرد حال شو ۔۔۔ پیش مردے کاملے پامال شو

(ملفوظ ۳۴۴) ایک مولوی صاحب نے سوال کیا کہ حضرت استعداد کتنے دنوں میں پیدا ہو سکتی

ہے فرمایا کہ قد مختلف ہوتے ہیں بچپن میں قد پستہ ہوتا ہے رفتہ رفتہ بڑھتا ہے کیا یہ کوئی بتلا سکتا ہے کہ اسقدر قد کتنے دنوں میں ہوجائیگا نہیں بتلا سکتا اس فکر ہی میں آدمی کیوں پڑے اور فی کل واد یھیمون عــه کا مصداق کیوں بنے میں دعوے سے نہیں کہتا مگر اللہ نے ایسے اصول دل میں ڈال دیئے ہیں کہ بڑی سے بڑی بات آسان اور سہل ہوجاتی ہے اور اس ہی لئے کہا کرتا ہوں کہ اگر بڑی سے بڑی سلطنت بھی محققین کے ہاتھوں میں ہو تو اسکا انتظام ہوسکتا ہے اور کوئی بدنظمی بحمداللہ نہ ہو۔

(ملفوظ ۳۳۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حالت محمودہ غیر اختیاریہ کو وجد کہتے ہیں جو محمود ہے مگر مامور بہ نہیں انھوں نے عرض کیا یبکون ویزیدھم خشوعا عــه فرمایا گیا ہے کیا یہاں پر قصد سے رونا مراد ہے فرمایا کہ اسمیں صرف فضیلت بکا کی مذکور ہے۔ اسکا امر نہیں اسلئے قصد سے رونا مراد نہیں ایک صاحب نے عرض کیا کہ جسکو رونا نہیں آتا فرمایا اُس کو بھی آتا ہے عرض کیا کہ کہاں آتا ہے فرمایا کہ رونا آنے پر افسوس ہونا یہ بھی رونا ہی ہے بعض کو فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا عــه سے بکا کے مامور بہ ہونیکا شبہ ہوگیا ہے مگر وہ صورۃً امر ہے مگر معنیً خبر ہے قیامت میں کفار کے وقوع بکا کی خبر دے رہے ہیں۔

(ملفوظ ۳۳۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آجکل جاہل صوفیوں کے نہایت لچر استدلالات ہوتے ہیں وہ فن کو ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر جاہل ہیں ثابت کرنے پر قادر نہیں۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ تو یہ کہتے ہیں کہ مغز ہمارے پاس ہے فرمایا کہ جی ہاں مگر کونسا مغز ایک قسم مغز کی کوڑ مغزی بھی ہے۔

(ملفوظ ۳۳۴) ایک صاحب نے سوال کے کہ حضرت اگر کسی قصداً مسجد میں ایام رمضان المبارک میں ذکو جلادی جاتی ہے اس سے روزہ میں تو فرق نہیں آتا فرمایا کہ قصداً تو اسکو نہیں سونگھتے عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ روزہ میں تو خرابی نہیں آتی مگر اچھا نہیں جسکو جلا لیا جاوے۔

(ملفوظ ۳۳۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آجکل تو ہر شخص مصنف بنا ہوا ہے

عــه وہ شاعر لوگ خیالی مضامین کے ہر میدان میں حیران پھر رہے ہیں ۱۲۔ عــه اور یہ قرآن ان کا خشوع بڑھا دیتا ہے ۱۲

عــه تھوڑے دنوں دنیا میں ہنس لیں اور بہت دنوں آخرت میں روتے رہیں ۱۲

بعض بعض مصنفین میرے پاس رسائل بغرض تنقید بھیجتے ہیں دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ کیوں اس شخص نے تکلیف اٹھائی اور وقت بیکار کھویا نام تک رکھنے کا تو سلیقہ ہوتا نہیں۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ سنا تھا کہ سب سے پہلے کتاب کا نام دیکھو اگر اسکا نام موضوع کے مناسب ہو تو کتاب دیکھو ورنہ کیوں وقت بھی ضائع کیا واقعی کام کی بات فرمائی یہ حضرات مبصر تھے انکی نظر حقیقت پر پہونچتی ہے انکی معمولی معمولی باتوں میں علوم ہوتے ہیں۔

(ملفوظ ۳۴۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اسکا کون دعوی کر سکتا ہے کہ میری تصنیف میں کوئی لغزش یا کوتاہی نہیں بشریت ہے سہو نسیان ساتھ لگا ہوا ہے لیکن اسی کے ساتھ مدعی نسیان کے متعلق یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ واقعی نسیان ہے یا قصد سے ایسا دعوے کیا گیا ہے سو اگر کوئی محض حسد کی راہ سے کسی پر اعتراض ہی کرنا چاہے وہ بھی معلوم ہو جاتا ہے اور اسکا کسی کے پاس کوئی علاج نہیں بہت سے لوگوں کا یہ ہی مشغلہ ہے کہ عیب جوئی میں لگے رہتے ہیں۔ عیب چین کی مثال ایسی ہے جیسے باغ میں کوئی پھول سونگھنے کی غرض سے کوئی پھل کھانے کی غرض سے کوئی سیر و تفریح کی وجہ سے جاتا ہے اور سور جو جاتا ہے سونگھتے سونگھتے جہاں پاخانہ ہوگا وہیں پہونچ جائیگا اسی طرح حاسد کی کسی خوبی پر نظر نہیں پڑتی اگرچہ کتنی ہی خوبیاں ہوں ہمیشہ عیب ہی کی جستجو میں رہتا ہے۔

(ملفوظ ۳۴۵) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ بواپسی ڈاک اس عریضہ کا جواب دو اور اگر نہ دیا تو حشر میں دامن گیر ہونگا اور اسمیں جواب کے لئے ٹکٹ بھی نہ تھے فرمایا کہ ٹکٹ نہ رکھنے پر اس شخص کا یہ خیال نہ ہوا کہ کہیں میں ہی دامن گیر نہ ہوں کہ خواہ مخواہ کی اذیت دی۔

(ملفوظ ۳۴۶) ایک خط کے سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت اگر میں طالبین کی غلطیوں کی تاویلیں کر لیا کروں تو اصلاح اور تربیت ہی نہیں ہو سکتی ان کے امراض سے اگر چشم پوشی کیجائے تو اعلیٰ درجہ کی خیانت ہے برا ماننے والوں میں حس نہیں...... رہا چشم پوشی کی فرمائش کرنیوالے مجھپر ایک قسم کا دباؤ ڈالنا چاہتے ہیں مگر مجھکو دبنے کی کیا ضرورت ہے کیا کوئی میرا کام ہے یا کوئی میری غرض ہے ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایسا تو کوئی نہیں سمجھتا فرمایا کہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں۔

کہ اسکا مقصد تو نہیں ہوتا مگر آخر عنوان بھی ایسا کیوں اختیار کیا جائے جس سے اس قسم کا شبہ پیدا ہو سکتا ہے اصل میں ان باتوں کا تعلق فہم سے ہے فہم بڑی دولت ہے اللہ تعالیٰ کی جسکو عطا فرمادیں۔ میں مشقت سے نہیں گھبراتا جسقدر چاہے خدمت لیجائے ہاں بدسلیقگی اور بے اصولی سے گھبراتا ہوں کہ میں تو اسکی اصلاح کے پیچھے پڑا ہوا اور اس سے لوگ گھبرائیں پھر یہ کہ میں دوسرے کو بدون اسکی طلب کے کبھی کوئی تعلیم نہیں کرتا۔ تو تعلیم کی درخواست کے بعد اس سے گھبرانا کیا معنی حاصل یہ کہ میں تعلیم کے متعلق کسی کو خود خاص نہیں کرتا البتہ طلب پر خطاب خاص کرتا ہوں۔ اور یوں تو بحمد اللہ ہر وقت ہی عام اصلاح تعلیم میرے یہاں ہوتی رہتی ہے جسپر بھی لوگوں سے برائی ہو جاتی ہے میں تو چاہتا ہوں کہ بندوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے صحیح ہے اور لوگ اسکا احساس نہیں کرتے۔

(ملفوظ ۳۵۲) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے اسمیں لکھا ہے کہ میں بہت سوچتا ہوں کہ ایسا کونسا گناہ مجھ سے ہوا کہ جو اسقدر مصائب میں مبتلا ہوں جواب میں فرمایا کہ جب پریشانی نہ تھی اسوقت نہ سوچا کہ میرا ایسا کونسا عمل صالح تھا جسکی وجہ سے خوش عیش بنا رہا اعمال حسنہ کو تو سب کو مقبول ہی سمجھ رہا اور خوش عیشی میں موثر سمجھا۔ اور وہاں نہ سوچا کہ کونسا عمل اسکا سبب ہو گیا تھا اور گناہوں میں امتیاز ڈھونڈتا ہے کہ کونسا گناہ سبب مصائب کا ہوا لوگ گناہ صغیرہ کی تو کوئی اصل ہی نہیں سمجھتے حالانکہ وہ صغیرہ کبیرہ کے مقابلہ میں صغیرہ ہے اپنی ذات میں تو صغیرہ نہیں مثال سے سمجھ لیجئے جیسے چنگاری اسمیں کیا چھوٹی کیا بڑی چھپر پھونکدینے کیلئے تو چھوٹی بھی بہت ہے۔

(لطیفہ) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کا خط آیا ہے عجیب نام ہے قیاس گل۔ پھر فرمایا کہ گل بھی دو ہیں ایک پھول اور ایک حقہ کا گل ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک چراغ گل بھی تو ہے فرمایا ہاں صحیح ہے پھر اسی پر ہنس کر کے فرمایا کہ ان مولوی صاحب نے جو عرف کے اتباع میں مجھ سے باتیں پوچھی ہیں ان میں مجھکو دوسروں پر قیاس کر کے قیاس کو گل کیا ہے۔

(ملفوظ ۳۵۳) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ ایک عورت کو اپنا کرنا چاہتا ہوں اس کے لئے کوئی وظیفہ براہ نواجش (نوازش) حاجت بتلادو تاکہ میری سرسبجی (سرسبزی) نکل آئے جواب میں فرمایا کہ نواجش (نوازش) یہی ہے کہ توبہ کرو سرسبجی (سرسبزی) اسی میں ہے۔ ایک صاحب

نے عرض کیا کہ توبہ کس بات سے فرمایا کہ عورتوں کے مسخر کرنے سے (اسی سلسلہ میں (حرف ز کو حرف ج سے بدلنے کے بارہ میں) فرمایا کہ کبھی کبھی طبیعت میں طالب علمی کی شوخی آجاتی ہے مگر وہ ایسی ہی ہے کہ جیسے کسی نے کہا ہے کہ ؎

وقت پیری شباب کی باتیں، ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

(ملفوظ ۳۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک معترض نے مجھ پر اعتراض کیا ہے کہ رخص پر عمل کرتا ہے مگر ہم رخص کو تو تمام عمر انشاء اللہ تعالیٰ نباہ دیں گے اور دعوے سے عزائم پر عمل کرنے والوں کی چار دن کی چاندنی ہے اور بھائی صاف بات یہ ہے کہ عزیمت میں محنت ہے اور محنت ہوتی نہیں اور کبھی کی بھی نہیں بس عملی حصہ تو بہت ہی کم ہے رہا علم تو یہ بھی خدا تعالیٰ کی عنایت ہے کہ دو چار باتیں آگئیں دوسروں کو بتلا دیتا ہوں۔ کمال انہیں بھی نہیں۔

(ملفوظ ۳۵۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ واعظ کے لئے عمل ہونا شرط نہیں ہے بے عمل پر بھی واعظ ہونا واجب ہے جیسے طبیب کا پرہیزگار ہونا شرط نہیں بد پرہیز پر بھی واجب ہے کہ مریضوں کا علاج کرے۔

(ملفوظ ۳۵۶) ایک مولوی صاحب کے ایک بے اصول سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ اصطلاحات آپکو مبارک ہوں یہ ہی چیزیں تو اس طریق میں سد راہ ہیں آپ نے اس وقت ایک بیکار اور فضول سوال کر کے طبیعت کو منقبض کر دیا اب اگر متنبہ کرتا ہوں تو بد خلق مشہور ہوتا ہوں نہ متنبہ کروں تو اصلاح کیسے ہو۔ آخر کیوں آپکو بیٹھے بٹھلائے ایسی بات سوجھی جسکے سر نہ پیر بے جوڑ پھر کیا معلوم بھی ہے کہ اصطلاحات کا نام علم نہیں حقائق کا نام علم ہے مولوی صاحب میں آپ کو ہمیشہ کیلئے متنبہ کرتا ہوں کہ کبھی ایسا فضول اور لغو سوال نہ کیا کیجئے ایسی باتوں سے اجتناب کی ضرورت ہے ایسی باتوں سے طبیعت مکدر ہو جاتی ہے اور پھر نفع خاک بھی نہیں ہوتا ایسا شخص جیسا آتا ہے ویسا ہی کورا لوٹ جاتا ہے۔

(ملفوظ ۳۵۷) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے بزرگوں میں بحمد اللہ ہمیشہ حقائق ہی رہے مخالفین کو بھی اسکا اقرار ہے۔ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حقائق کو مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بکثرت

ظاہر فرمایا ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ہر ایک بزرگ کو ایک خاص لسان دیجاتی ہے میری لسان مولوی محمد قاسم صاحبؒ ہیں۔

(ملفوظ ۳۵۸) ایک دیہاتی شخص نے آکر تعویذ مانگا اور یہ نہیں بتلایا کہ کس چیز کا تعویذ حضرت والا نے فرمایا کہ میں سمجھا نہیں اُس نے ذرا بلند آواز سے کہا کہ تعویذ کو آیا ہوں فرمایا کہ میں بہرا نہیں ہوں سن لیا مگر سمجھا نہیں ذرا باریک بات کو کم سمجھتا ہوں (یہ مزاحاً فرمایا) اسپر بھی اس نے یہ نہیں بتلایا کہ کس چیز کا تعویذ چاہئے فرمایا کہ جاؤ باہر سہ دری سے اور کسی سے معلوم کرکے آؤ کہ یہ میری بات پوری ہے یا ادھوری وہ شخص گیا اور دریافت کرکے آیا اور کہا کہ ستاؤ (یعنی آسیب) کا تعویذ دیدو فرمایا کہ اب بتلاؤ کہ میں بدون بتلائے ہوئے کس چیز کا تعویذ لکھتا۔ تم کبھی ادھوری بات اتو کبھی ادھوری بات آپ کسی کے پاس جاکر نہیں کھوگے کہا کہ نہیں پھر حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ ایک کو تو جن ستا رہا ہے اُسکے لئے تعویذ کی ضرورت ہے اور تو مجھے ستا رہا ہے ایک تعویذ میں اپنے لئے کروں تیرے ستاؤ سے بچنے کیلئے فرمایا کہ اسوقت جاؤ اور ایک گھنٹے کے بعد آکر پوری بات کہنا کیونکہ پریشانی میں تعویذ لکھنے کو دل نہیں چاہتا اور مؤثر بھی نہیں ہوتا اسکے بعد فرمایا کہ یاد آگیا آج جمعہ ہے تعویذ نہیں ملیگا کل ظہر کے بعد آنا اور آکر پوری بات کہدینا آج کے واقعہ کے بھروسہ نہ رہنا مجھکو آج کی بات یاد نہ رہیگی وہ شخص چلا گیا۔ فرمایا کہ اسوقت ذراسی گڑبڑ تو ہوئی مگر اس شخص کو سبق ملگیا اب کبھی ادھوری بات نہ کہیگا یہاں پر تو جو آتا ہے بحمداللہ خالی نہیں جاتا کچھ لیکر جاتا ہے تعویذ لاؤ تعلیم ملگئی یہ سب کچھ خرابیاں رسمی اخلاق کی بدولت ہو رہی ہیں مجھ میں یہ رسمی اخلاق ہیں نہیں اس ہی لئے میں بدنام ہوں خیر بدنام ہی کریں اصول کو کیسے چھوڑ دیا جاوے آج کل لوگ اہل وصول سے خوش ہیں اور اہل اصول سے خفا اچھا ہے ایسے بدفہم اور کور مغزوں کا خفا ہونا ہی اچھا ہے۔ نجات تو ملجاتی ہے ورنہ سوائے ستانے کے ایسے شخصوں سے اور کیا امید ہو سکتی ہے۔

(ملفوظ ۳۵۹) ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت میں بے روزگار ہوں ایک تعویذ دیدیجئے فرمایا کہ ابھی ایک واقعہ تمہارے سامنے ہو چکا ہے جس سے تمکو معلوم ہو گیا کہ جمعہ کے روز تعویذ نہیں دیا جاتا پھر بھی تمکو سبق نہ ملا خیر روزگار کیلئے تعویذ نہیں ہوتا میں پڑھنے کیلئے بتاتا ہوں وہ پڑھ لیا

کرو یا باسط ذوالجود اور سترمرتبہ پانچوں نمازوں کے بعد پڑھ لیا کرو انشاء اللہ تعالیٰ بہتر ہوگا۔
اسی سلسلہ میں فرمایا کہ آجکل لوگ وظائف کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور اصل چیز یعنی دعا کو اختیار نہیں کرتے جو روح ہے اور مغز ہے تمام عبادات کی اور ایک کام کی بات بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ وظائف پڑھنے سے قلب میں ایک دعوے کی شان پیدا ہوتی ہے کہ ہم ایک تدبیر کر رہے ہیں بس ثمرہ گویا ہمارے قابو میں ہے اور دعا سے شان عبدیت کا غلبہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں وہ چاہیں گے تو دینگے بس دعا بڑی چیز ہے۔ ؎

بس ہے اپنا ایک ہی نالہ اگر پہونچے وہاں + گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم

(ملفوظ ۲۷۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ان کی رحمت کا کیا ٹھکانا ہے وہ تو ہر وقت اپنے بندوں پر رحمت فائض فرمانے کو تیار ہیں حتی کہ مایوسین کی بھی امیدیں اور مرادیں بر لاتے ہیں فرماتے ہیں وھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہ[1] وہاں کیا دیر ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ دیکھتے ہیں کہ یہ بھی کچھ کرتا ہے وہ اپنی عطاء کیلئے قابل سے طلب شرط ہے عدم طلب کے متعلق فرماتے ہیں انلزمکموھا وانتم لھا کٰرھون[2] اور اس طلب کی استعداد تام پیدا ہوتی ہے کسی کامل کی جوتیاں سیدھی کرنے سے اس راہ میں راہ زن بہت ہیں بدون رہبر کے بہت سے خطرات ہیں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جان تک جاتی رہتی ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے شیخ اس خطرہ سے نکالکر منزل مقصود پر پہونچانے کی تدابیر کرتا ہے اور دعا کرتا ہے اور اس دشوار گذار گھاٹی سے نکالکر لیجاتا ہے بدون رہبر کے ایک قدم رکھنا بھی نہایت خطرناک بات ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

یار باید راہ را تنہا مرو[3] ، بے قلاوز اندریں صحرا مرو

(ملفوظ ۲۷۵) آیت ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان[4] الآیۃ کے متعلق ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں یہ تو ٹھیک ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق

---

[1] اور وہ ایسا ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے ۱۲
[2] تو میں کیا کروں مجبور ہوں کیا ہم اس دعوے اور دلیل کو تمہاری سر مڑھ دیں ۱۲
[3] راستہ کے لئے ساتھی چاہئے۔ تنہا مت چلو۔ بغیر رہبر کے اس جنگل میں مت جاؤ ۱۲
[4] آپکو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب اللہ کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کا انتہائے کمال کیا ہے ۱۲

یہ فرمانا کہ ایمان کی بھی خبر نہ تھی اس سے بڑا اندیشہ اس غلط فہمی کا ہو سکتا ہے کہ ایمان کوئی مہتم بالشان چیز نہیں جب نبی بھی اس سے ایک زمانہ میں بے خبر رہ چکے ہیں مگر چونکہ خدا کا کلام ہے لیے ذکر فرماتے ہیں کہ کوئی ہمارا کیا کریگا پھر اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ جانتے ہیں اگر کوئی گڑ بڑ ہوگی تو ہم خود سنبھال لینگے

(ملفوظ ۳۶۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بڑی تدبیر معاصی اور امراض باطنی سے بچنے کی بھی یہ ہی ہے کہ کسی کامل کی طرف رجوع کرے اسکی بتلائی ہوئی تدابیر پر استقامت کیساتھ عمل کرے اس تدبیر سے انشاءاللہ تعالیٰ چند روز میں تمام رذائل سے پاک ہو جائیگا اور اعمال صالحہ کی توفیق ہو جائیگی اسی کو فرماتے ہیں۔ ؎

عاشقی[ع] کہ شد کہ یار بحالش نظر نکرد اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

اور فرماتے ہیں ؎

بے عنایات[ع] حق و خاصانِ حق ، گر ملک باشد سیہ ہستش ورق ،

۲۱ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم شنبہ

(ملفوظ ۳۶۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ علماء کو عوام اور جہلاء کا تابع بنکر نہیں رہنا چاہیے اس سے دین کی عظمت و احترام ان لوگوں کے قلوب سے نکل جانیکا اندیشہ ہے آج جو عوام کی ہمت اور جرأت بڑھ گئی کہ وہ اہل علم کو حقیر سمجھتے ہیں اسکا سبب یہ اہل علم ہی ہوئے ہیں مجھے جو عوام کی حرکت یا ان کے کسی فعل پر اسقدر جلد تغیر ہو جاتا ہے اسکا سبب زیادہ تر وہ فعل نہیں ہوتا بلکہ اسکا منشا اسکا سبب ہوتا ہے یہ خیال ہوتا ہے کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ اہل دنیا جو مال کی وجہ سے بڑے ہیں یا حکام جو جاہ کی وجہ سے بڑے ہیں یہ عوام ان کے ساتھ یہ بیتکلفی کا برتاؤ کیوں نہیں کرتے جو اہل علم سے کرتے ہیں ان کے سامنے جا کر کیوں بھیگی بلی بنجاتے ہیں یہ سب علماء کے ڈھیلے پن کی بدولت ہے میں کہا کرتا ہوں کہ نہ تو ڈھیلے بنو اور نہ ڈھیلے (کلوخ) ہو جس سے دوسرے کے چوٹ لگے

ع ایسا کون ہے جو عاشق ہوا ہو اور محبوب نے اوسکے حال پر عنایت نہ فرمائی ہو میاں درد ہی نہیں ہے ورنہ طبیب تو موجود ہے

ع حق تعالیٰ کی اور خاصان خدا کی عنایت کے بغیر اگر فرشتہ بھی ہو تو اسکا بھی نامۂ اعمال سیاہ ہو ۔ ۱۲

توسط کے درجہ میں رہو نہ تو اسقدر کڑوے ہو کہ کوئی تھوک دے اور نہ اسقدر میٹھے کہ دوسرا نگل ہی جائے۔ آجکل تو یہانتک نوبت آگئی ہے کہ بعض علماء مسائل کے جواب میں عوام کے مذاق کی رعایت کرنے لگے مجھکو تو اس طرز پر بیحد افسوس ہے یہ اہل علم کی شان کے بالکل خلاف ہے مسائل کے جواب کے وقت اہل علم کی یہ شان ہونی چاہیے جیسے حاکم کی اجلاس پر ہونیکے وقت شان ہوتی ہے۔ فرمایا کہ اسپر یاد آیا کہ کانپور میں ایک کوتوال صاحب نے ایک معمولی مولوی صاحب سے جو اُن کے بچوں کی تعلیم پر اُن کے ملازم تھے سوال کیا کہ نبی میں اور ساحر میں فرق کیسے معلوم ہو۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ آپ کو تو ال میں جسوقت کسی معاملہ کی تحقیق کیلئے اپنے علاقہ میں جاتے ہیں تو اُن لوگوں کو آپکے اطمینان کا کیا ذریعہ ہے کہ آپ کوتوال ہیں ممکن ہے بہروپیہ یا ڈاکو ہو اور اس وردی میں چلا آیا ہو۔ اب کوتوال صاحب چُپ ہیں کچھ نہیں بولتے۔ واقعی ان متکبروں کا دماغ اسی طرح سیدھا کرنا چاہیئے۔ ایسے جاہلوں کے سامنے دیکر جواب دینا مفید نہیں ہو سکتا یہ مولوی صاحب تھے بڑے جری نہ کسی انگریز سے ڈریں نہ ہندوستانی سے۔ ایکمرتبہ یہی حضرت ایک انگریز لفٹننٹ گورنر کے پاس پہونچے اور جاکر کہا کہ کیا کچھ تمہاری حکومت میں علماء کا حق نہیں رہا کیا یہ تمہاری رعایا میں نہیں اُس نے جواب میں کہا کہ ضرور ہے فرمایئے کہ آپ چاہتے کیا ہیں۔ کہا کہ روزگار چاہیئے۔ اُس انگریز نے جواب دیا کہ روزگار بہت مگر آپ کی علم کی شان کیخلاف ہے اسکے لئے تو یہی زیبا ہے کہ آپ کسی مسجد میں بیٹھکر درس و تدریس کا کام کریں جس سے خدا کی دین کی خدمت ہو اور خدا تمہاری ضروریات کا کفیل ہو گا انھوں نے جواب میں کہا کہ میں آپ کا بہت شکر گذار ہوں آپنے مجھکو نیک مشورہ دیا اور اُس انگریز نے خدمتگار کو اشارہ کیا وہ فوراً ایک کشتی میں پچاس روپیہ رکھکر لایا اس انگریز نے خود اپنے ہاتھ میں کشتی لیکر ان کے سامنے پیش کیے کہ یہ آپ کی نذر ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں آپکی نصیحت پر یہیں سے عمل شروع کرتا ہوں۔ اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ لے لیتے اُسنے یہی تو کہا تھا کہ خدا کفیل ہو گا تو یہ خدا ہی نے تو پیش کرائے تھے اور مسجد ہی کے بیٹھنے کی نیت کا ثمرہ تھا۔ ایک بزرگ خلوت نشین تھے لفٹننٹ گورنر ملاقات کو گئے جاکر سلام کیا۔ جب رخصت ہونے لگے عرض کیا کہ حضور کی گذر کا کیا ذریعہ ہے بزرگ نے فرمایا کہ کل جواب دونگا اگلے روز لفٹننٹ گورنر پھر بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایکہزار روپیہ

کی تھیلی ہمراہ لیگئے اور پیش کی اور عرض کیا کہ حضور آج جا رہا ہوں اور کل کے جواب کا انتظار ہے بزرگ نے فرمایا یہ کل کا جواب ہے۔ تم میرے مرید نہیں حتیٰ کہ مسلمان بھی نہیں میرا تمسے تعلق کیا پھر کیوں دیتے ہو حق تعالیٰ اسی طرح عطا فرماتے ہیں گذر ہوتی ہے تو جسطرح ان بزرگ نے خدا کا عطیہ سمجھکر لے لیا تھا اسی طرح ان مولوی صاحب کو بھی خدا کی عطا سمجھکر لے لینا تھا۔

(ملفوظ) ایک مہمان پنجاب سے حاضر ہوئے انکا حضرت والا سے بیعت کا تعلق تھا بعد مصافحہ کرنیکے عرض کیا کہ کچھ پکی ہوئی مچھلی اور روغنی روٹی بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں حضرت والا نے دیکھکر فرمایا اسقدر زائد لانیکی کیا ضرورت تھی تھوڑی سی لے آتے عرض کیا کہ حضرت یہ تو تھوڑی ہی ہے بطور مزاح فرمایا کہ اب یہ اعتراض ہے کہ تھوڑی کیوں لائے زائد کیوں نہیں لائے یہاں پر تو دونوں شقوں پر اعتراض ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت والا نے فرمایا کہ ایسے ہدایا میں سے ضرور کھانا چاہئے اسمیں ایک نور ہوتا ہے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ ایسی چیز میں سے ضرور کچھ تھوڑا بہت کھا لیتے تھے حضرت کا رنگ تو عجیب تھا یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ حضرت لذائذ سے بچتے ہوئے ہیں آپ کھاتے تھے اور بہت قلیل یہ بڑی مشکل بات ہے کہ کھائے اور کم کھائے اس سے یہ آسان ہے کہ بالکل نہ کھائے مگر حضرت کا یہ معمول تھا کہ کیسی ہی کوئی چیز آگئی مثلاً انگور وغیرہ بس ایک دانہ اٹھا کر نوش فرمالیا اور باقی کو تقسیم کرادیا یہ بہت ہی دقیق زہد تھا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسی چیزوں کی نسبت یوں بھی فرمایا کرتے تھے کہ جو چیز حب فی اللہ کی وجہ سے آئے اُسے ضرور کھائے اُس میں نور ہوتا ہے چنانچہ ایک بزرگ دوسرے بزرگ کی ملاقات کو چلے راستہ میں خیال آیا کہ بزرگ کی خدمت میں جا رہا ہوں کچھ ہونا ضرور چاہئے پاس کچھ نہ تھا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ درختوں کی پتلی پتلی کچھ شاخیں خشک ہو کر نیچے زمین پر خود بخود گر جاتی ہیں ان بزرگ نے خیال کیا کہ یہی لے چلو حضرت کے یہاں ایک وقت روٹی ہی پک جائے گی لکڑیاں جمع کر اور سر پر رکھ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت یہ کچھ لکڑیاں لایا ہوں فرمایا بہت اچھا اب ان بزرگ کی قدردانی کو ملاحظہ فرمایئے خادم کو بلایا اور فرمایا کہ یہ لکڑیاں لیکر حفاظت سے رکھو اور جب ہم مر جائیں ان لکڑیوں سے ہمارے غسل کا پانی گرم کیا جائے اسکی وجہ سے ہمیں امید اپنی نجات کی ہے انکی برکت سے انشاء اللہ

ہماری بخشش ہو جائیگی غرض ایسی چیزیں نور ہوتا ہے جو حب فی اللہ کی وجہ سے آتی ہے واقعی دنیا کی راحت بھی اہل اللہ ہی کو میسر ہے کیونکہ جب ایسی خیال سے اسکا استعمال رغبت سے کریں گے راحت ہی راحت ہے۔ میں تو بطور اشارہ کے ایک تاویل یہ بھی کیا کرتا ہوں۔ ولمن خاف مقام ربہ جنتان کی کہ ایک آخرت میں جنت اور ایک دنیا میں جنت۔ یہاں کی جنت راحت ہے ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہاں کیسی جنت۔ فرمایا کہ ہاں میرا مطلب یہ ہے کہ دنیا دار جو تصنع اور جاہ کی وجہ سے تشویش میں پڑتے ہیں یہ حضرات اس سے بری ہیں خلاصہ یہ ہے کہ فضولیات میں پڑنے سے جو دنیا داروں کو گرانی ہوتی ہے وہ ان حضرات کو نہیں ہوتی یہ ہے جنت۔

(ملفوظ ۴۶۶) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کسی شخص پر حق کا واضح ہو جانا خدا ہی کے قبضہ میں ہے انسان کی قدرت سے باہر ہے فرمایا کہ ہاں حق تعالیٰ حق کو قلب پر وارد اور واضح کر دیتے ہیں۔ عادت اللہ یہ ہی ہے پھر یہ شخص بہ تکلف رد کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ حق واضح ہونے پر یاد آیا کہ یہاں ایک شخص میر منصب علی تھے ان کا گھرانا اکثر شیعی تھا یہ بھی شیعی تھے۔ پھر سنی ہوگئے تھے مجھ سے خود کہتے تھے کہ ان میں بعضے لوگ ایسی شرارتیں کرتے ہیں کہ بچپن میں ہم سے کہا گیا تھا کہ خلفاء ثلثہ کے نام سڑک پر لکھا کرو تاکہ لوگ اُس پر سے راستہ چلیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ریت تا نی سے فرمایا نہیں انگلی سے ریت میں یا مٹی پر اور کہتے تھے کہ ہم لکھتے پھرا کرتے تھے حق واضح ہونیکا قصہ اس طرح بیان کرتے تھے کہ ایک بار انکو شبہ ہوا اپنے مذہب میں اور یہ حالت ہوئی کہ کبھی سنیوں کے طریقہ پر نماز پڑھتے اور کبھی شیعوں کے طریقہ پر عجب کشمکش کی حالت میں تھے اسی تغیر میں ایکمرتبہ پیران کلیر جانا ہوا وہاں پر حضرت مخدوم علاؤ الدین صابرؒ کا مزار ہے وہاں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ مقبولین میں سے ہیں میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ دعا فرماویں کہ مجھ پر حق واضح ہو جائے اگر ایسا نہ ہوا تو قیامت کے روز آپکو پیش کر کے الگ ہو جاؤنگا کہ ان سے عرض کیا تھا انھوں نے توجہ نہ کی یہ کہکر چلدیئے پھر خیال ہوا کہ شاید خواب وغیرہ میں کوئی بات معلوم ہو جائیگی اسکے یہ قائل نہ تھے لوٹ کر پھر مزار پر آئے اور عرض کیا حضرت خواب میں اگر کوئی بات نظر آئی میں نہیں مانونگا میں یہ چاہتا ہوں کہ بلا کسی سبب ظاہر کے قلب مطمئن ہو جائے اور سکون و اطمینان میسر ہو جائے وہاں سے جو لوٹے ہیں تو قلب میں یہ ہی

واضح ہوا کہ مذہب سنی حق ہے اپنے سنی ہونیکا اعلان کر دیا۔ ایک صاحب نے یہ خبر نالوتہ انکی
والدہ کو پہونچائی کہ تمہارے بیٹے سنی ہو گئے وہ ایسی سخت تھی کہ اول تو انکو یقین نہیں آیا
اور کہا کہ میرا بیٹا ایسا نہیں کہ وہ سنی ہو جاوے اس شخص نے کہا کہ تم بیٹھی یہ ہی کہے جاؤ وہ
سنی ہو چکے انکی والدہ نے اپنے اطمینان کی غرض سے سفر کیا اور تحقیق کیلئے یہاں آئیں بیٹے کو
بلوایا اور کہا کہ مجھکو ایک بات معلوم کرنی ہے اوپر کوٹھے پر الگ چلو آگے انکو کیا اور پیچھے خود
ہولی کہ کہیں بھاگ نہ جاویں برداشت نہ کر سکی زینہ ہی میں سوال کر بیٹھی کہ میں نے سنا ہے کہ تم
سنی ہو گئے انہوں نے کہا کہ یہ بات صحیح ہے میں سنی ہو گیا یہ سنکر اس عورت کو اسقدر
صدمہ اور رنج ہوا کہ زینہ ہی میں بیہوش ہو کر گر گئی اور لڑھکتی ہوئی نیچے آ کر پڑی جب ہوش
آیا بولی کمبخت میں دودھ نہ بخشوں گی ایسا کہنے کی دینداروں کو عادت ہوتی ہے انہوں نے
جواب میں کہا کہ تو کیا دودھ نہ بخشے گی میں ہی نہیں بخشونگا مجھکو ایسا ناپاک دودھ پلایا کہ
اسکے اثر سے میں اتنے زمانہ تک گمراہ رہا۔ ماں نے کہا کہ تو مجھسے مر گیا میں تجھسے مر گئی انہوں نے
کہا کہ میں تو ابھی سب سے مر گیا اور تجھسے سب مر گئے حق کو نہیں چھوڑ سکتا تمام عمر ان کی ماں نے صورت
نہیں دیکھی۔ دیکھو ان میر صاحب نے بھی دعا کی تھی کہ بلا کسی تدبیر کے حق واضح ہو جاوے۔ حضرت
ساری تدبیریں ایک طرف اور خدا سے تعلق اور دعا کرنا ایک طرف اسکو لوگوں نے بالکل چھوڑ دیا
مگر دعا خشوع کی ساتھ ہونا چاہئے اسکے لئے فقہا نے لکھا ہے کہ دعا میں کسی خاص دعا کی تعیین نہ کرے
اس سے خشوع جاتا رہتا ہے۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ اب غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ
عدم تعیین میں بڑی حکمتیں ہیں۔ فرمایا جی ہاں صوفیہ اور فقہاء یہ دونوں تو محققین حکماء ہیں دین کو
جسقدر انہوں نے سمجھا ہے اور کسی نے نہیں سمجھا اصل محققین صوفیہ و فقہاء ہی ہیں۔ ایکمرتبہ مجکو
خیال ہوا باوجود ان کے حکماء اور محقق ہونیکے پھر ان میں لڑائی کیوں ہوتی ہے۔ میں نے تو یہی فیصلہ
کیا کہ غیر محققین میں لڑائی ہوتی ہے اور دونوں جماعتوں کے محققین میں کبھی لڑائی نہیں ہوتی یہ تو
جامع ہوتے ہیں تو کیا کوئی اپنے سے بھی لڑا کرتا ہے۔

(ملفوظ ۳۲۲) فرمایا کہ خاصان حق کی ہر بات میں حکمتیں ہوتی ہیں چنانچہ بزرگوں سے جو تدبیریں کہ
ثابت ہیں ان میں مختلف حکمتیں ہوتی ہیں حسب استعداد ناظرین کے کبھی معلوم ہو جاتی ہیں اور مستفری

نے ایک حکایت لکھی ہے کہ حضرت غوث اعظم کی خدمت میں ایک عورت اپنے لڑکے کو سپرد کر گئی کچھ روز کے بعد آکر دیکھا کہ لڑکا نہایت لاغر اور دُبلا ہو رہا ہے اُسکو بیحد رنج ہوا وہ حضرت کی خدمت میں اسکے متعلق کچھ عرض کرنے آئی کیا دیکھتی ہے کہ حضرت مرغ کا گوشت کھا رہے ہیں اور بھی جل بُھن گئی عرض کیا کہ حضرت آپ تو مرغ کھائیں اور میرے بچے کو سکھا دیا۔ آپنے یہ سُنکر جو ہڈیاں کھائے ہوئے مرغ کی آپکے سامنے رکھی تھیں اُنکی طرف انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ قُم[ع۱] باذن اللہ۔ وہ مرغ بنکر چل دیا۔ اسوقت حضرت نے اُس عورت سے فرمایا کہ جسوقت تیرا بیٹا اس قابل ہو جائیگا اسکو بھی مرغ کھلایا جائیگا۔ یہاں سائل کی استعداد ناقص تھی اُسکو اُسکے فہم کے موافق جواب دیا۔ دوسرا واقعہ حضرت غوث پاک کا اور ہے۔ ایک سوداگر خلیفۂ وقت کے پاس بہت قیمتی کپڑا لایا جسکو خلیفہ نہ خرید سکا یہ سوداگر خلیفۂ وقت کے جواب دیدینے پر بہت مایوس ہوا اور خلیفۂ وقت کے پاس سے حضرت کی زیارت کو خانقاہ میں حاضر ہوا حضرت نے سوداگر سے آنیکی وجہ دریافت کی اُس نے بیان کیا کہ اسلئے آیا تھا مگر ناکامیاب رہا حضرت نے اُسکی بیکسی دیکھکر فرمایا کہ ہم خریدیں گے خادم کو حکم دیا کہ اسکی قیمت دیدیجائے اور اسمیں ہمارا چوغہ تیار کرا دو وہ کپڑا خرید لیا گیا اسکی اطلاع خلیفۂ وقت کو ہوئی اُسکو سخت ناگوار ہوا کہ اس فقیر نے ہمیں بھی ذلیل کیا یہ سوداگر جہاں جائیگا کہتا پھریگا کہ خلیفۂ وقت میرا کپڑا نہ خرید سکا اور ایک فقیر نے خرید لیا وزیر سے کہا کہ ان سے باز پرس کرو وزیر دانشمند تھا عرض کیا کہ جلدی نہ کیجئے میں جاکر پہلے دیکھتا ہوں اُسکے بعد دیکھا جائیگا وزیر خانقاہ میں حاضر ہوا دیکھا کہ حضرت اُس کپڑے کا چوغہ پہنے بیٹھے ہیں وزیر کو بھی ناگوار ہوا کہ واقعی خلیفۂ وقت کی بھی رعایت نہ کی اسمیں خلیفۂ وقت کی بڑی اہانت ہوئی مگر وزیر کی پھر جو نظر پڑی دیکھا کہ ایک دامن میں اُس چوغہ کے ٹاٹ یا کمبل کا ٹکڑا بھی لگا ہوا ہے وزیر نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت یہ کیا فرمایا کہ قطع کرنے کے وقت کپڑے میں کمی رہ گئی تھی میں نے کہا کہ ٹاٹ یا کمبل کا ٹکڑا لگا دو مقصود تو کپڑے سے بدن ڈھانکنا ہے وزیر نے جاکر خلیفۂ وقت سے بیان کیا کہ یہ قصہ ہے جس شخص کی نظر میں وہ کپڑا اور ٹاٹ یا کمبل ایک ہے اُس سے تعرض کرنا خدا کے قہر کو خریدنا ہے یہاں تاجر کو نفع پہونچانا ایک ظاہری حکمت تھی۔ تیسرا واقعہ حضرت غوث پاک ہی کا اور ہے ایک بادشاہ نے آپکے پاس بہت قیمتی چینی آئینہ بطور ہدیہ کے بھیجا حضرت اُسکو شانہ وغیرہ کرنے کے وقت دیکھا کرتے تھے ایک روز

[ع۱] اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا ۱۲

خادم کو حکم دیا آئینہ لاؤ وہ لیکر چلا اتفاق سے ہاتھ سے چھوٹ گیا گر کر چور چور ہو گیا خادم نے آکر عرض
کیا از قضا آئینۂ چینی شکست آپ نے فی الفور جواب میں فرمایا۔ خوب شد اسباب خود بینی شکست
عجیب بات فرمائی یہاں اسکی ساتھ شب کو تحقیق نہ ہوا ظاہر فرمایا کہ یہ بھی ایک سبق ہے اسباب
خود بینی شکست۔ فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک گاؤں کا شخص
ایک ٹوپی لایا جسپر گوٹ تو سرخ تھی اور اس پر زرد رنگ گوٹے کی دھاری سلی ہوئی تھی۔ آپ نے
اپنی ٹوپی اتار کر وہ ٹوپی اوڑھ لی جب وہ چلا گیا تو کسی بچہ کو دیدی اور فرمایا کہ یہ خوش ہوگا کہ میری
ٹوپی اوڑھ لی تو یہ حضرات اپنے ہی دل خوش کرنے کو نہیں پہنتے بلکہ کبھی دوسروں کے دل خوش کرنیکو
بھی پہنتے ہیں یہاں ان حضرات کی خوش پوشی اور خوش خوری سب اپنے ہی حظ کے لئے نہیں ہوتی
نعمتیں ہوتی ہیں چنانچہ ایک حکمت یہ ہے کہ انکو یہاں کی نعمتوں میں مشاہدہ ہوتا ہے وہاں کی نعماء کا
ان کے استحضار کے لئے ان کا استعمال کرتے ہیں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکتہ
بیان فرمایا تھا اور اس سے بڑھکر یہ کہ منعم کے مشاہدہ کیلئے استعمال کرتے ہیں عجب نہیں حضرت کا
مقصود اصلی یہی مراقبہ ہو کیونکہ حضرت پر توحید کا بہت زیادہ غلبہ تھا وحدۃ الوجود تو حضرت کے
سامنے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مشاہد ہے یعنی ہے ایکمرتبہ سورہ طٰہٰ سنتے رہے اس آیت پر پہونچکر
اللہ لا الٰہ الا ھو له الاسماء الحسنیٰ حضرت پر اسکا غلبہ ہو گیا بطور تفسیر کے فرمایا کہ پہلے جملہ پر
سوال وارد ہوا کہ جب سوا اللہ کے کوئی نہیں تو یہ حوادث کیا ہیں جواب ارشاد ہوا له الاسماء
الحسنیٰ یعنی سب اسی اسماء وصفات کے مظاہر ہیں اسی کو کسی نے کہا ہے۔ ؎

ہر چہ بینم در جہاں غیر تو نیست یا توئی یا خوئے تو یا بوئے تو

کسی کا قول ہے۔ گلستان میں جا کر ہر ایک گل کو دیکھا۔ نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے۔
ماموں صاحب نے جن پر توحید وجودی غالب تھی اس پر فرمایا کہ شاعر غلطی پر تھا اگر عارف ہوتا تو یوں کہتا

؎ گلستان میں جا کر ہر ایک گل کو دیکھا تیری ہی سی رنگت تیری ہی سی بو ہے

مگر ان اسرار کا اظہار یا نقل ہر شخص کا کام نہیں۔

(ملفوظ ۳۰۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ لوگ طرق کو مقاصد سمجھ گئے یہ بڑی
غلطی ہے اور فرمایا کہ اس پر ایک حکایت یاد آگئی جو ایک عزیز سے سنی تھی کہ ایک شخص تھے ان کو امیر

کمال تھا کہ وہ آنکھ میں سرمہ تلوار سے ڈال دیتے تھے ایک مجمع میں اپنے لڑکے کو کھڑا کیا کہ اسکی آنکھ میں
تلوار سے سرمہ ڈالو تو اُس شخص نے تلوار کی دھار پر سرمہ لگایا اور نیچے سے بدتا ہوا آیا اور اس صفائی سے ہاتھ
آنکھ پر چلایا کہ دونوں آنکھوں میں سرمہ لگ گیا اور تلوار پر سرمہ نہیں رہا وہ لڑکا بھی ذرا نہیں جھجکا وہ بھی مشاق معلوم
ہوتا تھا لیکن ظاہر ہے کہ اصل مقصود سرمہ لگانا ہے اور یہ خاص ہیئت محض ایک طریق ہے اگر
کوئی اسی کو مقصود سمجھنے لگے تو عجب نہیں کہ کبھی دھوکہ کھائے اسی طرح بعضے ناواقف تلوار
سے سرمہ ڈالتے ہیں جسمیں خطرہ بھی ہے اور میں سلائی سے ڈالتا ہوں جسمیں کوئی خطرہ نہیں۔
دیکھئے اگر یہ طرق مقاصد میں داخل ہوتے تو سلف زیادہ مستحق تھے کہ وہ انپر عمل کرتے اور دوسرونکو
تعلیم فرماتے مگر اسکا کہیں بھی پتہ نہیں۔ میں ایک اور مثال عرض کرتا ہوں اگر کوئی شخص لندن جانا
چاہے تو ہوائی جہاز کی ضرورت ہے اور اگر کوئی جلال آباد جانا چاہے جو یہاں سے دو یا ڈھائی میل
جگہ ہے تو کیا اُسکو بھی ہوائی جہاز کی ضرورت ہے نہیں وہ چھکڑے سے بھی جاسکتا ہے مقصود اُس سے
بھی حاصل ہوسکتا ہے اور بلا خطر بلکہ موٹر ہوا ریل ہوئی یہ سب خطرہ کی چیزیں ہیں اسپیشل جو جاتا ہے تو
وہ دھائیں دھائیں کرتا چلا جاتا ہے اگر خدا نہ کرے ٹکرا جائے تو پھر خیر نہیں اور اکثر ایسے واقعات
ہوتے رہتے ہیں اسلئے چھکڑا ہی رحمت ہے دوسری بات یہ ہے کہ ہوائی جہاز موٹر اسپیشل یہ تو
بعید منزل کیلئے ہیں اور میں جس منزل کے طے کرانیکے لئے عرض کر رہا ہوں وہ تو جلال آباد سے
بھی قریب ہے اور ایسی قریب ہے کہ اُس سے زیادہ قریب کسی چیز کو بھی نہیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں
ونحن [ع] اقرب الیہ من حبل الورید۔

(ملفوظ ۲۶۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جاہل فقرا بھی عجیب غریب بڑیں ہانکتے ہیں کچھ خبر نہیں
ہوتی کہ ہم کیا منہ سے نکالتے ہیں یہ کلمہ کفر ہے یا شرک ہے جو منہ میں آیا کہدیا۔ ایک شاہ صاحب
کانپور میں میرے پاس آئے اور مجھسے دس روپیہ کی ضرورت ظاہر کی اور ایک سلسلہ گفتگو میں فرماتے
کیا ہیں کہ ہمیں کیا پرواہ ہے جنت کی میں نے کہا کہ شاہ صاحب توبہ کرو دس روپیہ پر تو رال
ٹپکی جاتی ہے اور جنت سے استغنا ذرا دس روپیہ ہی سے استغنا فرما کر دکھا دیجئیگا اور میں نے کہا
کہ وجہ اسکی یہ ہے کہ دس روپیہ تو آپنے دیکھے ہیں اور جنت دیکھی نہیں اگر جنت کی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز

[ع] اور ہم انسان کے اسقدر قریب ہیں کہ اسکی رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں ۱۲

بھی نظر آجائے بیہوش ہو کر گر جاؤ کہ مر جاؤ کیا جنت سے استغناء ظاہر کرتے پھرتے ہو شاہ صاحب چپکے چپکے سُنتے رہے کچھ بولے نہیں یہ حالت ہے جہل کی۔

(ملفوظ ۳۶۹) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر سارے جہاں کے خطرات ہمارے قلب میں رہیں مگر اُن کے اقتضاء پر عمل نہ ہو نیز وہ ہمارے لائے ہوئے نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں اور یہ غیر محقق صوفی تو نظام حیدر آباد بننا چاہتے ہیں جیسے جسوقت نظام حیدر آباد کی سواری چلتی ہے تو وہ تمام سڑک روکدی جاتی ہے جسپر سے اُن کا موٹر گذرتا ہے میں ایکمرتبہ حیدر آباد ہی تھا معلوم ہوا کہ فلاں سڑک سے موٹر گذرنے والا ہے وہ سڑک پہلے سے بند تھی اسی طرح یہ صوفی چاہتے ہیں کہ تمام سڑکیں صاف ہو جائیں جب ہم چلیں باقی ہم غریب لوگ تو غریب آدمی بھنگی چماروں سب میں ملے چلے جارہے ہیں مگر گاڑی کے وقت انشاء اللہ اسٹیشن پر سب ایک ہی جگہ ہونگے غریب آدمیونکی ساتھ گذرنے کے مناسب یاد آگیا کہ میں ریل کے تیسرے درجہ میں سوار ہونیکو ترجیح دیتا ہوں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ تیسرے درجہ میں بے تکلف سفر ہوتا ہے نہ اُس درجہ میں خصوصیت کیساتھ کوئی ایسا شخص ہوتا ہے کہ جسکی وجہ سے تکلف کیا جائے بلکہ ہر قسم کے ہر مذاق کے لوگ ہوتے ہیں کوٹ پتلون والے بھی دھوتی بند بھی پاجامہ والے بھی کوئی ہنس رہا ہے کوئی رو رہا ہے کوئی گا رہا ہے کوئی بجا رہا ہے ایک عجیب و غریب منظر ہوتا ہے بخلاف فرسٹ کلاس سکنڈ کلاس انٹر کلاس کے کہ سب منہ چڑھائے بیٹھے رہتے ہیں ایک سے ایک کلام نہیں کر سکتا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت تیسرے درجہ میں بعض گنوار ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ننگے ہوتے ہیں گھٹنے اور زانو کھلے ہوتے ہیں فرمایا پھر کیا ہوا اگر بلا قصد نظر پڑ بھی جائے تو ہمکو کوئی گناہ تھوڑا ہی ہوتا ہے خود اُس ننگے کو ننگ آنا چاہیے ایکمرتبہ میرے بھائی اکبر علی مرحوم نے مجھسے کہا کہ اب تمہاری ہستی ایسی نہیں رہی کہ تم ریل کے تیسرے درجہ میں سفر کرو میں نے کہا کہ فلاں وزیر اعظم انگریز سے کسی نے سوال کیا تھا کہ آپ تیسرے درجہ میں کیوں سفر کیا کرتے ہیں کیا عجیب جواب یا بڑے دماغ کا آدمی تھا نیلے کے کاموں میں ایک خاص ملکہ رکھتا تھا کہتا ہے کہ چونکہ چوتھا درجہ نہیں ہے اسلئے تیسرے درجہ میں سفر کرتا ہوں اسکے بعد تجربات کی بناء پر بھائی صاحب کی رائے بھی بدل گئی تھی اور وہ خود بھی تیسرے درجہ میں سفر کرنے لگے تھے ایک بات یہ ہے کہ تیسرے درجہ میں وہ لوگ ہوتے ہیں جو ہماری رعایت کرتے ہیں اور سکنڈ فرسٹ میں

وہ ہوتے ہیں جنکی ہیں رعیت کرنی پڑتی ہے بڑی ہی کلفت ہوتی ہے جیسے کوئی قید کردیتا ہے۔ تو
ان صوفیوں کے اور ہمارے سفر میں بس فرق یہ ہے کہ ہمارا سفر بے تکلف اور بانمک بامزہ۔ اور انکا
سفر با تکلف اور بے نمک بے مزہ۔

(ملفوظ ۳۸۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ فرسٹ کلاس سکنڈ کلاس کے درجوں میں بعض اوقات
بڑے بڑے شریر لوگ سفر کرتے ہیں ایک صاحب مجھسے اپنا واقعہ بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں کسی بڑے
درجہ میں لکھنؤ جارہا تھا ایک انگریز بھی اسمیں سوار ہوا جسوقت اسٹیشن سے گاڑی چھوٹ لی چلتی گاڑی میں
مجھسے آچپٹا اور گھوسم گھوسا ہونے لگا یہ شخص بھی تنومند تھے کہتے تھے کہ کبھی وہ اوپر اور میں نیچے
اور کبھی میں اوپر وہ نیچے اور اسقدر چالاک اور شریر کہ جہاں اسٹیشن آیا چپکے سے سیدھا الگ طرف
بیٹھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ کچھ نہیں جانتا اور جہاں اسٹیشن سے گاڑی چلی اور پھر آچپٹا اور
پھر گھوسم گھوسا ہونے لگا۔ شاید اس روز سے ان درجوں میں بیٹھنے سے میں نے توبہ کرلی ہوگی۔

(ملفوظ ۳۸۷) فرمایا کہ مجھکو بھی بعض اوقات اتفاق سفر میں ہوا ہے انگریزوں کے ساتھ سفر کرنیکا مگر
کبھی کوئی شریر نہیں ملا ایک مرتبہ میں کلکتہ سے ایک دوست کے اصرار سے سکنڈ میں سوار ہوا ایک
انگریز آیا جو ریلوے کا افسر تھا اسکو اوپر کا تختہ ملا کہنے لگا کہ ہمکو نیچے کے تختہ پر تھوڑی سی جگہ کھڑکی
کیطرف آپ دیدیں ہمکو بار بار ریلوے کے انتظام کیلئے باہر جانا آنا پڑتا ہے میں نے کہا کہ بہت اچھا
ہمارا کوئی حرج نہیں آپ بیٹھ جائیں وہ بیٹھ گیا۔ جب کھانیکا وقت آیا میں نے ان دوست کے ذریعہ
سے دریافت کیا کہ آپ کھانا کھائیں گے کہا کہ مجھکو کیا عذر ہے ہم نے کھانا بازار سے خرید تھا اسمیں کچھ
کھانا پتوں پر بھی تھا میں نے اسکو برتن تو دئے نہیں کہ کون دھوتا پھر تا پتوں ہی پر رکھکر دیدیا اس نے
بڑی خوشی سے لیکر کھالیا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت برتن میں کھانا کیوں نہیں دیا فرمایا حق
جو ادا کیا پڑوسی تھا حق احترام ادا نہیں کیا اسلئے کہ اسلام سے محروم تھا اسٹیشن پر دوان پر
آکر اتر گیا بہت ہی شکریہ ادا کیا کہ آپکو بہت تکلیف ہوا ہماری وجہ سے اور ہمکو آپکی وجہ سے بہت
آرام ملا۔ ڈاکٹر ...... صاحب نے عرض کیا کہ اگر حضرت برتن میں کھانا دیدیتے تو اور زیادہ شکریہ ادا
کرتا۔ فرمایا کہ یہ بھی تو ممکن تھا کہ نہ کرتا برتن میں کھانا دینے سے اپنے کو بڑا سمجھ جاتا کہ ہمارا احترام کیا گیا
پھر شکریہ کی ضرورت ہی کیا محسوس ہوتی۔ اسپر حضرت والا نے بطور مزاح کے فرمایا کہ آپ ڈاکٹر ہیں انگریزوں

سے کبھی دانت بناتے ہیں آپ پیالیوں میں چار چار پایا کرتے ہیں کیونکہ منع تو ہے نہیں۔ ڈاکٹر ..... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کو کیا خبر میں ایسا کرتا ہوں فرمایا کہ میں بھی تو اسی عالم میں ہوں عالم برزخ میں تھوڑا ہی ہوں۔

(ملفوظ ۳۴۲) فرمایا کہ میں غیر مسلم قوموں کی نہ تحقیر کرتا ہوں ورنہ احترام جی یوں چاہا کرتا ہے کہ ہر چیز اور ہر کام ہر بات اپنی اپنی حد پر رہے اس اصل پر جو عین موقع پر جی میں آتا ہے وہی برتاؤ کرتا ہوں اور وہی مناسب ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۳۴۳) فرمایا کہ میں حیدرآباد گیا تھا قریب چودہ روز تک وہاں پر قیام رہا چند وعظ بھی ہوئے ایک صاحب ہاتھ پر ہیں جو ارکان سلطنت میں سے ہیں بڑے عہدے پر ممتاز ہیں انھوں نے مجھ سے کہا کہ دارالضرب ٹکسال کی بھی سیر کر لیجئے میں گیا وہاں ایک انگریز منتظم تھا جگہ کی سیر کرائی جب میں واپس ہونے لگا تو اس انگریز کا میں نے ان لفظوں میں شکریہ ادا کیا کہ آپکے اخلاق سے بہت ہی خوش ہوا آپ کے اخلاق تو ایسے ہیں جیسے مسلمانوں کے ہوتے ہیں میں نے اس سے یہ ظاہر کر دیا کہ یہ سب تم نے ہمارے ہی گھر سے لیا ہے یہ کوئی تمہارا کمال نہیں نہ تمہاری قوم کا یہ بھی مسلمانوں ہی کا صدقہ ہے مسلمانوں جیسے اخلاق کوئی پیدا کرے حقیقی اخلاق مسلمانوں ہی کے ہیں کیونکہ مسلمانوں کے اخلاق عرف کے تابع نہیں حقیقت کے تابع ہیں اور حقیقت بدلتی نہیں اسلئے اسلامی اخلاق حقیقی اخلاق ہیں۔

(ملفوظ ۳۴۴) ڈاکٹر ..... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا فرسٹ کلاس سکنڈ کلاس اور انٹر کلاس میں سفر کرنا چاہیے فرمایا کہ بلا ضرورت کیا ضرورت ہے تیسرے ہی درجہ میں سفر کرنا مناسب ہے البتہ ضرورت کے وقت اگر ان میں بھی سفر کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

(ملفوظ ۳۴۵) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک صاحب نے ایک رسالہ لکھا ہے اس میں لکھا ہے کہ تقویۃ الایمان مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نہیں ورود مصنف یہ بھی کہتے ہیں کہ تقویۃ الایمان کے مضامین صحیح ہیں لیکن عنوان سخت ہے۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ بھائی عنوان تم بدل دو ہم تمہارے ساتھ متفق ہو جائیں گے۔ جیسے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ نے شاہجہاں پور میں ابطال الوہیت مسیح پر یہ کہا تھا کہ وہ خدا کیسے ہو جسکو کھانے کی ضرورت ہو گئی موتنے کا محتاج ہو اس پر پادری نے اعتراض کیا کہ گوہ موت کہنا ادب ہے مولانا نے فرمایا گوہ موت نہ سہی بول و براز سہی بات ایک ہی ہے پھر فرمایا کہ یہ بھی منی سبیل التنزل ہیں

عرض کرتا ہوں ورنہ عنوان بھی کوئی سخت نہیں حقیقت میں غور نہ کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔
چنانچہ مثال کے طور پر کہتا ہوں کہ تقویۃ الایمان میں ایک مقام پر اس عنوان کی عبارت ہے کہ اگر خدا
چاہے تو محمد جیسے سیکڑوں بنا ڈالے اس پر ایک مولوی صاحب نے حضرت مولانا احمد علی صاحب
محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت اسمیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تحقیر ہے
کہ بنا ڈالے یہ محاورہ میں تحقیر پر دال ہے مولانا نے جواب میں فرمایا کہ صحیح ہے مگر یہ فعل کی تحقیر ہے
مفعول کی تحقیر نہیں یعنی بنانا سہل ہے کہنے لگے کہ حضرت یہ تو تاویل ہے فرمایا بہت اچھا تاویل ہے
تو رہنے دیجئے یہ پرانے حضرات زیادہ ردوکد کو پسند نہ فرماتے تھے عجیب اتفاق ہوا کہ ایک روز
یہی معترض صاحب حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کرنے لگے کہ حضرت
آپ کے مطبع میں مشکوٰۃ شریف بھی چھپ چکی ترمذی شریف بھی چھپ چکی اب تو بیضاوی
شریف بھی چھاپ ڈالئے اسوقت حضرت مولانا نے فرمایا کہ یہ وہی ڈالنا ہے جس پر مولانا شہید
کی تکفیر کیجاتی ہے اب اس سے تم نے بیضاوی شریف کی تحقیر کی اور اسمیں آیات کلام اللہ بھی
ہیں اور کل کی تحقیر مستلزم ہے جزو کی تحقیر کو اور قرآن پاک کی تحقیر کفر ہے اسوقت ان مولوی
صاحب کی آنکھیں کھلیں اور عرض کیا کہ حضرت واقعی اسکا مطلب تو خود میرے ہی ذہن میں
یہی تھا کہ چھپوا دینا آسان ہے تحقیر ہرگز مقصود نہ تھی معلوم ہوا کہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب
رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود بھی تحقیر نہیں یہ ایک بہت بڑا سخت عنوان ہے جس پر اعتراض ہے اور
اسکی یہ حقیقت ہے جو حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جواب سے واضح ہوئی۔

ملفوظ ۳۲۷ فرمایا کہ ایک خط آیا تھا پتہ پر لکھا تھا اشرف علی خاں بعض خطوط پر میرے نام کے
ساتھ خاں لکھا ہوا آتا ہے اور واقع میں مزاج بھی میرا پٹھانوں ہی کا سا ہے ایک مولوی صاحب
نے عرض کیا کہ مزاج تو پٹھانوں جیسا نہیں ہاں ہمت پٹھانوں جیسی ہے فرمایا کہ ہمت ہی سہی
اور ہمت تابع ہے مزاج کے تب بھی مزاج پٹھانوں جیسا رہا فرمایا ایسے مزاج کی وجہ یہ معلوم
ہوتی ہے کہ میں مجذوب صاحب کی دعا سے پیدا ہوا ہوں ان ہی کی روحانی توجہ سے وہی
رنگ میرے مزاج کا بھی ہوگیا اور اتفاقی بات کہ انھوں نے اول میرا نام اشرف علی خاں ہی
رکھا تھا بطور پیشین گوئی کے یہ فرمایا تھا کہ دو لڑکے پیدا ہونگے ایک کا نام اشرف علی خاں اور دوسرے

کا نام اکبر علی خاں رکھنا ایک میرا ہوگا وہ مولوی حافظ ہوگا اور دوسرا تمہارا مجذوب صاحب سے عرض کیا گیا کہ اشرف علی خاں آپنے نام تجویز کیا وہ پٹھان ہوگا ہنسکر فرمایا نہیں نہیں اشرف علی اکبر علی ۔

(ملفوظ ۳۷۷) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ۔ علی کے نام پر ہندوستان میں بہت نام رکھے جاتے ہیں اسکی کیا وجہ ہے ۔ فرمایا کہ میرے ایک دوست مولوی صاحب اسکی وجہ یہ فرماتے تھے کہ ہندوستان پر شیعوں کا اثر زیادہ ہے اسوجہ سے علی پر نام زیادہ رکھے جاتے ہیں واللہ اعلم ۔ فرمایا ایک اور بات بھی ایسی ہی ہے مثلاً امام حسین علیہ السلام امام حسن علیہ السلام امام جعفر صادق علیہ السلام کہتے ہیں مگر یہ کوئی نہیں کہتا کہ امام ابوبکر صدیق علیہ السلام امام عمر فاروق علیہ السلام حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ بھی امام کا لقب نہیں استعمال کرتے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرات اہل بیت کی ساتھ اسکو خصوص سمجھتے ہیں اور حضرت علی اسمیں دوسرے صحابہ کے شریک رہے اس شرکت پر ایک قصہ یاد آگیا کہ ایک جاہل شیعی نے مسجد کی محراب پر لکھا دیکھا ۔

چراغ و مسجد و محراب و ممبر ابوبکر و عمر عثمان و حیدر

غصہ میں آکر کہا کہ ہنوز تمہاری وجہ سے لڑتے پھرتے ہیں اور تمکو جب دیکھتے ہیں ان ہی کے ساتھ بیٹھا دیکھتے ہیں یہ کہکر غصہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام مبارک کو چھری سے چھیل ڈالا ۔

(ملفوظ ۳۷۸) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کیساتھ کرم اللہ وجہہ کیوں مخصوص ہے فرمایا کہ عمر بن عبدالعزیز نے جو عمر ثانی سے ملقب ہیں یہ صیغہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ شائع کرایا تھا اسلئے کہ خوارج آپ کے نام کے ساتھ سود اللہ وجہہ کہا کرتے تھے یہ میں نے بعض اہل علم سے سُنا ہے ۔

۱۲ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ
مجلس بعد نماز ظہر یوم شنبہ

(ملفوظ ۳۷۹) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت غلام احمد قادیانی کو نبوت کا دعویٰ کرتے ہوئے ذرا بھی تو خیال نہیں ہوا کہ میری عاقبت خراب ہوگی خدا کو کیا منہ دکھلاؤنگا فرمایا کہ آپ تو

نبوت کے دعوی پر اسقدر تعجب کرتے ہیں لوگوں نے خدائی کے دعوے کئے ہیں مگر حسین بن منصور
پر شبہ نہ کیا جاوے کہ انھوں نے انا الحق میں خدائی کا دعوی کیا کیونکہ انپر ایک حالت تھی ورنہ
وہ عبدیت کے بھی معترف تھے چنانچہ وہ نماز بھی پڑھتے تھے کسی نے پوچھا کہ جب تم خدا ہو نماز کسکی
پڑھتے ہو جواب دیا کہ میری دو حیثیتیں ہیں ایک ظاہر اور ایک باطن میرا ظاہر میرے باطن کو سجدہ
کرتا ہے۔ یہ بھی رمز غامض ہے۔

(ملفوظ ۳۸۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حسین بن منصور حلاج جو ایک مشہور
بزرگ تھے ان کے حلاج کہنے کی وجہ یہ ہوئی کہ انکی ایک نداف دوست تھی اسکے یہاں کپڑے بھرائی
کیواسطے بہت زیادہ آگئے، روئی زیادہ جمع ہوجانے کی وجہ سے یہ پریشان تھا اتفاق سے یہ
بزرگ تشریف لے آئے دریافت فرمایا کہ پریشان کیوں ہو عرض کیا کہ حضرت کپڑے بھرائی کیلئے بہت
آگئے ہیں روئی اسقدر دھنکنا مشکل ہے اسوجہ سے پریشان ہوں یہ سنکر آپ نے ایک نظر اس روئی کے
ڈھیر کی طرف کی تمام روئی خود دھنک گئی اسوجہ سے یہ حلاج مشہور ہوگئے۔

(ملفوظ ۳۸۵) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت پنجاب میں ایک بہت بڑے پیر ہیں ان سے
کسی نے کہا کہ آجکل تصوف کی خدمت کہیں بھی نہیں ہورہی مگر باوجود مسلک اور مشرب کے
اختلاف کے ان پیر صاحب نے حضرت والا کا نام لیکر فرمایا کہ وہاں کافی خدمت تصوف کی ہورہی ہے
فرمایا کہ یہ ان کی حق پسندی کی بات ہے میں بیچارہ کیا تصوف کی خدمت کرسکتا ہوں ہاں اسکے
نام سے جہلا صوفیہ نے جو مخلوق کو گمراہ کر رکھا تھا اسکو اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت
سے اور حق تعالی کے فضل و کرم سے اصل صورت میں مخلوق کے سامنے پیش کردیا بڑی گمراہی
اسکی وجہ سے پھیلی تھی ان جہلا نے بری طرح تصوف کو عوام کے سامنے پیش کیا میں تو کہا کرتا ہوں
کہ اگر خشک روٹی بگڑے تو گرم کرکے کام میں لاسکتا ہے کھا بھی سکتا ہے اور لطیف غذا اگر خراب ہو
تو محلہ بھر کو پاس نہ آنے دے روٹی تو زیادہ سے زیادہ سوکھ ہی جائیگی اور لطیف غذا میں بدون
کیڑے پڑے رہ نہیں سکتے۔ اب ایک مسئلہ وحدۃ الوجود کا ہے اسکی وہ گت بنائی ہے الامان الحفیظ
مکہ معظمہ میں ایک عالم صاحب تھے ان سے مسئلہ وحدۃ الوجود پر گفتگو ہوئی وہ کہنے لگے کہ جناب
وحدۃ الوجود کا مسئلہ ایسا ہے کہ اسکے ماننے سے ایمان سلامت نہیں رہ سکتا میں نے کہا کہ حقیقت

سے بے خبر ہو اگر معلوم ہو جائے کہ وحدۃ الوجود یہ ہے اور اسکی حقیقت یہ ہے تو یہ کہو گے کہ بدولت
وحدۃ الوجود کے تسلیم کئے ہوئے ایمان کو نقص نہیں ہو سکتا کہنے لگے میں اسکے متعلق گفتگو سننے کو تیار ہوں
اس گفتگو کیلئے جمعہ کا دن تجویز ہوا میں نے اول فن تصوف کے مطابق اصطلاحی الفاظ میں وحدۃ
الوجود پر ایک جامع تقریر کی اور ان سے کہہ دیا تھا کہ میری تقریر کو اچھی طرح آپ سنکر ذہن
نشین کر لیتے تب پھر اجازت ہے کہ دل کھول کر آپکے ذہن میں جو اشکال ہوں کریں وہ سنبھلکر بیٹھے
اور بغور سے سننا شروع کیا بعد ختم الحمد للہ میں نے کہا اس تقریر کے اجزاء سے سب اشکال ختم
ہو گئے اور تمام شبہات رفع ہو گئے کہنے لگے کہ واقعی میں وحدۃ الوجود کی حقیقت ہی سے بے خبر
تھا الحمد للہ اب میں بدون اسکی حقیقت کو منکشف کئے ہوئے اب کہتا ہوں کہ اسکے بدون ایمان کی
تکمیل ہی مشکل ہے فرمایا کہ لوگ بے سوچے سمجھے جو جی میں آتا ہے اعتراض کر بیٹھتے ہیں پہلے اس
چیز کی حقیقت سمجھ لو اگر خود سمجھ میں نہ آوے دوسرے سے سمجھ لو لیکن پھر بھی اگر وہ چیز قالی نہ ہو
بلکہ حالی ہو تو کیا علاج ایک حافظ صاحب کی حکایت ہے گو فحش ہے مگر توضیح کیلئے کافی مثال ہے
وہ یہ ہے کہ شاگردوں نے کہا کہ حافظ جی نکاح میں بڑا مزہ ہے حافظ جی نے کوشش کر کے ایک عورت سے
نکاح کر لیا شب کو حافظ جی پہونچے اور روٹی لگا لگا کر کھاتے رہے بھلا کیا خاک مزا آتا صبح کو خفا ہوتے
ہوئے آئے کہ تم سب کہتے تھے کہ نکاح میں بڑا مزہ ہے ہم نے تو کچھ بھی مزہ نہ آیا لڑکے ایسے شریر
ہوتے ہیں۔ کہنے لگے ابی حافظ جی یوں مزہ نہیں آیا کرتا مارا کرتے ہیں تب مزہ آتا ہے اگلے دن حافظ
جی نے بیچاری کو خوب ہی زد و کوب کیا مارے جوتوں کے بیچاری کا برا حال کر دیا محلے پڑوس والوں
نے حافظ جی کو بہت برا بھلا کہا بڑی رسوائی ہوئی صبح کو پھر دن سے بیوی خفا ہوتے آئے
اور شاگردوں سے شکایت کی انھوں نے کہا کہ حافظ جی مرتبہ میں آپ نے موافق عمل کیا تب
حافظ جی کو معلوم ہوا کہ واقعی مزہ ہے حقیقت سے بے خبری کا یہ نتیجہ ہے۔

(ملفوظ ۳۸۲) ایک صاحب نے شرائط بیعت کا پرچہ مانگا ہے ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت
میں بھی پرچہ دیکھنا چاہتا ہوں حضرت والا نے دونوں صاحبوں کو پرچے دیکر فرمایا کہ یہ سب کام کم
کرنے کی تدابیر ہیں اس پرچہ کی بدولت ہلکا پھلکا رہتا ہوں پرچہ کو دیکھکر اکثر لوگ بیعت تو مجھ سے
چاہتے ہیں اور تعلیم دوسروں سے جنکو میں تعلیم کیلئے تجویز کر دوں سو بیعت کو اسقدر مقصود

بالذات سمجھتے ہیں کہ تعلیم پر ترجیح دیتے ہیں اور بیعت کو تعلیم پر ترجیح دینا یہ مستلزم ہے کم فہمی کو تو اسکی بدولت ایسے کم فہموں سے نجات ہو جاتی ہے ورنہ سوائے پریشان کرنیکے کوئی نتیجہ نہ تھا کیونکہ جنکو یہ بھی خبر نہ ہو کہ اصل چیز تعلیم ہے آگے اُن سے کیا اُمید کہ یہ فہم سے کام لیں گے اسلئے میں خوش ہوتا ہوں کہ خوب جان بچی۔

(ملفوظ ۳۸۳) فرمایا کہ بعض احباب رحم دل ہیں منجملہ اُن کے ایک مولوی صاحب بھی ہیں ہر شخص کی سفارش اور معافی دلوانے کی سعی کرتے رہتے ہیں بات یہ ہے کہ نفع کی دو قسمیں ہیں۔ نفع عام اور نفع تام احباب نفع عام چاہتے ہیں اور میں نفع تام چاہتا ہوں حضرت مولانا شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طرز میں یہی فرق تھا کہ حضرت شاہ صاحب کے یہاں کھلا روک ٹوک کم تھی اور حضرت شہید صاحبؒ کے یہاں روک ٹوک تھی تو یہاں لوگ بہت کم ٹھہرتے تھے مگر جو رہ جاتے وہ ہوتے تھے پکے پختہ تو وہاں نفع عام تھا اور یہاں نفع تام۔

(ملفوظ ۳۸۴) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کتب اخلاق میں یہ لکھا ہے کہ لسان کی مزاح سے بھی حفاظت کرو فرمایا ٹھیک تو ہے مگر وہ مزاح مراد ہے کہ جسمیں انہماک کا درجہ ہو یا کسی کی تحقیر ہو۔

(ملفوظ ۳۸۵) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت تمسخر اور استہزاء میں کیا فرق ہے فرمایا کہ بظاہر تو کوئی ایسا فرق نہیں معلوم ہوتا۔

(ملفوظ ۳۸۶) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار مولانا محمد یحییٰ صاحب سے فرمایا کہ یہ جو لڑکی کوس رہی ہے اللہ کرکے اسکا بھائی مرے اسمیں کرکے کا کیا مطلب ہے پھر خود ہی فرمایا اللہ منادیٰ ہے اور کر دعا کا صیغہ اور کے بیانیہ اسکو بڑھا کر کے کر دیا آگے اُس دُعا کا بیان ہے یعنی اے اللہ تو یہ کر کہ اسکا بھائی مرے۔ فرمایا کہ چھوٹی بات بھی بڑوں کے پاس جاکر بڑی بنجاتی ہے۔

(ملفوظ ۳۸۷) فرمایا کہ مولوی رضی الحسن صاحب کاندھلوی نے مجھسے کہا کہ فلاں شخص نے مولوی محمد یحییٰ صاحب مرحوم سے پڑھا ہے بہت دنوں تک یہ شخص گنگوہ رہا ہے میں نے خود دیکھا ہے اب اپنے بزرگوں کے مسلک کے بالکل خلاف طرز اختیار کر رکھا ہے دنیا کمانے میں اس شخص کو

خاص ملکہ ہے دین رہے یا جائے اسکی کچھ پرواہ نہیں ابن الوقت ہے جدھر کی ہوا دیکھتا ہے اسیطرف ہوجاتا ہے اگر ہندوؤں کے ساتھ مگر نفع کی امید دیکھتا ہے اُن کے ساتھ ہوجاتا ہے انگریزوں کے ساتھ دیکھتا ہے اُن کے ساتھ ہوجاتا ہے کہنے لگے کہ اسنے مجھ سے بھی پڑھا ہے میں نے بطور مزاح کے کہا کہ آہا آپ اُن کے بھی اُستاد ہیں، بہت محجوب ہوئے کچھ بولے نہیں حالانکہ اُن کے پاس جواب تھا کہ اس سے یہ تو لازم نہیں آیا بلکہ یہ لازم آیا کہ آپ بھی اُن کے اُستاد ہیں۔

(ملفوظ ۳۰۶) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عرب میں ایک قوم ہے رفاعی وہ لوگ سانپ کو کھاتے ہیں فرمایا کہ جی ہاں یہ لوگ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں بگڑ گئے ہیں جیسے مداری لوگ بگڑ گئے یہ بھی حضرت شاہ بدیع الدینؒ مدار کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں یہ بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں، مدار ایک لقب ہے جیسے قطب غوث وغیرہ حضرت شاہ بدیع الدینؒ شامی ہیں ہندوستان تشریف لے آئے تھے انکے چہرے پر نقاب پڑا رہتا تھا اسکی وجہ یہ تھی کہ جو شخص انکا چہرہ دیکھتا تھا اسکی آنکھوں کی روشنی مسلوب ہو جاتی تھی مشہور ہے کہ ان پر تجلی موسوی تھی مگر یہ سنا ہی ہے کسی کتاب میں نہیں دیکھا واللہ اعلم حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے متعلق بھی ایک بزرگ سے سنا ہے کہ انکی نسبت موسوی تھی مگر خود انکو اپنی نسبت کا علم نہ تھا ان کے کسی معاصر بزرگ کے پاس انکے ایک مرید زیارت کیلئے جا رہے تھے آپنے چلتے وقت فرمایا کہ اُن حضرت سے میرا بھی سلام عرض کرنا مرید نے جا کر پیر کا سلام پہونچایا اُنھوں نے جواب میں فرمایا کہ اپنے یہودی پیر سے ہمارا بھی سلام کہنا ان مرید صاحب کو بیحد ناگوار ہوا کہ پیر صاحب نے تو یہ احترام کیا کہ سلام بھیجا اور اُنھوں نے یہ قدر کی کیسی بُری طرح یاد کیا جب واپس پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے پیر نے دریافت کیا کہ میرا سلام بھی پہونچایا تھا عرض کیا کہ پہونچایا تھا پھر کیا جواب ملا عرض کیا کہ عرض کرنیکے قابل نہیں بہت ہی ثقیل کلمہ تھا اعادہ نہیں کر سکتا فرمایا کہ تم کہو جو کچھ فرمایا ہے عرض کیا کہ یہ فرمایا ہے کہ اپنے یہودی پیر سے ہمارا بھی سلام کہدینا یہ سنکر حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ پر وجد طاری ہوگیا اور فرمایا کہ الحمد للہ مجھے اپنی نسبت معلوم ہوگئی کہ موسوی ہے اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ کسی کو حق نہیں کسی کی نسبت کچھ اعتراض کرنے کا کیونکہ بعض اوقات ایسی نسبت والے سے بعض ایسے اقوال صادر ہو جاتے ہیں جو یہودیت کے موہم ہوتے ہیں مثلاً مرتے وقت لا الہ الا اللہ موسیٰ کلیم

اللہ پڑھنے لگتا ہے اور درحقیقت وہ معنی محمد رسول اللہ کی ایک تعبیر ہوتی ہے کیونکہ یہ نسبتیں موسوی عیسوی وغیرہا سب حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی نسبتیں ہیں حضور جامع ہیں حضور میں شان موسوی بھی ہے اور شان عیسوی بھی ہے پس یہ سب القاب حکما حضور ہی کے ہیں یعنی موسیٰ کلیم اللہ بھی آپکا لقب ہے عیسیٰ روح اللہ بھی آپکا لقب ہے ابراہیم خلیل اللہ بھی آپ کا لقب ہے پس جو شخص محمد کی موسیٰ کلیم اللہ کہتا ہے وہ آپ کی اُس خاص شان کے اعتبار سے آپکو اس لقب سے ذکر کرتا ہے پس یہ سب شانیں آپ ہی کی شان جامعیت کے مظہر اور شعبے ہیں جیسے سو کا عدد ہے تو اٹھانوے بھی اُسی کا جزء ہے اور ستانوے بھی اسی کا جزء ہے آخر تک سب سو کے ہی اجزاء ہیں

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب نے ایک پرچہ پیش کر کے حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت مباہلہ اخبار کے اڈیٹر نے دعا کے لئے لکھا ہے فرمایا دل سے دعا کرتا ہوں دریافت فرمایا کہ اب کیا حالت ہے بیچارہ کی جان وغیرہ کا تو خطرہ نہیں عرض کیا کہ بہت زیادہ خطرہ ہے فرمایا کہ آجکل اگر کوئی دین کی خدمت کیلئے کھڑا ہو جاتا ہے تو اُس کا کوئی ساتھ نہیں دیتا بلکہ یہ کہتے ہیں کہ کہا تھا کس نے کہ تم ایسا کرنا بے تعلق لوگوں کو دین سے رہگیا ہے ایسی باتیں سُنکر بیحد دل دکھتا ہے حق کی نصرت پر کوئی آمادہ نہیں ہوتا ویسے شور و غل کرنیکو فتنہ فساد پھیلانیکو سب تیار ہیں خالص حق کی حمایت سے جان چراتے نظر آتے ہیں جو کام کرنیکے ہیں اُن کیلئے کوئی بھی آمادہ نہیں وہاں تو یہ کہنا بالکل حسب حال ہوتا ہے کہ آمادہ۔

(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج صبح جو ذکر تھا کہ تیسرے درجہ میں سفر کرنا مناسب ہے تو ڈاکٹر...... صاحب آج بجائے سکنڈ کے انٹر کلاس ہی میں سوار ہوئے فرمایا چلو کچھ تو نفع ہوا یہ تو سکنڈ کلاس میں سفر کرتے تھے اسپر فرمایا کہ ایسے مسلمانوں کی بھی ضرورت ہے تاکہ کفار کو یہ تو معلوم ہو کہ مسلمانوں میں بھی ایسے موجود ہیں میں نے تو محض مسلمانوں کی عظمت دیکھنے کیلئے حیدرآباد دکن کا پہلا سفر اس ہی نیت سے کیا تھا یہاں تو جس عالیشان عمارت کو دیکھو اور پوچھو کسکا ہے کسی چند کا کسی داس کا وہاں پہونچکر یہ تو کانوں میں پڑ گیا کہ یہ محل فلاں جنگ کا یہ عمارت فلاں دولہ کی یہ بڑے لوگوں کے وہاں پر لقب ہیں گو دنیا کو میں مسلمانوں کیلئے پسند نہیں کرتا اور نہ اچھا سمجھتا ہوں لیکن کفار کے مقابلہ میں جی چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس اُن سے بھی زائد ہو اور مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ ہوں اُن کے مقابلہ کی وجہ سے پسند کرتا ہوں بشرطیکہ حدود میں رہیں۔

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے کسی سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر بالفرض آدم علیہ السلام سے کبھی لغزش نہ ہوتی تب بھی چونکہ مادہ تو ایسی لغزش کا ان میں تھا ہی جس سے بلزوم عادی ان کی اولاد میں سے جنت میں کوئی نہ کوئی گڑبڑ کرتا اور اسکو نکالا جاتا اس وقت وہ کسی کا بیٹا ہوتا کسی کا پوتا کسی کا چچا کسی کا بھتیجا کسی کا بھائی تو روزانہ جنت میں کہرام مچا رہتا اسوجہ سے باپ ہی آگئے۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جنت میں رنج کیسے ہوتا۔ فرمایا کیوں شبہ کیا ہے آخر آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ جنت سے نکلو اسوقت آدم علیہ السلام کو رنج ہوا ہوگا یا نہیں گو وہ رنج طبعی ہی ہی عقلی نہ ہی اسوقت وہ دنیا میں تھے یا جنت میں عرض کیا کہ جنت میں فرمایا بس ثابت ہوگیا کہ جنت میں بھی رنج ہو سکتا ہے۔ اور یہ تو پہلے ہی حق تعالیٰ نے فرشتوں سے ظاہر فرما دیا تھا کہ انی[عہ] جاعلٌ فی الارض خلیفہ اس سے بھی یہ معلوم ہو گیا تھا کہ یہ ارض میں خلیفہ ہونگے جنت سے نکلجانا آدم علیہ السلام کا اسی وقت فرشتوں کو معلوم ہو چکا تھا اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اتجعل[عہ] فیہا من یفسد فیہا کی تفسیر جو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی عجیب و غریب ہے بہت سی تفسیریں دیکھیں مگر وہاں تک کسی مصنف کی رسائی نہیں ہوئی وہ یہ ہے کہ یہ امر فطری ہے کہ اپنی بنی ہوئی چیز کے بگڑنے سے رنج ہوتا ہے اور خلافت کیلئے تصرف لازم ہوگا اور تصرف کا حاصل یہی تحلیل و ترکیب ہے اور تحلیل یہی توڑ پھوڑ ہے پس فساد سے یہی تحلیل مراد ہے فساد بمعنی معصیت مراد ہونا ضروری نہیں اسی طرح سفک[عہ] دماء سے سفک[للعہ] محرم مراد ہونا ضروری نہیں چونکہ فرشتوں کا کام تھا پرورش کرنا شجر کو مویشی وغیرہ کو اور یہ آدمی کسی درخت کو کاٹیگا کسی میں کرپال بنائیگا کسی میں سے تختے جانوروں میں کسی پر سواری کریگا کسی سے کھیتی کا کام لیگا کسی کو ذبح کریگا فرشتوں کو یہ گراں ہوا اب یہ شبہ بھی نہ رہا کہ فرشتوں نے بنی آدم کی طرف معصیت کو کیسے منسوب کر دیا عجیب تحقیق ہے یہ ہیں علوم اور حقائق و معارف یہ حضرات ہیں محقق پھر باوجود ان کمالات کے نہ دعویٰ ہے نہ ناز ہے نہایت مسکین لہجہ نہایت نرم سیدھے سادے الفاظ۔ اور خود بھی نہایت سادی وضع میں رہنے والے۔ مگر بات وہ کہتے ہیں کہ ہم تحقیق نہ کہہ سکے۔ پیدا تو بعد میں ہوئے مگر انہیں کی جوتیوں کی

عہ ضرور میں بناؤنگا زمین میں ایک نائب ۱۲ عہ کیا آپ پیدا کرینگے زمین میں ایسے لوگوں کو جو فساد کرینگے سفک بون بہانا ۱۲ للعہ حرام طریقہ سے خون بہانا ۱۲

(ملفوظ ۲۹۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں کم عمری میں جب دیوبند پہلی مرتبہ گیا تو میں نے ان حضرات کو دیکھا اور یہ سمجھا کہ یہ کیا علماء ہونگے محض پڑھنے پڑھانے کے ہونگے اسلئے کہ چھوٹے چھوٹے قد معمولی لباس . نہ چوغہ ہے نہ عمامہ ہر طرح پر سادگی یہ خیال اس وجہ سے ہوا تھا کہ میں نے یہاں پر مولانا شیخ محمد صاحبؒ کو دیکھا تھا جو بہت قد آور اور وجیہ بزرگ تھے مگر پھر رہنے پر معلوم ہوا کہ وہ حضرات کیا چیز تھے کیا ٹھکانا تھا اُن کے علوم ظاہرہ اور علوم باطنہ کا بحمد اللہ ایسے بزرگوں کی خدمت میسر ہو گئی یہ اللہ کا فضل اور والد صاحب کا احسان ہے اول تو انھوں نے مجھکو عربی کیلئے تجویز کیا اور پھر اسپر یہ احسان کہ دیوبند تعلیم کا سلسلہ رکھا ورنہ میرٹھ میں بھی ممکن تھا کیونکہ وہاں پر والد صاحب کا قیام بھی تھا اور ایک مرتبہ میرٹھ ہی میں مجھکو ایک مدرسہ میں داخل کرنے کے لئے لے بھی گئے تھے شہر میں ایک مدرسہ بھی تھا مگر نہ معلوم کیا اسباب وہاں پر ہوئے داخل نہیں فرمایا اور پھر دیوبند ہی کو تجویز فرمایا۔ والد صاحب مرحوم کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے ۔

(ملفوظ ۲۹۲) ایک شخص شیر خوار لڑکی کو گود میں لیکر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت اسپر دم کر دیجئے فرمایا کہ بندۂ خدا جہاں جایا کرتے ہیں پہلے وہاں کا قانون تو معلوم کر لیا کرتے ہیں مریض کے لانیکی یہاں پر ضرورت نہیں ہیں کوئی طبیب تھوڑا ہی ہوں کہ نبض دیکھکر نسخہ لکھونگا تعویذ لکھدوں گا۔ پانی لے آنا وہ پڑھ دونگا۔ بچوں کے لانے میں ایک بہت بڑی خرابی یہ ہے کہ اگر پیشاب کر دے یہ تو لیکر چلتے ہونگے اور مصیبت ہمکو پڑیگی تمام فرش اٹھاؤ سامان اٹھاؤ سب چیزیں پاک کرتے پھرو کوئی معمولی کپڑا وغیرہ ہو تب بھی خیر بڑا فرش ہے اب اسکو کون پاک کرتا پھر دریافت فرمایا کہ اسکو لایا تھا کیوں ، عرض کیا کہ لوگ بہکا دیں ہیں کہ لیکر جاؤ فرمایا کہ لوگ بہکا دیں ہیں اور ہم بھگا دیں ہیں جاؤ اسکو گھر پہونچا کر پھر تعویذ لیجاؤ۔

(ملفوظ ۲۹۳) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے عجیب بیہودہ سوال کیا ہے لکھتے ہیں کہ میرے لئے میری اصلاح بہتر ہے یا میرے اہل و عیال کی۔ میں نے لکھدیا ہے کہ کلیات لکھکر سوال کرنا خلاف اصول ہے جزئیات ظاہر کر کے اپنی پوری حالت لکھو اور پھر رائے معلوم کرو۔

(ملفوظ ۲۹۴) قبل از نماز مغرب حضرت والا نے وضو فرمایا اور بعد اذان مغرب روزہ افطار فرما کر حوض کے کنارے پر کلی فرما رہے تھے۔ ایک صاحب وحشی ہیئت سے جا کر حضرت والا کے پاس کھڑے ہوگئے

جس سے حضرت والا کو یہ محسوس ہوا کہ یہ میرے ہٹ جانیکے انتظار میں ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی حضرت کو شبہ ہوا کہ یہ میرے وضو کے بچے ہوئے پانی کو بطور تبرک استعمال کریں گے اس سے حضرت والا کے قلب پر بار اور گرانی ہوئی اور لوٹے کے پانی کو گرا دیا اسلئے کہ ایک تو بعض اوقات اپنے سامنے ایسا اظہار عقیدت کرنا حضرت والا کو ناگوار ہوتا ہے دوسرے اس موقع پر خصوصیت لئے انتظار کی صورت بنا کر کھڑا ہونا حضرت والا کو موجب اذیت ہوا اس شخص نے محض حصول تبرک کی دھن میں ایذا کا خیال نہ کیا اسلئے حضرت والا تبرکات وغیرہ میں ایسے شغف کو ناپسند فرمایا کرتے ہیں۔ چنانچہ یہی خیال سبب ہوا لوٹے کے پانی گرانیکا ۱۲ جامع) حضرت والا فارغ ہو کر حوض پر سے تشریف لے آئے تو یہ صاحب اس جگہ پر پہونچے اور پہونچکر لوٹے کو جھانکا حضرت والا انکی اس حرکت کو برابر ملاحظہ فرماتے رہے اور یہ شبہ جو احتمال کے درجہ میں تھا لوٹے کے جھانکنے پر یقین کے درجہ میں ہو گیا اس پر حضرت والا نے مواخذہ فرمایا کہ مجھکو تمہاری اس حرکت سے اذیت پہونچی تم کیوں قریب کھڑے تھے اور بعد میرے چلے آنیکے لوٹے کو کیوں جھانکا اس پر یہ صاحب خاموش رہے اور بولے بھی تو نہایت آہستہ سے کوئی صاف جواب نہیں دیا جواب میں تاخیر حضرت والا کے زیادہ تکدر کا سبب ہوا دو تین مرتبہ کے مطالبہ کے بعد عرض کیا کہ پانی لینا مقصود نہ تھا بلکہ کلی کرنا مقصود تھا فرمایا کہ کیا بلا پانی کے کلی ہوا کرتی ہے عرض کیا کہ کلی کیلئے پہلے سے منہ میں پانی تھا فرمایا تو پھر لوٹے کو کیوں جھانکا تھا عرض کیا کہ لوٹے کو تو نہیں جھانکا فرمایا کہ مجھکو اندھا بناتے ہو میں نے خود جھانکتے ہوئے دیکھا جھوٹ بھی بولتے ہو اس پر اور حضرت والا کے لہجے میں تغیر ہو گیا پھر فرمایا کیا کلی کرنے کو وہی جگہ رہ گئی تھی اور جگہ نہ رہی تھی اتنا بڑا مدرسہ اور خانقاہ ہے جہاں میں کھڑا تھا وہی ایک جگہ تھی۔ عرض کیا کہ مجھکو کلی کرنا تھی۔ فرمایا بندہ خدا اپنی ہی انکے چلے چلتے ہو دوسرے کی کُنکر سمجھ کر تو جواب دینا چاہئے آخر مجھکو تو تمہاری اس حرکت سے اذیت پہونچی بار ہوا گرانی ہوئی آخر تمکو کیا حق تھا مجھکو اذیت پہونچانیکا چھنٹ چھنٹکر تمام احمق میرے ہی حصہ میں آ گئے ہیں دنیا بھر کے بیوقوف میرے پاس آتے ہیں فہم کا نام نہیں ہوتا کھڑا ہے بت کی طرح جواب کیوں نہیں دیتا کیوں مجھکو ستایا کیا اپنی غلطی کا اقرار کرنا جرم ہے کیا تو نے لوٹوں کو جھانکا نہیں۔ عرض کیا کہ جھانکا تھا فرمایا کیا اس انتظار میں نہیں کھڑا تھا کہ یہ ہٹے تو میں اسجگہ پر کلی وغیرہ کروں عرض کیا جی فرمایا اب اقرار کرتا ہے اپنی

غلطی کا جب مجھے اچھی طرح پریشان کر چکے بدتمیز بدتہذیب پھر فرمایا کہ خاموش کھڑا ہے خوب تاویلیں
سوچ لے اور اپنے ارمان نکال لے اس پر بھی یہ صاحب خاموش رہے فرمایا بندۂ خدا معافی تو چاہ لی
ہوتی۔ عرض کیا میں حضور سے معافی چاہتا ہوں فرمایا کہ کہنے ہی سے تو چاہی خود تو معافی چاہنے کی
توفیق نہ ہوئی فرمایا کہ بلا کہے معافی کیوں نہیں چاہی اس میں کیا مصلحت تھی عرض کیا کہ ڈر کی وجہ سے
فرمایا معافی چاہنے میں تو ڈر تھا اور نہ چاہنے میں ڈر نہ ہوا یہ بات بھی ہے ہر بات بدتمیزی کی کوئی بات
بھی تو عقل کی نہیں بلا وجہ مجھکو اذیت پہونچائی کیا ہوا تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے صبح لینا اور تہمد باندھنا ہی
آتا ہے آخر انسان میں اور جانور میں کوئی فرق بھی ہونا چاہئے یا نہیں فرمایا چپ کیوں ہے نالائق جواب
دے نماز کو دیر ہوتی جاتی ہے منہ کھولکر صاف بات کہو اس پر یہ صاحب کچھ بولے جسکو حضرت والا نہ سمجھ
سکے فرمایا کہ یہ شخص نہ معلوم کیا انگریزی سی بولتا ہے عرض کیا کہ قصور ہوا فرمایا اب کہتا ہے قصور
ہوا قصور جب اچھی طرح ستا لیا کیا جب زبان نکل گئی تھی فرمایا کہ میں اپنی ضرورت سے کھڑا تھا یہ شخص
برابر کھڑا رہا مجھپر اسقدر بار ہوا اور اذیت پہونچی کہ میں پریشان ہو گیا اسی وجہ سے میں نے لوٹے کا پانی
پھینکدیا کہ شاید اس لالچ میں کھڑا ہے کہ لوٹا ملے گا مگر ٹلا نہیں اس پہ یہ کیا کہ لوٹے کو چھپانا کا اب تاویلیں
کرتا ہے اور اگر مان ہی لیا جائے کہ سب تاویلیں صحیح ہیں تو ایہام کا اسکے پاس کیا جواب ہے ایسے
ایسے آتے ہیں ستانے کو عین نماز کے وقت میرے قلب کو پریشان کیا یہ فرماتے ہوئے حضرت
والا نماز مغرب پڑھانے کیلئے مصلے پر تشریف لیگئے۔

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم یکشنبہ

(ملفوظ ۳۹۶) فرمایا کہ کل مغرب کے وقت ان صاحب نے ایک چھوٹی سی بات پر کسقدر ستایا اور پریشان
کیا مجھے اپنے پر بھی تعجب ہے کہ میں نے کیوں ذرا سی بات پر ان سے اسقدر مواخذہ کیا اور انپر بھی ہے
کہ ذرا سے مقصود کیلئے اسدرجہ مجھکو اذیت پہونچائی جب مجھے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت میرے انتظار
میں کھڑے ہیں تو کیا اسپر مجھکو کلفت اذیت نہ ہوتی اور خیر یہ بیچارے تو نئے آدمی ہیں ان سے ایسا
ہو جانا کوئی زیادہ تعجب بھی نہیں پرانے بھی ستاتے ہیں اور بعد میں یہ معلوم کر کے کہ طالب علم نہیں

ہیں اور مجھے بھی رنج ہوا اسلئے کہ اگر طالب علموں کو کچھ کہہ لوں تو انپر تو میں اپنا ایک قسم کا حق سمجھتا ہوں اور
غیر طالب علم پر ناخوش ہونے سے دل کڑھتا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت انکو اس کا رنج
ہو رہا ہے کہ میری وجہ سے حضرت کو تکلیف ہوئی اور اذیت پہونچی حضرت مجھ سے خفا ہو گئے۔ فرمایا
کہ واقعہ ختم ہونیکے ساتھ ہی بحمد اللہ میرا قلب صاف ہو جاتا ہے میں خفا نہیں ہوں نیز میں خفا تو
جب ہوتا کہ اس سے میری کوئی مصلحت فوت ہوتی مگر اسمیں کچھ میری مصلحت تھوڑا ہی ہوتی ہے طالب
ہی کی مصلحت سے ایسا کرتا ہوں تاکہ آئندہ کو کان ہوں پھر ایسی نالائقی کی حرکت نہ کریں جس سے
دوسرے کو اذیت ہو اور میں سچ عرض کرتا ہوں کہ عین غصہ کی حالت میں بھی میرے قلب میں اسکی
خشیت ہوتی ہے اسی وجہ سے اکثر درگذر کر جاتا ہوں اسکی بنا محبت ہی ہوتی ہے۔ ایک مولوی صاحب
نے عرض کیا کہ ڈاکٹر ...... صاحب نے بڑی اچھی بات کہی وہ یہ کہ جب حضرت کی طرف سے کسی کو
ذرا تکلیف نہیں پہنچتی تو پھر لوگ کیوں تکلیف پہونچاتے ہیں۔ فرمایا بالکل ٹھیک کہا میں اگر دوسرے
کی راحت کی رعایت نہ کرتا تو مجھکو دوسروں کی عدم رعایت کی بھی بالکل شکایت نہ ہوتی لیکن جب
میں ہر طریق اور ہر صورت سے اسکا اہتمام کرتا ہوں کہ میری ذات سے کسی کو ذرہ برابر گرانی اور بار نہ
ہو ایسی حالت میں میرا یہ بھی مطالبہ ہوتا ہے اور حق ہوتا ہے کہ مجھکو بھی کوئی مت ستاؤ۔ پھر
فرمایا کہ یہ اس قسم کی حرکتیں اور گڑبڑ سب خود رائی سے ہوتی ہیں خود رائی بہت ہی بری اور مذموم
چیز ہے گو رائی ہی کی برابر ہو صوفیہ کے یہاں اسکے مٹانے اور فنا کرنیکا بڑا اہتمام ہے یہ سب خرابیوں کی
جڑ ہے اسی سے تمام امراض روحانی کا نشو و نما ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ باب تو بالکل مسدود بلکہ
مفقود ہی ہو گیا کہ اپنے سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے میں اپنے ہی لئے نہیں کہتا کہ مجھ کو تکلیف نہ پہونچاؤ
مجھکو اذیت نہ پہونچاؤ سب کے لئے کہتا ہوں کسی کو بھی کسی قسم کی تکلیف کسی سے نہ پہونچے اسکا بڑا
اہتمام رکھنا چاہئے نہ معلوم اسکو دین کی فہرست سے کیوں نکالدیا گیا۔ اسکا اہتمام ہی نہیں
اسکو کسی نے لیا ہی نہیں کہ کسی کو تکلیف نہ ہو نہ قول سے نہ فعل سے نہ رفتار سے نہ گفتار سے نہ
نشست سے نہ برخاست سے بطور مزاح کے حضرت مولانا نے فرمایا کہ یہ کلی مضمون ہی ایسی چیز کی
ہوئی کہ کچھ کہا نہیں جاتا۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ صاحب متکلف ہیں شاید اسوجہ
سے آگے نہ بڑھے ہوں فرمایا کہ یہ سب کچھ ہی اگر ایسا تھا تو اُن کو اس طریق سے کھٹکا ہونا چاہئے

تھا جس سے مجھے شبہ نہ ہوتا کہ یہ میرے انتظار میں کھڑے ہیں میرا گمان یہ ہوا اور یہ میرا گمان قرین
قیاس تھا کہ یہ تبرک کے انتظار میں کھڑے ہیں مجھے ایسی باتوں سے گرانی ہوتی ہے میں پیر پرستی کرانا نہیں
چاہتا خدا پرستی کرانا چاہتا ہوں پیر پرستی اگر کرنی ہے تو ایسے پیر دنیا میں بکثرت ہیں وہاں جائیں
ان کے یہاں نہ تعلیم ہے نہ روک ٹوک ہے نہ محاسبہ ہے نہ مواخذہ ہے صرف چوما چاٹی ہے میں نے
نہ اپنے بزرگوں کو ایسی باتیں پسند فرماتے ہوئے دیکھا نہ مجھکو پسند ہیں آج صبح یہ معلوم کر کے کہ طالب علم
نہیں ہیں اور بھی رنج ہوا بیچارے کسی دفتر میں ملازم ہیں بطور مزاح کے فرمایا کہ اسی واسطے آواز
صاف نہ تھی منہ میں پانی تھا دف تر ہو گیا تھا دیکھئے ایک ذرا سی بات خود بھی اتنے پریشان ہوئے
کہ اتنی دیر تک منہ میں پانی لئے کھڑے رہے اور مجھکو بھی پریشان کیا۔

(ملفوظ ۳۹۶) فرمایا کہ دف تر ہونے پر یاد آیا ایک گروہ ہے عورتوں کا یعنی ڈومنیاں انکا پیشہ ہی گانے
بجانے کا ہے یہ دف بجاتی ہیں آگ پر سکھا کر بجاتی ہیں یہ بھی ایک عجیب گروہ ہے۔ یہاں بحمد اللہ اب
اس قسم کی رسومات کا بہت کچھ انسداد ہو گیا ہے میں نے سنا ہے کہ یہ گروہ گانے بجانے والی عورتوں کا
مجھکو کوستا ہے کہ جس طرح گانے بجانے سے منع کر کے ہماری جائداد کھودی اسی طرح انکی بھی جائداد
جاتی رہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت انکے کوسنے کا کوئی اثر ہوتا ہے فرمایا جی نہیں کیا
خاک اثر ہوتا کوسنا نیک کام تھا کہ جسکی وجہ سے حق تعالیٰ مواخذہ فرمائیں کہ کیوں انپر ظلم کیا گیا۔

(ملفوظ ۳۹۷) فرمایا کہ میاں محمد مظہر (سب سے چھوٹے بھائی) کی شادی بالکل سادی ہوئی تھی صرف
ایک بہلی تھی اسمیں ایک میں ایک مظہر ایک مولوی شبیر علی جو اسوقت بچے تھے انکو اسلئے ساتھ لے لیا
تھا کہ شاید گھر میں آنے جانے یا کسی بات کے کہلانے کی ضرورت ہو۔ وہاں پر پہونچکر معلوم ہوا کہ وہاں بھی
کوئی گڑبڑ نہیں صرف خاص خاص عزیزوں کی دعوت ہے جنکی تعداد چھ سات سے زائد نہ تھی اور یہ لوگ
بھی وہ تھے جو خاندان میں شمار تھے مگر یہ لوگ بھی خفا تھے محض اس وجہ سے کہ رسوم کیوں نہیں کیں مجھکو
جب یہ معلوم ہوا میں نے لڑکی والوں سے کہا کہ صاف کہدو اگر جی چاہے شریک ہو جائیں ورنہ اپنے
گھر بیٹھے رہیں ہمیں ضرورت نہیں شریک کرنیکی ان لوگوں نے دعوت ہی قبول نہ کی تھی مگر میرا یہ
صفائی کا جواب سنکر سیدھے ہو گئے اور سب ہاتھ دھو دھو کر دسترخوان پر آ بیٹھے بعد میں معلوم ہوا کہ لڑکی
کی ماں اس اختصار سے بڑی ہی شکر گذار ہوئیں اور کہنے لگیں کہ اگر زیادہ بکھیڑا ہوتا تو ایک سونے کا ہار

تھا میرے پاس وہ بھی جاتا اور قرض لینا پڑتا اسپر حضرت والا نے ہار کی مناسبت سے مزاحاً فرمایا کہ گویہ بھی توڑتا اور برادری کی جیت ہوتی اور ایک بار یہ لڑکی کی ماں میرے بڑے گھر میں کی حقیقی خالہ ہوتی تھیں اسلئے میں بھی انکو عرفاً خالہ ہی کہتا تھا میں نے اُن سے پوچھا کہ لڑکی کو رخصت کسوقت کروگی کہنے لگیں بھائی صبح کو جلدی تو رخصت نہیں ہو سکتی اسلئے کہ جلدی میں نہ کچھ کھاؤ گے اور نہ کچھ ٹھیرو گے میں نے کہا کہ کھانا تو پکا کر ساتھ کر دو جہاں بھوک لگیگی کھا لینگے اور ٹھیرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب انھوں نے پھر اپنی رائے کا اعادہ کیا تب میں نے کہا بہت اچھا جب تم رخصت کرو گی ہم اسیوقت چلے جائینگے لیکن یہ بات یاد رکھو کہ اگر دیر سے رخصت کیا تو نماز ظہر کا وقت راستہ میں ہوگا اسلئے کہ نہ تو کوس جگہ ہے اور میں اپنے اہتمام میں لڑکی کی نماز قضا ہونے نہ دونگا اور بلا عذر کے بہلی میں نماز ہو نہیں سکتی تو لڑکی کو بہلی سے اُترنا پڑیگا اور یہ بھی تم سمجھتی ہو کہ لڑکی نئی نویلی ہوگی پہنے اوڑھے ہوگی عطر تیل خوشبو وغیرہ بھی لگا ہوگا اور یہ مشہور ہے کہ کیکر وغیرہ کے درخت پر چڑیلیں وغیرہ رہا کرتی ہیں سو اگر کوئی چڑیل چپٹ گئی تو میں ذمہ دار نہیں چونکہ عورتوں کے مذاق کے موافق گفتگو تھی سمجھ میں آگئی کہنے لگیں نہ بھائی میں نہیں روکتی جب تمہارا جی چاہے جا سکتے ہو۔ میں نے کہا کہ بعد نماز فجر فوراً ہی سوار کر دو انھوں نے قبول کر لیا اب جب صبح ہوئی چلنے کا وقت ہوا تو ایک رسم ہے بکھیر کی دلہن کی رخصت کیوقت بستی کے اندر اندر کچھ روپیہ پیسہ کی بکھیر کیجاتی ہے میں نے یہ کیا کہ کچھ روپیہ مساکین کو تقسیم کر دیا اور کچھ مساجد میں دیدیا محض اسوجہ سے کہ لوگ بخل و ذلت کا شبہ نہ کریں اس سادگی کے متعلق یہ روایت سُنی گئی کہ لوگ کہتے ہیں کہ شادی اسکو کہتے ہیں قلب کے اندر تازگی شگفتگی انشراح معلوم ہوتا ہے یہ دنیاداروں نے کہا واقعی شریعت پر عمل کرنے سے ایک نور پیدا ہوتا ہے۔ اب ولیمہ کا قصہ سُنئے میں نے کسی کی دعوت نہیں کی کھانا پکوا کر گھروں پر بھیجدیا ایک بی بی نے کھانا واپس کر دیا کہ یہ کیسا ولیمہ میں نے کہا نہیں قبول کرتی انکی قسمت جانے دو انکا خیال یہ تھا یہ منائینگے خوشامد کریں گے مگر ہمیں ضرورت ہی کیا تھی گھر سے کھلائیں اور اُلٹی خوشامد کریں صبح کو وہی بی بی آئیں کہنے لگیں کہ رات کا کھانا لاؤ میں نے کہا کہ وہ تو رات ہی ختم ہو گیا یہ سُنکر بڑی ہی دلگیر ہوئیں کہ میری ایسی قسمت کہاں تھی کہ ایسی برکت کا کھانا نصیب ہوتا ان دنیاداروں کا دماغ یونہی درست ہوتا ہے اہل دین کو قدرے استغناء برتنا چاہیے انکو جتنا جھکو یہ زیادہ اینٹھ مروڑ کرتے ہیں۔

(ملفوظ ۳۴۹) فرمایا کہ میری علاتی ہمشیرہ کی جو شادی ہوئی تھی اسمیں سب رسوم مروجہ ہوئی تھیں۔

اسکا قصد یہ ہے کہ اسکی والدہ کو عورتوں نے بہکایا اور یہ سمجھایا کہ تمہاری ایک ہی تو بچی ہے دل کھولکر شادی کرو باقی اگر یہ اندیشہ ہے کہ وہ (یعنی میں) شرکت نہ کریگا تو نکاح میں تو شرکت ہوہی جائیگی اور جن رسموں کو برا کہتے ہیں اسمیں شرکت نہ کرینگے نکاح تو سنت ہے اسمیں تو ضرور ہی شریک ہونگے والدہ بیچاری بہکانے میں آگئیں۔ برات آنیکا دن جمعہ کا تھا میں نے بھینسانی (ایک گانوں ہے) والوں سے کہلا بھیجا کہ جب جمعہ پڑھنے آؤ ایک بہلی لیتے آنا اور قصبہ سے باہر کھڑی کر دینا میں بعد جمعہ تمہارے یہاں آؤنگا وہ لوگ جمعہ کی نماز کو آتے ہی تھے آؤ ایک بہلی ہمراہ لیتے آئے میں نے نماز جمعہ کی جامع مسجد میں پڑھی اور باہر ہی سے باہر بہلی میں بیٹھکر بھینسانی پہونچ گیا بجز کسی سے ذکر نہیں کیا حتی کہ گھر والوں تک کو بھی خبر نہ کی برات آگئی دن ختم ہوا یہی خیال رہا کہ ہوگا یہیں مسجد وغیرہ میں جب مغرب کا بعد ہوگیا تب نکاح پڑھانیکے لئے تلاش ہوئی میں نہ ملا تو بھائی صاحب نے مختلف اطراف میں آدمی بھیجے ایک آدمی بھینسانی بھی آیا میں عشاء کی نماز پڑھکر لیٹ گیا تھا جس مقام پر میں ٹھہرا ہوا تھا ایک آنے والے کی آہٹ معلوم ہوئی میں نے کہا کہ غالباً تھانہ بھون کا آدمی آیا اسلئے کہ خیال تو تھا ہی وہ آدمی آیا مجھسے ملا میں نے کہا وہاں جا کر کہدینا کہ میں زندہ ہوں اطمینان رکھو اور اگر اور وں پر اختیار نہ تھا تو اپنے نفس پر تو اختیار تھا خود اپنے کو بچالیا اور میں صبح کو آجاؤنگا انشاء اللہ تعالیٰ اسکو وہیں پر رہا صبح کو بھی دیر کرکے چلا اس خیال سے کہ ایک براتی کی بھی صورت نہ دیکھوں پھر تو میری شرکت نہ کرنے کی وجہ سے سارے خاندان نے توبہ کی کہ بڑی واہیات ہوئی اب آئندہ کبھی ایسا نہ کرینگے جب سے اللہ کا فضل ہے خاندان میں کبھی کوئی رسم نہیں ہوئی۔ گانوں والوں کا خیال سنئے یہاں سے بھینسانی دو سو روپیہ کا گھی خریدنے کیلئے بھیجے گئے تھے وہ لوگ کہتے تھے کہ ہم لوگوں کو خیال ہوا تھا جب مولویوں کے گھر دو سو روپیہ کا گھی ایک گانوں سے جا رہا ہے اور دوسری جگہ سے بھی ضرور آیا ہوگا جب گھی کا اتنا صرفہ ہے اور اجناس میں نہ معلوم کسقدر صرفہ ہوگا تو اب ہم بھی دل کھولکر شادیاں کیا کرینگے چاہے گھر کی جائدادیں فروخت ہو جائیں سو اگر اسوقت آپ یہاں نہ آتے تو ہمارے یہاں بھی شادیوں میں ایسا ہی ہوتا جسکا انجام گھر کی بربادی ہوتی آپنے یہاں آکر ہمارا گانوں بچالیا اور ایسا ہوگیا جیسے اپنے پاس سے گانوں لکھ دیا ہو واقعی اگر میں وہاں نہ جاتا اور یہاں پر رہتا گو شریک نہ ہوتا مگر کسکو معلوم ہوتا کہ شرکت کی یا نہیں کی عوام پر بہت برا اثر ہوتا۔ اب یہاں پر قصبہ میں یہ حالت ہے کہ کسیکو

ان رسوم کی پابندی نہیں رہی اب اگر کوئی حرف بھی زائد کرے تو اسکا نام نہیں نہ کرے کچھ ملامت نہیں اور رسوم مباحہ کے متعلق یہ ہی درجہ مقصود ہے ۔

(ملفوظ ۴۸۰) فرمایا کہ قصبہ رامپور میں ایک رئیس مولوی صاحب کے لڑکے کی ختنہ تھی اپنے سب حضرات بھی اسمیں مدعو تھے مجھکو بھی بلایا گیا تھا میں بھی چلا گیا اصلاح الرسوم اُس سے پہلے لکھ چکا تھا میں نے پہلے سے طے کر لیا تھا کہ میں قاضی انعام الحق صاحب کے مکان پر ٹھہرونگا اور وجہ میں نے یہ بیان کی تھی کہ مجمع میں بعضے بڑے ہونگے میں اُن کے ادب میں رہونگا اور بعضے چھوٹے ہونگے وہ میرے ادب میں رہینگے نہ مجھکو راحت ملیگی نہ اُنکو اور اس تقریب میں حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے تھے میں قاضی انعام الحق صاحب کے مکان پر ٹھہرا عشا کے وقت میں نے دیکھا کہ نائی عام بلاوا دیتا پھرتا ہے میں نے دریافت کیا کہ یہ بلاوا کیسا ہے اُس نے کہا کہ تمام برادری کی دعوت ہے میں کھٹک گیا کہ گڑبڑ معاملہ ہے اور ظاہر تفاخر ہے ساتھ ہی اسکے یہ خیال ہوا کہ تو اصلاح الرسوم لکھ چکا ہے اگر شرکت کی تو کتاب کا خاک اثر نہ رہیگا میں نے قاضی انعام الحق صاحب سے مشورہ کیا کہ ایسے معاملہ کی صورت میں اسمیں کیا کرنا چاہیے اُنھوں نے جواب دیا کہ برادری کا معاملہ ہے میں اسمیں کوئی مشورہ نہیں دیسکتا مجھ پر سب الزام آپڑیگا میں نے خود سوچکر تجویز کیا کہ میں آپ کے باغ میں جاتا ہوں ہاں کسی کا خیال بھی نہ جائیگا اور میں شریک ہونے سے بچ جاؤنگا نہ ہونگا نہ شریک ہونگا گو اسمیں مجھکو بعض کلفتیں ہونگی مگر کچھ بھی ہو شرکت مناسب نہیں میں اُس زمانہ میں تصنیف کا کام کر رہا تھا سفر میں سامان تصنیف کا بھی ساتھ رکھتا تھا اُسوقت بھی ضروری سامان ساتھ تھا اُسکو لیکر اخیر شب میں نشہ وط باغ پہونچگیا۔ یہ باغ قصبہ سے قدرے فاصلے پر ہے بڑی فضا کی جگہ ہے نہر بھی اُسکے قریب ہے ایک کنواں بھی اسمیں ہے غرضکہ بڑی ہی تفریح کی جگہ ہے وہاں بیٹھا ہوا لکھتا رہا یہ باغ (جہت) قضا کی وجہ سے شاہی عطیہ تھا اصل میں اسکا نام تھا مشروط بالقضا اب صرف مشروط رہگیا۔ اب صبح کو میری تلاش ہوئی قاضی انعام الحق صاحب سے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے اُنھوں نے جواب دیا مجھکو معلوم ہے مگر بتلانے کی اجازت نہیں ہر چند زور دیا کہ بتلاؤ اُنھوں نے کہا کہ اس سے میرا تعلق دینی کٹ جائیگا نہیں بتلا سکتا چاہے کچھ بھی ہو لیکن یہ اطمینان رکھیے کہ میری شرکت شورہ وغیرہ کی کچھ نہیں

لوگ کہنے لگے کہ گھر میں ہے انھوں نے کہا کہ میں پردہ کرائے دیتا ہوں آپ خود دیکھ لیں مگر وہ مکان میں نہیں ہے خواہ مخواہ خود بھی تکلیف اٹھاؤ گے اور مجھے بھی تکلیف دو گے مختلف سڑکوں پر بھی ڈھونڈا گیا مگر میں کہاں ملتا جھلا کر رہ گئے میں ریل کے وقت باغ ہی سے باہر باہر اسٹیشن پر پہونچ گیا اسٹیشن پر مولوی معین الدین صاحب نانوتوی ملے وہ بھی اس ہی تقریب کی شرکت کے لئے آئے تھے کہنے لگے کہ میں تو تم سے لڑنے آیا تھا یہ اُنھوں نے اس وجہ سے کہا کہ اُنھوں نے بھی ایک مرتبہ ایک تقریب میں مدعو کیا تھا میں نے انکار کر دیا تھا کہنے لگے کہ یہ سوچکر چلا تھا یہ کہونگا کہ غریب آدمیوں کے یہاں شرکت سے انکار کرتے ہو اور امیروں کے یہاں شرکت کرتے ہو مگر جب تم کو نہ پایا اب لڑائی ہی کی گنجائش نہ رہی اور کہنے لگے کہ اب میں بھی شریک نہ ہونگا جب تم ہی شریک نہ ہوئے غرضکہ گاڑی آگئی میں تو اسمیں بیٹھکر یہاں پر آگیا۔ وہاں پر بڑی گڑ بڑ ہوئی اسلئے کہ ایک جماعت وہاں بدعتیوں کی بھی ہے دیہ سنا ہے کہ جہاں جہاں حضرت سید صاحب کے قدم پہونچ گئے وہاں پر بدعت کا زور نہیں رہا اور جہاں پر نہیں پہونچے وہاں پر بدعت کا زور ہے واللہ اعلم، یہاں پر تھانہ بھون میں بھی حضرت سید صاحب تشریف لائے ہیں بحمد اللہ یہاں پر کوئی جماعت بدعتیوں کی نہیں ہے ویسے ہی لوگ کچھ معمولی طریق پر اس خیال کے ہیں باقی کوئی خاص جماعت نہیں قصبہ رامپور میں بدعت کا قدرے زور ہے سو بدعتیوں نے ایک مضمون تیار کیا اُس مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ مصنف اصلاح الرسوم نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا ہے اور رسوم میں شرکت کی ہے اور مشورہ یہ ہوا کہ اسکی دستی نقلیں کر کے کوچہ و برزن میں جابجا چسپاں کر دو بوڑھوں نے منع کیا بوڑھوں میں عقل ہوتی ہے تجربہ ہوتا ہے کہ جلدی مت کرو رات درمیان میں ہے صبح کو دیکھ لوکہ شرکت کرتے ہیں یا نہیں کبھی قبل از وقت کوئی کام کر گذرو پھر ذلت اُٹھانی پڑے صبح کو دیکھا جائیگا صبح کو انکو یہ معلوم ہوا کہ اُس نے شرکت نہیں کی کہنے لگے کہ بات رکھ لی (یعنی میں نے) یہاں کے بھی بعض حضرات تقریب میں شریک تھے اُنھوں نے بھی میرے متعلق بڑے بڑے لیکچر دیئے یہاں ایک لطیفہ ہوا میں قرآن شریف سورۂ نمل پڑھ رہا تھا اسمیں ہُدہُد کا قصہ آیا میں نے ایک دوست کو بلا کر کہا کہ

دیکھو قرآن شریف میں میرے اس واقعہ کی نظیر اور تائید موجود ہے جہاں آیات میں وتفقد الطیر فقال مالی لا اری الھدھد ام کان من الغائبین لاعذبنہ عذابا شدیدا اولا اذبحنہ اولیاتینی بسلطٰن مبین۔ فمکث غیر بعید فقال احطت بمالم تحط بہ وجئتک من سبا بنبا یقین انی وجدت امراۃ تملکھم واوتیت من کل شیء ولھا عرش عظیم ۰ وجدتھا وقومھا یسجدون للشمس من دون اللہ وزین لھم الشیطٰن اعمالھم فصدھم عن السبیل فھم لا یھتدون جیسے وہاں ہدہد کی تلاش ہوئی تھی میری تلاش ہوئی ہمارے محاورہ میں ہدہد بیوقوف کو کہتے ہیں اور میں بھی بیوقوف ہی سا ہوں مثل ہدہد کے ام کان من الغائبین۔ ہدہد سلیمان علیہ السلام کے لشکر سے غائب ہوا میں بھی اس مجمع تقریب سے غائب ہوگیا تھا اسکی سزا لاعذبنہ او لاذبحنہ تجویز کیگئی تھی مجھکو بھی برا بھلا کہا گیا ملامت کی گئی کہ یہ بھی ذبح نفس ہے ہدہد نے ایک ایسی چیز کی خبر دی جسکا علم حضرت سلیمان علیہ السلام کو نہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ کسی واقعہ حسیہ کا علم اگر ناقص کو ہو کامل کو نہ ہو ممکن ہے اسی طرح اگر مفاسد عوام کی مجکو خبر ہو اور اکابر کو نہ ہو تو مستبعد نہیں اور جیسے ان بلقیس عورت کی سلطنت تھی ایسے ہی یہاں پر بھی عورتوں کی حکومت تھی جن کیوجہ سے یہ رسوم ہوئیں اور حیات میں کسی کے علم کا زائد ہونا یہ کوئی کمال نہیں واقعات جزئیہ میں ممکن ہے کہ چھوٹوں کا علم بڑوں سے بڑھا ہوا ہو جیسے ایک جانور ہدہد کا علم ایک نبی سے جزئی خاص میں بڑھا ہوا تھا سو جیسے اس علم

ع اور ایک بار یہ قصہ ہوا کہ سلیمن نے پرندوں کی حاضری لی تو ہدہد کو نہ دیکھا فرمانے لگے کہ یہ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا کیا کہیں غائب ہوگیا میں اوس کو غیر حاضری پر سخت سزا دوں گا یا اوس کو ذبح کرڈالوں گا یا وہ کوئی صاف حجت اور عذر غیر حاضری کا میرے سامنے پیش کرے سو تھوڑی ہی دیر میں وہ آگیا اور سلیمن سے کہنے لگا کہ میں ایسی بات معلوم کرکے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں ہوئی اور اجمالی بیان اوس کا یہ ہے کہ میں آپکے پاس قبیلۂ سبا کی ایک تحقیق خبر لایا ہوں میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ اون لوگوں پر بادشاہی کررہی ہے اور اوس کو سلطنت کے لوازم میں سے ہر قسم کا سامان میسر ہے اور اوس کے پاس ایک بڑا اور قیمتی تخت ہے۔ میں نے اوس کو اور اوس عورت کی قوم کو دیکھا کہ وہ خدا کی عبادت کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے اون کے ان اعمال کفریہ کو اون کی نظر میں مرغوب کر رکھا ہے اور اون کو راہ حق سے روک رکھا ہے سو وہ راہ حق پر نہیں چلتے۔ ۱۲

سے سلیمان علیہ السلام پر ہُدہُد کو فضیلت نہیں ہوسکتی ایسی ہی مجھکو بھی اپنے اکابر پر فضیلت نہیں ہوسکتی البتہ ہمارے حضرات علوم مقصودہ میں بڑھے ہوئے ہیں اور یہ علوم مقصودہ ہیں سے نہ تھا۔ ایک مولوی صاحب محض اصلاح الرسوم کے متعلق گفتگو کرنیکے لئے تشریف لائے بڑے جوش میں آتے ہی کہنے لگے کہ مجھکو اصلاح الرسوم کے بعض مقامات پر شبہات ہیں ان میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ بڑی خوشی سے مگر معاف کیجئیگا میری بے ادبی اور بے تہذیبی آپکو تین باتوں پر قسم کھانی ہوگی۔ ایک تو یہ کہ واقعی میرے دل میں شبہ ہے محض تصنیف نہیں کیا گیا دوسرے یہ کہ اس شبہ کا جواب میرے ذہن میں نہیں۔ تیسرے یہ کہ صرف تحقیق مقصود ہے اپنے کسی بڑے کی نصرت مقصود نہیں۔ ان تینوں باتوں پر قسم کھائیےگا پھر جو شبہ ہو فرمایئے حضرت اس سے سب شبہات ختم ہوگئے کہنے لگے کہ قسم بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔ اپنی ہی جماعت کے ایک بزرگ نے بذریعہ خط مشورہ دیا کہ آپ اصلاح الرسوم پر نظر ثانی فرمادیں میں نے جواب میں لکھا کہ میں نظر ثانی نظر ثالث نظر رابع سب کرچکا ہر نظر کا وہی نتیجہ نکلا جو نظر اول کا تھا آپ اصلاح فرمادیں میں اسکو شائع کردونگا لیکن اگر اس سے لوگوں کو ان رسوم میں ابتلا ہوگیا تو آپ ذمہ دار ہونگے پھر ان بزرگ نے اسکا کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت آپنے تو اس تقریب میں شرکت فرمائی اور فلاں شخص نے (یعنی میں نے) شرکت نہیں کی یہ کیا بات ہے۔ جواب میں فرمایا کہ بھائی ہمنے فتوے پر عمل کیا اُس نے تقوے پر عمل کیا یہ تو تواضع کا جواب تھا مگر اسی طرح کا ایک صاحب نے حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ سے سوال کیا حضرت نے محققانہ جواب دیا کہ عوام الناس کے مفاسد کی جیسی اُسکو خبر ہے ہمکو خبر نہیں حضرت نے حقیقت ہی کو ظاہر فرمادیا ایک صاحب نے آکر مجھسے یہ بھی کہا کہ فلاں صاحب نے تمہاری نسبت ایسے ویسے الفاظ بھی کہے اگر آپ چاہیں تو میں نام بھی بتلا سکتا ہوں میں نے کہا کہ نہیں بھائی مجھکو کیوں لوگوں سے بدگمان کرتے ہو اور ایسے موقع پر اکثر یہ شعر پڑھ دیا کرتا ہوں ؎

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق — ہے برا وہ ہی کہ جو تجھکو برا جانتا ہے
اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے — پھر برا کہنے سے کیوں اُسکے برا مانتا ہے

اور ایسے موقع پر یہ شعر بھی پڑھا کرتا ہوں ؎

دوست کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلہ کیا قیامت ہے مجھی کو سب برا کہنے کو ہیں

اور فرمایا کہ میری تو یہ حالت ہے ؎

خود گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ سن غیروں کی بات ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

یعنی جب میں خود اپنی ردی حالت کو لوگوں پر کھولتا رہتا ہوں اور کسی بات کو مخفی نہیں رکھتا تو دوسروں کو کہنے سننے کی تکلیف اٹھانے کی کون ضرورت ہے۔ یہ تو عیب گوئی کے متعلق میرا مذاق ہے باقی عیب شوئی اور جواب دہی کے متعلق یہ مذاق ہے کہ نہ تو اپنے دوستوں سے کبھی اپنی نصرت کا خواہاں نہیں یہ سب غیر ضروری چیزیں ہیں ان سے بچکر آدمی ضروری کام میں لگے۔

۲۳ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم دوشنبہ

(ملفوظ ۵۶۲) فرمایا کہ ریت سے حروف خشک کرنیکی پرانی رسم ہے اور مجھکو بھی یہی پسند ہے اس سے حروف پھیکے نہیں پڑتے جاذب سے حروف پھیکے پڑجاتے ہیں اور بھی کھتے ہیں کہ اتنے بھی ریت ہی سے خشک کیے جاتے ہیں اس سے حروف کی حفاظت رہتی ہے۔

(ملفوظ ۵۶۳) حضرت والا کو کسی دوسری جگہ اپنے ایک عزیز کے یہاں کچھ سامان بھیجنا تھا وہ سامان ایک چھوٹی سی گٹھڑی کی شکل میں بندھا ہوا تھا اتفاق سے ایک صاحب اُسی مقام پر جانیوالے تھے حضرت والا نے اپنے خادم نیاز سے فرمایا کہ یہ صاحب تشریف لیجارہے ہیں یہ سامان سپرد کردو اسوقت یہ دیکر نیکے حضرت والا نے فرمایا کہ اگر آپ پر ذرہ برابر بھی گرانی ہو تو اور بہت سے ذریعہ ہیں وہ اس سامان کو لیکر چلا جائیگا ان صاحب نے نہایت لجاجت کے ساتھ عرض کیا کہ مجھکو کوئی گرانی نہ ہوگی اور وہ صاحب سامان اُٹھا کر اسٹیشن کے ارادہ سے چلدیئے حضرت والا نے فرمایا کہ اسٹیشن تک اس سامان کو پہونچانیکے لئے نیاز جائیں گے یہی کیا تھوڑا ہے کہ وہاں جانے پر ان کے اور کلفت بھی ہوئی ان صاحب نے اسپر اصرار کیا کہ میں خود ہی اسٹیشن تک اس سامان کو لیجاؤنگا کوئی زیادہ وزن نہیں حضرت والا نے فرمایا کہ آپکو وزن نہیں معلوم ہوتا میرے قلب پر اسوقت پوچھئے کہ کہیں کتنا وزن ہے اور ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اسٹیشن پر بھی آپ ہی لیجائیں ریل سے آگے تو آپ ہی لیجائیں گے مجبوری ہے

مگر یہاں تو کوئی مجبوری نہیں وہ صاحب خاموش ہو گئے اور نیا نہ جاکر اسٹیشن پر وہ سامان پہونچا آئے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں قسم کھا کر لکھا ہے کہ میں کچھ نہیں اس پر بعضے مخالف کہتے ہیں کہ ہم تو حضرت کو سچا سمجھتے ہیں ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ وہ کچھ نہ تھے (استغفر اللہ) ایک مولوی صاحب اپنے ہی مجمع کے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے جاں نثاروں میں سے انکو ایک شبہ ہو گیا اعتقاد تو نہیں گیا مگر یہ کہنے لگے کہ ہمارے اعتقاد میں اور حضرت کے فرمانے میں تعارض ہے اگر حضرت کے ارشاد کو صحیح سمجھیں تو ہمارا معتقد ہونا باطل ہے اور اگر معتقد رہتے ہیں تو حضرت کیطرف خلاف واقع کی نسبت لازم آتی ہے۔ میں نے کہا کہ مولوی صاحب ایسی بات آپ جیسے شخص سے تعجب ہے میں اسکی حقیقت آپ سے عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ کمالات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کمالات واقعہ اور ایک کمالات متوقعہ سو ہم حضرت کے جن کمالات کے معتقد ہیں وہ کمالات واقعہ ہیں اور حضرت جن کمالات کی نفی فرماتے ہیں وہ کمالات متوقعہ ہیں۔

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اپنے بزرگوں کے متوسلین میں جس قدر اتباع سنت اور احکام کی پابندی دیکھی یہ بات کسی اور بزرگوں کے متوسلین میں دیکھنے میں نہیں آئی فرمایا کہ اپنے بزرگوں کے متوسلین میں بھی اُن ہی میں یہ بات دیکھی جاتی ہے جنکو صحبت میسر ہو گئی ورنہ بہت کم یہ بات پیدا ہوتی ہے یہ ایک رنگ ہے بدون صحبت کے یہ رنگ ہو نہیں سکتا جیسے مشہور ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے یہ مقولہ بالکل صحیح ہے دیکھ کر بھی رنگ بدل جاتا ہے۔

(ملفوظ) فرمایا کہ جو شان تحقیق کی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں دیکھی وہ کسی میں نہیں دیکھی مولوی شاہ بہاؤ الدین صاحب امروہی نے طائف میں چلہ کھینچا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ کوئی نفع نہیں ہوا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ناراض ہیں فرمایا کہ اگر ہم ناراض ہوتے تو انہیں چلہ ہی کی توفیق نہ ہوتی انہیں حضرت نے یہ مسئلہ بتلا دیا کہ شیخ کی کدورت موجب خذلان ہوتی ہے ایک صاحب ذاکر شاغل تھے اپنے حالات پیش کر کے حضرت حاجی صاحب سے عرض کیا کہ یہ سب حضرت ہی کا فیض ہے فرمایا نہ بھائی میں کچھ نہیں دیتا یہ سب تمہارے ہی اندر ہے اسی کا ظہور ہو جاتا ہے اور اسپر مثال فرمائی کہ جیسے نائی کے سر پر خوان ہوتا ہے اور اسمیں ہر چیز ہوتی ہے جسکے پاس وہ خوان آتا ہے وہ اسمیں سے کوئی چیز اٹھا کر نائی کو دیدیتا ہے تو وہ اپنے پاس سے دینا تھوڑا ہی ہے بلکہ سب کچھ اسکے ہی پاس تھا اسکو خبر نہ تھی اب خبر ہو گئی

حضرت کی یہ شان تو تھی عرفان کی اب شان شیخت سنئے کہ اسی کی ساتھ یہ بھی فرمایا کہ مگر تم ایسا نہ سمجھنا
ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت سے کہا کہ اللہ اللہ کرنے سے کوئی نفع نہیں ہوا فرمایا کہ یہ
کیا تھوڑا نفع ہے کہ اللہ اللہ کرتے ہو عجیب بات فرمائی اسی سلسلہ میں صاحب ملفوظات نے فرمایا کہ ایک
شخص اپنی بیوی سے کہا کرتا تھا کہ تو بہت نماز پڑھتی ہے نماز پڑھنے سے تجکو کیا ملا مجھے اگر کہتا تو میں جواب
میں کہتا کہ نماز ملتی ہے۔ سو اور اگستاخ تھا اپنی بیوی سے کہا کرتا تھا کہ تم نماز پڑھتی ہو کیا ملیگا وہ کہتی کہ
جنت ملیگی اسپر کہتا کہ اچھا وہاں بھی ان ہی ملانوں کے و موذنوں کے غریبوں ہی کیساتھ رہیگی دیکھ ہم دوزخ
میں جائینگے وہاں پر بڑے بڑے رئیس ہونگے بڑے بڑے لوگ ہونگے شداد نمرود فرعون قارون ہم انکے
ساتھ ہونگے مسخرہ پن تھا کوئی عقیدہ تھوڑا ہی تھا مگر ایسا تمسخر بھی سخت بیہودگی ہے۔ ایک مولوی صاحب نے
کسی بات پر عرض کیا کہ حضرت کفر کا اندیشہ ہے اس پر فرمایا کہ کفر بڑی مشکل سے آتا ہے اس اندیشہ کفر
میں میں بھی متفق ہوں باقی کفر کو تو کوئی ہاتھ جوڑ جوڑ کر بلائے تب بھی مشکل ہی سے آتا ہے۔

(ملفوظ ۵۲۴) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا
مذاق اسقدر محققانہ اور مربیانہ ہے کہ کبھی کسی کو پریشانی ہو ہی نہیں سکتی حضرت اس فن کے مجدد تھے
امام تھے کیسی پاکیزہ اور تسلی بخش تعلیم ہے جو اوپر کے ملفوظ میں گذری کہ کیا یہ نفع نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام
لیتے ہو اسکا حاصل یہ ہوا کہ یہ سوال کہ اللہ کا نام لینے سے کیا نفع ہوا جب کہ ذکر اللہ مقصود
بالغیر ہو اب تلایئے کہ جو شخص ذکر کو مقصود سمجھیگا اسکو کیا پریشانی ہوگی اسلئے کہ پریشانی تو
مقصود حاصل نہ ہونے پر ہوا کرتی ہے۔

(ملفوظ ۵۲۵) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آجکل جاہل صوفی کہا کرتے ہیں کہ ہمکو جنت کی
خواہش نہ دوزخ سے ڈر فرمایا کہ حقیقت سے بے خبری اسکا سبب ہے اور صریح مخالفت ہے نصوص کے احکام
کی یہ سب باتیں بگھارتے ہیں مرجانیکے بعد اگر جنت نہ ملے تب حقیقت معلوم ہوگی۔ باقی مخلصین کے
کلام میں اگر ایسا مضمون پایا جاوے اسکا منشاء دوسرا ہے۔

(ملفوظ ۵۲۶) ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جنت سے استغنا نہیں ہو سکتا اسکی
تمنا بھی جائز اسکی طلب بھی جائز۔ بلکہ مامور بہ۔

(ملفوظ ۵۲۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک مناجات منظوم ہے چھپی ہوئی جسمیں جگہ جگہ

یہ مصرعہ ہے۔ کہ میری بر کیوں دیر اتنی کری۔ فرمایا کہ جی ہاں سُنا ہے نہایت گستاخی کا طرز ہے
اور جناب اسکا تو کوئی جاہل مصنف معلوم ہوتا ہے بعض کو اہل علم ہونیکا دعویٰ ہے اُنکی تصانیف
میں ایسی خرافات ہیں جن کو دیکھنے اور پڑھنے سے رونگٹا کھڑا ہوتا ہے اور ایسے مضامین اکثر فضائل
نبویہ میں بیان کئے جاتے ہیں جو دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تنقیص کے موہم ہوتے ہیں۔ اور
حضور کو اور انبیاء پر فضیلت دینے میں اکثر عنوان نہایت گستاخانہ ہوتا ہے بات یہ ہے کہ انبیاء میں
اور حضور میں کامل اور اکمل بلکہ اکمل اور اکمل الکاملین کا تفاوت ہے نہ کامل اور ناقص کا تفاوت نہیں بات یہ ہے کہ ایک
فضائل تو ہیں منصوص اُنکے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں اور ایک ہیں مستنبط اسمیں سخت احتیاط کی
حاجت ہے انبیاء علیہم السلام کے تفاضل کا مسئلہ نہایت ہی نازک ہے اور مصنفین اسی کو بڑے
زور سے قیاس کی بناء پر گھڑتے ہیں اسکے متعلق ایک معیار بیان کیا کرتا ہوں کہ اگر فرضاً تمام
انبیاء علیہم السلام مع حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سب ایک جگہ جمع ہوں تم یہ سوچو کہ وہ اپنے
مضامین تفاضل کے متعلق اُس مجلس میں بھی سب حضرات کے سامنے پڑھ سکتے ہو یا کہہ سکتے ہو
اس معیار کو مستحضر کر کے وہی کلام منہ سے نکالو جسکو سب کے سامنے بلکہ حساب کے روز حق تعالیٰ کے
سامنے بھی عرض کر سکو یہ ایک مراقبہ ہے یہ میں نہیں کہتا کہ نیت بھی تنقیص کی ہے مگر دیکھ لیجئے کہ
اُسکا مدلول کیا ہے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ
ایک چشتی اور ایک قادری میں جھگڑا ہوا کہ حضرت غوث پاک کا مرتبہ افضل ہے یا خواجہ اجمیری صاحب
کا حضرت نے فیصل فرمایا کہ بھائی یہ جھگڑے کی بات نہیں قادریوں کے تو حضرت غوث پاک
باپ ہیں اور خواجہ صاحب چچا اور چشتیوں کے حضرت خواجہ صاحب باپ ہیں اور حضرت غوث
صاحب چچا تعلق خواہ باپ سے زیادہ ہو مگر تنقیص چچا کی بھی جائز نہیں۔ اُن قادری صاحب نے
کہا کہ جب حضرت غوث پاک نے فرمایا قدمی ھذہ علیٰ رقاب اولیاء اللہ تو حضرت خواجہ
صاحب نے گردن جھکادی اور فرمایا بل علی راسی وعینی تو اسمیں خود خواجہ صاحب نے اقرار فرمایا
اُنکی افضلیت کا حضرت نے جواب میں فرمایا کہ اس سے تو اسکے عکس پر بھی استدلال ہو سکتا ہے کہ
انکا عروج بڑھا ہوا تھا اور انکا نزول اور طریق میں نزول افضل ہے عروج سے پھر فرمایا (یعنی صاحب
ملفوظ نے) کہ اگر ان بزرگوں میں کسی وجہ سے لڑائی بھی ہو تو ایسا ہے جیسے دو شیر لڑتے ہیں اور گیدڑ

صاحب فیصلہ کے لئے بیچ میں کودیے اسی تفاضل کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک شخص حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مرید تھے اور حضرت حاجی صاحب کی مجلس میں حاضر تھے اُنکے دل میں خطرہ ہوا کہ معلوم نہیں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ و حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں سے بڑا کون ہے اللہ کے نزدیک حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس خطرہ پر مطلع ہوئے فرمایا کہ میاں ایسا خیال بہت بری بات ہے تمہیں سیراب کرنیکے لئے تو دونوں کافی ہیں تمہیں اسکی کیا ضرورت کہ کون بادل بڑا ہے اور کس میں پانی زیادہ ہے۔

(ملفوظ) فرمایا کہ آج ایک جگہ سے [illegible] کی دعوت آئی ہے مگر میں معذور ہوں کہیں آنے جانے سے اس آنت کی تکلیف کی وجہ سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت تو زیادہ تکلیف ہے فرمایا اس سے زائد نہیں یہی محل شکر ہے ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جب مجھ پر کوئی مصیبت آتی ہے تو تین وجہ سے شکر واجب سمجھتا ہوں ایک تو یہ کہ اس سے زائد نہ ہوئی دوسرے یہ کہ دین پر کوئی آفت نہ آئی تیسرے یہ کہ جزع فزع نہ کیا اللہ تعالیٰ نے صبر عطا فرمایا فرمایا کہ سبحان اللہ بالکل صحیح ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میرا مذہب یہ ہے کہ سب مسلمان بزرگ ہیں ولی ہیں اللہ ولی الذین آمنوا سے تمام اہل ایمان کی ولایت عامہ ثابت ہوتی ہے اور بزرگ وہ یوں کہ انکا نور ایمان اگر ذرہ برابر بھی متمثل ہو جائے تو چاند اور سورج ایکدم اُسکے سامنے ماند ہو جائیں۔

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ مسلمانوں میں نور ایمان ہے گو اُسکے آثار پورے طور پر ظاہر نہ ہوں اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی حسین اپنے چہرہ کو سیاہی مل لے اور اُسکا حسن مستور ہو جائے مگر جسوقت صابن سے دھوئیگا پھر اصلی حسن آجائیگا ایسے ہی بعض مسلمانوں کا نور ایمان بوجہ معصیت کے مستور ہے مگر جسوقت توبہ کریگا اور کثرت استغفار کریگا انشاء اللہ تعالیٰ تب منور نظر آنے لگیگا۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ ہم سوتے آپکے قریب ہیں میں نے کہا کہ وہ اندر نہیں ہوتے باہر ہوتے ہیں کیونکہ اندر تو صرف تم ہوتے ہو [illegible] یہ مثال

له اللہ تعالیٰ ساتھی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے ۱۲

بیان کی کہ جیسے آئینہ پر مکھی بیٹھے تو بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اندر ہے مگر حقیقت میں وہ اندر نہیں ہوتی باہر ہوتی ہے مگر جو حقیقت سے بے خبر ہے وہ یہی سمجھیگا کہ اندر ہے باقی تکلیف میں خیال کو بہت بڑا دخل ہے مگر خیلی ایذاؤں کا علاج خیال ہی سے ہوتا ہے خیال کو بدل دینے سے بڑی تکلیف سے نجات مل جائیگی بس یہ خیال کر لیا کرو کہ وساوس قلب کے اندر نہیں باہر ہیں اور اگر اندر ہی فرض کر لیا جاوے تو یہ مت سمجھو کہ وساوس باہر سے اندر آرہے ہیں بلکہ یہ سمجھو کہ اندر سے باہر نکل رہے ہیں اس لئے کہ نکلنے کے وقت بھی تو گھر کے دروازہ پر ہجوم نظر آتا ہے اور اصل علاج تو یہ ہے کہ چاہے آرہے ہوں یا جارہے ہوں اُنکی طرف التفات ہی نہ کرو نہ جلباً نہ سلباً اکثر لوگ خطوط میں وساوس کی شکایت لکھتے ہیں میں اُن سے پوچھتا ہوں کہ اختیار سے آتے ہیں یا بدون اختیار اور اُن کو بُرا سمجھتے ہو یا اچھا وہ لکھتے ہیں بدون اختیار کے آتے ہیں اور ہم بُرا سمجھتے ہیں میں لکھدیتا ہوں کہ بس بےفکر رہو۔ ایکمرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایکبار وضو کے بعد یہ وسوسہ ہوا کہ تو موزوں کا مسح کرنا بھول گیا حضرت نے دوبارہ مسح کر لیا اگلے وقت پھر وہی وسوسہ اب ایک بلا پیچھے لگ گئی اسپر حضرت فرماتے تھے کہ ایکبار عین مصلے پر وہی وسوسہ ہوا خیال ہوا کہ یقیناً یہ شیطانی وسوسہ ہے آج اسپر عمل نہ کرنا چاہیئے شیطان سے مکالمہ شروع ہو گیا وہ کہتا ہے کہ مسح نہیں ہوا کرلو مولانا فرماتے ہیں نہیں ہوا نہ سہی وہ کہتا ہے جب مسح نہیں ہوا تو وضو نہ ہوا مولانا کہتے ہیں وضو نہیں ہوا نہ سہی کہتا ہے کہ جب وضو نہ ہوا تو نماز نہ ہوگی مولانا کہتے ہیں کہ نماز نہ ہوگی نہ سہی کہتا ہے کہ گنہگار ہوگے مولانا کہتے ہیں کہ میں آپ کی خیر خواہی سے باز آیا جہاں اور بہت سے گناہ ہوتے ہیں ایک یہ بھی سہی بس ترکی تمام پھر کبھی وہ وسوسہ نہ آیا تو ایسی صورت میں یہی مناسب ہے بعض مرتبہ رکعت کی تعداد میں نماز پڑھتے ہوئے گڑبڑ کر دیتا ہے اُسکی طرف التفات نہ کرنا چاہئے ورنہ ہمیشہ کے لئے ایک مرض لگ جائیگا۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ ایسا کرنا حضرات فقہا کی تفصیل کے خلاف ہوگا۔ فرمایا کہ فقہا فرماتے ہیں اُن لوگوں کے متعلق جو وساوس کے مریض نہیں اور صوفیا اُن کے متعلق تجویز کرتے ہیں جو وساوس کے مریض ہیں اسمیں کوئی تعارض نہیں اور نہ کوئی شبہ وارد ہوتا ہے بلکہ خود روایات فقہیہ حضرت مولانا کے عمل کی مؤید

کے موافق پائی جاتی ہیں فی الدر المختار شک ھل کبر للافتتاح اولا او احدث اولا او مسح راسہ اولا استقبل ان کان اول مرۃ والا لا فی رد المحتار عن الذخیرۃ فی آخر العبادۃ ان کان ذلک اول مرۃ استقبل الصلاۃ والاجازلہ المضی ولا یلزمہ الوضوء ولا غسل الثوب اھ و عن الخلاصۃ شک فی بعض وضوئہ وھو اول شک غسل ماشک فیہ ان وقع لہ کثیرا لم یلتفت الیہ ھذا اذا شک فی خلال وضوئہ فلو بعد الفراغ منہ لم یلتفت الیہ اھ آخر باب سجود السہو اسی سلسلہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم کا قصہ بیان فرمایا کہ اُسکو اسقدر وہم تھا کہ غسلخانہ میں پاجامہ اُتار کر استنجا پاک کیا کرتا تھا حضرت اُس سے مزاحاً فرمایا کرتے تھے کہ ؎

سگ بہ دریائے ہفتگانہ بشوئے چوں کہ تر شد پلید تر باشد

دوسرا یہ واقعہ بھی دیوبند ہی کا ہے مدرسہ کے ایک فارغ التحصیل کو وہم ہوگیا تھا کہ میرے سر نہیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سُنکر پہونچے اور دریافت فرمایا کہ تمہارے سر نہیں۔ عرض کیا کہ حضرت نہیں۔ حضرت نے جوتہ نکالکر سر پر مارنا شروع کیا اوس نے واویلا مچایا کہ حضرت مرگیا چوٹ لگتی ہے فرمایا کہ کہاں چوٹ لگتی ہے عرض کیا کہ حضرت سر میں فرمایا کہ سر تو ہے ہی نہیں چوٹ کے کیا معنی عرض کیا کہ حضرت سر ہے فرمایا کہ اب تو کبھی کہوگے کہ نہیں عرض کیا کہ نہیں چھوڑ دیا وہ وہم جاتا رہا اور ساری عمر بھی یہ مرض وہم کا نہ ہوا یہ حضرات حکیم تھے حقیقت کو سمجھتے تھے۔ حضرت مولانا غصیار مشہور ہیں مگر نہایت ہنس مکھ اور نہایت خوش اخلاق تھے۔

۲۳ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم دوشنبہ،

(ملفوظ ۴۱۴) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے اُسمیں میرے نام کتابوں کی فرمائش لکھی ہے ایسے

؏ اگر شک ہوا کہ تکبیر تحریمہ کہی ہے یا نہیں یا وضو ٹوٹ گیا ہے یا نہیں یا سر کا مسح کیا ہے یا نہیں، تو اگر یہ شبہ اول بار ہوا ہے تو اسپر عمل کرے اور اگر بار بار ہونے لگے تو اوس شبہ پر عمل نہ کرنا جائز ہے ۱۲ ؎

بیہودہ لوگ ہیں اور جواب کیلئے کارڈ بھی نہیں یہ سمجھے ہونگے کہ جب کتابیں منگا رہا ہوں تو جوابی کارڈ کی کیا ضرورت ہے بندہ خدا نے یہ خیال نہیں کیا کہ کیا انھوں نے میرے نام کا کوئی اشتہار دیکھا تھا کہ جو میرے نام کتابوں کی فرمائش بھیجی کچھ نہیں کوئی اصول ہے نہ کوئی قاعدہ جو جی میں آتا ہے کرتے ہیں مجھکو اسکا بھی قلق ہے کہ یہ تین پیسے ان کے فضول ہی خراب گئے۔

(ملفوظ ۵۵۵) فرمایا کہ ایک وکیل صاحب ہیں ان کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میرا اتنا روپیہ بنک میں ہے اب یہ تحقیق ہوا کہ ناجائز ہے دین کا خسارہ ناقابل برداشت ہے دنیا کا خسارہ گوارا کرلونگا فرمایا کہ جب دین کا خیال ہوتا ہے انسان سب کچھ کرلیتا ہے مگر لوگوں کی کچھ عادت ہو گئی ہے کہ بلا تحقیق کام کر بیٹھتے ہیں پھر مشکل ہوتی ہے بعض طبیعتیں بکھیڑا پسند ہوتی ہیں۔ صفائی طبیعتوں میں بہت کم رہگئی ہے خواہ مخواہ لوگ جھگڑے مول لیتے ہیں اور بعض تو ایسی طبیعت کے لوگ ہیں کہ دوسروں کے کاموں میں گھستے پھرتے ہیں یہ ہی صاحب جنکا خط آیا ہے ان کی بھی یہ ہی حالت ہے ایسی باتوں سے بعض اوقات دین برباد ہو جاتا ہے ایسے شخص کو ضرورت ہے کہ تھوڑے دنوں کیلئے تو بالکل بیکار ہو کر کسی مصلح کے پاس رہے لوگ دونوں کندھے ہاتھ رکھنا چاہتے ہیں مگر کیسے ہو سکتا ہے مولانا اسی کو فرماتے ہیں ؎

ع۱ ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں　　　این خیال است و محال است وجنوں

خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجکو اس تصور سے وحشت ہوتی ہے کہ پھر نوکری پر چلے جائینگے وہاں جاکر پھر وہی بکھیڑا سر پڑیگا فرمایا کہ جو چیز غیر اختیاری ہے یا ضرورت کی ہے وہاں تو بندہ مجبور ہے اور اس سے دین پر بھی کوئی اثر نہیں پڑتا اور جو اختیار میں ہے اور ضروری بھی نہیں اس سے تو بچنا چاہئے۔ کام کرنے والوں کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ ایک وزیر تھا بادشاہ کا وہ کسی بزرگ کی زیارت کو حاضر ہوا بزرگ نے وزیر سے بادشاہ کا مزاج دریافت کیا وزیر نے عرض کیا کہ حضرت بادشاہ کا مزاج معلوم کرتے کرتے تو عمر گذر گئی یہاں پر تو آیا تھا اپنا مزاج معلوم کرنے مگر یہاں پر بھی بادشاہ ہی کے مزاج کی پرسش ہوئی بزرگ صاحب نے فرمایا کہ میں نے تمہاری لجوئی

ع۱ تم حق تعالیٰ کا قرب (بدرجۂ کمال جسقدر بندہ کی قدرت میں ہے) بھی چاہتے ہو۔ اور دنیا کو بھی (بدرجۂ کمال) حاصل کرنا چاہتے ہو تو یہ محض خیال اور جنون ہے ۱۲ ؎

کی غرض سے پوچھ لیا تھا پھر کبھی ایسا نہیں ہوا اور وزیر کی اصلاح و تربیت شروع فرما دی دیکھئے وزیر کو طلب صادق تھی کیسی خوش فہمی کی بات کہی۔

(ملفوظ ۵۵۲) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت التقصیر فی التفسیر کی تسہیل اگر ہو جائے تو بہت نافع ہو فرمایا کہ نافع تو سب ہی کچھ ہے مگر آجکل تو ودگڑ بڑ مچی ہوئی ہے کہ کس کس چیز کی اکیلا انسان اصلاح کرلے بہت ہی مشکل ہے اسکے لئے تو ایک خاص اور مستقل محکمہ کی ضرورت ہے۔

(ملفوظ ۵۵۳) ایک صاحب نے حضرت والا کی خدمت میں پرچہ پیش کیا حضرت والا نے ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ مسان کا تعویذ مجھے نہیں آتا اگر کہو تو ایک دو مولوی صاحب ہیں جو مسان کا تعویذ جانتے ہیں انکا پتہ لکھدوں بذریعہ خط اُن سے تعویذ منگا لینا عرض کیا کہ حضرت پتہ لکھدیں حضرت والا نے پتہ لکھدیا اسی سلسلہ میں فرمایا کہ یہ کام عاملوں کا ہے مجھے ان چیزوں سے مناسبت نہیں اور تعویذ سے تو میں بہت ہی گھبراتا ہوں ویسے کوئی آجاتا ہے لکھدیتا ہوں مگر اس باب میں عوام کو بڑا غلو ہو گیا ہے اور یہ عاملوں کی بدولت کہانتک کسی کی اصلاح کیجاوے اور کس کس چیز کی اصلاح کیجائے اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی کروں سر سے پیر تک ایک سے ہو گئے وظائف عملیات کی یہی حالت ہے اس سے تو لوگوں کے عقیدہ تک خراب ہو گئے اثر نہ ہونے پر کہتے ہیں کہ لاٹ کے کلام میں بھی اثر نہیں اور ان باتوں پر اگر روک ٹوک کیجاوے تو بدنام کرتے ہیں مگر کریں بدنام حق کو کیسے مخفی رکھا جا سکتا ہے۔

(ملفوظ ۵۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کشمیر کے مسلمانوں کو تو خود ہندوؤں نے مشتعل کیا ہے وہ بیچارے تو امن و امان سے بیٹھے تھے اب انصاف ملاحظہ ہو کہ تمام ہندو اخبارات مسلمانوں ہی کے سر الزامات تھوپ رہے ہیں مسلمانوں کا سوائے خدا کی ذات کے اور کوئی حامی اور مددگار نہیں اور انکو اور کسی کی ضرورت بھی نہیں میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اگر مسلمانوں میں نظم ہو اور دین ہو تو تمام دنیا کی غیر مسلم اقوام اس ضعف کی حالت میں بھی انکا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں لیکن مسلمان دیسے تو بہت کچھ گڑ بڑ کرتے ہیں مگر جو اصل تدبیر ہے اور کام کی تدبیر ہے جس سے پہلوں کو کامیابی میسر ہو چکی ہے وہ نہیں کرتے وہ تدبیر یہ ہے کہ اپنے خدا کو راضی کر کے پھر فکر کریں اب تو جو تدابیر انکی مشورہ کی تنظیم پر عمل کرتا ہے اُن کو لوگ عاقل سمجھتے ہیں بھلا ایسا شخص کیا عاقل ہو گا جسکو انجام کی خبر نہ ہو یا کر رہے

لوگ عاقل ہوتے تو آخرت کی فکر کرتے پہلے ایمان لاتے ہاں آجکل ہیں روپیہ اور ملک کی فکر ہے سو ایسے پہلے بھی بڑے بڑے گذر چکے ہیں جو خدائی تک کا دعویٰ کر گئے شداد نمرود فرعون قارون وہ کون چیز ہے جو نہ تھی جسکے نہ ہونے سے بدعقل اور بدفہم کہلائے بس یہی دین نہ تھا تو ان لوگوں کو تو دنیا میں بھی اتنی ثروت اور جاہ نصیب نہیں جیسی پہلوں کو نصیب ہو چکی کما قال تعالیٰ ولقد مکنٰھم فیما ان مکنٰکم فیہ الآیہ مگر انکا جو انجام ہوا خسر الدنیا والآخرۃ وہ اظہر من الشمس ہے اور ایسے لوگوں کی طرف جو کچھ بھی مسلمانوں کو میلان ہوا ہے یہ سب بد دین لیڈروں کی بدولت اور وہی اسکے ذمہ دار ہیں ہزارہا مسلمانوں کے ایمان کو خراب اور برباد کر دیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(ملفوظ) فرمایا فیروزپور چھاؤنی سے ایک وکیل صاحب کا خط آیا ہے اسمیں لکھا ہے کہ وکالت جائز ہے یا نہیں میں نے جواب لکھا ہے کہ کیا آپ کے پاس کوئی اور ذریعہ معاش ہے اب دیکھئے کیا جواب آتا ہے جیسا وہاں سے جواب آویگا ویسا یہاں سے جواب جائیگا کسب حلال کے سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت احمد بن حنبل سے ایک عورت نے مسئلہ پوچھا کہ حضرت ایک روز گھر میں تیل نہ تھا ایک رئیس کی سواری مشعلوں کے مکان کے سامنے سے گذری سلسلہ دراز تھا میں نے اپنے دروازہ میں بیٹھکر اُس روشنی میں چرخہ چلایا نہ معلوم وہ تیل حلال تھا یا حرام اُس سوت سے نفع حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں۔ دریافت فرمایا کہ تم کون ہو عرض کیا کہ میں بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی بہن ہوں فرمایا کہ اگر کوئی اور ہوتا تو اجازت دیدیتا بشر حافی رحمۃ اللہ کی بہن کو اجازت نہیں دیسکتا۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ واجد علی شاہ شاہ اودھ عیش و نشاط میں پڑ کر واجد علی شاہ رہا تھا فاتر العقل ہو گیا تھا مگر بعضی باتیں اسکی بڑی ظرافت کی ہوتی تھیں بعض انگریزوں نے اس سے پوچھا کہ تم اپنی حیات تک وظیفہ چاہتے ہو یا بعد مرنے کے بھی پس ماندوں کے لئے وظیفہ چاہتے ہو کہا کہ صرف اپنی حیات تک ورثہ نے کہا یہ کیا کیا کہا کہ سب میرا مرنا تکتے اب سب دعا کرینگے کہ یہ جیتا رہے میں نے دعا گو مفت کے حاصل کر لئے عجیب ظرافت ہے اور انہیں کی حکایت ہے کہ کتبخانہ پر تو ایک کہار کو ملازم رکھا اور باورچیخانہ پر ایک مولوی صاحب کو کسی نے پوچھا یہ کیا کیا کہا کہ کہار کو علم سے کیا نسبت وہ جاہل ہے کتابیں نہ چرائیگا اور مولوی کا ہانڈی میں اسلئے باورچیخانہ پر انکی ضرورت

عہ اور ہمنے اُن لوگوں کو ان باتوں میں قدرت دی تھی کہ تم کو ان باتوں میں قدرت نہیں دی ۱۲

ہے کہ کوئی زہر وغیرہ کھانے میں نہ دیدے وہاں ایمان داری کی ضرورت ہے ۔

(ملفوظ) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں بہت دنوں سے حضرت والا سے بیعت کی درخواست کر رہا ہوں مگر حضور ہمیشہ حیلہ حوالہ ہی کرتے رہے میں نے جواب میں لکھدیا ہے کہ ایسے مکار اور بےرحم پیر سے تعلق رکھنا ہی بیکار ہے فرمایا ایسا لکھنے سے انکی اصلاح مقصود ہے تاکہ آئندہ ایسے الفاظ لکھنے سے باز رہیں اگر تاویلات سے کام لوں تو اصلاح ہو ہی نہیں سکتی اسکی ایسی مثال ہے کہ اگر طبیب میٹھا ہوا مریضوں کے امراض میں تاویلات کیا کرے تو لکھ چکا نسخہ اور ہو لیا علاج ۔

(ملفوظ) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ پچھلے دنوں تخفیف کی خبر بھیجی آپنے دعاء فرمادی تھی رہ گیا تھا اب پھر تشویش کی خبر ہے پھر دعاء کردو اور اگر میں تخفیف میں آگیا تو تھانہ بھون کی اجازت دو وہاں آکر رہوں میں نے لکھدیا کہ دعاء تو کرتا ہوں باقی یہاں آنے کے متعلق جو لکھا ہے تو فرضیات پر تجویزیں کرنے کی ایسی مثال ہے کہ اگر لڑکا ہوگا اسکا کیا نام ہوگا اور کس حافظ کے سپرد ہوگا کہاں شادی ہوگی اور لڑکی کے متعلق بھی ایسی ہی شقیں نکل سکتی ہیں ابھی سے کس فکر میں پڑے میاں جو ہوگا ہو رہیگا خواہ مخواہ پہلے سے پہلے ہی خیالی پلاؤ پکانا اسکی ضرورت ہی کیا ہے نیز یہ فرض ایسا ہے جیسے ایک لڑکی کی شادی ہوئی ماں نے رخصت کیوقت وصیت کردی کہ بیٹی ساس کے گھر جاکر بولنا مت اب بہو ہے کہ بولتی ہی نہیں ساس نے کہا کہ بہو بولتی کیوں نہیں کہا کہ میری ماں نے منع کردیا تھا کہ ساس کے گھر بولنا مت ساس نے کہا کہ ماں تیری بیوقوف ہے تو بول کہا کہ بولوں ساس نے کہا کہ ضرور بول کہا کہ میں یہ پوچھتی ہوں کہ اگر تمہارا بیٹا مرگیا اور میں بیوہ ہوگئی تو مجھکو یوں ہی بٹھلائے رکھو گی یا کہیں نکاح بھی کردو گی ساس نے کہ کہ تیری ماں نے سچ کہا تھا تو تو خاموش ہی رہ تو صورتیں فرض کر کر کے حساب کتاب لگانا محض ایک وہم پرستی ہے ۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت اسقدر اظہر من الشمس ہے کہ موافق اور مخالف سب ہی حضرت کے کمالات کے معترف ہیں اور حضرت کی مقبولیت کے ساتھ حضرت کی طرف نسبت رکھنے والی چیزوں کی بھی مقبولیت کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ بھائی اکبر علی مرحوم کے مکان کے اندر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کے مکان کا حصہ جزو ہو کر آگیا ہے مگر عجیب بات ہے کہ وہ جس ہیئت پر تھا جزو ہو کر بھی

اُسی پر رہا حالانکہ قبل سے اُسکا نقشہ آزادی سے بنوایا گیا تھا بلکہ اُسوقت اسکی خبر بھی نہ تھی کہ یہ قطعہ حضرت کا مسکن تھا یہ بعد میں معلوم ہوا اسی طرح حضرت کی طرف اور بھی بعض عمارت منسوب ہیں وہ بھی اسی طرح اپنی ہیئت پر باقی ہیں میں تو یہ شعر پڑھا کرتا ہوں ؎

اگر گیتی[عہ] سراسر باد گیرد چراغ مقبلاں ہرگز نہ میرد

(ملفوظ ۴۲۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ اہل نجد کے متعلق آپکی کیا رائے ہے میں نے کہا کہ رائے یہ ہے کہ وہ نجدی ہیں وجدی نہیں صرف یہی ایک کسر ہے نجدی ہونے کیساتھ اگر وجدی بھی ہوتے تو اچھا ہوتا اُسوقت انکے پاس سے آنیوالوں سے میں یوں کہا کرتا ؎

باز گو[عہ] از نجد و از یاران نجد تا در و دیوار را آری بوجد

فرمایا کہ ابن سعود اپنی ذات سے بہت غنیمت ہیں اگر کوئی شکایت لوگوں کو ہے تو انکی قوم کی ہے مگر یہ شکایت کرنے والے ہی کون سے پاک صاف ہیں یہ بھی وہاں جاکر گڑبڑ کرتے ہیں وہ انکی حرکات کو تشدد سے روکتے ہیں یہ ہی ناگواری کا سبب ہے۔

(ملفوظ ۴۲۳) حضرت والا جلال آباد میں جو جبہ شریف مشہور ہے اُسکے متعلق بیان فرمارہے تھے کہ عوام کے غلو کا اندیشہ ہے اسلئے ضرورت ہے کہ عوام کے دین کا تحفظ کیا جائے اسپر ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ نعل شریف کا نقشہ یا حلیہ ٹھیک ہے فرمایا کہ کیا آپکو بولنا ہی زیادہ آتا ہے اسوقت یہ سوال ہی آپکا بے جوڑ ہے اب ہندی کی چندی کہانتک کروں۔ جبکہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ عوام بڑھ نہ جائیں اُن کے دین کی حفاظت کی ضرورت ہے اسمیں سب کا جواب آگیا خلاصہ میرے بیان کا یہ ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ یہ دیکھنا چاہئے کہ حضور نے زیادہ کس چیز کا اہتمام کیا اُسی کا ہمکو بھی اہتمام چاہئے یہ سوال تو اُسوقت کرنا چاہئے تھا کہ میں نہی میں غلو کی قید نہ لگاتا تو نفی کا موہم ہوسکتا تھا باقی اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ حضور کی ہر چیز ایسی ہے کہ اُسپر جان قربان کردیجائے مگر عوام کے دین کی حفاظت بھی تو فرض ہے کہ وہ حدود سے نہ نکل جائیں ایک طرف تو لوگوں کی نظر ہوتی ہے اور دوسری طرف کو نظر انداز کردیا جاتا ہے۔

عہ اگر ساری زمین میں آندھیاں چلیں مقبولان الٰہی کا چراغ ہرگز نہیں بجھ سکتا۔ عہ نجد اور یاران نجد کا قصہ بیان کردے تاکہ در و دیوار کو وجد میں لے آؤ ۱۲

(ملفوظ ۴۲۶) تصوف کے متعلق ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اجی حضرت کس کا راز اور کس کا اخفا فن کو تو علی الاعلان پکار پکار کر بہ بانگ دہل ظاہر کرنا اور شائع کرنا چاہئے اسکی ہر بات صاف ہے میں تو فروع اور اصول سب کھلم کھلا ظاہر کر دیتا ہوں اسکی ضرورت ہے اور سخت ضرورت ہے اور اشد ضرورت ہے ہزاروں لاکھوں قسم کی گمراہیوں اور تلبیسوں میں لوگ مبتلا ہو رہے ہیں اور لاکھوں راہ زن اس راہ پر لگے ہوئے ہیں اسلئے اظہار حقیقت کر کے اُن کے مصنوعی مسودوں کو خاک میں ملا دینے کی ضرورت ہے انھوں نے گمراہ کیا ہے اللہ کی مخلوق کو۔

۲۴ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ
مجلس خاص بوقت صبح یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۴۲۷) ایک سلسلہ گفتگو میں بعض مخترع القاب کے متعلق فرمایا خبر نہیں لوگ کس عبث اور فضولیات میں مبتلا ہیں اس سے ان لوگوں کے مذاق کا پتہ چلتا ہے کوئی شیخ الحدیث ہیں کوئی اُستاد الحدیث کوئی شیخ التفسیر کوئی شیخ الجامعہ یہ اس قسم کے جھگڑے ابھی شروع ہوئے ہیں۔ ہمارے بزرگوں میں تو ان چیزوں کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ ہمارے حضرات میں ایسے تھے کہ اُنکو امام الحدیث کہا جاتا تو بجا تھا مگر وہاں کچھ بھی نہ تھا یہ سب جاہ طلبی ہے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب کوئی شیخ الہند کہتا ہے تو میرے دل پر ایک تیر سا لگتا ہے اسلئے کہ شیخ العالم کو اور شیخ الاسلام کو شیخ الہند کہتے ہیں بہت ہی بُرا معلوم ہوتا ہے اسمیں حضرت کی تنقیص معلوم ہوتی ہے ان مدعیان محبت نے حضرت کی شان ہی کو نہیں پہچانا ہند کوئی سلطنت اسلامیہ ہے کہ جسکی وجہ سے شیخ الہند کہنے پر فخر ہے اور سب سے زیادہ اچھی اور خوبی کی بات تو وہی ہے جو پہلے اپنے بزرگوں میں تھی سادگی اُسی میں برکت ہے ان چیزوں میں برکت کہاں یہ سب نئی روشنی کا اثر ہے۔

(ملفوظ ۴۲۸) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جو کتبہ ہے اُسپر شیخ الاسلام لکھا ہے فرمایا کہ ہاں یہ لقب ایسا ہے کہ پہلے سے اہل اسلام

میں چلا آرہا ہے مضائقہ نہیں مگر مجھے معلوم نہ تھا کہ حضرت کے مزار پر ایسا کتبہ ہے میں نے
آج ہی سنا ہے۔

(ملفوظ ۳۲۹) فرمایا کہ آجکل تو وہ زمانہ ہے کہ مردہ بزرگوں کو بھی اپنی بیہودگیوں سے بدنام کرتے ہیں
اور یہ ساری بدنامی معتقدین کی بدولت ہوتی ہے مولانا محمد نعیم صاحب لکھنوی نہایت متبع سنت
سادہ صاحب نسبت صاحب برکت تھے خود غرض لوگوں نے انکی قبر کے متعلق مشہور کر دیا
کہ یہاں پر بھوت پریت جن اترتے ہیں اب انکی قبر پر خوب مٹھائی پھول بتاشے چڑھتے ہیں جیسے
کچھوچھہ میں یہ ڈھونگ۔ ایسا نہیں معلوم ہوتا سیدھا سادھا رہنا چاہئے ایسی باتوں میں پڑ کر آدمی
مقصود سے رہجاتا ہے اور وہ مقصود ہے تعلق مع اللہ۔

(ملفوظ ۳۳۰) فرمایا کہ تصنع تو بُری چیز ہے اسکو تو کیا اختیار کرتے ہمارے حضرات تو تواضع کا بھی
پتہ نہ چلنے دیتے تھے ہنس کر ٹالدیا کرتے تھے ایکمرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں مراد آباد کے جلسہ میں گیا تھا
حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لیگئے تھے واپسی میں اسٹیشن پر سیوہارہ
والوں نے حضرت سے درخواست کی کہ ایک وقت کی دعوت حضرت قبول فرمالیں حضرت نے
قبول فرمالی پھر سیوہارہ والوں نے مجھ سے بھی درخواست کی میں نے عذر کر دیا کہ میری طبیعت
اچھی نہیں ہے اسلئے میں معذور ہوں لوگ یہ سمجھے کہ وعظ کی وجہ سے کہہ رہا ہے طبیعت جو
اچھی نہیں وعظ نہیں کہہ سکتا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم وعظ نہ کہلائیں گے۔ میں نے کہا کہ جب اس
وعظ نہ ہو وہاں کی تو روٹیاں کھاتے ہوئے بھی شرم معلوم ہوتی ہے۔ تو حضرت مولانا کیا فرماتے
ہیں کہ ہاں بھائی ایسے بے شرم تو ہم ہی ہیں مفت کی روٹیاں کھاتے ہیں۔ بس حضرت میں تو
پانی پانی ہو گیا اور اسقدر شرم دامنگیر ہوئی کہ معافی کی بھی درخواست نہ کر سکا اور یہی خیال کیا
کہ خاموشی ہی بہتر ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت تو جواب دے سکتے تھے فرمایا کہ بقاء کا ظہور تو
برابر والوں کے ساتھ ہوتا ہے بڑوں کے ساتھ تو فنا ہی میں خیر ہے اور یہی ادب ہے۔

(ملفوظ ۳۳۱) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میرے یہ معمولات جو اپنے متعلق
ہیں ان میں تو میں بہت ڈھیلا ہوں کوئی پابندی نہیں اور یہ جو انتظام کی صورت نظر آتی ہے۔ یہ
ان امور میں ہے کہ جنکا تعلق دوسروں سے ہے باقی اپنے متعلق تو یہ ہے کہ جہاں دونوں شقیں

مباح ہوں کبھی اس پر عمل کر لیا کبھی نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ کبھی کر لیا کبھی نہیں، ہاں اسکی ضرور کوشش کرتا ہوں کہ مباح کی حد تک عمل ہے شریعت کے خلاف نہ ہو اور میں اپنی حالت صاف صاف اسلئے بتلا دیتا ہوں کہ کسی کو دھوکہ نہ ہو۔

(ملفوظ ۴۸۲) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت استغفار میں جو سب سے سہل صیغہ ہے وہ کون ہے فرمایا کہ میرا تو یہ معمول ہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ پڑھ لیتا ہوں اور کبھی اللّٰھم ارحمنی پڑھ لیتا ہوں اور اسمیں اپنی کمزوری اور ضعف سب کی نیت کر لیتا ہوں۔ عرض کیا کہ یہاں تو بڑی ہی رحمت ہے۔ بڑی سہولت ہے فرمایا جی ہاں طبیعت سہولت کو پسند کرتی ہے کہ کام کم اور مقصود سب حاصل۔ عرض کیا کہ اگر یہ پڑھ لیا جایا کرے رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین ° فرمایا بالکل مناسب ہے ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ جس عرضی کا مضمون حاکم خود بتلائے اسکی منظوری میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا تو صیغے منصوص ہیں انپر عمل کرنے میں عدم قبول کا احتمال ہی نہیں وہ بتلائے ہی گئے ہیں قبول کیلئے۔ ایک مولوی صاحب نے اسپر کوئی اشکال پیش کیا اسپر فرمایا کہ جی کام کرنا چاہئے ان تدقیقات میں کیا رکھا ہے کیوں وقت ضائع کیا جاوے۔ بعضے علماء ان تحقیقات اور تدقیقات ہی میں اپنی ساری عمر دے بیٹھتے ہیں اور جب نتیجہ کا وقت آتا ہے اسوقت خالی ہاتھ رہ جاتے ہیں۔ اسوقت ان سے وہ عامی اچھا نظر آتا ہے جو عالم نہیں مگر اپنے کام میں لگا رہا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسکے علم نے کیا نفع پہونچایا جب عمل ہی نہیں کیا اور ان تحقیقات ہی میں عمر گذار دی اگر محض تحقیقات ہی مقصود ہوتیں تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم مسئلہ تقدیر میں گفتگو کرنیکو کیوں صحابہ کو منع فرما دیتے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جیسے سمجھانیوالے اور صحابہ جیسے سمجھنے والے وہ سمجھا سکتے تھے وہ سمجھ سکتے تھے مقصود اس سے تعلیم تھی صحابہ کو کہ غیر ضروری چیزوں کی طرف متوجہ ہونا چاہئے کام میں لگنا چاہئے آجکل کی تحقیقات کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے میں نے سنا ہے کہ دہلی کی جامع مسجد میں جو حوض ہے یہ ایک ہی پتھر کا ہے اسمیں دوسرے پتھر جوڑ کر نہیں بنایا گیا بلکہ ایک ہی پتھر کو کھود دیا گیا ہے تو اب ایک شخص اسکی تحقیقات شروع کرے کہ اسوقت ریل نہ تھی تو اتنا بھاری پتھر جو وہ پورا در بیکانیر سے کس طرح آیا ہوگا یہ تحقیقات نہیں پڑ جائیں گی اور

یہ حضرت ختم ہو جائیں گے کام میں لگنا چاہئے فضولیات کو چھوڑ دینا چاہئے۔ ہاں کام میں لگجانے
کے بعد یہ سب چیزیں بھی انشاء اللہ تعالیٰ بقدر کافی منکشف ہو جائیں گی گو مقصود اسوقت بھی نہ ہونگی
کہاں کی تحقیقات اور تدقیقات یہ کوئی چیز نہیں کام کرنا چاہئے بڑی چیز کام ہے فرماتے ہیں ۔

؎ کار کن کار بگذر از گفتار ، اندریں راہ کار باید کار ،

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔ ؎

قدم باید اندر طریقت نہ دم ، کہ اصلے ندارد دم بے قدم ،

(ملفوظ) فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بات فرمائی تھی دل میں گڑ
گئی از دل خیزد بر دل ریزد کا مصداق ہے۔ حالانکہ وہ زمانہ بچپن کا تھا کچھ زیادہ ایسی باتوں کا ہوش نہ
تھا میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت کوئی ایسا بھی عمل ہے کہ جس سے موکلات مسخر ہو جائیں فرمایا ہاں ہے
اور آسان بھی ہے کر بھی سکتے ہو میں بتلا بھی سکتا ہوں مگر تم پہلے یہ بتلاؤ کہ تم خدا بننے کو پیدا ہوئے ہو یا بندہ
بننے کو۔ مجکو اسی وقت سے ان باتوں سے نفرت ہو گئی اب جو کوئی تعویذ وغیرہ کو آتا ہے لکھ دیتا ہوں اور
وہ بھی اسلئے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اگر کوئی تعویذ وغیرہ کو آیا کرے لکھدیا کرنا۔
لیکن ان چیزوں سے مجھکو مناسبت قطعاً نہیں مثلاً کسی کو مسخر کرنا کسی کو تابع بنانا کسی پر زور چلانا حکومت
کرنا کیا یہ عبدیت ہے۔ عبدیت تو اسی میں ہے کہ فنا کر دے۔ عاجزی انکسار اختیار کرے حق تعالیٰ کے
یہاں اسی کی قدر ہے حق تعالیٰ کی ذات تو بڑی ہی رحیم اور کریم ہے مخلوق بھی عاجزی ہی کو
پسند کرتی ہے اسپر ایک حکایت یاد آئی۔ ایک مہاجن کی لڑکی پر ایک جن عاشق تھا بڑے بڑے
عامل آئے مگر نا کامیاب رہے بعض جن بڑا ہی سرکش اور قوی ہوتا ہے جو عامل جاتا صحیح سلامت
واپس نہ ہوتا اکثر یہ حرکت کرتا کہ ہاتھ پکڑ کر چھت اکھاڑ کر اسمیں دبا دیتا اب بیچارہ عامل ہے کہ لٹکا ہوا
ہے ایسا ظالم تھا کسی نے اس مہاجن سے ویسے ہی بطور تمسخر کے کہدیا کہ فلاں مسجد میں جو موذن
ہیں بہت بڑے عامل ہیں وہ مہاجن ان بیچاروں کو جا لپٹا یہ ہر چند قسم کھاتا ہے مگر مہاجن ہے کہ
پیروں پر گرا پڑتا ہے خوشامد کر رہا ہے جب یہ عاجز ہو گیا اس نے کہا کہ اچھا میں چلتا ہوں یہ بتلاؤ
کیا دوگے مہاجن نے کہا کہ جو کہو کہا کہ پانچسو روپیہ اس نے کہا کہ منظور یہ سمجھا کہ دو ہی باتیں

؎ باتیں چھوڑ کر کام میں لگو کہ راہ حق میں عمل ہی کام آتا ہے ۱۲ ؏ طریقت میں عمل کی ضرورت ہے باتوں کی ضرورت نہیں کہ بے عمل ۲

ہیں یہ تو کام بن گیا اور پانچسو روپیہ سے تو بڑی راحت اور عیش سے گذرے گی اور اگر مار دیگا تو اس
مصیبت اور پریشانی و ناداری کی زندگی سے مرجانا ہی بہتر ہے۔ بیچارہ غریب تھا بسم اللہ پڑھ کر
مہاجن کے ساتھ ہولیا اس کے مکان پر پہونچا اس جن نے نہایت زور سے ڈانٹا کیسے آیا ہے ہاتھ جوڑ
کر قدموں میں گر گیا کہ حضور کی رعیت کا جولاہا ہوں حضور نہ میں عامل ہوں نہ عمل چلانے آیا ہوں۔
ایک جاہل اور غریب آدمی ہوں یہ مہاجن جاکر سر ہوگیا ہر چند عذر کیا نہ مانا اسلئے مجبوری کو چلا
آیا حضور کی بڑی پرورش ہوگی اگر حضور پانچ منٹ کیلئے اس لڑکی سے جدا ہو جائیں مجھکو پانچسو روپیہ
ملجائیگا میں غریب آدمی ہوں میرا بھلا ہو جائیگا اور حضور کا کوئی نقصان نہ ہوگا پھر اگر دل چاہے آجائیے
یہ سنکر جن بڑے زور سے قہقہہ مار کر ہنسا اور یہ کہا کہ ہم تیری خاطر سے ہمیشہ کیلئے جاتے ہیں۔
حضرت اس مؤذن کی شہرت ہوگئی کہ بہت بڑا عامل ہے عمر بھر کی روٹیاں سیدھی ہوگئیں اور
عوام کے اعتقاد کا.... یہی قاعدہ ہے کہ ایک مرتبہ رجسٹری ہوجائے کسی کے کمال کی پھر تو عقد فسخ ہوتا
ہی نہیں یہ بات کاہے کی بدولت نصیب ہوئی صرف عاجزی کی بدولت عاجزی بہت ہی
عجیب چیز ہے۔

(ملفوظ ۳۳۲) کسی نے یہاں سے ایک مقیم بزرگ کو خط بھیجا تھا کہ مولانا کے معمولات مجکو لکھ بھیجیے
اس اطلاع پر یہ فرمایا کہ معمولات بزرگوں کے ہوتے ہیں میرے کیا معمولات ہوتے نہ میرا کوئی
معمول نہ مجھ میں کوئی کمال البتہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے اسکو خواہ کمال کہئے فضیلت
کہئے کرامت کہئے وہ یہ کہ اللہ تک پہونچنے کا سیدھا راستہ معلوم ہے اور بتلا بھی سکتا ہوں
بس اور مجھے کچھ نہیں آتا نہ کچھ کرتا ہوں رہے معمولات سو معمولات یہ میرے کچھ معمولات نہیں البتہ ایک
معمول زائد ہے وہ یہ کہ آجکل کھانسی کی تکلیف ہے ساری رات اسی خیال میں گذر جاتی ہے کہ
اب نیند آجائے اب آجائے رات ختم ہو جاتی ہے باقی میرے رمضان المبارک کے معمولات سو وہی
معمولات ہیں جو غیر رمضان میں تھے بعض حضرات کے یہاں روزہ کی افطاری میں خاص معمولات
ہیں کہ کھجور سے یا زمزم سے روزہ افطار کرنیکا اہتمام ہوتا ہے میرا اسکے متعلق یہ معمول ہے کہ جو چیز
روزہ افطاری کے وقت قریب ہو چاہے وہ کھجور ہو زمزم ہو گرم پانی ہو امرود ہو اس سے روزہ افطار
کر لیتا ہوں پھر فرمایا کہ اگر میں جھوٹ کہدوں کہ میں تمام شب جاگتا ہوں اور تہجد میں پانچ پارہ پڑھتا

ہوں اس میرے کہنے کو کوئی مذاق بھی نہ ہوگا مگر اس سے کیا وہ معمولات ہو جائیں گے سو ایسی حالت
میں خود صاحب معمولات پوچھنا محض بے معنی ہے اور اصل یہ ہے کہ کسی کے معمولات پوچھنا ہی
غیر مفید ہے۔ اسکی ایک مثال ہے کہ ایک آم کا درخت ہے اسپر نہایت خوشنما اور خوش ذائقہ آم
آ رہے ہیں لوگ کھا رہے ہیں اور ایک شخص ہے وہ یہ تحقیق کرتا ہے کہ وہ درخت کسقدر اونچا ہے
کے فٹ لمبا ہے شاخیں اسمیں کسقدر ہیں رنگ اس آم کا کیسا ہے موٹائی کتنی ہے کس تاریخ اور ماہ و سنہ
میں لگایا گیا آپ ہی بتلائیں ان میں عاقل کون ہے جو تحقیقات میں مصروف یا جو کھا رہا ہے
ظاہر ہے تو کام میں لگنا چاہئے ان فضولیات میں کیا رکھا ہے۔

(ملفوظ ۳۳۵) فرمایا کہ ایک شخص نے ایک جنتر میرے پاس بھیجی کہ اسپر چالیس روز تک پڑھکر واپس
فرما دیں میں نے جواب بھیجا کہ اول یہ تو معلوم کر لیتے کہ مجکو دوام و استمرار کی بھی توفیق ہوتی ہے اور
معلوم کرنیکا اچھا ذریعہ یہ ہے کہ میرے معمولات فلاں شخص سے (ایک شخص کا نام جو خوش اعتقادی
کے بعد بد اعتقاد ہو گیا تھا) پوچھ لئے جائیں وہ صحیح بتلا دیگا وہ بتلا دیگا کہ میرا عمل عزائم پر نہیں
رخص پر ہے نفلیں کم پڑھتا ہوں کبھی نوافل بیٹھکر پڑھ لیتا ہوں۔ ایک مولوی صاحب نے
عرض کیا کہ حضرت جیسے معمولات تو دوسروں کو نصیب بھی نہیں فرمایا اجی حضرت یہ سب توجیہات
ہیں مجکو ہی اپنی حالت خوب معلوم ہے۔

(ملفوظ ۳۳۶) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت تراویح کے وقت جو مصلے بچھاتے ہیں اسمیں سجدہ کی
جگہ مصلے سے خالی رہتی ہے پیچھے کو نکلا ہوا رہتا ہے فرمایا کہ نہ معلوم آپ اسپر کیا کیا حاشیے چڑھائیں گے
میں اسکی حقیقت بیان کئے دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ پیچھے کی جانب چٹائیوں کے درمیان جگہ کھلی ہوتی ہے
میں رضائی اوڑھکر کھڑا ہوتا ہوں اس خیال سے مصلے پیچھے ہٹا کر بچھاتا ہوں کہ پیچھے جو حصہ رضائی کا
گرے اسپر مٹی نہ لگے یہ حکمت تھی اسمیں آپ نے معلوم کیا خیال کر رہے ہونگے عرض کیا کہ واقعی میں
تو قسم قسم کے خیال کر رہا تھا (مثلاً یہ نکتہ گھڑا ہوگا کہ سجدہ زمین پر ہو فرش پر نہ ہو) فرمایا کہ حقیقت کے
بے خبر ہونے سے ایسا ہی ہوتا ہے پھر امتحان و تحقیق کے بعد قلعی کھلجاتی ہے اسپر حضرت والا نے ایک
حکایت فرمائی کہ ایک بادشاہ نے چار سمت کی عورتوں کے جمع کرنیکا اہتمام کیا تھا تاکہ انکے سلیقہ کا
امتحان کرے شب بھر ان کے پاس بسر کی صبح کو سب سے دریافت کیا کہ یہ بتلاؤ اب شب کتنی باقی ہے

اسپر تو سب کا اتفاق ہوا کہ صبح ہو گئی مگر وجہ مختلف بیان کی چنانچہ ایک بولی نتھ کے موتی ٹھنڈے
معلوم ہوتے ہیں، یہ اسُ نے اسلئے کہا کہ صبح صادق کے ساتھ ایک ہوا چلتی ہے اُسکی خاصیت ہے
کہ ہر چیز میں ٹھنڈ پیدا کر دیتی ہے وہ عجیب غریب ہوا ہوتی ہے اُس سے بڑی ہی فرحت ہوتی ہے
دوسری نے کہا کہ پان کا مزا بدل گیا تیسری نے کہا کہ شمع پھیکی پڑ گئی چوتھی نے کہا کہ گوہ آرہی ہے تو
ہم تو اسمیں سے ہیں کہ گوہ آرہا ہے تو حضرت یہ ہے کہ حفاظت مقصود تھی نہ کوئی راز تھا نہ حکمت

(ملفوظ ۳۲۷) ایک مولوی...... صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جس سے کچھ حاصل کرنا ہو
یہ دیکھ لے کہ میرے کام کا بھی ہے یا نہیں وہ چاہے کامل نہ ہو میرے ایک ماموں صاحب نے
اپنے ایک شیخ کی حکایت بیان کی جو کامل تو نہ تھے مگر صادق تھے یعنی دکاندار نہ تھے اور لوگوں میں اُن
کے متعلق طرح طرح کی بدگمانیاں تھیں بعض کا خیال اُن بزرگ کے متعلق یہ تھا کہ ان کے پاس
روپیہ بہت آتا ہے حجرہ میں مدفون ہوگا اس ہی بناء پر اُن کے انتقال کے بعد اُنکا حجرہ کھودا گیا کہ
شاید روپیہ جمع ہو بعض کا خیال تھا کہ ان کے پاس رات کو رنڈیاں آتی ہیں غرض اس قسم
کے خیال اُن کے متعلق لوگوں کو تھے۔ ایک شخص نے ماموں صاحب جو کہ اُن کے مرید تھے کہا
کہ پیر کے متعلق کچھ خبر بھی ہے پوچھا کیا کہا کہ شب کو اُنکے پاس رنڈیاں آتی ہیں انھوں نے کہا کہ خدا
تمکو جزائے خیر دے بڑی عجیب بات سُنائی مجھکو پیر صاحب کے متعلق بہت عرصہ سے ایک شبہ تھا
وہ آج آپ کی وجہ سے جاتا رہا وہ شبہ یہ تھا کہ پیر صاحب نے کسی وجہ سے نکاح نہ کیا تھا اس سے
میں یہ سمجھتا تھا کہ شاید یہ بزرگ عنین ہوں اور حالت یہ ہے کہ یہ حضرات وارث ہوتے ہیں انبیاء
کے اور انبیاء ہر پہلو سے کامل ہوتے ہیں اُن کمالات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مرد ہو سو نکاح نہ
ہونے سے جو شبہ تھا عنین ہونیکا جو کہ نقص ہے آج آپنے اس شبہ کو رفع کر دیا معلوم ہو کہ پیر
کامل ہیں اب رہا یہ کہ رنڈیاں آتی ہیں یہ ایک گناہ ہے تو اس گناہ سے توبہ کر کے پاک صاف
ہو جائیں گے۔ جہاں اس طرف اللّٰھم اغفرلی کہا اُس طرف صاف ہوئے وہ معترض بیچارہ
تو اپنا سا منہ لیکر رہگیا۔ وہ تو یہ سمجھے ہوئے تھا کہ پیر کی ایسی بات سُنکر پیر سے الگ ہو جائیں گے
اس حکایت سے میرا یہ مقصود نہیں کہ جو پیر افعال شنیعہ کے مرتکب ہوتے ہوں اُن سے دین کا
تعلق رکھو اسکا لحاظ تو شرط اعظم ہے طریق کی اور اس حکایت میں جو جواب منقول ہے وہ محض

تبکیت (خاموش کرنا) ہو معترض کی ورنہ جواب تو یہ تھا کہ اس تہمت کا کیا ثبوت پھر اصل مقصود یہ ہے کہ مصلح کے خفیف خفیف افعال پر بشرطیکہ وہ مباح کے درجہ تک ہوں یا احیاناً کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہ آئے اس سے بداعتقاد نہ ہوجائے بلکہ اپنے فہم اور عقل کا قصور سمجھ کر خاموش ہوجائے خصوص جس شخص کی نظر چہار طرف ہو اور معترض کی نظر ایک ہی چیز پر ہے اسلئے اُسکے اقوال افعال کو سمجھنا بڑے ہی دانشمند کا کام ہے ۔

(ملفوظ ۳۴۲) معمولات پوچھنے والے کے متعلق سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اُن پوچھنے والے کو لکھدیجئے کہ اُس سے معمولات کے سوالات کا ذکر کیا تھا اُس نے یہ کہا کہ جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے بلاواسطہ پوچھو اور خود ذکر کرنے کی وجہ وہی لکھدیجئے گا جو واقعی ہے یعنی ذکر کرنیکی وجہ یہ ہوئی کہ بعض معمولات تو مجھکو معلوم تھے اور بعض کی مجھکو خبر نہ تھی خود اُس ہی سے پوچھنے سے معلوم ہوسکتے تھے اسلئے ذکر کیا گیا ۔ اُس سے اُنکو یہ بھی معلوم ہوجائیگا کہ اُسکو علم ہوگیا اور ناگوار ہوا اور اب وہ ناگ وار ہوگیا (مراد سانپ ہے) میرے معاملہ کو مجھ ہی سے معلوم کرنا چاہئے دوسروں کو کیا خبر میں اپنی حالت کو خود جس طرح بتلا سکتا ہوں یا ادا کرسکتا ہوں دوسرا بیچارہ کیا بتا سکتا ہے اور کیا ادا کرسکتا ہے ۔ اُسکو معلوم کب ہے ۔ پھر فرمایا میرے معمولات ہی کیا جلوت کا حال تو سبکو معلوم ہے کہ لوگوں سے لڑتا بھڑتا رہتا ہوں اور خلوت میں میں رہتا ہی نہیں بس یہ معمولات ہیں ۔

۲۴ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم سہ شنبہ

(ملفوظ ۳۴۳) ایک مولوی صاحب نے (جنکا خیال غالباً کوئی ماہواری رسالہ جاری کرنیکا تھا) عرض کیا کہ حضرت رسالہ ماہواری کا نام تجویز فرمادیں جسمیں حضرت کے ملفوظات اور دو تصنیفات شائع ہوا کریں جو کم یاب ہوگئیں ہیں ۔ فرمایا کہ اکثر پہلے سے آجتک یہ معمول رہا ہے کہ رسالوں کے نام اپنے بزرگوں کے نام پر رکھے گئے ہیں مثلاً القاسم ۔ النور ۔ الامداد ۔ الرشید ۔ الہادی ۔ سو اسکا نام المعین مناسب معلوم ہوتا ہے یا معین الدین اسمیں حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی بھی رعایت ہے اور ہے بھی بامعنی دین کا معین ۔ عرض کیا کہ حضرت کے نام سے اگر جاری

کیا جائے فرمایا کہ میرا نام رسالہ کے اعتبار سے بامعنی نہیں اگر بامعنی کہا جاوے تو اسکے معنی یہ ہونگے کہ سب سے افضل و اشرف رسالہ اور یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ اسکے مضامین کو سب مؤلفات پر ترجیح دیجاوے اور پھر میں ہی خود تجویز بھی کروں اس سے تو زبان میں گدگدی سی اٹھتی ہے یہ بھی المعین یا معین الدین نام مناسب ہے بہت ہی کیونکہ نام ہے اور بامعنی ہے عرض کیا کہ المعین اور معین الدین ان دونوں میں سے کونسا بہتر ہے فرمایا کہ جو نسا خیال فرمایا جائے اچھا تو مفرد ہی معلوم ہوتا ہے جیسے النور۔ الامداد ایسے ہی المعین اور اس نام میں ایک قسم کی تواضع بھی معلوم ہوتی ہے کوئی دعویٰ نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ اعانت تو ایک خدمت ہے کوئی کمال نہیں۔ دوسرا نکتہ اسمیں یہ ہے کہ اوپر کی طرف بڑھنا چاہئے۔ الامداد۔ النور۔ الہادی۔ المعین۔ یہ سب اوپر ہی کی طرف کو سلسلہ ہے عروج ہی مناسب ہے۔ غرض یہ نام جامع اور بامعنی ہے اور اسکو بھی ظاہر کر دیا جاوے کہ اس نام سے حضرت کے نام کی برکت لینا بھی مقصود ہے تاکہ لوگوں کو اس نام کی وجہ بھی معلوم ہو جائے۔ عرض کیا گیا کہ اپنے نام پر حضرت تجویز نہ فرمائیں خود ہی حضرت کا نام تجویز کر دیا جاویگا فرمایا کہ میں تو المعین ہی کے نام سے ذکر کیا کرونگا یا میرے لئے کچھ اور تجویز کر دیا جائے کہ وہ نام یاد کر لوں۔

(ملفوظ ۲۷۳) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ چشتیوں کے بادشاہ ہیں چشتیت تو ہند میں وہیں سے جاری ہوئی۔ فرمایا کہ ہندوستان میں تو سلطنت ہی چشتیوں کی حضرت کی وجہ سے ہے ایک انگریز نے ہندوستان سے انگلستان جا کر کہا تھا کہ ہندوستان کے تمام سفر میں ایک بات عجائبات میں سے دیکھی کہ ایک مردہ اجمیر کی زمین میں پڑا ہوا تمام ہندوستان پر حکومت کر رہا ہے۔ فرمایا کہ لوگوں کے قلوب میں حضرت خواجہ صاحب کی بڑی عظمت ہے حتیٰ کہ ہندوؤں تک کے قلوب میں عظمت ہے اجمیر میں تو اکثر ہندو حضرت کے نام کی قسم کھاتے ہیں سلاطین اسلام کے قلوب میں بھی عظمت کا یہی حال تھا اکبر بادشاہ نے کئی بار دارالخلافت سے اجمیر تک پیدل سفر کیا ہے یہ عظمت نہ تھی تو اور کیا تھی اور یہ جو اکبر بادشاہ کے بددینی کی باتیں مشہور ہیں یہ سب اُسکی پالیسی کی باتیں تھیں ورنہ اسکے قلب میں اہل علم اور اہل دین کی عظمت اور محبت ضرور تھی اور مرنے کی وقت تو اہل علم کو بلا کر توبہ کی ہے اگر توبہ کے بعد بضرورت پھر کوئی دنیا کے متعلق بات کی تو دوبارہ علماء کو بلا کر توبہ کی سکو بھی پسند نہ کیا کہ دنیا کی بات پر جان

دوں ذکر اللہ میں مشغول ہو کر جان دی ہے کیا خبر ہے کسی کو کوئی گیا ہے اسلئے میری ہمیشہ سے
رائے ہے کہ سلاطین اسلام کی شان میں گستاخی نہیں کرنی چاہیے ۔

(ملفوظ) فرمایا کہ بعض مورخین نے جھوٹی جھوٹی تواریخ لکھکر شاہان اسلام کو بدنام کیا ہے
محض اپنے مصالح کی غرض سے ورنہ شاہان اسلام کی رعایت عدل آب زر سے لکھنے کی قابل ہے
حضرت مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت عالمگیر کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے
تھے جیسے بہت ہی بڑے بزرگ کا نام لیا کرتے ہیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ
عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت شاہجہاں بادشاہ کے زیادہ معتقد تھے فرمایا کرتے تھے کہ شاہجہاں سلطنت
کے زیادہ مناسب تھے ۔ ایک صاحب کو حضرت عالمگیر پر کچھ تاریخی شبہات تھے وہ حضرت مولانا شیخ محمد
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش کئے مولانا نے سب شبہات کا جواب دیا اور فرمایا کہ حضرت
عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کو بارہ ہزار حدیث کے متن یاد تھے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی نسبت فرمایا انکو چھ ہزار متن یاد تھے ۔ ایک صاحب تھے مولوی عبدالرحمن صاحب انھوں نے مولانا
سے عرض کیا کہ حضرت کو کسقدر یاد ہیں فرمایا پھر جواب دوں گا پھر احتیاط کی بنا پر فرمایا ایک ماہ کے
بعد فرمایا کہ مجھکو تین ہزار حدیث کے متن یاد ہیں اس سے عالمگیر کے کمال کا اندازہ کر لیا جاوے ۔

(ملفوظ) ایک صاحب نے اس گذشتہ ملفوظ پر عرض کیا کہ اتنی حدیثیں زبانی یاد تھیں فرمایا اور
کیا کتاب میں دیکھکر آپ بھی عجیب ہیں عرض کیا کہ قرآن شریف کے متعلق تو یہ خیال تھا کہ
زبانی یاد ہو جاتا ہے مگر حدیث شریف کے متعلق یہ خیال نہ تھا فرمایا کیوں ۔ عرض کیا کہ پھر
قرآن شریف کی یاد میں کیا امتیاز رہا فرمایا یہی امتیاز ہے کہ بچوں تک کو یاد ہو جاتا ہے اسمیں
زیادہ فہم اور حافظہ کی ضرورت نہیں یہ اسکی ممتاز برکت ہے اور یہ کہاں کہا ہے کہ علاوہ قرآن
شریف کے اور کوئی چیز یاد نہیں ہو سکتی یہ تو محض آپ اپنا خیال ظاہر فرما رہے ہیں یہ کوئی بات نہیں
حضرت سلطان جی نے مقامات حریری حفظ یاد کر لی تھی یہ عالم بھی تھے مقامات حفظ کرنے کے بعد فرمایا کہ
یوں ہی عمر برباد کی پھر اسکے کفارہ میں مشارق الانوار حفظ یاد فرمالی اس پر حضرت والا نے ظرافت سے
فرمایا کہ دونوں طرح صاحب مقامات تھے ۔ پھر اپنی نسبت فرمایا میں نے بھی سراجی یاد کی تھی اس
خیال سے کہ سخت ضرورت کی چیز ہے اور درس میں ایک ہی کتاب ہے مگر ایسی یاد ہوئی تھی کہ

مدرسہ سے چھتہ والی مسجد تک پہونچنے میں تو سبق حفظ پڑھ لیتا تھا مگر جب فجر کی نماز پڑھی سب غائب۔

(ملفوظ) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا شاعر بھی بزرگ ہو سکتے ہیں فرمایا کہ عنوان کو بدل دیجئے یوں کہئے کہ کیا بزرگ بھی شاعر ہو سکتے ہیں فرق یہ ہے کہ پہلے جملے کے معنی یہ ہیں کہ جس پر شاعری کا غلبہ ہو گیا وہ بزرگ ہو سکتا ہے سو اسکا جواب خود سوال سے ظاہر ہے کہ نفی میں ہے اور دوسرے جملہ کے معنی یہ ہیں کہ جسکی اصلی صفت بزرگی ہو کیا اس سے شاعری کا صدور ہو سکتا ہے سو ظاہر ہے کہ یہاں کوئی امر مانع نہیں یہ تفاوت ایسا ہے کہ جیسے ایک طالب علم نے مدرسہ کا نوکر یا دوسرے طالب علم کی کتابیں کہیں سے چوری کر کے نکال لئے پولیس میں اطلاع کر دی سب پکڑ آئے پہونچا اور مجھ سے کہنے لگے کہ طالب علم بھی چوری کرتے ہیں میں نے کہا ہرگز نہیں کہنے لگے کہ یہاں تو مشاہدہ ہے میں نے کہا کہ مشاہدہ تو صحیح ہے لیکن حقیقت اسکی آپ نہیں سمجھے کہنے لگے وہ کیا میں نے کہا حقیقت اسکی یہ ہے کہ چور بھی کبھی طالب علمی کرنے لگتے ہیں حاصل یہ کہ جو اصل میں طالب علم ہوگا وہ چوری نہیں کریگا البتہ چور طالب علم بن سکتا ہے تاکہ مدرسہ میں چوری آسانی سے کر سکے اسلئے یہ کہنا غلط ہے کہ طالب علم چوری کرنے لگے۔ ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا ہنسکر کہنے لگے کہ صاحب یہ تو اپنے گھر کی بات ہے جس طرح چاہے بنا سکتے ہیں اسی طرح شاعر تو بزرگ نہیں ہو سکتے ہاں بزرگ شاعر ہو سکتے ہیں۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عالم ہو کر اتنی موٹی بات نہ سمجھے کہ غیر نبی کا قول تو حجت ہے جب شرائط پائے جاویں مگر فعل حجت نہیں حالانکہ یہ بات ثابت ہے۔

(ملفوظ) فرمایا کہ میں نے تو اپنے معمولات میں راحت کی بنا پر اختیار کر رکھی ہے یہ ہی میرا اصل مذاق ہے کہ دنیا کی بھی راحت اور آخرت کی بھی اور صرف اپنی ہی راحت مقصود نہیں دوسروں کی راحت کا بھی خیال رکھتا ہوں اس سے زیادہ دوسروں کی راحت کا کیا خیال ہوگا کہ راستہ چلنے میں بھی اسکی رعایت رکھتا ہوں کہ اگر پشت کی جانب سے کسی آنے والے کی آہٹ معلوم ہوتی ہے تو میں سڑک کے کنارہ ہو جاتا ہوں تاکہ اس آنے والے کو راستہ کی کوئی تنگی نہ ہو آزادی سے چلا جائے حالانکہ بعض مرتبہ وہ آنیوالا بھنگی ہوتا ہے چمار ہوتا ہے مگر میں اسکا انتظار نہیں کرتا کہ وہ بچکر نکل جائے گا بلکہ خود ہی بچ جاتا ہوں۔ میں بحمد اللہ ہر امر میں اسکا لحاظ رکھتا ہوں کہ میری

وجہ سے کسی پر ذرہ برابر گرانی نہ ہو بار نہ ہو پھر جب میں خود دوسروں کا اسقدر خیال رکھتا ہوں۔ تو
دوسرے میرے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں کرتے ہیں کہ جس سے مجھکو گرانی ہو یا تکلیف پہونچے۔ پھر فرمایا
کہ بعضے بزرگ بھولے پن کے سبب دوسرے کی تکلیف و راحت کی رعایت نہیں کرتے وہ معذور
ہیں مگر دوسروں کو تو ضرر پہونچتا ہے اسپر ایک حکایت فرمائی کہ دیوبند میں ایک بزرگ بہلی میں سوار
ہو کر چلے ایک معتقد بھی ساتھ بیٹھے اتفاق سے راستے میں بہلی الٹ گئی اور نقشہ یہ ہوا کہ وہ معتقد
صاحب جسطرف بیٹھے تھے اس طرف کو بہلی لوٹی وہ نیچے اور بزرگ صاحب اسکے اوپر اب بزرگ
ہیں کہ معتقد کی کمر پر بیٹھے ہیں اس نے عرض کیا کہ حضرت ہٹیے میں تو مرا جاتا ہوں وہ فرماتے ہیں کہ
نہیں مروگے نہیں ہم جوتہ پہن لیں ہمارا جوتہ لاؤ اُنے کہا کہ حضرت اتنے جوتہ آئیگا میرا تو خاتمہ
ہو جائیگا فرمایا کہ نہیں ہم ننگے پیر زمین پر نہیں رکھتے مٹی لگ جائیگی ہمیں عادت نہیں ننگے پیر زمین پر
رکھنے کی اس بیچارے کی کمر سے نہیں اترے جب گاڑیبان نے جوتہ دیا تب پہنکر اترے مگر اس شخص کے
چوٹ بالکل نہیں آئی خیر یہ تو بھولے بزرگوں کی باتیں ہیں باقی بعضے تو مرید کو اپنی ملک سمجھتے ہیں۔
الحمد للہ مجھکو تو حق تعالیٰ نے اسکی توفیق دی ہے جسکی برکت سے میں مریدوں کے ساتھ تو ایسا برتاؤ
کیا کرتا اور حق بھی کیا ہے مجھکو ایسا کرنیکا جنکے ساتھ اس قسم کا حق بھی ہے اور وہ محکوم بھی
ہیں اور محبت کی وجہ سے کسی خدمت پر گرانی کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا اور ایسے لوگ گھر والے
ہیں میرا تو ان کے ساتھ بھی یہی معمول ہے کہ مثلاً کھانا کھا کر کبھی گھر والوں سے یہ نہیں کہتا کہ برتن
اٹھا لو اسوقت یہ خیال ہوتا ہے کہ ممکن ہے اپنے کسی کام میں مصروف ہوں اور محض میری وجہ سے
انکو اپنا کام چھوڑ کر اس کام کو کرنا پڑے بلکہ یہ کہتا ہوں کہ اٹھوا لو اب آگے انکا کام ہے کہ وہ
خود اٹھائیں یا کسی نوکرنی وغیرہ سے اٹھوائیں میری اپنی طرف سے انپر اتنا بار بھی نہیں ڈالتا غرضکہ اپنی
راحت اور دوسرونکی راحت یہ میرا معمول ہے۔ اسی وجہ سے مجکو دوسرے کی بیفکری سے
ناگواری ہوتی ہے مزاحاً فرمایا کہ پھر ناگ وار ہو جاتا ہوں (مراد سانپ ہے) کہ جب میں اتنی
رعایتیں دوسرونکی کرتا ہوں تو میں بھی ان سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم بھی مجکو مت ستاؤ۔
(ملفوظ ۴۷۳) فرمایا کہ ایک اس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے بعضے لوگ جو راستہ میں ساتھ ہو جاتے
ہیں آزادی بالکل برباد ہو جاتی ہے بعض مرتبہ استنجے کی ضرورت ہوتی ہے یا آنت اتر جاتی ہے تو اب

ان حضرت کے ساتھ ہونے کی وجہ سے چلنے میں رعایت کرنی پڑتی ہے کہ جب تک بات پوری نہ ہوجائے دروازہ پر کھڑا رہنا پڑتا ہے۔ ایک یہ کہ چلتے وقت طبعاً اسکا خیال رہتا ہے کہ یہ اچھی جگہ میں چلیں تاکہ کوئی تکلیف نہ ہو اسوجہ سے میں خود ایک طرف ہوکر چلتا ہوں غرضکہ سخت کلفت ہوتی ہے اور ایسے واقعات کلفت کے مختلف پیش آتے ہیں جزئیات کا احاطہ مشکل ہے مسلمان کا مذہب تو یہ ہونا چاہیئے ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد — کسے را با کسے کارے نباشد

یہ سب آزادی ان مجذوب صاحب کی نظر روحانی کی برکت ہے جنکی دعا سے میں پیدا ہوا ہوں یہ بھی خدا کا فضل ہے کہ حواس گم نہیں ہوئے مگر آزادی ضرور موجود ہے۔

(ملفوظ ۴۴۷) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے جو اس وقت تقریر فرمائی ہے اس سے یہ سمجھ میں آیا کہ حضرت کو تو اللہ نے ایسا لطیف المزاج بنایا پھر ہم جیسے گدھوں سے واسطہ پڑا پھر کیا ہو۔ فرمایا کہ جواب عرض کرنیکی ضرورت نہیں آپنے جو کچھ فرمایا اسکو آپ بھی سمجھتے ہیں کہ میں اسکو غلط سمجھتا ہوں یعنی گدھے کی تشبیہ کو بس اسکے لئے آپکا علم ہی کافی جواب ہے۔

(ملفوظ ۴۴۸) فرمایا کہ اگر مجھکو یہ معلوم ہوجائے کہ اسکو اہتمام ہے راحت پہونچانیکا اور پھر اس سے کوئی فروگذاشت ہوجائے اسپر ناگواری نہیں ہوتی۔ ہاں اگر راحت پہونچانیکا اہتمام اور فکر ہی نہ ہو تو بیشک ناگواری ہوتی ہے اسپر میں مواخذہ کرتا ہوں کہ یہ حرکت کیوں ہوئی پھر لوگوں نے ایک آسان سبق نکال رکھا ہے جواب میں کہتے ہیں کہ غلطی ہوئی اسپر میں پوچھتا ہوں کہ سبب اس غلطی کا کیا ہے آیا بے فکری سبب ہے بعضے تو کہتے ہیں کہ بدفہمی اور اسوجہ سے کہتے ہیں کہ اگر یہ کہیں کہ سبب اسکا بے فکری ہے تو مواخذہ بڑھ جائیگا کہ بے فکری کیوں اختیار کی ایسی چیز کا نام دیکہ جو غیر اختیاری ہے اسلئے بدفہمی کا عذر پیش کرتے ہیں مگر میں اسپر کہتا ہوں کہ اگر بدفہمی اسکا سبب ہے تو مجھکو اپنے تعلق سے معاف کرو کیونکہ بدفہم آدمی سے مناسبت ہونا اور اسکی اصلاح ہونا اور زیادہ مشکل ہے اسلئے کہ بدفہمی ایک غیر اختیاری چیز ہے جو تمہارے اختیار سے بھی باہر اور میرے اختیار سے بھی بس تعلق ہی ختم کر دو اور اگر کہے کہ سبب اسکا بے فکری ہے تو میں کہتا ہوں کہ اچھا اب مجھے یہ شکایت ہے کہ بے فکری کیوں اختیار کی مگر پھر بھی یہ ایسی چیز ہے کہ اگر وہ چاہے تو اس سے بچ سکتا ہے اسلئے کہ

اختیاری ہے تو اسوقت معافی چاہ لے اور آئندہ کیلئے عزم اور وعدہ کرلے کہ اب ایسا نہ کرونگا جیسی ہوئی گو یہ ضرور ہے کہ اسوقت اس عذر پر مواخذہ میں بظاہر تخفیف ہو گی کہ اختیار سے کوتاہی کی مگر انجام کے اعتبار سے چونکہ اختیاری چیز ہے امید ہے کہ آئندہ اگر چاہیگا تو ایسی غلطی نہ کریگا اور اصلاح کی بھی امید ہے اور مجھکو خدانخواستہ کینہ تھوڑا ہی ہے ہاں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ آدمیت پیدا ہو حیوانیت اور جانورپن دور ہو خلاصہ یہ ہے کہ اگر قرائن سے حالات سے یہ معلوم ہوجائے کہ دوسروں کو تکلیف نہ دینے کا اہتمام ہے اور راحت کا قصد ہے پھر اگر گڑبڑ بھی ہوجائے تو ایسے کی گڑبڑ پر بھی ذرہ برابر گرانی نہیں ہوتی گو بغرض اصلاح روک ٹوک اسوقت بھی کیجاویگی مگر اسوقت کی اصلاح کا طریق جدا ہوگا۔

(ملفوظ) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ امام صاحب سید ہیں مگر حالت یہ ہے کہ سر پر انگریزی بال ڈاڑھی خلاف شرع مگر شرع کو شرح لکھا ہے اس پر فرمایا کہ متن تو ہے مگر شرح نہیں

(ملفوظ) ایک مولوی ...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر کسی شخص کو اپنی نسبت یہ خیال ہو کہ میں متکبر ہوں تو کیا کرے فرمایا کہ مصلح سے رجوع کرے وہ آثار سے معلوم کر کے بتلادیگا کہ تکبر ہے یا نہیں باقی اجمالی جواب یہ ہے کہ یہ چیزیں تکبر وغیرہ تو لانے سے آتی ہیں خود نہیں چمٹتی پھرتیں۔ یہ تردد خود دلیل ہے متواضع ہونیکی اور اسکی کہ وہ متکبر نہیں۔ مگر یہ دلیل اکثری ہے۔

(ملفوظ) اسی سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ خدا کے یہاں اسکا پسندیدہ ہونا ضروری نہیں جو بندوں کو پسندیدہ ہے کسی کو کیا خبر ہے کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے پھر فرمایا کہ اگر کسی کے دل میں یہ امر احتمال کے درجہ میں بھی ہو کہ شاید اسکا انجام میرے انجام سے بہتر ہو تو تکبر اور بڑائی کے علاج کیلئے کافی ہے اور ظاہر ہے کہ اتنا خیال رکھنا اختیاری ہے اور واقع بھی ایسا ہوگا کہ جنکو یہاں پر لوگ بیوقوف سمجھتے ہیں وہاں انکو وہ چیزیں ملیں گی کہ عقلاء منہ تکتے ہی رہجائیں گے عجیب دربار ہے کسی کی سمجھ میں انکی حکمتیں آ نہیں سکتیں۔

(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کیا یہ بھی تواضع ہے کہ سب سے اخلاق سے ملنا چاہئے فرمایا کہ گول سوال ہے جزئیات کا سوال کیجئے کلیات کا سوال کر کے کیا رسالہ تصنیف کرنا ہے جب بہت سی جزئیات کا علم ہو جائیگا کلیات خود سمجھ میں آجائیں گی اور کلیات تو آپکو معلوم ہیں ہی جبکی بیٹھے بیٹھے

کلیاں کر رہے ہو۔

(ملفوظ ۵۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں ایک شخص نے خودکشی کر لی تھی ایک میرے عزیز مجھکو الگ بلا کر لیگئے اور کہنے لگے کہ اب تو بیعت سے انکار نہ کرو گے میں نے کہا کہ یہ سبق اس واقعہ سے آپ نے غلط سمجھا اول تو اس واقعہ کا یہ سبب نہیں ہوا یہ تو ایک بزرگ سے بیعت تھا دوسرے اگر یہی سبب ہوتا تب تو اس دروازہ کو اور تنگ کر دینا چاہئے ورنہ لوگوں کو اچھی دھمکی ہاتھ آجائیگی کہ خودکشی کر لونگا میں ایسی باتوں سے ڈرنے والا نہیں کام قاعدہ ہی سے ہوتا ہے۔

(ملفوظ ۵۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اپنے دوستوں کے ہجوم اور محبت کی وجہ سے ممکن تھا کہ عجب پیدا ہو جاتا مگر اسکا علاج غیب سے یہ ہوا کہ کھانسنے کی تکلیف ہو گئی کھانستے کھانستے وقت گذر جاتا ہے ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کو بہت تکلیف ہے کھانسی کی اور اسکی وجہ سے آنت کی تکلیف بڑھ گئی حضرت والا نے تبسم فرما کر مزاحاً فرمایا کہ کمائی موجود ہے اللہ نے قوت دی ہے چڑھانیکی پھر کیا تکلیف اس پر ایک حکایت فرمائی کہ عرب میں ایک کرایہ کے گھر میں ایک سخی رہتا تھا بڑا ہی مخیر تھا ہزاروں سائل آتے تھے سبکو دیتا تھا وہ جگہ مشہور ہو گئی اتفاق سے وہ سخی تو مکان چھوڑ کر اور کہیں چلا گیا اور صاحب آکر رہے وہ بخیل تھے مگر سائل عادت کے موافق برابر آتے تھے اور یہ شخص جواب میں اللہ کریم کہدیتا۔ عرب میں اب تک دستور ہے کہ سائل کے جواب میں جہاں اللہ کریم کہا سائل لوٹ جاتا ہے ایک روز گھر میں بیٹھکر کہنے لگا کہ کیا ٹھکانا ہے اس مکان پر کتنے سائل آتے ہیں اس شخص کی لڑکی نے کہا کہ گھبرانے کی کیا بات ہے جب تک اللہ کریم یاد ہے کیا فکر ہے تو حضرت جب تک کمائی ہے اور اللہ نے مجھکو قوت چڑھانیکی دی ہے تب تک کیا فکر، اور کوئی تکلیف نہیں اللہ نے راحت کا سامان عطا فرمایا احباب دل بستگی کو دے جو بڑی نعمت ہے کچھ کرنا نہیں پڑتا مزدوری کرنی نہیں پڑتی بیٹھے بٹھائے کھانیکو دیتے ہیں خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ان اعمال باطنی کو کوئی نہیں دیکھتا مزاحاً فرمایا کہ بطنی کو تو دیکھتے ہیں آنت بطن ہی سے اترتی ہے۔

(ملفوظ ۵۵۵) فرمایا کہ ایک غیر مقلد کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں مذہباً تو اہل حدیث ہوں مگر آپ سے تلقین چاہتا ہوں کچھ ایسے کلمات تبلا دیجیے جس سے خدا تعالیٰ کی محبت ہو اور نماز وغیرہ میں ذوق پیدا ہو میں نے جواب لکھا ہے کہ کلمات کو اسمیں دخل نہیں اسکے کچھ اور طرق ہیں جنکو تدابیر سمجھنا چاہئے۔

اور میں نے اس سے یہ بھی پوچھا ہے کہ کیا یہ بات تمہاری سمجھ میں آئی فرمایا کہ یہ معلوم کرکے آگے چلونگا پہلے ٹٹول تو لوں کبھی آگے چلکر جھگڑا پڑے۔

۲۵ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم چہارشنبہ

ملفوظ ۴۵۶ فرمایا کہ کل جو ایک مولوی صاحب کا خط آیا تھا جسمیں میرے معمولات کو دریافت کیا تھا کل سمجھ میں نہیں آیا تھا اسکے بعد خیال ہوا کہ کل کہونگا وہ یہ کہ طالبین کی حالت جدا ہوتی ہے تو سب ایک ہی عمل کیسے کر سکتے ہیں اسلئے اتباع کی غرض سے تو معمولات کا ضبط کرنا غیر مفید ٹھہرا اور اس قسم کی تحقیق کی دو ہی غرض ہو سکتی ہیں ایک تو اتباع اسکا حال تو معلوم ہو گیا اور ایک یہ کہ محض مشتہری کرنا ہو یہ بالکل محض غیر مفید پہلی غرض کے متعلق مثال عرض کرتا ہوں مثلاً ایک شخص بیمار ہے اس نے تمام عمر بیٹھکر نماز پڑھی اگر مرید کہے کہ میں بھی بیٹھکر نماز پڑھوں تو یہ کیسے پڑھ سکتا ہے جب نہیں پڑھ سکتا تو شیخ کا معمول معلوم کرنا بیکار ہی تو ہوا۔ ایک اور بات یاد آئی ہوئی بات ہے قرآن شریف میں ہے لا تجسسوا۔ اور یہ بھی ایک قسم کا تجسس ہے تو اس تعلیم قرآنی کے بھی خلاف ہوا اگر کہا جاوے کہ یہ عیوب کے باب میں ہے تو سمجھو کہ علت اسکی کیا ہے محض ناگواری اگر کسی کو اطلاع علی الاعمال ہی مکروہ معلوم ہوتا ہے تو یہ لا تجسسوا کی نہی میں داخل ہوگا۔ عیب ہی کے ساتھ خاص نہیں جو بھی اسکی ناگواری کا سبب ہو وہاں یہ علت پائی جائیگی اور بھی بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ اسپر مطلع ہونے میں ناگواری ہوتی ہے یا مطلع کرنا نہیں چاہتا دیکھئے مالدار ہونا عیب کی بات نہیں مگر مجمع میں مجھ ہی سے کوئی پوچھے کہ تمہارے پاس کسقدر مال ہے میں بتلانے کو تیار نہیں اگر عموم لفظ سے بھی داخل نہ ہو مگر اشتراک علت سے داخل ہو سکتا ہے نیز کبھی کذب بھی لازم ہوگا مثلاً کسی کا ایک معمول ہے اکثریت کی ساتھ دائمی نہیں اور کسی نے اسکو دائمی لکھدیا تو یہ کذب ہوگا۔

ملفوظ ۴۵۷ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تصوف کو جاہل صوفیوں نے بدنام کیا ہے ورنہ تصوف تو وہ چیز ہے کہ بدون اسکے نجات ہی مشکل معلوم ہوتی ہے جسکے ایک جزو

ہیں تو یہ حکم ظاہر ہے یعنی اعمال مقصودہ ایک میں شبہ ہو سکتا ہے یعنی مجاہدات غیر مقصودہ سو حقیقت میں ایسے مجاہدات عبادات نہیں بلکہ معالجہ ہے اور ظاہر ہے کہ عادۃً بدون معالجہ بدنی کے جیسے ظاہری زندگی مشکل ہے ایسے ہی باطنی زندگی بدون باطنی معالجہ کے دشوار ہے اس معالجہ کے جسقدر طرق ہیں وہ سب تدابیر کا درجہ رکھتے ہیں خود قربات نہیں اُن تدابیر سے داعی الی الشر کو منکسر کرنا اور مطیع بنانا ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب بتلایئے اُن کے متعلق کیا اعتراض رہ گیا جو چیزیں داعی الی الشر نہیں ان کے توڑنے اور کم کرنے کی ضرورت نہیں ان تدابیر کو خود بلا واسطہ قرب میں دخل نہیں ہاں بواسطہ قرب کے اسباب ہیں سو انکو عبادات مقصودہ سمجھنا بیشک بدعت ہے اور جو معالجہ سمجھکر کرے وہ بدعت کیسے ہو سکتا ہے اسکی مثال مسہل کی سی مثال ہے دیکھو اسمیں طبیب چلنے پھرنے بولنے سونے کھانے پینے کی ممانعت کر دیتا ہے تو کیا ان تدابیر طبیہ کو کوئی بدعت کہہ سکتا ہے ایسے ہی طریق میں بھی ان مجاہدات کا درجہ تدابیر ہی کا ہے مثلاً تقلیل الطعام تقلیل الکلام تقلیل المنام تدابیر طبیہ میں اور ان مجاہدات میں فرق کیا ہے اگر ایک شخص نے مجاہدہ کر کے ملکات کو راسخ کر لیا کیا حرج ہوا یہی تدابیر جاننا فن ہے جس سے اہل فن اور غیر اہل فن میں فرق ہو جاتا ہے اہل فن کی مثال فن دان کشتی گیر کی ہے جو ذرا سے پیچ میں گرا دیتا ہے اسی طرح فن دان نفس اور شیطان کا مقابلہ داؤ سے کرتا ہے اور دوسرا شخص جو فن داں نہیں ہے وہ گھونسوں سے دھکوں سے گراتا ہے جسمیں مشقت ہوتی ہے تو اس صورت میں فن داں پر اعتراض ہی کیا ہے اور میں توسع کر کے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ صاحب مجاہدہ کو جو تدابیر ہی کے درجہ میں لگا ہوا ہے گو وہ تدابیر فی نفسہ موجب اجر نہیں لیکن اس کی نیت پر وہی عبادت کا ثواب عطا فرما دیں گے اسلئے کہ گو وہ عبادت نہیں مگر عبادت کا مقدمہ تو ہے اور وہ عبادت کے کامل کرنے کی نیت سے اسمیں لگا ہوا ہے تو عبادت لغیرہ تو ہوئیں اور اسپر بھی ثواب ملنا معلوم ہے حضرت اعتراض کر دینا تو آسان ہے کہ مجاہدات غیر منقول ہیں اسلئے بدعت ہیں مگر ذرا انکو کر کے دیکھو انشاء اللہ آنکھیں کھل جائیں گی کہ اُن سے دین میں سہولت کتنی ہوتی ہے اور بدون اُن کے عادۃً کامیابی نہیں ہوتی لیکن اُن میں بھی خود رائی نہ کیجئے کسی کا اتباع ضروری ہے مولانا رحمۃ اللہ علیہ اسی کو فرماتے ہیں ؎

عہ چند خوانی حکمت یونانیاں ، حکمت ایمانیاں راہم بخوان ،

صحت ایں حس بجوئید از طبیب صحت آں حس بجوئید از حبیب

صحت ایں حس ز معموری تن ، صحت آں حس ز تخریب بدن ،

صاحبو اسمیں ہرگز شک و شبہ نہ کرو۔ آزمانے ہی کے طریق پر چند روز کر کے دیکھ لو اسی امتحان کو فرماتے ہیں ؎

عہ در بہاراں کے شود سر سبز سنگ ؛ خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

سالہا تو سنگ بودی دلخراش ، آزموں را یک زمانے خاک باش

آجکل کام کرنے کی طرف تو توجہ ہے نہیں محض بیٹھے ہوئے اعتراضات گھڑا کرتے ہیں مگر جنپر تم اعتراض کرتے ہو وہ تو کچھ کرتے بھی ہیں اور تم سے تو یہ بھی نہ ہو سکا کس منہ سے اعتراض کرتے ہو کسی نے خوب کہا ہے اور ایسوں کی حالت کا فوٹو کھینچا ہے کہتے ہیں ؎

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہکن ، بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا ،

کس منہ سے اپنے آپکو کہتا ہے عشق باز اے روسیاہ تجھسے تو یہ بھی نہ ہو سکا

مگر اسکے حصول کا طریق صرف یہی ہے کہ اپنی عقلوں کو بالائے طاق رکھکر کسی کے اتباع میں عمل کر کے دیکھو معلوم ہو جائیگا کہ قابل اعتراض کون تھا۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

عہ آزمودم عقل دور اندیش را بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را ،

آجکل تو بڑی دوڑ یہ ہے کہ رسوائی سے بچنے کے لئے پانچ وقت کی نماز پڑھ لی اور رمضان شریف کے روزہ رکھ لئے اگرچہ باطنی حالت یہی ہو جیسا کہا گیا ہے ؎

عہ از بروں چوں گور کافر پر حلل ، واندروں قہر خدائے عز و جل ،

عہ یونانیوں کی حکمت کب تک پڑھتے رہو گے ایمان والوں کی حکمت بھی پڑھو۔ بدن کی صحت تو طبیب کے پاس تلاش کرو۔ اور باطن کی صحت محبوب سے حاصل کرو ظاہری صحت تو بدن کی تیاری اور فربہی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور باطن کی صحت ظاہری بدن کو خراب کرنے سے حاصل ہوتی ہے ۱۲ عہ موسم بہار میں پتھر کب سر سبز ہوتا ہے۔ خاک بن جا کہ رنگ برنگ کے پھول کھلیں۔ برسوں سے تو دلخراش پتھر تھا۔ آزمائش کے لئے کچھ روز کے لئے خاک ہو جا ۱۲ ؛ عہ میں نے عقل دور اندیش کو آزمانے کے بعد اپنے کو دیوانہ بنایا ہے ۱۲ ؛ عہ ظاہر میں تو کافر کی قبر کی طرح خوب سنورے ہو۔ اور اندر قہر الٰہی بھرا ہوا ہے۔ ظاہری حالت تو ایسی ہے کہ بایزیدؒ پر بھی طعن کرتے ہو اور تیرے باطنی حالات سے یزید کو بھی شرم آتی ہے ۱۲ ؛

از بروں طعنہ زنی بر بایزید ؎ وز درونت ننگ میدارد یزید

اب رہی یہ بات کہ ان تدابیر کو ان امراض کے ازالہ میں دخل کیوں ہے اور اسکی لم کیا ہے۔ یہ سوال ہی لغو ہے اسلئے کہ ممکن ہے کہ یہ مؤثر بالکیفیۃ نہ ہو بلکہ اسمیں بالخاصہ یہ اثر ہو جیسے مقناطیس میں لوہے کو جذب کر لینے کا اثر ہوتا ہے اور یہ سوال تو ایسا ہے کہ کوئی مریض طبیب سے یہ سوال کرے کہ اس تدبیر خاص کو مرض کے ازالہ میں کیا دخل ہے میں نے ابھی جو اسکی تفصیل بیان کی ہے اس کے عدم استحضار سے بعض بڑے لوگوں کو شبہات پیدا ہو گئے چنانچہ ابن تیمیہ نے اللہ اللہ کرنیکو بنا بر عدم نقل بدعت کہدیا ہے لیکن اگر میں اسوقت ہوتا یا وہ اس زمانہ میں ہوتے تو میں ان سے عرض کرتا اور انشاء اللہ وہ تسلیم کرتے کہ ایک شخص قرآن شریف حفظ کرتا ہے اور ایک ہی لفظ کا بار بار اعادہ کرتا ہے مثلاً اذا السماء انفطرت کو اس طرح یاد کرتا ہے کہ اذا السماء اذا السماء ان کو سو مرتبہ کہا اور فطرت فطرت کو سو مرتبہ کہا پھر ملا کر کہا تو میں ابن تیمیہ سے پوچھتا ہوں کہ یہ جائز ہے یا محض اسلئے کہ منقول نہیں ناجائز ہے ابن تیمیہ کے پاس سوائے تسلیم جواز کے کوئی جواب نہ ہوتا کیونکہ حقیقت اسکی صرف یہ ہے کہ مذکور کو حافظہ میں راسخ کرنا ہے اب جس ہیئت سے ہو اور گو وہ ہیئت منقول بھی نہ ہو پس اسی طرح ذاکر کا مقصود قلب میں توجہ الی اللہ کو راسخ کرنا ہے پس مقصود کو قلب میں راسخ کرنے کو کون منع کر سکتا ہے نیز رسوخ اور سہولت کے اثر کا ایک ور راز ہے وہ یہ کہ تجربہ سے اس طریق کا لذت بخش ہونا مشاہد ہے اور الفاظ میں جسقدر لذت ہو گی اسی قدر جلد اور سہولت سے اسکے مدلول کے متمکن ہونے میں کامیاب ہو گا لفظ اللہ کے تکرار میں بڑی لذت ہوتی ہے توکل شاہ صاحب کا واقعہ ہے قسم کھا کر کہا کرتے تھے پنجابی زبان میں کہ ذکر کے وقت میرا منہ میٹھا ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ ویسی ہی بات نہ سمجھنا بلکہ ایسا میٹھا ہو جاتا ہے جیسے مٹھائی کھا لینے سے۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شریعت تو مدون ہے اسکے لئے تو سو سال کے بعد مجدد کی ضرورت ہے اور تصوف کیلئے تو پچاس برس کے بعد ہی ضرورت پڑ جائیگی کیونکہ مدون نہیں اسلئے اسمیں تغیر جلد ہو سکتا ہے اسلئے جلدی مجدد کی ضرورت واقع ہو گی۔ فرمایا کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ بھی مدون ہو گیا اب صدیوں کیلئے یہ طریق زندہ ہو گیا واقعہ یہ ہے کہ طریق اصلاح مردہ ہو چکا تھا اب از سر نو زندہ ہوا ہے مگر غیر مجتہد اسکو انجام نہیں دے سکتا تھا حضرت حاجی صاحب اس

فن کے مجتہد تھے ان کے علوم سے اسکی حسب ضرورت تدوین ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ یہ جو اسرار پر کتابیں لکھ گئے ہیں ان سے زیادہ گڑبڑ پھیلی اُن حضرات کو کیا خبر تھی کہ ایسے بدفہموں کا بھی زمانہ آنیوالا ہے سو واقع میں اہل اسرار کی کتابیں اہل اسرار کیلئے ہیں اشرار کیلئے نہیں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ یہ فن بالکل صاف ہو گیا لوگوں نے ہوا بنا رکھا تھا حالانکہ آدم ہے اور اس اشاعت کے بعد خواہ تعبیر بھی نہ کر سکے مگر مقصود حاصل ہے کیونکہ مقصود حقائق کا ذہن میں آ جانا ہے اگر کوئی شخص اصلاح معدہ کی دوا کھا کر بھول گیا تو بلا سے یاد نہ رہے لیکن عمر بھر کو دو وقت دس روٹیاں کھلانے کا اثر کر گئی بلکہ میں تو اس یاد نہ رہنے کو حق تعالیٰ کی رحمت سمجھتا ہوں اگر یہ علوم یاد رہتے تو مقصود پر نظر نہ رہتی جیسے نحو کی ضرورت پڑتی ہے مگر عبارت پڑھتے وقت اگر اسکا استحضار کریگا تو عبارت غلط پڑھنا شروع کر دیگا۔

(ملفوظ ۷۵۳) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک عیسائی نے لکھا تھا گورنمنٹ کو کہ سب کی نگرانی کی جاتی ہے خصوص علماء کی مگر ان صوفیوں کی کوئی نگرانی نہیں ہوتی حالانکہ یہ زیادہ نگرانی کے قابل ہیں کیونکہ نہ معلوم یہ چپکے چپکے کیا تعلیم کرتے ہیں وہ یہ سمجھا ہو گا کہ جہاد کی تعلیم کرتے ہونگے جس سے گھبراتے ہیں اس غریب کو یہی خبر نہیں کہ تعلیم کے خفیہ ہونے کی کیا مصلحت ہے۔

(ملفوظ ۷۵۴) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میں نے زمانہ نوعمری میں ماموں امداد علی صاحب سے عرض کیا کہ کیا بات ہے طریق میں علماء کو مجاہدہ کم کرنا پڑتا ہے فرمایا نہیں بھائی وہ جو آنکھیں سینکتے ہیں۔ برسوں اور دھواں کھاتے ہیں اُسکو ملا کر دیکھو یہ سب مجاہدہ ہی تو ہے تو یہ مجاہدہ کسی کو کچھ نہیں ملتا واقعی صحیح فرمایا۔

۲۵ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم چہارشنبہ

(ملفوظ ۷۵۵) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت والا نے صبح کی مجلس میں فرمایا تھا کہ اس فن میں مجتہد کی ضرورت ہے بدون اسکے اصلاح طالبین کا کام نہیں چل سکتا تو پہلے وہ مجتہد ہو کر اس کام کو کرے یا کام کو شروع کر دے پھر مجتہد ہو جائیگا فرمایا کہ پہلے مجتہد ہو چکے اب اسکو شروع

کرے۔ البتہ خود مجتہد ہونے کی شرط یہ ہے کہ اپنی اصلاح بانقیاد شیخ شروع کر دے کبھی اس سے اجتہاد کا درجہ بھی میسر ہو جاتا ہے لیکن شرط علت نہیں کیونکہ اس سے اجتہاد میسر ہونا ضروری نہیں۔

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ جو اجازت شیخ کی طرف سے ہوتی ہے یہ کس وقت ہوتی ہے فرمایا کہ جیسے ایک سند تو جب دیجاتی ہے طالب علم کو جب پوری مہارت ہو جائے حدیث میں اور ایک تو توقع پر دیجاتی ہے کہ اگر آئندہ خیال رکھا اور مطالعہ کیا تو مہارت ہو جائیگی۔ اسی طرح اجازت شیخ میں دونوں طریق ہیں آجکل اکثر دوسرا طریق مستعمل ہے مگر ضروری مناسبت ہر حال میں شرط ہے۔

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت محبت اور مناسبت میں تو کوئی فرق نہیں ہوتا فرمایا کہ فرق ہے بعض کو محبت ہوتی ہے مناسبت نہیں ہوتی مناسبت سے مراد یہ ہے کہ جانبین سے ایسا تعلق ہو کہ ہر بات ایک کی دوسرے کے مذاق کی موافق ہو۔

(ملفوظ) فرمایا ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ ایک تعویذ کی ضرورت ہے جن کا اثر ہے میں نے لکھدیا ہے کہ میں عامل نہیں ہوں اگر چاہو گے تو عامل کا پتہ لکھدونگا خود پتہ اسلئے نہیں لکھا کہ عامل کی بے قدری نہ ہو پوچھنے کے بعد بتلانے میں قدر ہوگی۔

(ملفوظ) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں پانچ روپیہ بھیجنا چاہتا ہوں اور آنے کی اجازت چاہتا ہوں بے لحاظ ہو کر ناگواری ہو یا نہ ہو دونوں کو جمع کیا ہے اصل میں ہم لوگوں کو طامع اور حریص سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے ان حرکات کی میں بھی ایسا جواب دونگا انشاء اللہ کہ طبیعت خوش ہو جائیگی اسی طرح ایک صاحب نے کسی مقام میں ایک سال کچھ روپیہ مدرسہ میں بھیجا میں نے وصول کر لیا غالباً دو سو روپیہ تھا اگلے سال لکھتے ہیں کہ معمول کے موافق روپیہ بھیجتا ہوں اگر سال گذشتہ کی طرح امسال بھی رسید نہ آئی تو آئندہ روپیہ بھیجنا بند کر دوں گا میں نے منی آرڈر وصول نہیں کیا انکار لکھدیا اور لکھدیا کہ تم آئندہ سال بند کرو گے ہم امسال ہی بند کرتے ہیں رسید یہاں سے نہیں روانہ کیجاتی پھر فرمایا کہ رسید تو وہ بھیجے جو تحریک کرے یا مانگے یہاں پر تو محض توکل پر معاملہ ہے اگر کسی کو ہم پر اعتماد ہو بھیجو ورنہ مانگنے کون جاتا ہے ہم یہ خیال کہ پھر مدرسہ کیسے چلیگا ایسے چلیگا جیسے اب تک چل رہا ہے اور زائد سے زائد یہ ہوگا کہ نہ چلیگا

آمدنی نہ ہوگی بند کر دیں گے کوئی فرض و واجب تو ہے ہی نہیں اور بہت سے دین کے کام ہیں اور
بہت سی دین کی خدمتیں ہیں ان میں لگ جائیں گے حساب کتاب آمد و صرف کا انتظام باقاعدہ
ہے مگر دوسروں کو کیا حق ہے کہ وہ مطالبہ کریں اگر ہم پر اعتماد نہیں نہ بھیجیں اور رسید ہی سے کیا
ہوتا ہے جو کھانے والے ہیں اور گڑبڑ کرنے والے ہیں وہ حساب ہی میں خوب کھاتے اور گڑبڑ
کرتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ میں طامع بھی ہوں حریص بھی ہوں مگر جنکو محبت کا دعویٰ ہے انکو
تو ایسا نہیں سمجھنا چاہیئے اگر میں عیب دار ہوں تو انکو تو عیب دار نہ سمجھنا چاہیے۔

(ملفوظ ۴۶۵) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ زیادہ تر عقلی محبت ہی کی ضرورت ہے
اسمیں دوام ہے ثبات ہے اختیاری ہے عجیب چیز ہے عقلی محبت اور عقلی اور طبعی محبت دونوں بھی
جمع ہو سکتی ہیں مگر غلبہ عقلی ہی کو ہونا چاہیئے محبت طبعیہ کے غلبہ میں حدود محفوظ نہیں رہتے خواجہ
صاحب نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ حضرت نے یہ فرمایا تھا کہ طبیعت کو عقل پر غالب آنے نہ دے اور عقل کو
شریعت پر غالب آنے دے فرمایا کہ بالکل صحیح ہے ساری دنیا کے عقلاء حقیقت سے بےخبر ہونے کی وجہ
سے تو ڈوب ہی رہے ہیں اس بےخبری میں انھوں نے عقل کو دین پر غالب کر دیا البتہ عقل کو طبیعت
پر غالب رکھنا ضروری ہے پس ہمیشہ رہنے کی چیز تو صرف عقل و ایمان ہی ہیں باقی سب میں آمد و رفت
رہتی ہے۔

(ملفوظ ۴۶۶) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک صاحب لوہاری سے آئے ہیں بیعت کیلئے
درخواست کرتے ہیں فرمایا کہ رمضان شریف میں اتنی فرصت نہیں کہ اسکے متعلق گفتگو بھی کر سکوں
بعد رمضان المبارک کے آئیں میں انشاء اللہ تعالیٰ اسکے متعلق گفتگو کرونگا ان سے پوچھئے کہ
سمجھ بھی گئے یا نہیں عرض کیا کہ سمجھ گئے اسپر فرمایا کہ رمضان شریف میں تو پہلی ہی بیعت
رہ جائے تو غنیمت ہے اس کے ہی حقوق ادا نہیں ہوتے۔

(ملفوظ ۴۶۷) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک جگہ ایسا ہوا کہ سائل نے اللہ کا واسطہ دیکر
دو پیسے مانگے فرمایا کہ بیوقوف تھا ہمیں روپیہ نہ مانگے۔

(ملفوظ ۴۶۸) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ انسان اپنی تمنا کو اپنی تجویز کو بالکل فنا کر دے یہ ہے
ادب اس طریق کا۔

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فیض شیخ سے جو کیفیت ہوتی ہے اسکو کوئی بیان میں نہیں لاسکتا۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ طرق العشق کلہا آداب۔ اگر آداب نہیں تو وہ طریق عشق ہی نہیں۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک خط آیا تھا لکھا تھا کہ مجھکو بیعت کر لو اور خدمت میں حاضری کی اجازت دیدو۔ خواہ مخواہ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ چیزیں اور دو دو یعنی خود ہی اپنی مصلحتیں اور پھر دو دو تجویز کر لیں اور بجائے درخواست کے فرمائش کا صیغہ جیسے ایک پیر جی کی حکایت ہے ایک گاؤں میں مرید کے گھر گئے مرید نے کہا کہ پیر جی تسکرانہ پکانیکا ارادہ ہے دودھ سے کھاؤ گے یا گھی سے پیر جی نے کہا کہ میاں بے سوادوں کا کیا سوال اول گھی لگالیں گے اوپر سے دودھ ڈالکر کھالیں گے۔ میں نے جواب میں لکھدیا تھا کہ کیا بیعت ضروری چیز ہے اور کیا بدوں بیعت کے نفع نہیں ہوسکتا اور یہاں آنے کی غرض لکھو میں اول ہی میں تمام مراحل طے کر لیتا ہوں تاکہ کوئی بات مبہم نہ رہے پھر ساری عمر پریشانی پاس نہیں آتی اسلئے کہ مقصود معلوم ہوجاتا ہے گو وقت صرف ہوتا ہے اور بعض اوقات ٹکٹ وغیرہ میں تھوڑا سا خرچ بھی ہوتا ہے اور قبل تحقیق ایک گونہ ناگواری بھی ہوتی ہے مگر وہ ناگواری ایسی ہی ہے جسکو فرماتے ہیں ؎

طفل می لرزد زنیش احتجام ۔۔۔ مادر مشفق ازاں غم شاد کام[^1]

پھر اسکو برداشت کر لینے کے بعد تو یہ حالت ہوتی ہے جیسا فرماتے ہیں ؎

کوئے نومیدی مرو کامیدہاست ۔۔۔ سوئے تاریکی مرو خورشیدہاست[^2]

(ملفوظ) پختہ گڑ ہی سے ایک مخلص نے کچھ پکی ہوئی اشیا حضرت والا کی خدمت میں بطور ہدیہ ایک شخص کے ہاتھ بھیجیں حضرت والا نے اپنے خادم سلیمان سے فرمایا کہ دیکھو ڈے گھر ان چیزوں کو پہونچادو اور یہ کہدینا کہ یہ بٹی ہوئی نہیں ہیں اور جن برتنوں میں یہ چیزیں ہیں لانے والیکے سامنے گن کر اور دکھلا کر لیجانا اور واپس لاکر پھر گنوا دینا تاکہ گڑبڑ نہ ہو پھر حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ

---

[^1]: بچہ الحکشن لگنے سے کانپتا ہے۔ اور ماں اس تکلیف سے خوش ہے (کہ یہ تکلیف موجب صحت ہوگی)

[^2]: ناامیدی کے کوچہ میں مت جاؤ کہ بہت زیادہ امیدیں ہیں اور تاریکی کی طرف مت جاؤ کہ بہت روشنیاں ہیں ۱۲

گن لیا عرض کیا جی گن لیا چار برتن ہیں مزاحاً فرمایا کہ اچھی طرح پھر دیکھ لو ورنہ کبھی تمہارا اچار بنے
فرمایا کہ میں ایسی چیزوں میں ضرور مداخلت کرتا ہوں اور وجہ اسلئے کہ لوگوں کے مزاج میں احتیاط نہیں
اسلئے ہر شخص پر اعتماد نہیں ہوتا۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی
اللہ عنہ صحابی ہیں فاتح فارس ہیں جب غلام کو کھانا پکانے کے لئے اشیاء دیتے تو سب کا وزن
فرماکر اور گوشت کی بوٹیاں گن کر دیتے تھے وجہ معلوم کرنے پر فرمایا کہ میں کسی مسلمان کی طرف سے
کیوں بدگمانی کروں اسلئے گن کر دیتا ہوں اور گن کر لیتا ہوں ورنہ یہ وسوسہ ہو سکتا ہے کہ نہ
معلوم کسقدر کھایا اور کسقدر لایا اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ یہ ہے مغز تصوف اور یہ ہیں علوم دقیقہ
یہ علوم تو ہمکو نصیب بھی نہیں کہاں تک ان حضرات کی نظر پہونچتی تھی۔ کیسی دقیق بات ہے یہ ہیں
اعمال باطنہ کیوں نہ ہوں صاحب آخر صحبت کسکی تھی اگر ان حضرات کے ایسے علوم نہ ہوتے تو اور
کسکے ہوتے عجیب حضرات تھے دینی حدود کی حفاظت میں اسکی بھی پرواہ نہ تھی کہ لوگ کیا کہیں گے
لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم پر عمل کر کے دکھلا دیا سبحان اللہ فرمایا ان ہی چیزوں کیلئے شیخ کی ضرورت
ہے اور شیخ بھی کامل جو جامع بین الاضداد ہو علماء ظاہر محض اعمال ظاہرہ کی اصلاح کرتے ہیں اور شیخ
کامل ظاہر اور باطن دونوں کی اصلاح کرتا ہے اور ویسے تو کتابوں میں سب ہی کچھ ہے مگر ایسا ہی جیسے
کتابوں میں تو نسخے بھی ہیں پھر خود کیوں نہیں علاج کر لیتے بس جو ضرورت طبیب کی ہے وہی ضرورت شیخ کی ہے

(ملفوظ ۳۶۳) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے لکھا ہے کہ کوئی سہل علاج تجویز فرمائیں اس پر فرمایا کہ یہ تو
طبیب کی شفقت ہے کہ وہ سہل علاج تجویز کر دے یا ایسی دوا تجویز کر دے کہ وہ تلخ نہ ہو
جیسے حکیم محمد مصطفے صاحب نے کنین کا مزہ بدل دیا ہے لیکن اگر طبیب اسکی رعایت نہ کرے
تو مریض کو اس فرمائش کا کیا حق ہے کہ میرے لئے ایسی ہی دوا تجویز کرو پھر ضروری مراحل
تو انسان طے کر لے پہلے سے پہلے ہی حکم ہوتا ہے کہ سہل علاج تجویز کر دو ان نالائقوں کے بیگاری
ہیں یا حکومت کرتے ہیں ان خرد ماغوں کو یہ معلوم کرانے کی ضرورت ہے کہ ملانوں میں بھی اسپ
دماغ ہیں آپ خراس بیہودہ لکھنے سے تو خاموش ہی رہتے تو اچھا ہوتا ممکن ہے کہ اس پر کوئی یہ شبہ
کرے (اسلئے کہ آجکل عقلاء سے زمانہ پُر ہے) کہ اگر نہ لکھتے اور خاموش رہتے تو اصلاح کیسے ہوتی
سو پہلے تو یہ معلوم کر لو کہ شیخ کے ذمہ کونسی اصلاح ہے بہت سی چیزیں تو فطری ہیں انکی اصلاح کا

شیخ ذمہ دار نہیں اب یہاں پر لوگ آتے ہیں میں کسی کوتاہی یا غلطی پر مواخذہ کرتا ہوں تو کہتے ہیں کہ اصلاح ہی کی غرض سے تو حاضر ہوئے ہیں یہ گویا بڑی ذہانت کا جواب ہے میں جواب میں کہا کرتا ہوں کہ جو غرض کے کنارے پر پہنچا نہ کھو سر پر خانہ پھرنے بیٹھ جانا اور باز پرس کرنے پر کہدینا کہ اصلاح ہی کی غرض سے تو آئے ہیں سو اسکا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں خوب سمجھ لو شیخ اُن چیزوں کی اصلاح کا ذمہ دار ہے جو تمہاری سمجھ میں آ جائیں اور ایسی موٹی باتوں کی تو اصلاح کر کے آنا چاہئے۔ پھر تعلیم سے پہلے شیخ یہ دیکھتا ہے کہ اس میں انقیاد اور طلب بھی ہے یا نہیں اور اس طریق کی حقیقت اسکے ذہن میں کیا ہے ویسے ہی اہل علاج بنے پھرتے ہیں واللہ مجھکو تو چاپلوسی کرتے ہوئے یا ایسا عنوان اختیار کرتے ہوئے جس سے چاپلوسی کا شبہ بھی ہو غیرت آتی ہے اور میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اپنی ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ طریق کی بے وقعتی اور بے حرمتی سے غیرت آتی ہے کمبخت دکانداروں نے اس طریق کو بدنام کر دیا اور بے وقعت بنایا اب تو اللہ کا شکر ہے کہ اکثر لوگ حقیقت سے باخبر ہو گئے۔

ملفوظ: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اگر کہیں سے کھانا آتا ہے تو جن برتنوں میں کھانا آتا ہے اُن میں کھانا کھانیکو علی الاطلاق جائز نہیں سمجھتا کیونکہ اسمیں فقہی تفصیل ہے وہ یہ کہ گھر تین طرح کے ایک تو ایسے کہ وہاں برتنوں کی واپسی کا اہتمام آسان ہے یعنی انکو دوسرے برتن میسر ہیں اور ایک ایسے گھر ہیں کہ اہتمام واپسی کا آسان نہیں یعنی انکو میسر نہیں اور بھیجنے والوں کو بھی اسکا علم ہے تو جن گھروں میں بالمعنی المذکور اہتمام واپسی کا ہے انکو تو ان ہوئے برتنوں میں کھانا جائز نہیں صرف ایک صورت مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ برتن بدلنے میں کھانا کا لطف جاتا رہیگا اور جن گھروں میں بالمعنی المذکور واپسی کا اہتمام نہیں اور بھیجنے والوں کو علم ہے انکو جائز ہے کیونکہ دلالۃً اذن ہے اور یہ امور شرعیہ الحمدللہ میرے امور طبعی ہیں اور مجھکو انپر امید اجر کی ہے۔

ملفوظ: ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر اس خیال سے کوئی شخص نماز پڑھے کہ جنت ملیگی تو اجر میں تو کوئی کمی نہ ہوگی فرمایا کہ کمی کی کیا وجہ اور میں ایک اعتبار بیان کرتا ہوں جو اہل اسرار کے اصول پر ہے کہ ہمنے جو اس امید پر نماز پڑھی کہ جنت ملیگی تو وہ جنت ہی نماز تو ہے تو اس شخص نے نماز ہی کو تو طلب کیا۔

(ملفوظ ۳۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مجھکو ثقہ راوی سے پہونچا ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت فرمایا تھا اور غالباً ایک صاحب نے اپنی بعض تحریرات میں لکھا بھی ہے کہ وہ کمالات باطنہ میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے کم نہیں صرف فرق یہ ہے کہ وہ ظاہری عالم بھی ہیں یہ عالم نہیں اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایکمرتبہ دیوبند میں مدرسہ کا بہت بڑے پیمانہ پر جلسہ ہونے والا تھا میرا طالبعلمی کا زمانہ تھا میں نے دیکھا کہ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب نہایت اطمینان سے ٹہل رہے ہیں میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ اس طرح پر اطمینان سے ٹہل رہے ہیں اور اتنا بڑا انتظام درپیش ہے فرمایا کہ یہ انتظام تو کون بڑی چیز ہے اگر سلطنت بھی ہمارے سپرد ہو جائے اسی طرح اطمینان سے اسکا انتظام بھی کر سکتے ہیں اسی سلسلہ میں فرمایا کہ دہلی میں ایک مرتبہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے وعظ فرمایا اسمیں ایک انگریز بھی شریک تھا بعد وعظ کے اس انگریز نے عام خطاب کی صورت میں مسلمانوں سے دریافت کیا کہ مسلمانوں کی سلطنت کیوں گئی مسلمانوں نے جواب مختلف دئے مگر اسکی تسلی نہ ہوئی پھر خود اس انگریز نے کہا کہ جو لوگ سلطنت کے اہل تھے وہ تو حجرہ نشین ہو گئے جیسے یہ شاہ صاحب ہیں اور جنہوں نے اسکو ہاتھ میں لیا وہ اہل نہ تھے ۔

۲۶ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس خاص بوقت صبح یوم پنجشنبہ ،

(ملفوظ ۳۰۱) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ابن تیمیہ نے بعض مسائل میں بہت ہی تشدد سے کام لیا ہے جیسے توسل وغیرہ کے مسئلہ میں اسی طرح اہل ظاہر نے بھی مثلاً انھوں نے قیاس کو حرام کہا ہے اور ہم پھر بھی ان کے اقوال کی تاویل کرتے ہیں مگر وہ ہمارے اقوال کو گو وہ نص کے خلاف ہوں بلا تاویل رد کرتے ہیں غرض ہم تو ان کی رعایت کرتے ہیں اور وہ ہماری رعایت نہیں کرتے چنانچہ ہم ترک تقلید کو مطلقاً حرام نہیں کہتے اور وہ تقلید کو علی الاطلاق حرام کہتے ہیں اس سے وہ اسد رجہ میں آگئے ہیں تحبونہم ولا یحبونکم ہاں بعض قیاس کو حرام کہا جا سکتا ہے جیسا ابلیس نے کیا تھا یعنی نص کے مقابلہ میں ورنہ قیاس شرعی کو حرام کہنا تمام امت کی تضلیل ہے

کیونکہ ائمہ مجتہدین کے تمام فتاوے کو جمع کر کے دیکھئے اسمیں زیادہ حصہ قیاسات و اجتہادات ہی کا ہے انکو گمراہ کہنا تمام امت کو گمراہ کہنا ہے خود صحابہ کو دیکھئے زیادہ تر فتوے قیاس ہی پر مبنی ہیں۔ البتہ وہ قیاس نصوص پر مبنی ہے۔ آجکل تارکین تقلید میں بھی اس رنگ کے لوگ ہیں اور بکثرت دیکھا جاتا ہے کہ ان لوگوں میں بڑی جرات ہوتی ہے بے دھڑک بدون سوچے سمجھے جو چاہتے ہیں فتوے دے بیٹھتے ہیں۔ خود ان کے بعضے مقتداؤں کی باوجود متبحر کے یہ حالت ہے کہ جسوقت قلم ہاتھ میں لیکر چلتے ہیں دوسری طرف نہیں دیکھتے۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ مخالف کے دلائل کو نقل کرتے ہیں مگر ان کا جواب تک نہیں دیتے بعض کو وسیع النظر ہونے میں شک نہیں مگر نظر میں عمق نہیں۔ ایک ظریف نے بیان کیا تھا الکمزیہ کہ متبحر کی دو قسمیں ہیں ایک کدو متبحر اور ایک مچھلی متبحر کدو سارے دریا میں پھرتا ہے گر اوپر اوپر اور مچھلی عمق میں پہونچتی ہے تو ان لوگوں کا تبحر ایسا ہے جیسے کدو متبحر کہ اوپر اوپر پھرتے ہیں اندر کی کچھ خبر نہیں۔

(ملفوظ ۴۶۶) فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ کسی کو کچھ نہ کہوں ورنہ کوئی ایسی بات ہو جس سے بے لطفی پیدا ہو مگر کیا کیا جائے دوسرے بالکل ہی بے فکر ہیں اسلئے کوئی نہ کوئی واقعہ قابل تسامح ہو جاتا ہے ایک صاحب آج صبح ہی آکر میرے پاس بیٹھ گئے میں اسوقت مشغول تھا میں اپنا کام چھوڑ کر انکی طرف متوجہ ہوا اب پوچھتا ہوں کہ جو کہنا ہو کہہ لیجئے میں تنگی نہیں کرتا کہ اسوقت فرصت نہیں پھر آنا اسلئے کہ ممکن ہے کہ کوئی ضروری اور فوری ضرورت ہو کچھ نہیں بولے آخر چند بار کے دریافت کرنے پر ایک پرچہ نکالکر میرے آگے کر دیا اور زبان سے اب بھی کچھ نہ کہا حالانکہ آگے معلوم ہو گا کہ پرچہ ہی پیش کرنا مخالفت تھی اور تماشا یہ ہے کہ اس کے متعلق دو شخصوں سے مشورہ بھی لیا تھا انھوں نے واقعہ معلوم کر کے منع بھی کیا تھا اب تلائیے کیا تاویل کروں اور اگر ہر بات میں تاویل ہو سکتی ہے تو پھر اصلاح کیسے ہو اب ہوائے اسکے اور کیا کہوں کہ میں ایسے لوگوں کی خدمت سے معذور ہوں ان لوگوں میں نہ رحم نہ انصاف کچھ نہیں ایک یہ شخص دھوکا دینا چاہتے تھے اور ابہام کے ذریعہ سے پرچہ کا جواب حاصل کرنا چاہتے تھے حالانکہ بعد میں معلوم ہوا کہ انکو پرچہ لکھنے ہی کی اجازت نہ تھی یہ بھانڈا یوں پھوٹا کہ میں نے ان سے یہ سوال کیا کہ کیا تمنے مکاتبت کی اجازت حاصل کرلی ہے یہ خیال اسلئے پیدا ہوا کہ ایسے بدفہم کو مکاتبت کی کیسے اجازت دیدی گئی ہوگی جو بار بار

پوچھنے پر بھی کچھ جواب نہ دے اسپر انھوں نے سب پرچے ایک جگہ جمع کر کے بھجوا دیئے تفاق سے ان میں وہ پرچہ بھی تھا جسمیں مکاتبت اور مخاطبت کی ممانعت تھی تب بات کھلی اللہ نے معلوم کرا دیا خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ پرچہ دکھلانے کا بڑا ہی اچھا دستور العمل ہے کہ جسکی وجہ سے چور پکڑا گیا فرمایا کہ جیسے انھوں نے مکاتبت کی ممانعت پر پرچہ دیا اسی طرح بعضے مخاطبت کی مخالفت زبانی شروع کر دیتے ہیں اور یہ یوں سمجھتے ہیں کہ بدوں بولے نفع نہیں ہو سکتا ممانعت پر مخالفت کرنا کسقدر بدفہمی کی بات ہے ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ بعضا بول بول ہوتا ہے جب نکلجاتا ہے بسترہ بھی ناپاک کپڑے بھی ناپاک خود بھی ناپاک چارپائی ناپاک پھر اسپر یہ حالت ہے کہ لوگوں نے صرف ایک سبق سیکھ لیا ہے یعنی مجھکو بدنام کرنیکا اور ان لوگوں کی حرکتوں کو کوئی نہیں دیکھتا ظالم کے افعال کی تو تاویلیں کیجاتی ہیں مگر مظلوم کی پروا نہیں ایک صاحب نے سوال کیا کہ حضرت اسکی کیا وجہ ہے فرمایا کہ خود طبیعت میں ظلم اور بے انصافی کا مادہ ہے -

(ملفوظ ۵۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ غیر مقلدوں کے متعلق مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کی رائے اول زم تھی مگر اس مناظرہ سے جو نواب صدیق حسن خاں صاحب سے انکا خود ہوا تخت ہو گئے تھے ورنہ بہت ہی نرم تھے بڑے صاحب کمال تھے عمر تقریباً ۳۲ یا ۴۰ سال کی ہوئی کسی نے جادو کرا دیا تھا مولوی صاحب کے سرہانے سے ایک شیشی خون کی دبی ہوئی نکلی تھی اس سے شبہ ہوتا ہے کہ کسی نے سحر کیا اسمیں انتقال ہو گیا اس تھوڑی سی عمر میں بہت کام کیا سمجھ میں نہیں آتا وقت میں بہت ہی برکت تھی ہر فن سے مناسبت تھی اور ہر فن کی خدمت کی -

(ملفوظ ۶۰) خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت والا نے تو اصلاح کے کام کو از سر نو زندہ فرما دیا مدت سے کسی نے اسکی ایسی خدمت نہ کی صدیوں سے فن تصوف مردہ ہو چکا تھا فرمایا کہ میں نے تو قاعدہ بغدادی لے لیا ہے جو سب میں چھوٹا کام ہے بڑے بڑے حضرات بڑے بڑے کام کر رہے ہیں اور میں نے سب سے چھوٹی چیز لی ہے جسکو سب چھوٹا سمجھتے ہیں فرمایا کہ لوگ بے وضو نماز پڑھنا چاہتے تھے میں وضو کرا کر پڑھوانا چاہتا ہوں -

(ملفوظ ۶۱) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جو آپ فرما رہے ہیں یہ تو بڑے لوگوں کی باتیں ہیں ہمنے تو یہ سیکھا ہے کہ بھائی کچھ کرو خالی مت رہو اور جو لوگ کچھ نہ کریں وہ کم از کم

سمجھتے رہیں کہ ہم کچھ نہیں کر رہے ہیں یہ بھی ایک شعبہ ہے اسپر فرمایا کہ میں نے تو اپنے جیسے کم ہمتوں کیلئے ڈھونڈ ڈھانڈ کر حضرت سعید ابن المسیب تابعی کا ایک قول نکالا ہے وہ فرماتے ہیں کہ عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے پر شب قدر کی فضیلت میسر ہو جاتی ہے (کذا فی جمع الفوائد بروایۃ مالک) پھر فرمایا کہ صاحب ہم جیسے ضعیفوں کیلئے تو یہ بڑی نعمت ہے پھر قوت و ضعف کے تفاوت سے اعمال کی کثرت و قلت کے مناسب یہ موقع بیان فرمایا کہ یہ روایت سنی ہے مولوی محمد یسین صاحب یعنی مولوی محمد شفیع صاحب کے والد نفل روزے بہت رکھا کرتے تھے اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جا کر افطار کیا کرتے تھے ایک روز مولانا نے فرمایا کہ مولوی صاحب یہ نہ سمجھنا کہ یہ روزہ رکھنے والے بڑھ گئے اور یہ نہیں رکھتے پیچھے بہت رہ گئے ہیں۔

(ملفوظ ۴۸۲) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ بالکل صحیح ہے شیخ کے ساتھ جس قدر عقیدت کم ہوگی اسی قدر نفع کم ہوگا۔

(ملفوظ ۴۸۳) ایک نووارد شخص سے اسکی غلطی پر حضرت والا نے مواخذہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں نے صرف یہ ہی تو پوچھا تھا کہ جو میں نے اس پرچہ میں لکھا ہے وہ تمکو منظور ہے یا نہیں جسپر جواب ندارد ہے یہ کونسی ایسی باریک بات اور دقیق سوال تھا جسپر آپ خاموش ہیں اور اگر جواب دینا بھی آپکو کسر شان معلوم ہوتا ہے یا مجھکو قابل جواب دینے کے نہیں سمجھا جاتا تو یہاں تشریف لانے کی ضرورت ہی کیا تھی گھر بیٹھے رہے ہوتے کوئی بلانے تھوڑا ہی گیا تھا اسپر وہ شخص کچھ بولے مگر نہایت دھیمی آواز سے اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ ارے بھائی ہاتھ منہ سے ہٹاؤ ایک تو آواز نہیں اور اسپر ہاتھ منہ پر رکھ لیا کم از کم ایسے طریق سے بولو کہ دوسرا سن کر جواب دے سکے اس شخص نے ہاتھ تو منہ سے ہٹا لیا مگر آواز میں کوئی تغیر نہ ہوا اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ اب بتلائیے کہ بار بار کے کہنے پر بھی جب اثر نہیں تو کیا تاویل کروں اور ایسی حرکت پر مجھکو تغیر ہو یا نہ ہو آخر کوئی پتھر کا بت تو ہوں نہیں کہ حس ہی نہ ہو یہ فرما کر حضرت والا نے نہایت بلند آواز اور تیز لہجے میں فرمایا کہ جاؤ خبردار جو ہمارے پاس آئے ایسے بدفہموں کا یہاں کام نہیں ایسے بولتے ہیں جیسے کوئی نواب صاحب ہیں یا والی ملک ہیں یہ بدنصیب خود بھی پریشان ہوتے ہیں اور مجھکو بھی پریشان کرتے ہیں پہلے تو میں ایسے بدفہموں کو ہمیشہ کیلئے جدا کر دیتا تھا۔

زیادتی سن کا اثر ہے کہ ضروری رعایت کرتا ہوں اب جاؤ بذریعہ خط کے معاملہ طے کرنا اسوقت تمنے بہت ہی ستایا ہے دل دکھایا ہے اسوقت کام نہیں ہو سکتا وہ شخص اُٹھکر چلا گیا۔ فرمایا کہ میں تو عتاب میں بھی مصالح پر نظر رکھتا ہوں اس شخص نے سیدھی اور صاف بات کو کسقدر اُلجھایا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور مجھے تو ایسے برتاؤ سے شرم آتی ہے مگر ان لوگوں کو قطعی احساس نہیں میں جو کچھ کرتا ہوں سبب سے اور یہ کرتے ہیں بلا سبب میں نے اس شخص سے یہی تو پوچھا تھا کہ جو کچھ میں نے اسمیں لکھا ہے وہ تمکو منظور ہے یا نہیں اب انصاف سے فرمایئے یہ کونسی غامض بات تھی جسکا جواب نہ دیا گیا اس حالت میں زیادتی کسکی ہے۔ تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ اسکا اہتمام ہی نہیں کہ دوسرے کو اپنے سے اذیت نہ پہونچے میں تو کہا کرتا ہوں کہ پیروں کو تو یوں سکھلاتے ہیں کہ بیعت میں اپنے کو فنا کر چکے اب کسی بات کا احساس نہیں ہونا چاہیے کوئی ڈنڈوت کرے یا پانچ جوتے نکالکر لگا دے دونوں انکے نزدیک یکساں ہیں اور یہ سب خرابیاں رسمی پیروں ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں ان کو اصلاح کی طرف توجہ ہی نہیں ان کے یہاں تو بڑی معراج یہ ہے کہ آکر مرید ہو جاویں اور چڑھاوے چڑھا جاویں سو اسمیں انکا تو بھلا ہو گیا مگر ناس تو ان کمبختوں کا ہوا۔ ایکمرتبہ ڈھاکہ جانا ہوا وہاں میں نے پاگیروں کا علاج کیا دستگیروں کا تو علاج کرتا ہی ہوں وہ یہ کہ بنگال میں یہ معمول ہے لوگ ملنے کو دوڑے اور پیر پکڑ لیے میں نے منع کیا کہ پانو پکڑنا مناسب نہیں مصافحہ کرنا سنت ہے یہی کافی ہے مگر نہ ملنے میں نے یہ کیا کہ جو میرے پیر پکڑتا میں اسکے پیر پکڑتا جب دو چار کے ساتھ یہ معاملہ ہوا تب لوگوں نے چھوڑا میں نے کہا کہ آدمی ہے کہنے سے باز نہیں آئے بعض لوگوں کے جب میں نے پیر پکڑے تو کہنے لگے اجی حضرت یہ کیا میں کہتا کہ اجی حضرت یہ کیا کہنے لگے کہ آپ تو بزرگ ہیں میں نے کہا کہ آپکے پاس اسکی کیا دلیل ہے کہ میں تمکو بزرگ نہیں سمجھتا بڑے گھرائے کہتے ہونگے کہ کوئی دیہاتی ہے۔

(ملفوظ ۳۳۲) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے غیر مقلدوں میں تشدد بہت ہوتا ہے طبیعت میں شر ہوتا ہے اور مجھے تو الا ماشاء اللہ انکی نیت پر بھی شبہ ہے سنت سمجھکر شاید ہی کوئی عمل کرتے ہوں مشکل ہی سا معلوم ہوتا ہے اسی لئے عمل کچھ ہو مگر جس نیت سے کیا جاتا ہے اسکا اثر دوسرے پر ضرور ہوتا ہے حاضرین میں سے ایک صاحب نے بیان کیا کہ ایک مقام پر آمین بالجہر پر جھگڑا ہوا۔

مقدمہ عدالت میں پہونچا ایک ہندو شہر کوتوال اسکی تحقیقات پر تعینات ہوا آدمی سمجھدار تھا اس نے اپنی رپورٹ میں غیر مقلدین ہی پر فساد کا الزام ثابت کیا اور یہ لکھا کہ یہ جماعت شورش پسند اور مفسد جماعت ہے بلا وجہ ایسی بات کرتے ہیں کہ جس سے لوگوں کو اشتعال ہو آمین بالجہر محض فساد اور شورش پیدا کرنیکے لئے کہتے ہیں اس رپوٹ پر غیر مقلدوں نے بڑا شور کیا اور یہ کہا کہ آمین بالجہر مکہ میں بھی ہوتی ہے اس ہندو کوتوال نے جواب دیا کہ آمین مکہ میں محض اللہ کے یاد کی غرض سے اور سنت سمجھکر کہی جاتی ہوگی فساد کیلئے نہ ہوتی ہوگی یہاں یہ محض فساد کیلئے ہوتی ہے (دوسرا واقعہ) خود فرمایا کہ ایسا ہی ایک دوسرا واقعہ ہے ایک نومسلم طالبعلم میرا شریک حجرہ بیان کرتا تھا کہ کسی ریاست میں ایک مقام پر آمین بالجہر کے معاملہ کی تحقیقات ایک انگریز نے کی اور آخر میں رپورٹ کے اندر عجیب و غریب تحقیقات بیان کی گویا کہ حقیقت کا فوٹو ہی کھینچکر رکھدیا اس نے یہ لکھا کہ آمین کی تین قسمیں ہیں ایک آمین بالجہر جو مسلمانوں میں ایک فرقہ کا مذہب ہے اور حدیثیں اسمیں وارد ہیں اور ایک آمین بالسر یہ بھی مسلمانوں کے ایک فرقہ کا مذہب ہے اور یہ بھی حدیثوں سے ثابت ہے، اور ایک آمین بالشر یہ مذہب ہے غیر مقلدونکا لہذا اس سے روکا جانا چاہیئے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ مولوی سلیمان صاحب پھلواری نے ایک حکایت بیان کی تھی ظریف آدمی ہیں کہ ایک غیر مقلد نے کسی شہر میں پہونچکر آمین بالجہر پڑھی ایک گاؤں کا شخص بھی اسوقت نماز میں شریک تھا اس نے کہا کہ ہمارے یہاں آؤ تو تمکو مزہ چکھاویں یہ غیر مقلد صاحب اس گاؤں میں بھی پہونچے نماز میں آمین بالجہر کا کہنا تھا کہ چہار طرف سے رفع یدین شروع ہوگیا دونوں طرف جہالت تھی اوپر کی حکایت کے سلسلہ میں جس میں ایک انگریز نے تحقیقات کی تھی فرمایا کہ بعضے انگریز بھی سمجھدار ہوتے ہیں چنانچہ ایک دوسری حکایت ہے کہ بھوپال میں ایک عورت کے مسلمان کر لینے پر ایک شخص پر مقدمہ چلایا گیا حاکم باوجودیکہ مسلمان تھا مگر اس نے اغوا کے الزام میں مسلمان کو حکم سزا کا دیا اسکا اپیل ایک انگریز حاکم کے یہاں کیا گیا اس نے عجیب بات فیصلہ میں لکھی کہ تم نے ارشاد اور اغوا میں فرق نہ کر سکا وہ قابل حکومت نہیں ایک شخص اپنے مذہب کو حق سمجھکر اسکی رغبت دلاتا ہے گویا اچھی بات کی طرف دعوت دیتا ہے سو یہ تو ارشاد ہے وہ ہرگز مجرم نہیں اگر کوئی بے پورا قصہ ہوتا یا شہوانی معاملہ ہوتا جو کہ ثابت نہیں وہ اغوا ہوتا تو مسلم کو مسلمان کر لینے

سلسلہ میں فرمایا کہ مولوی ...... نے بھوپال میں ایک بھنگن کو مسلمان کر لیا مقدمہ دائر ہوا۔ حاکم نے خلوت میں بلا کر کہا کہ ثبوت تو کوئی ہے نہیں تم انکار کر دینا کہ میں نے مسلمان نہیں کیا انھوں نے کہا جو مناسب ہوگا جواب دونگا جب باضابطہ بیان لیا گیا تو انھوں نے کہا کہ مسلمان تو وہ خود ہوئی اسکی درخواست پر میں نے اظہار اسلام کا طریقہ بتلا دیا اور یہ کوئی جرم نہیں حاکم نے کہا مسلمان کرنا قانوناً اسی طریقہ اظہار کو کہتے ہیں انھوں نے کہا میں ایسے مہمل قانون ہی کو نہیں مانتا حاکم حیران ہوا اور وزیر ریاست سے پوچھا کہ کیا کیا جاوے انھوں نے جواب لکھا کہ جو شخص قانون کی زد میں آوے اسکو زبردستی کیوں لاتے ہو مقدمہ خارج ہو گیا اسپر فرمایا کہ فہانت بھی خدا کی ایک عجیب نعمت ہے۔

ملفوظ ۲۸۶ ایک سلسلہ گفتگو میں ایک مولوی صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت والا نے فرمایا کہ میرے پاس نہ حشم ہے نہ خدم ہے نہ علم ہے نہ فضل ہے نہ کمال ہے نہ جمال ہے (اور بطور مزاح کے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا کہ ہاں جلال ہے مگر جلال بھی وہ جو حلال ہے حدود سے گذر کر نہیں) ہاں محض ایک خدا کا فضل ہے۔ ایکمرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ نے ایک جماعت کی معیت میں فرمایا تھا کہ تم جہاں جاؤ گے تم ہی تم ہو گے اسوقت کچھ ایسے وثوق اور دل سے فرمایا تھا کہ یہ احتمال ہی نہ ہوتا تھا کہ مولانا کو اس میں کچھ شبہ ہے یہ سب اُنہی کی دعا کی برکت ہے ورنہ میں ایسا ناکارہ ہوں کہ کبھی کوئی کام ہی نہیں کیا ادنیٰ بات یہ ہے کہ جتنا علم بڑھتا گیا نفس اتنی ہی سہولت ڈھونڈتا گیا پہلے نفلیں پڑھتا تھا منیۃ المصلی میں یہ دیکھکر کہ مستحب کے نہ پڑھنے پر کوئی مواخذہ نہیں وہ بھی چھوٹ گئیں۔ میرے ایک خواب کی تعبیر میں ایک بزرگ نے فرمایا تھا کہ تمہاری روح اور نفس بلا مشقت ہی روشن ہو جائینگے۔ اب اُسکے وقوع کا انتظار ہے کہ وہ نور کب ہوگا خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ بہت سوں کو منور فرما دیا تو نور کے حصول میں کیا شبہ ہے فرمایا کہ کیا اندھا مشعلچی نہیں ہوتا۔

ملفوظ ۲۸۷ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس دینی تعلق میں دونوں کا فائدہ ہے اگر مرید گڑبڑ میں پھنسگیا تو پیر مدد کرے گا اور اگر پیر پھنسگیا تو مرید مدد کریگا ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس تعلق کی مصلحت میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر پیر مرحوم ہوگا تو مرید کو جنت میں لیجائیگا اور اگر مرید مرحوم ہوگا تو پیر کو جنت میں لیجائیگا اور مغضوب میں یہ احتمال نہیں کہ وہ مرحوم کو

لیجاویگا کیونکہ سبقت رحمتی علیٰ غضبی۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضرت اس بنا پر تو لوگوں کو
بیعت خوب کرنا چاہیے فرمایا کہ اس رسمی بیعت سے کیا ہوتا ہے یہ برکات روح بیعت کی ہیں
جسکی حقیقت اتباع ہے یا التزام اتباع بڑی چیز ہے بڑی دولت ہے بڑی نعمت ہے اور اسی
نسبت فرمایا کہ حضرت ایسے شخص کا کیا مرید ہو جسے یہ بھی نہ معلوم ہو کہ یہ شخص مجھ سے مرید ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ
مجھ سے بیعت ہوتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ کسی اور سے ہیں اور بعض دوسروں سے ہوتے ہیں مجھ سے بیعت کا
تعلق نہیں ہوتا مگر میں سمجھتا ہوں کہ مجھ سے ہیں مجھکو یاد ہی نہیں رہتا مگر یہ مضر نہیں اصل اس طریق
میں مناسبت اور تعلق ہے۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آجکل تو پیروں کے یہاں باقاعدہ
رجسٹر اور دفتر ہیں تبسم فرما کر فرمایا کہ جی ہاں کہیں وہ دفتر علیین ہوتا ہے اور کہیں سجین ہوتا ہے اسی سلسلہ
میں فرمایا کہ ان جاہل پیروں کی عجیب حالت ہے بمبئی میں ایک پیر نے اپنی مریدنی سے کہا کہ
سامنے آؤ اسکو کچھ تامل ہوا تو فرمایا کہ اگر تم سامنے نہ آؤ گی تو میں میدان محشر میں پہچانونگا کس
طرح ایک صاحب نے وہاں ہی جواب دیا کہ میدان محشر میں تو لوگ ننگے ہونگے لہذا ننگے کرکے دیکھنا
چاہیے کبھی یہاں پر کپڑے پہنے دیکھکر وہاں ننگے ہونیکی ہیئت میں نہ پہچان سکو اسی طرح تم بھی
ننگے ہو کر اپنے کو دکھلاؤ کبھی وہ کپڑوں میں دیکھکر وہاں ننگا نہ پہچان سکے کیا واہیات ہے خرافات
استغفر اللہ۔ وہاں تو معرفت تعلقات روحانی سے ہوگی اس جسمی اور بے پردہ دیکھنے دکھلانے سے
وہاں کی معرفت کو کیا تعلق وہ عالم ہی دوسرا ہے۔

۲۶ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ

(ملفوظ ۴۹۴) ایک صاحب نے اپنی غلطی کی معذرت چاہی کہ حضرت کو میری وجہ سے تکلیف پہنچی اور حضرت
مجھ سے ناراض ہو گئے۔ فرمایا کیوں ناراض کیا کونسی بیہودہ بات پوچھی تھی صرف یہی تو پوچھا تھا کہ جو کچھ
اس خط میں لکھا ہے یہ آپکو منظور ہے اتنی موٹی بات کا آپ جواب نہ دیسکے اور نہ سمجھ سکے یوں تو مد نف
ہے مگر آدمی کو سمجھ سے کام لینا چاہیے اور کام میں لگنا چاہیے فضولیات میں پڑنے سے آدمی کا فہم بھی
مسخ ہو جاتا ہے اور ضروری کاموں سے رہجاتا ہے۔

(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت تین صاحب سے صبح غلطی ہوگئی تھی وہ میرے واسطے سے معافی کی درخواست کرتے ہیں فرمایا کہ جناب انکا قصور معاف ہونا ذرا مشکل ہے وہ تو بہت ہی بد فہم واقع ہوئے ہیں اور واقع میں معاف ہونا کچھ مشکل بھی نہیں جب انکو کام میں لگا ہوا دیکھونگا آپ ہی خوش ہوجاؤنگا۔ میری طبیعت تو اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ کسی کو راہ پر لگے ہوئے دیکھتا ہوں جی خوش ہوتا ہے اور بے راہی پر دیکھکر رنج ہوتا ہے ان سے کہدیجئے کہ وہ کام میں لگیں خوشی ناخوشی کا بعد میں فیصلہ ہوتا رہیگا۔ میں اپنی غرض سے تھوڑا ہی مواخذہ یا روک ٹوک کرتا ہوں ان ہی لوگوں کی مصلحت سے ایسا کرتا ہوں کہ ان میں آدمیت پیدا ہو۔

(ملفوظ) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مولوی ...... صاحب بہت ہی پریشان ہیں مجھسے فرماتے تھے کہ میں نے حضرت سے یہ عرض کیا تھا کہ توجہ وغیرہ کا جو بزرگوں میں معمول ہے وہ ہم جیسے ضعفاء کیلئے بہت ہی مناسب ہے حضرت نے اسپر یہ فرمایا کہ اگر آپ کی رائے میں یہ ایسی نافع چیز ہے اور مجھ میں یہ قوت نہیں تو کسی اور جگہ سے حاصل کریں اب مولوی صاحب میرے ذریعے معافی کے خواستگار ہیں اور یہ عرض کرتے ہیں کہ مجھسے ہی غلطی ہوئی میں نے ایسی بات حضرت سے کیوں عرض کی فرمایا اپنے ہی گولی ماری ہے آپ ہی نکالیں میری طرف سے کہدیجئے گا کہ مجھپر ذرہ برابر ان کے اس کہنے سے گرانی نہیں ہوئی انکو مطمئن فرمادیجئے گا کہ اس کا قلب میں وسوسہ بھی نہ لائیں کہ مجھپر کوئی خلاف کا اثر ہوا توبہ توبہ مگر جب انپر اس کا اسقدر اثر ہے تو انکو ایسی بات کہنی ہی نہیں چاہیے تھی اور جب کہی گئی تو جو میرے ذہن میں جواب آیا عرض کردیا مجھے مصلح پرستی تو آتی نہیں بلکہ مصلح کے متعلق تو میرا یہ مذہب ہے کہ جسقدر ان کو پیسا جائے ہنڈیا مزیدار ہوگی۔ میں نے تو اسلئے یہ عرض کردیا تھا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی جو کچھ میرے پاس ہے دوستوں کے سامنے پیش کردیتا ہوں اگر کسیکو اس سے زائد کی ضرورت اور طلب ہو تو کہیں اور سے حاصل کرلیا جائے میں اپنا بندہ نہیں بناتا ہوں خدا کا بندہ بناتا ہوں اگر کوئی چیز یہاں سے حاصل نہ ہو کہیں اور سے سہی کام ہونا چاہئے۔ حضرت یہ فرمایا کرتے تھے اس ہی قبیل سے میں نے عرض کردیا تھا میرے یہاں تو اس قسم کی باتیں ہیں ہی نہیں آپکو تو معلوم ہے یہ بھی کہدیجئے گا کہ آئندہ ایسی بات سے احتیاط رکھیں اور میرا مسلک تو کھلا ہے اس میں نہ ابہام ہے نہ اخفا اسپر اگر کوئی طلب کرے میں خدمت کرنے کو تیار ہوں۔

(ملفوظ) مولوی ...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حاضر ہوا تھا وہاں پر جو بات معلوم ہوتی تھی اب حضرت کے یہاں وہ بات میسر ہے فرمایا کہ یہ آپ کا حسن ظن ہے ورنہ چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا۔

(ملفوظ) مولوی ...... صاحب نے عرض کیا کہ اس مرتبہ حضرت کے یہاں آ کر اس قدر اطمینان ہوا ہے میں بیان نہیں کر سکتا بہت سے شبہات کا ازالہ ہو گیا اور بہت سے افکار سے نجات ہو گئی حق تعالیٰ حضرت کو جزائے خیر عطا فرمائیں وہ باتیں معلوم ہوئیں جو سوچنے سے بھی قیامت تک سمجھ میں نہ آتیں فرمایا کہ میری کیا معلومات اور کیا تحقیقات آپ خود اللہ کے فضل سے عالم ہیں مفسر ہیں محدث ہیں فقیہ ہیں مناظر ہیں مجھکو تو کتابیں تک دیکھنے کا وقت نہیں رہا اور میں سچ عرض کرتا ہوں کہ میں تو خادم ہوں اور خادم ہی بنکر رہنے کو جی چاہتا ہے اور آپ نے جو کچھ فرمایا یہ سب آپ کی محبت کا اقتضا ہے۔

(ملفوظ) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حق میں اطمینان ہی اطمینان ہے اہل باطل اس دولت سے قیامت تک کیلئے محروم ہیں یہ تو اللہ نے حق ہی میں خاصیت رکھی ہے کہ اس سے اطمینان اور سکون حاصل ہو جاتا ہے

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حزن خود ایک نعمت ہے حزن سے جسقدر جلد سلوک کے مراتب طے ہوتے ہیں اتنی جلد دوسرے مجاہدہ سے نہیں ہوتے یہ دو چیزیں بڑی ہی زبردست نعمت ہیں ایک فکر دین اور ایک حزن اور اسی طرح اس راہ میں دو چیزیں سخت راہزن ہیں اسکی محققین صوفیہ نے تصریح کی ہے یعنی نامحرم عورتوں اور امارد کے ساتھ اختلاط۔ حتی کہ نرم گفتگو نامحرم عورت کے ساتھ کرنا بھی رہزن ہے سم قاتل ہے باطن کو برباد کر دینے والی چیز ہے۔

(ملفوظ) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اکثر گھروں میں رواج ہے کہ رشتہ دار عورتیں پردہ نہیں کرتیں۔ فرمایا کہ اس طرف کے قصبات میں بکثرت یہی رواج ہے ایک مرتبہ کا واقعہ ہے اسوقت میری عمر تھوڑی ہی تھی میں نے اپنی پھوپی صاحبہ سے عرض کیا کہ اپنی لڑکیوں کو مجھ سے پردہ کراؤ میرے سامنے نہ آیا کریں بس میرے کہنے پر پھوپی صاحبہ خفا ہو گئیں اور فرمایا کہ آیا کہیں کا مولوی قولوی۔ اسپر خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کو مولوی قولوی کہا فرمایا کہ اول تو میرا اسوقت بچپن تھا اور بچپن بھی نہ ہوتا تب بھی انکو حق تھا وہ جو چاہیں کہہ سکتی تھیں میں نے بھی تیزی سے جواب دیا جسپر وہ زیادہ بگڑ گئیں اس واقعہ کی خبر والد صاحب کو ہوئی مجھکو بلا کر فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ یہ میری بہن ہے جو مرتبہ

بیرا ہے تمہارے اعتبار سے وہی ان کا ہے ان سے معافی چاہو اور ہاتھ جوڑ کر معافی چاہو۔ جناب میں نے
ہاتھ جوڑ کر معافی چاہی۔ پھوپھی صاحبہ محبت کی وجہ سے کھڑی ہو گئیں اور سینے سے لگالیا اور بہت روئیں مگر
پردہ لڑکیوں کا قائم رہا۔ اسمیں کامیابی ہوئی اس میں انھوں نے خدا کے فضل سے مزاحمت نہیں کی تو عام
تو اکثر خاندان والوں کو بہت ہی ناگوار ہوتا ہے پھر اسکے بہت عرصہ کے بعد ان لڑکیوں نے مجھ سے اجازت
چاہی سامنے آنیکی میری عمر بھی زیادہ ہو گئی تھی اور وہ بھی بڑی عمر کی ہو گئیں تھیں انھوں نے یہ کہا کہ اب ہمارا
کون ہے اور اب تو عمر بھی زائد ہو گئی اس وقت میں نے سامنے آنیکی حدود شرعیہ کے اندر اجازت دیدی
تھی اگر انسان مضبوط ہو اور مصلح کو سل پر بس دے اور کسی کے راضی یا ناراض ہونے کا خیال
نہ کرے سب کچھ ہو سکتا ہے اور سب کچھ کر سکتا ہے۔ اور حضرت راضی یا ناراض ہونیکا خیال تو بندہ
کو خدا کی ساتھ رکھنا چاہیے۔ دنیا کو کہاں تک راضی رکھ سکتا ہے۔

(ملفوظ ۲۹۵) فرمایا کہ ایک صاحب مجھ سے فرمانے لگے کہ پردہ کے اندر بھی تو خرابیاں ہوتی ہیں میں نے کہا
کہ پردہ کے اندر تو قیامت تک بھی خرابی نہیں ہو سکتی آپکے ذہن میں پردہ کے معنے ہی غلط ہیں۔ آپ صرف چہار
دیواری کے اندر بیٹھ جانیکو پردہ سمجھتے ہیں گو سامنے ہی آ جاکرے بس پردہ کا مفہوم ہی آپکے ذہن میں
غلط ہے جب ابتدا خرابی کی ہوگی بے پردگی ہی سے ہوگی پردہ کے ساتھ منکرات جمع ہو ہی نہیں سکتے
وہ صاحب سمجھ گئے پھر کچھ نہیں بولے مولوی ...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے صحیح فرمایا کہ بے پردگی
ہی سے خرابی ہوگی کیونکہ بے پردگی سے سامنا ہوگا اسمیں فتنہ ہو ہی گا۔ فرمایا کہ جی ہاں اور پردہ میں جب
بعد ہوگا مفسدہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس بارہ میں لوگوں میں احتیاط بالکل نہیں معمولی بات خیال کرتے ہیں حالانکہ
بہت بڑی خطرناک بات ہے دنیا کے اعتبار سے بھی اور دین کے اعتبار سے بھی ہزارہا واقعات مشاہد ہیں۔

(ملفوظ ۲۹۶) مولوی ...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک طالب علم بنگالی میرے ساتھ ہے وہ یہ
کہتا ہے کہ تھانہ بھون میں آ کر معلوم ہوا کہ تھانہ بھون ہی میں اسلام ہے اور یہ کہتا ہے کہ میرا جی تو یہ
چاہتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر تھانہ بھون آ کر رہوں۔ فرمایا اسکی ضرورت نہیں کہ تھانہ بھون میں
آ کر رہا جائے بلکہ زیادہ فضیلت یہ ہے کہ دار الحرب میں رہے اور مسلمان رہے عرض کیا کہ میرا تو اسکی اس
بات سے بڑا جی خوش ہوا یہ اسکی سمجھ کی بات ہے کہ اسنے محسوس کیا ورنہ حضرت اکثر بنگالی جو اسطرف
آ کر مدارس میں پڑھتے ہیں یہ لوگ وطن واپس جا کر وہاں کا رنگ دیکھکر اپنے مصالح اور اغراض کی

بناء پر ان ہی جیسا برتاؤ شروع کر دیتے ہیں ایسے علم سے لوگوں کو کوئی نفع نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ اسکا سبب خاص ہے وہ یہ کہ جسقدر علوم ظاہری کے حاصل کرنے میں وقت صرف کرتے ہیں اسکا دسواں حصہ بھی اگر اپنی اصلاح باطن اور تربیت میں صرف کریں تو کار آمد ہوں بدون تربیت و اصلاح کے کچھ نہیں ہو سکتا۔

(ملفوظ ۴۹۷) فرمایا کہ آدمی زاہد بن سکتا ہے شیخ بن سکتا ہے مگر انسان بننا مشکل ہے کسی نے کہا ہے ؎

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند این جملہ شدی ولے مسلمان نہ شدی

میں نے اسکو بدل دیا ہے ؎

زاہد شدی و شیخ شدی دانشمند این جملہ شدی ولیکن انسان نہ شدی

سب کچھ ہو جاتا ہے لیکن انسان ہونا مشکل ہے۔

(ملفوظ ۴۹۸) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے دنیا کے کام کیواسطے وظیفہ دریافت کیا ہے میں نے لکھدیا کہ دعاء سے بڑھکر کوئی وظیفہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ عملیات میں ایک شان دعوی کی ہوتی ہے اور دعاء میں احتیاج اور نیازمندی کی شان ہوتی ہے کہ حق تعالی چاہیں گے تو کام ہو جائیگا عملیات میں یہ نیاز و افتقار نہیں ہوتا بلکہ اسپر نظر رہتی ہے کہ جو ہم پڑھ رہے ہیں اسکا خاصہ ہے کہ یہ کام ہو ہی جائے گا مگر باوجود اسکے دعاء کو لوگوں نے بالکل چھوڑ ہی دیا عملیات کے پیچھے پڑ گئے میں کہا کرتا ہوں دعاء کرو اللہ تعالی سے کیوں مستغنی ہو گئے ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے اسکی طرف لوگوں کی نظر بہت ہی کم جاتی ہے وہ یہ کہ اوراد و وظائف دنیا کے کام کیواسطے پڑھو گے تو اس پر اجر نہ ہوگا اور دعاء اگر دنیا کیواسطے بھی ہوگی وہ بھی عبادت ہوگی اور اجر ملے گا۔

(ملفوظ ۴۹۹) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جب میں کسی پر بغرض اصلاح مواخذہ کرتا ہوں یا کچھ کہتا ہوں تو لہجہ گو سخت ہوتا ہے مگر دل نرم ہوتا ہے مولوی ...... صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اسکا تو کوئی حرج نہیں کہ حضرت کا لہجہ تیز ہو جائے یا سخت ہو جائے حتی کہ حضرت اگر مار بھی لیں تب بھی گوارا ہے مگر یہ جو اخراج ہے یہ بڑی سخت چیز ہے اور ناقابل برداشت ہے تبسم فرما کر مزاحاً فرمایا کہ حضرت اصل ثمرات و نتائج تو اخراج کے بعد ہی ہوتے ہیں اگر اخراج نہ ہوتا تو دنیا میں کوئی نتیجہ ہی نہ نکلتا۔

(ملفوظ ۵۰۰) فرمایا کہ میں جو نئے آنیوالوں کے ساتھ شرط لگاتا ہوں کہ تھوڑے دنوں یہاں پر خاموش رہو نہ مکاتبت کرو نہ مخاطبت اسکا راز یہ ہے کہ پہلے مناسبت پیدا کرو جسکو لوگ ٹالنا سمجھتے ہیں حالانکہ ٹالنا نہیں ہے بلکہ جمانا ہے جمانے کو ٹالنا سمجھیں اسکا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔

(ملفوظ ۵۰۰) ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ لوگ مجھکو بدنام کرتے ہیں اور سخت مشہور کرتے ہیں آپ ہی بتلائیے کہ صبح آپ دیکھ رہے تھے کہ میں نے ایسی کوئی باریک بات پوچھی تھی جسکا وہ صاحب جواب دیسکے دو لفظوں میں جواب تھا نعم۔ یا لا۔ چھٹی ہوئی اب اتنی سی بات کا بھی جواب نہ ملے تو مزاج میں تغیر نہ ہو تو اور کیا ہو۔ مولوی …… صاحب نے عرض کیا واقعی حضرت صحیح فرما رہے ہیں یہ صاحب بریلی سے اسی وجہ سے آئے پہلے خط و کتابت ہو چکی طریقہ معلوم ہو گیا اور اُسی طریقہ پر بات پوچھی مگر نہ کہہ سکے سوائے رعب کے اور کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ بطور مزاح کے فرمایا بریلی سے آئے یہ ریل آئے کہ جلد منزل مقصود پر پہونچ جاؤں اور یہاں پر آکر یہ گڑبڑ کی کہ معاملہ کی بات پوچھی جاتی ہے بولتے ہی نہیں مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں تو سوچا کرتا ہوں کہ اگر مواخذہ ہم لوگوں سے کبھی ہو تو جواب دیسکیں فرمایا کہ مواخذہ اور مطالبہ تو بعد میں ہوتا ہے پہلے تو سیدھی بات پوچھی جاتی ہے جب ٹیڑھا جواب ملتا ہے اسوقت پیرا لہجہ بدل جاتا ہے۔ عرض کیا کہ حضرت حقیقت یہ ہے کہ حضرت نے جو کچھ فرمایا بالکل صحیح ہے اسکا جواب کچھ نہیں لیکن یہ سب ہمارا بولنا اُسی وقت تک ہے جب تک حضرت محبت اور شفقت سے کام فرماتے رہتے ہیں ورنہ ضابطہ سے اگر حضرت مواخذہ فرمائیں تو ہوش گم ہو جائیں اور کوئی جواب بن پڑے اسلئے کہ جب حضرت دوسروں سے مواخذہ فرماتے ہیں تو اُن سوالوں کا جواب میں خود سوچتا ہوں اس نیت سے کہ اگر مجھسے یہ ہی مواخذہ ہو تو میں کیا جواب عرض کروں مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ فرمایا اجی حضرت آپ تو کبھی اسکا وسوسہ بھی قلب میں نہ لائیگا میں تو خادم ہوں حضرت والا کے اس فرمانے پر اُن مولوی صاحب کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور نہایت عاجزانہ لہجہ میں عرض کیا کہ حضرت ہم کیا چیز ہیں ہم تو حضرت کے خادمانِ خادم اور غلامانِ غلام ہیں اور یہ سب حضرت کی بزرگانہ شفقت ہی شفقت ہے۔

(ملفوظ ۵۰۱) فرمایا کہ میں مجبور ہوں طرق اصلاح کے استعمال میں۔ اسکی مثال یوں سمجھئے کہ قرأت فی الصلوٰۃ کا لہجہ الگ ہوتا ہے اور تبلیغ تکبیر کا الگ امام قرأت پڑھتا ہے نہایت نرم لہجہ میں اور مبلغ کہتا ہے بلند آواز سے اللہ اکبر تو اسپر کوئی کہے کہ یہ شخص بہت ہی سخت مزاج ہے اتنی زور سے بولا باوجود اسکے کہ وہ زور سے بھی بولا اور لہجہ بھی سخت ہے لیکن ظاہر ہے کہ اُسکو کوئی سخت نہ کہے گا کہ ضرورت ہے اسی طرح تادیب کا لہجہ معمولی کلام سے الگ ہوتا ہے جسکی ضرورت ہے اور وہ ضرورت یہ ہے کہ اگر نرمی سے کہا جائے تو وہ تادیب ہی نہ رہے گی جیسے مکبر نرمی کا لہجہ اختیار کرے تو بہت سے مقتدی رکوع

ہی سے رہ جائیں۔ اب ادب کا مضمون رہا سو جو کہ تھوڑا ہی کہا جاتا ہے وہ تو کہنے ہی کے طریق پر کہا جاتا ہے میں ایک اور مثال عرض کرتا ہوں بادشاہ کا پاسبان دربار میں بادشاہ کے سامنے بول بھی نہیں سکتا اور بول ہی کیا سکتا ہے پہرے کا وجود ہی کیا ہے مگر جس وقت شب آتی ہے اس وقت اسکی آواز سنئے کس طرح کڑکتی ہے ایک دفعہ کو تو محل تک بادشاہ بھی چونک اٹھے اسلئے کہ اس پر وہ مامور ہے اسکا فرض منصبی ہے بلکہ جسقدر بادشاہ سے قریب ہوگا اسی قدر اسکی آواز بلند ہوگی اور زور سے پکاریگا تاکہ بادشاہ خوش ہو کہ اپنے فرض منصبی کو خوب ادا کر رہا ہے اگر اس وقت وہ نرم و پست لہجہ اختیار کریگا مجرم ہوگا۔

(ملفوظ) فرمایا کہ میں بقسم عرض کرتا ہوں کہ عین مواخذہ اور ادب کیوقت بھی یہ اعتقاد قلب میں مستحضر ہوتا ہے کہ شاید عند اللہ یہ مجھ سے زیادہ مقبول ہو اور یہ دونوں چیزیں یعنی ادب اور استحضار مذکور ایک وقت میں جمع بھی ہو سکتی ہیں اسکی ایک مثال عرض کیا کرتا ہوں وہ یہ کہ مثلاً شہزادے سے کوئی جرم ہوا بادشاہ نے بھنگی کو حکم دیا کہ شہزادے کے بید لگا وہ لگائیگا ضرور کیونکہ بادشاہ کا حکم ہے اگر نہ لگائیگا تو اسکے لگنے کا خوف ہے مگر عین بید لگانے کیوقت بھی شہزادے سے اپنے کو افضل ہرگز نہ سمجھے گا بلکہ اس وقت بھی اسکو یہی مستحضر ہوگا کہ شہزادہ شہزادہ ہی ہے اور میں بھنگی چہ نسبت خاک را بعالم پاک جس سے کسیکو سزا دلوائی جائے یا سیاست کرائی جائے وہ اس سزا یاب کو اگر حقیر سمجھے یا اپنے کو افضل اسکا اسکو کوئی حق نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ بیوقوف کی بات پر بیوقوف ضرور سمجھے گا یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص کام تو کرے بیوقوفی کا اور سمجھا جائے عقلمند مگر اسیوقت یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ ممکن ہے کہ اس کی بیوقوفی کسی عارض سے خدا کے نزدیک پسندیدہ ہو اور تری عقلمندی کسی عارض سے پسندیدہ نہ ہو۔ میں تادیب سے یہ چاہتا ہوں کہ اس میں خدا کی محبت اور خشیت اور تواضع پیدا ہو جائے۔

(ملفوظ) فرمایا کہ کوئی کیا ناز کر سکتا ہے حضرت شیخ آدم رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ شاہجہاں بادشاہ کے زمانہ میں تھے یہ عالم بھی ہیں ایک شخص مرید ہونے آیا جسکی وضع خلاف شریعت تھی آپ اس پر ناراض ہوئے اور کہا کہ اس وضع پر مرید ہوتے شرم نہیں آتی وہ چلا گیا فوراً الہام ہوا کہ اسکو بلاؤ ورنہ تمہاری خیر نہیں اگر اسکی حالت خلاف شرع تھی اسکو تعلیم کر دیتے انکار چہ معنے آپنے کسی دوسرے مرید کو بلانے بھیجا وہ بھی بگڑ چکا تھا کہا جاؤ ہم نہیں آتے کیا دنیا میں یہ ہی ایک شیخ رہ گئے ہیں اور کوئی نہیں ہے ہم کسی اور سے تعلق کر لینگے مرید نے آکر واقعہ بیان کیا فرمایا اچھا پھر جاؤ اور اسکے کان میں ایک مرتبہ اللہ کہہ دو دیکھیں

کیسے نہیں اُسے گا حضرت شیخ نے یہ اسی ناز کی بنا پر کہا جو عین حالت غضب میں انکو حاصل تھا بس
اُس مرید کا جا کر ایک مرتبہ اللہ کان میں کہنا تھا کہ دھڑ سے زمین پر بیہوش ہو کر گرا اور جب ہوش
آیا کہتا تھا کہ خدا کے لئے شیخ کے پاس پہونچا دو غرض حاضر ہوا اور بیعت ہو گیا اس واقعہ میں ادھر
شیخ کو چشم نمائی کر دی گئی اُدھر اس طالب کی گوشمالی ہو گئی اور دونوں کو جوڑ دیا گیا۔ پھر فرمایا کہ
حق تعالیٰ کا بڑا دربار ہے وہاں لرزاں اور ترساں ہی رہنا چاہئے نہ معلوم کسکے ساتھ کیا معاملہ ہو
کسیکو کیا خبر وہاں کی کرسی کسی کے نام زد نہیں کہ اپنی اپنی پر استحقاقاً جا بیٹھو اور قطع نظر اس سے
بیٹھ جانے کے بعد بھی بدل سکتے ہیں ہر وقت اختیار ہے قدرت ہے قوت ہے خدا معلوم کسکو کہاں
بٹھا دیں اور کسکو کہاں کوئی ویسرائے کا دربار تو ہے نہیں جو خود بھی ضابطہ کا محکوم ہے کہ کرسیوں
پر درباریوں کا نام کندہ ہے جس سے وہ بدلی ہی نہیں جا سکتیں

(ملفوظ) فرمایا کہ حیدر آباد دکن سے ایک صاحب نے رومال بطور ہدیہ بھیجا ہے میں نے لکھدیا ہے کہ قبول کر لیا اور
بیحد مسرت ہوئی لیکن اگر ہدیہ روانہ کرنے سے قبل دریافت کر لیا جایا کرے تو زیادہ بہتر ہے اسپر فرمایا کہ بعض چیزیں
ایسی آتی ہیں کہ میرے یہاں انکا کوئی مصرف ہی نہیں ہوتا ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جو فرماتے
ہیں کہ پہلے دریافت کر لیا کرو اسکا معمول ہی نہیں نہ کسی نے آجتک اسکے متعلق لوگوں کو آگاہ کیا حالانکہ
اصولی بات ہے طرفین کی راحت کا سبب ہے اسلئے کہ اسمیں خود بھیجنے والے کو بھی تو انتخاب میں تکلیف ہوتی
ہے فرمایا کہ جی ہاں دریافت کر لینے میں سب مصالح کی رعایت ہے پھر فرمایا کہ ہدیہ قیمتی ہونا ضرور نہیں اسمیں تو
خلوص کی ضرورت ہے فلوس کی ضرورت نہیں ایک بزرگ کسی دوسرے بزرگ کی ملاقات کیلئے چلے پاس
کچھ نہ تھا محبت میں خیال ہوا کہ خالی ہاتھ نہ جانا چاہئے کچھ تو لیکر چلنا چاہئے راستہ میں دیکھا کہ درختوں پر سے
لکڑیاں سوکھ کر زمین پر پڑی ہیں انکو جمع کر کے ایک گٹھڑی باندھ اُن بزرگ کی خدمت میں پہونچے اور عرض
کیا کہ حضرت کچھ لکڑیاں لایا ہوں حضرت کے یہاں ایک وقت کی روٹی ہی پک جائیگی بطور جملہ معترضہ کے
فرمایا کہ اب تو کوئی ایسا کرے اور اسکا اندازہ اسطرح ہو سکتا ہے کہ ایک ہدیہ بہت بڑا اپنے دل
میں فرض کر لیا جاوے اور چھوٹے درجہ کا لانیوالا لے لیا جاوے پھر سوچے کوئی ایسا کر سکتا ہے اور
اگر کوئی کر بھی لے تو لوگوں کی نظر میں اسکی وقعت ہو گی یہ سنئے وہ بزرگ اس ہدیہ کی کیسی قدر فرماتے ہیں اور
خادم کو حکم دیتے ہیں کہ یہ چیز حب فی اللہ کیوجہ سے آئی ہے اسکی تحقیر نہ کرنا ویسے ہی مت جلا ڈالنا بلکہ اسکو

محفوظ رکھو ہمارے مرنے کے بعد ہمارے غسل کا پانی ان سے گرم کرنا وہ انشاء اللہ تعالیٰ ہماری نجات کا ذریعہ ہوگا خلوص ہو تو ایسا ہو جیسا ان بڈھی کو تھا اور قدر ہو تو ایسی ہو جیسی ان مہدی الیہ نے کی۔

(ملفوظ) فرمایا کہ ایکمرتبہ نعمت اللہ خان صاحب جلال آبادی جو ریاست بھوپال میں اُسوقت تحصیلدار تھے پھر ناظم ہو گئے تھے یہاں پر آئے اور بطور ہدیہ کے پچاس روپیہ میرے سامنے رکھدیئے میں نے اُن میں سے دس روپیہ اٹھا لیے اور یہ کہا کہ پچاس بہت ہیں انہوں نے اصرار بھی کیا مگر دل نے قبول نہیں کیا جب وہ چلے گئے اُن کے ایک ہمراہی سے جو وہ گئے تھے معلوم ہوا کہ پہلے اُنہوں نے ہدیہ کیلئے دس ہی روپیہ تجویز کیے تھے پھر خیال ہوا کہ دس روپیہ تو تھوڑے ہیں میری حیثیت کے اعتبار سے بھی اور ان کی شان کے اعتبار سے بھی اسلئے بڑھا دیئے یہ حقیقت تھی اس پچاس روپیہ کی اسپر فرمایا کہ ہدیہ میں شان وغیرہ کا خیال کرنا بڑی گڑبڑ کی بات ہے اسمیں تو زیادہ تر خلوص کی ضرورت ہے فلوس کی فکر نہ کرنا چاہیے خلوص سے چاہے پانچ سات مٹی کے ڈھیلے ہی ہوں وہ استنجے ہی کے کام آئیں گے پھر فرمایا کہ اس واپسی سے نہ معلوم لوگ کیا خیال کریں کہ شاید مجھ کو اسکا کشف ہو گیا ہو کہ پہلے انہوں نے دس روپیہ تجویز کیے تھے اسلئے وہی دس لئے یہ بات نہیں اسکی بھی حقیقت سن لیجئے میں نے ایک روز قبل دس روپیہ کی لکڑیاں خریدی تھی اور میری عادت قرض لینے کی نہیں ہے مگر اسوقت بضرورت قرض کیا گیا اسلئے میں نے دعا کی تھی کہ اے اللہ دس روپیہ دیدیجئے اگلے ہی روز وہ خان صاحب لیکر آگئے چونکہ مجھکو دس ہی کی ضرورت تھی وہی میں نے لیلیے اور اس وجہ سے بھی لے کہ حق تعالیٰ ناخوش نہ ہوں کہ نامعقول ایک تو مانگتا ہے اگر دیتے ہیں نخرے کرتا ہے یہ حقیقت ہے اس واقعہ کی نہ کشف تھا نہ کرامت تھی۔

(ملفوظ) فرمایا کہ میں کہا کرتا ہوں کہ نماز میں شرائط ہیں روزے میں شرائط ہیں زکوٰۃ میں شرائط ہیں حج میں شرائط ہیں مگر ہدیہ میں بالکل شرائط نہ ہوں وہ علی الاطلاق جائز ہو یہ کیونکر ہو سکتا ہے اسکے بھی تو کچھ شرائط ہونے چاہئیں سو حدیثوں میں اسکے شرائط مذکور ہیں مگر اب تو سب آداب اور شرائط کی جگہ صرف ایک یہ رہ گیا ہے کہ چمکتا ہوا روپیہ ہو کیونکہ ہدیہ میں اکثر عادت بھی روپیہ چھانٹکر دینے کی ہے اسی طرح میں کھانے کے متعلق کہا کرتا ہوں کہ آجکل کھانا حلال ہونے کیلئے بس یہ شرط رہ گئی ہے کہ اسمیں گھی اچھا ہو مصالح خوب ہوں بس وہ حلال ہے اگر یہ نہیں تو حرام ہے۔

ملفوظ(۶) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آجکل مولوی طماع زیادہ کیوں ہونے لگے فرمایا کہ سب تو نہیں عرض کیا کہ اکثر فرمایا اسکی خاص وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ عربی پڑھنے والے زیادہ تر وہی لوگ ہیں جو پہلے سے طماع اور مفلس ہیں بعد پڑھ لینے کے بھی انکی وہی عادت رہتی ہے طبیعت میں سے وہ بات جاتی نہیں اسی لئے انکی تبلیغ میں بھی غرض کا شبہ ہو جاتا ہے اگر عالی خاندان لوگ امراء حکام نواب رئیس اپنے بچوں کو عربی پڑھائیں اور پھر وہ لوگ تبلیغ کریں پھر دیکھئے کیا اثر ہوتا ہے ورنہ واعظ کے افلاس میں یہی شبہ ہوتا ہے کہ چندہ مانگنا تو جانتے ہیں اور دینا نہیں جانتے میں جسوقت ڈھاکہ گیا تھا تو وہاں کے ایک مدرسہ کے پرنسپل نے مدرسہ میں مدعو کیا میں گیا انھوں نے مجھ سے یہ ہی شبہ پیش کیا کہ اکثر علماء میں یہ مرض ہے میں نے کہا کہ اسکی بڑی وجہ انتخاب کی غلطی ہے اکثر غرباء کے بچے علم دین پڑھتے ہیں اُن کا حوصلہ اُن کا ظرف تو ویسا ہی ہوگا اگر امراء کے بچے علم دین پڑھیں انکا حوصلہ انکا ظرف ویسا ہی ہوگا پرنسپل صاحب نے کہا کہ حضرت آج میرا ایمان محفوظ ہوا ورنہ مجھکو اندیشہ اپنے ایمان کا ہو گیا تھا میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ علم دین کا تو اثر نہیں میں نے کہا تو یہ کہئے کیا علم دین ایسی چیز ہے اور اثر کی نسبت میں نے کہا کہ یہ امراء کے بچے انگریزی کے اثر سے تو بگڑ گئے اگر انگریزی نہ پڑھتے تو انکے اخلاق اس حالت کی نسبت اچھے رہتے اور غرباء کے بچے علم دین پڑھکر کسقدر سنور گئے اگر عربی نہ پڑھتے انکے اخلاق اس حالت کی نسبت اور زیادہ خراب ہو جاتے مطلب میرا اس کہنے سے یہ تھا کہ غرباء کے بچے جسقدر خراب ہونے چاہئیں تھے عربی کی بدولت اُتنے خراب نہیں رہے اور امراء کے بچے جسقدر اچھے ہونے چاہئیں تھے انگریزی کی بدولت اُتنے اچھے نہیں رہے اور یہ انتخاب کی غلطی مشاہدہ میں آ رہی ہے کہ خود ایک ہی شخص کے بچوں میں جو سب میں زیادہ بیوقوف کند ذہن بدفہم کم عقل بدصورت ہو اسکو عربی پڑھانے کیلئے تجویز کیا جاتا ہے اور جو زیادہ عقلمند ذہین خوبصورت ہو اسکو انگریزی کیلئے تجویز کیا جاتا ہے اس گفتگو کے بعد اسی جلسہ میں پرنسپل صاحب کہنے لگے واقعی آپنے سچ فرمایا اسوقت جو میرے ذہن میں مدرسہ کے رجسٹر کی جانچ کرتا ہوں تو قریب ڈھائی سو طلباء کے ہیں مگر جو عربی پڑھتے ہیں اُن میں اکثر گاؤں کے اور کم درجہ کے لوگوں کے بچے ہیں اور انگریزی خواں خاندانی اور امیروں کے بچے ہیں میں نے کہا کہ اب آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ ایسے لوگوں میں بلند حوصلہ ذی لیاقت غیر طماع کیسے پیدا ہو سکتے ہیں۔

(ملفوظ) فرمایا کہ اعتراض کر دینا کون مشکل کام ہے زبان ہلانا پڑتی ہے حقیقت کا سمجھنا مشکل ہے ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ نہ معلوم آجکل غزالی اور رازی جیسے کیوں نہیں پیدا ہوتے میں نے کہا کہاں سے پیدا ہوں دنی الطبع کم حوصلہ لوگ تو علم دین پڑھنے لگے اور جو لوگ خاندانی بلند حوصلہ عالی دماغ تھے انھوں نے علم دین پڑھنا چھوڑ دیا انتخاب کا اختیار ہمکو دو انتخاب ہم سے کراؤ پھر دیکھو ہم غزالی اور رازی پیدا کر کے دکھلا دیں یہ ہے تو بے ادبی مگر میں بے ادبی نہیں سمجھتا اسلئے کہ یہ عرفاً بے ادبی سمجھی جاتی ہے حقیقت میں بے ادبی نہیں وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے امام غزالی ورازی سے افضل اسوقت موجود ہیں دیکھ لیجئے امام غزالی اور رازی کے بھی مصنفات موجود ہیں اور اسوقت بعض بزرگوں کے بھی موجود ہیں موازنہ کر لیا جائے حضرت نبوت ختم ہوئی ہے علم اور ولایت ختم نہیں ہوئی۔

(ملفوظ) فرمایا کہ علماء کو تو ان جاہل واعظین نے زیادہ بدنام کیا ہے در بدر مانگتے پھرتے ہیں وعظ میں دوسروں کو خدا پر بھروسہ کی تعلیم دیتے ہیں اور خود خدا پر بھروسہ نہیں کرتے اسی ہی لئے کہا کرتا ہوں کہ آجکل پیسہ کی قدر کرنا چاہئے اسکے نہ ہونے کی وجہ سے بھی انسان بہت سی آفات میں مبتلا ہو جاتا ہے یہ دین فروشی بھی اسی آفت کی ایک فرد ہے۔ ایک بزرگ کی حکایت ہے انھوں نے خدا سے دعاء کی تھی کہ اے اللہ شیطان روزانہ وسوسے ڈالتا ہے کہ کہاں سے کھائیگا مجھکو اندیشہ ہے اس سے کہ کہیں مجھکو کسی آفت میں مبتلا نہ کر دے اسلئے چاہتا ہوں کہ عمر بھر کا رزق مجھکو ایک دم عطاء فرما دیجئے تاکہ میں اسکو ایک کوٹھری میں بند کر کے اور علیحدہ کا تالا ڈالکر اطمینان سے بیٹھ جاؤں اور جب شیطان وسوسہ ڈالے کہ کہاں سے کھائیگا میں جواب دیدوں اس کوٹھری میں سے کھاؤنگا شیطان غائب میں وسوسہ ڈالتا ہے مشاہد میں نہیں ڈال سکتا۔ کوٹھری کا ذخیرہ مشاہد ہوگا اور ذخیرہ منافی توکل تھوڑا ہی ہے توکل کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ

عہ گر توکل میکنی در کار کن، کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

گفت پیغمبر بآواز بلند بر توکل زانوے اشتر بہ بند

(ملفوظ) فرمایا کہ معاند لوگ بزرگوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں بزرگوں پر یہ بھی خدا کی ایک رحمت ہے

عہ اگر توکل کرتے ہو تو کام میں توکل کرو کہ کماؤ اور اوسپر نتیجہ مرتب ہونے میں حق تعالیٰ پر بھروسہ کرو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرما دیا ہے کہ اونٹ کو باندھکر خدا پر بھروسہ کرو (یعنی انسان جو سامان حفاظت کرتا ہے اوسکے بعد بھی خدا پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے) ۱۲

اس سے عجب پیدا نہیں ہوتا اور مجھکو جو برا بھلا کہتے ہیں اسکی ایک خاص وجہ بھی بحمداللہ میری سمجھ میں آگئی ہے وہ یہ ہے کہ میری ساری عمر مفت خوری میں کٹی ہے پہلے تو باپ کی کمائی کھائی بس بیچ میں بہت تھوڑے دنوں تنخواہ سے گذر ہوا پھر اُسکے بعد سے پھر وہی سلسلہ مفت خوری کا جاری ہے یعنی مدت سے نذرانوں پر گذر ہے نہ کچھ کرنا پڑتا ہے نہ کمانا کھانا کھانیکو دونوں وقت ملتا ہے یہ تو دنیا کا قصہ ہوا چونکہ آخرت کیمتعلق بھی کوئی ذخیرہ اعمال کا نہ تھا جس سے آخرت میں کچھ ملتا اُسکا ذریعہ یہ ہوگیا کہ لوگ برا بھلا کہیں جس سے اُنکے اعمال میں سے کچھ حصہ ملجاویگا بس یہاں بھی مفت خوری میں گذری اور وہاں بھی مفت خوری ہے کام بنے گا کسی کی نماز مل رہی ہے کسی کی زکوٰۃ بس اسطرح کام چل جاویگا۔

(ملفوظ ۵۱۲) فرمایا کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر غیبت کرے تو اپنی ماں کی کرے خواجہ صاحب نے بہت ہی تعجب آمیز لہجہ میں عرض کیا کہ کیا امام صاحب نے فرمایا کہ ماں کی غیبت کرے فرمایا کہ آپکو کیوں تعجب ہوا ماں یہی فرماتے ہیں کہ میں اگر غیبت کروں تو اپنی ماں کی کروں تاکہ اگر میری نیکیاں کسی کے پاس جاویں تو ماں ہی کے پاس کیوں نہ جائیں۔ گھر کی نعمت گھر ہی میں رہے کہیں باہر نہ جائے اسلئے یہ فرمادیا تو اسمیں تعجب کی کونسی بات ہے۔ ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ایک شخص انکو گالیاں دیا کرتا تھا یہ بزرگ اُسکو روپیہ پیسہ دیا کرتے تھے اُس نے یہ سمجھکر کہ محسن ہیں گالیاں دینی چھوڑدیں ان بزرگ نے روپیہ پیسہ دینا چھوڑدیا اُس شخص نے ان بزرگ سے عرض کیا کہ حضرت یہ کیا فرمایا بھائی یہ تو دینا لینا ہے تم پہلے کچھ دیا کرتے تھے ہم بھی دیتے تھے تم نے دینا چھوڑدیا ہمنے بھی چھوڑ دیا۔

(ملفوظ ۵۱۳) ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج ستائیسویں شب ہے اسکو شب قدر کہتے ہیں اسمیں کیا پڑھنا چاہئے فرمایا کہ ایسے موقع پر سلف میں تین چیزیں معمول تھیں اب لوگوں نے دو کو حذف کرکے ایک پر اکتفا کرلیا ہے وہ تین چیزیں یہ تھیں ذکر تلاوت قرآن نفل نماز اسمیں سے عابدین نے نفل نماز اور تلاوت قرآن کو حذف کردیا یعنی اسمیں مشغولی بہت ہی کم ہے بس زیادہ تر ضربیں ہی لگاتے ہیں اور اتفاق سے مجکو یہ تینوں چیزیں ایک آیت میں جمع مل گئی ہیں۔

اتل ما اوحی الیک من الکتب و اقم الصلوۃ ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر

الحمد للہ حصہ اول الافاضات الیومیہ کا تمام ہوا

دیکھے گئے۔ لہذا عرض ہے کہ ملفوظات کا مطالعہ کیا جاوے یا سنا جاوے۔ ان کو اصلاح معاشرت کا ایک نسخہ سمجھا جاوے اور حدیث المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده (کامل مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے تمام مسلمان مامون رہیں) کی تعمیل خیال کیا جاوے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص ہر وقت اس کا خیال رکھے کہ مجھ سے کسی کو خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا کوئی ذہنی یا جسمانی تکلیف نہ پہنچے۔ بات کرنے میں، اٹھنے بیٹھنے میں ملنے جلنے میں، اپنا' وعدہ میں، ہر وقت اس کا خیال رہے۔ اس سے بےفکری نہ ہو۔ یہی خلاصہ ہے ان ملفوظات کی تعلیم کا اور اگرچہ بعضی قسموں کے واقعات مکرر بھی اس میں آویں گے مگر اکثر ایسا ہوا ہے کہ ہر مرتبہ کسی نئی بات کی تعلیم اس واقعہ کے وقت فرمائی گئی ہے۔ اور جس طرح استیصال مرض تک نسخہ کو برابر استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہر وقت اپنی حالت کا جائزہ لیتے رہنے کی ضرورت ہے۔ اور ان کا مطالعہ بار بار اور مسلسل کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔

چونکہ حضرتؒ کی مجلس میں مشائخ طریقت بڑے بڑے علما' اور عوام سب ہی ہوتے تھے اس لئے ہر قسم کے مضامین بیان ہوتے تھے۔ لہذا اگر کوئی مضمون سمجھ میں نہ آوے تو کسی سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ اور اگر کوئی خالص علمی بات ہو اسکو یہ سمجھ کر کہ یہ دوسروں کے سمجھنے کی بات ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے مضامین سے مستفید ہوں۔

چونکہ میری ساری عمر حضرتؒ کی خدمت میں اور بیشتر حصہ عمر کا خانقاہ کی خدمت میں گذرا ہے۔ اس لئے میرا مشاہدہ ہے کہ مواعظ و ملفوظات کا خالی الذہن ہو کر مسلسل مطالعہ کرنے والوں کی اصلاح خود بخود ہوتی چلی گئی ہے۔ اور جس طرح طبیب کے نسخہ سے کسی کو جلدی اور کسی کو دیر میں فائدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ان سے بھی کسی کو جلد نفع ہوا۔ اور کسی کو دیر میں۔ مگر ہوا سب کو اور یہ برکت میں نے حضرتؒ کے ان الفاظ ہی میں

دیکھی ہے۔ اپنے اسی مشاہدہ اور تجربہ اور حضرتؒ کے ایک ارشاد کی بناء پر میری رائے ان حضرات کے خلاف ہے جو حضرتؒ کے الفاظ کو بدل کر حضرتؒ کے مضامین کو اپنے الفاظ میں بیان کر کے کہتے ہیں کہ عام فہم ہونے سے زیادہ مفید ہو جاویں گے۔

وہ ارشاد یہ ہے کہ ایک روز دوران گفتگو میں حضرتؒ نے فرمایا کہ لوگ مواعظ کی تسہیل کی کوشش کر رہے ہیں میں منع تو نہیں کرتا اور سب سے کہنے کی بات بھی نہیں۔ مگر تم سے کہتا ہوں کہ میرے جو الفاظ ہیں۔ وہ منجانب اللہ القا ہوتے ہیں۔ تو جو اثر ان الفاظ میں ہے۔ وہ ان کی تسہیل میں نہ ہوگا اور ان ہی ملفوظات میں حضرتؒ نے اپنے شیخ حضرت حاجی صاحبؒ کے بعض واقعات میں یہ واقعہ بھی بیان فرمایا ہے کہ باوجودیکہ حضرت حاجی صاحبؒ اصطلاحی عالم نہ تھے مگر بعض اوقات حضرت حاجی صاحبؒ بلا تکلف اصطلاحات علمی اپنی تقریر میں استعمال فرماتے تھے اور مجلس میں کسی کو وسوسہ ہوا کہ حضرت حاجی صاحبؒ ان علمی اصطلاحوں سے کیسے واقف ہوگئے تو خود حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ بعض اوقات القا صرف معانی کا ہوتا ہے اور بعض اوقات معانی کے ساتھ الفاظ کا بھی ہوتا ہے۔ تو جس طرح حضرت حاجی صاحبؒ حضرت تھانویؒ کے شیخ تھے اسی طرح حضرت تھانویؒ میرے شیخ بھی۔ استاد بھی باپ کی جگہ بھی۔ مربی بھی اور سب کچھ وہی تھے۔ تو اگر میں ان کی نسبت یہ عقیدہ رکھوں کہ ان کے معانی مع الفاظ کے ملہم تھے۔ تو اس میں میری کیا خطا ہے۔

اسی لئے میں نے حضرتؒ کے الفاظ میں کوئی تغیر نہیں کیا صرف عربی فارسی کے اشعار اور عبارتوں کا ترجمہ اس مرتبہ کردیا ہے۔ اب دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کے لئے نافع فرماوے۔ والسلام

احقر محمد شبیر علی تھانوی

۱۰ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ مطابق ۶ جنوری ۱۹۵۸ء

قیمت پانچ روپے